شخصی قانون بین الاقوام 1930

سلسلۂ نصابات علمیہ جامعۂ عثمانیہ

شخصی قانون بین الاقوام

تصنیف

جان ویسٹلیک۔ کے۔ سی۔ ایل ایل۔ ڈی

ترجمہ

مولوی مسعود علی صاحب بی۔ اے (علیگ)

سابق سشن جج سرکار عالی، حال رکن سررشتہ تالیف و ترجمہ
جامعہ عثمانیہ سرکار عالی

سنہ ۱۳۴۹ھ م سنہ ۱۳۳۹ف م سنہ ۱۹۳۰ء

دارالطبع جامعۂ عثمانیہ سرکار عالی حیدرآباد دکن

یہ کتاب مسرز سویٹ اینڈ میکسویل پبلشرز کی
اجازت سے اردو میں ترجمہ کر کے طبع و شائع
کی گئی ہے
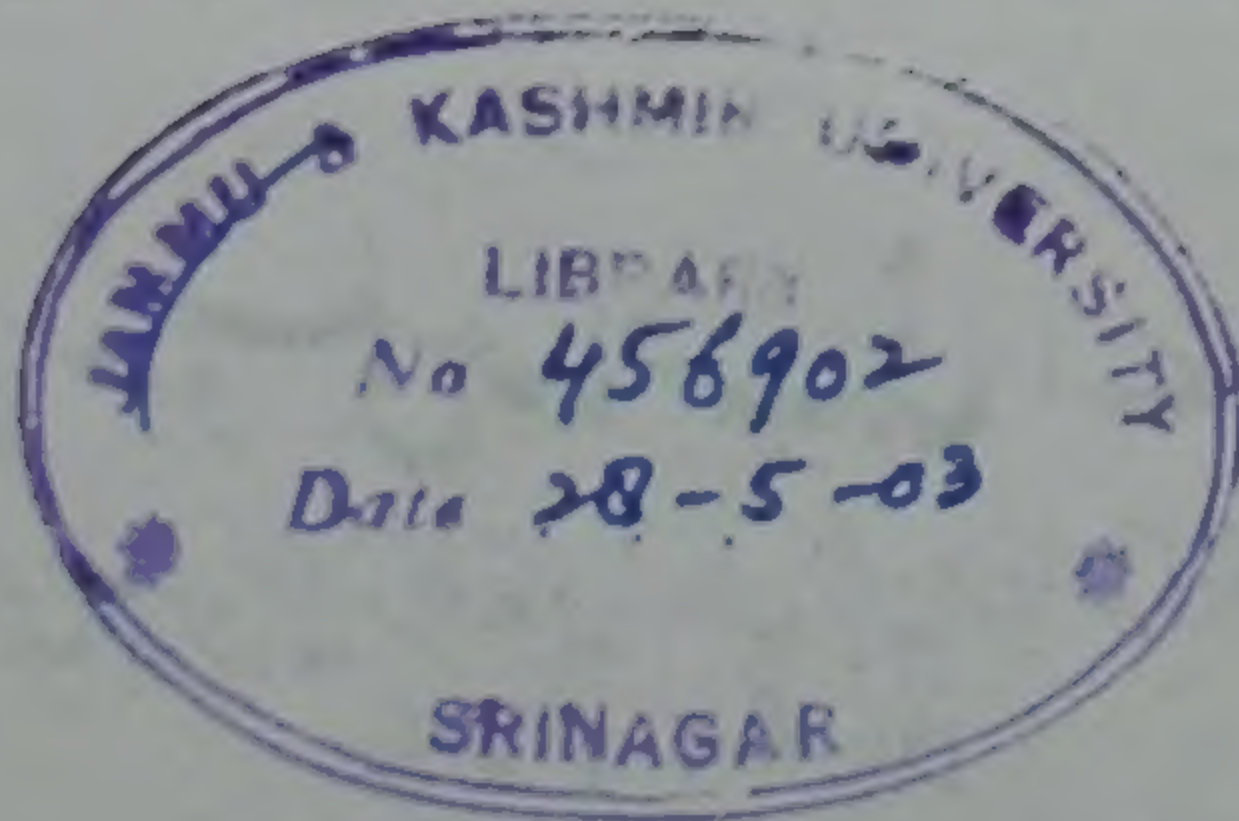
فہرست مضامین

شخصی قانون بین الاقوام

	صفحات کتاب انگریزی مشمولہ ضمیمہ
فصل اوّل	
دیباچہ	۱
فصل دُوم	
توطن ۔ قومیت ۔ در نوائے	۲۳
فصل سوم	
قابلیت ۔ اور ملک غیر کی ولایت اور اہتمام	۴۰
فصل چہارم	
نکاح ۔ طلاق ۔ اور صحیح النسبی	
نکاح	۵۱
اثر نکاح کا جائداد پر	۶۹
طلاق	۸۳
صحیح النسبی	۹۹
فصل پنجم	
میراث منقولہ بربنائے موت	۱۰۵
پروبیٹ یا اہتمام ترکہ کی سند کا منظور ہونا	۱۰۹

صفحات کتاب انگریزی مندرجہ حاشیہ

فصل ششم

فصل ہفتم

فصل ہشتم

فصل نہم

فصل دہم

فصل یازدہم

صفحات کتاب انگریزی متذکرہ حاشیہ

فصل دوازدہم

فصل سیزدہم

فصل چہاردہم

فصل پانزدہم

صفحات کتاب انگریزی مندرجہ حاشیہ

فصل شانزدہم

فصل ہفدہم

فصل ہیجدہم

فصل نوزدہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شخصی قانون بین الاقوام

فصل اوّل

تمہید

1

شخصی قانون بینُ الاقوام قومی قانون کا ایک شُعبہ ہے اور اس کے وجود میں آنے کی بُنیاد یہ ہے کہ دنیا میں مختلف حدود اراضی ہیں اور اِن میں مختلف قوانین کا رواج ہے[1]۔ اس امر کی مزید توضیح کے لئے کہ دائرۂ قوانین میں شخصی قانون بین الاقوام کی کیا حیثیت ہے، ہم کو دائرۂ مذکور پر وسیع تر نظر ڈالنی پڑتی ہے۔ لفظ "قانون" قوانین فطرت اور انسانی قوانین دونوں کے متعلق مستعمل ہوتا ہے اگر ہم قومی قانون کے کسی معمولی شعبہ مثلاً رہن یا سرقہ سے بحث کرتے ہوتے تو ہم کو سوائے انسانی قوانین کے کسی اور قانون کے تذکرہ کی

---

[1] ایک ہی مُلک میں مختلف نظامہائے قانون کے رواج کی وجہ سے مختلف قوانین کا نفاذ (جیسے برٹش انڈیا میں ہندو۔ اہل اسلام اور اینگلو انڈین کے ذاتی قوانین کا رواج) بھی اُسی بحث میں آجاتا ہے۔

ضرورت نہ تھی۔ لیکن فطری قانون یا قانون فطرت کے نظریات قانون بین الاقوام میں اس طرح مخلوط ہو گئے ہیں کہ ہمارا موجودہ مضمون لفظ قانون کے ہر معنے سے بحث کئے بغیر تشنہ رہجاتا ہے۔ قوانین فطرت غیر متبدل اور ہمیشہ یکساں رہنے والے امور ہیں (Invariable Uniformities) اگر ان میں کوئی تبدل یا تغیر ثابت ہو تو اس سے یہہ نتیجہ نہیں نکالا جائے گا کہ وہ قانون ٹوٹ گیا بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ خود اس قانون کا جو فرض کر لیا گیا تھا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ برخلاف اس کے قوانین انسانی برابر ٹوٹتے رہتے ہیں اور انھیں کی اصلاح اور درستی کے لئے عدالتیں اور فوجیں جہاں تک کہ ان کا تعلق بطریق مناسب اندفاع سے ہے مہیا اور تیار کی جاتی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اگر ہم کسی انسانی قانون کے مقرر کردہ قاعدہ کی تعمیل پر نہیں بلکہ خود ذات قاعدہ پر نظر ڈالیں تو اس کی وحدت، (Singleness) بمقابلہ ان مواقع کی کثرت کے جن میں اس کے استعمال کی ضرورت واقع ہوتی ہے ہم کو فطرت کی غیر متبدل اور ہمیشہ یکساں رہنے والے امور (Uniformities) کا پتہ دیتی ہے اور غالباً یہی تشابہ تھا جسکی وجہہ سے لفظ "قانون" قوانین انسانی سے منتقل ہو کر فطری قوانین کے لئے بھی مستعمل ہونے لگا۔ اس توسیع کے بعد بعض اوقات یہ کوشش کی گئی کہ اس کی صحت کا فلسفیانہ ثبوت اس بیان کے ساتھ دیا جائے کہ قوانین انسانی یقیناً مُضر اور غالباً غیر دیرپا ثابت ہوں گے، اگر وہ بلا لحاظ ان قوانین فطرت کے مرتب ہوئے ہیں جو ان معاملات میں جاری ہیں جن سے قوانین انسانی بحث کرتے ہیں۔ اس طور سے قانون تعمیر کی غایت فوت ہو جائے گی اگر اس کے ساتھ صحت کے فطری قوانین کا لحاظ نہ ہوگا اور قانون مُسکرات بیکار ثابت ہوگا اگر اس میں انسانی عادات کی رعایت نہ کی جائے گی۔ اب ان تعلقات کا اظہار ان الفاظ میں کیا جا سکتا ہے کہ انسانی قوانین کو فطری قوانین کے مطابق ہونا چاہئے؛ مگر اس کے بعد اول تو اس فرق کا بھولجانا بہت آسان ہے "جو مطابق ہونا چاہیئے اور مطابق ہے" میں ہے۔ دوسری ایسی حالت میں بھی کہ انسانی قانون، فطری قانون کے مطابق ہو، یہ امر بہ آسانی نظر انداز ہو سکتا ہے کہ ان کا جنسی تطابق اس تطابق سے بڑھکر نہیں ہوتا جو ایک نشانہ انداز کے نشانہ اور اس کی گولی کی رفتار کے قانون اور نشانہ لگانے کے فعل اور گولی کی رفتار میں پایا جاتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ کوئی ایسا قضیہ قائم کرنا جس میں لفظ قانون آئے اور وہ قانون فطرت

2

اور انسانی قانون دونوں کے لحاظ سے صحیح ہو نہایت دشوار ہے؛ البتہ وہ ایک مجرد بیان ہو سکتا ہے جس میں کم و بیش یہ امر مضمر ہو کہ ان میں سے ہر ایک قانون ایک لحاظ سے غیر متبدل اور یکساں رہنے والے امور (Uniformities) ہیں اور اس طور سے قانون فطرت اور انسانی قانون کا شکلی اشتراک، اتفاقی سے کچھ ہی زیادہ وقعت دیئے جانے کے قابل ہے۔

اگر یہ صحیح ہے تو قانون انسانی کسی شعبہ کے قانون فطرت کا جز مشترک نہیں قرار پا سکتا بلکہ وہ ایسا مضمون ہے جو کسی وسیع تر عنوان کے تحت میں بھی داخل نہیں ہو سکتا۔ اس امر کے فرض کر لینے سے پہلے کہ تمام انسانی ادارات (Institutions) جو قانون کے نام سے موسوم ہیں صحیح طور سے کسی ایک عام عنوان کے تحت میں داخل ہو سکتے ہیں، ہم کو بہت کچھ کھنا پڑے گا کیونکہ قانون بین الاقوام ان معنی میں قانون سمجھے جانے کا مستحق ہی نہیں خیال کیا جاتا جن معنی میں قومی قانون، قانون سمجھا جاتا ہے۔

قومی قانون کی ممیز خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایسے قواعد کا مجموعہ ہے جو یکساں طور سے ان تمام صورتوں میں مستعمل ہوتے ہیں جو اس کے دائرہ میں داخل ہوتی ہیں اور جن کی خلاف ورزی کی دادرسی یا سزا، ایسی طاقت کے ذریعہ سے عمل میں آتی ہے جس کا مقابلہ رعایا کا کوئی فرد نہیں کر سکتا اور جس کا باضابطہ نفاذ عدالتوں کے ذریعہ سے کرایا جاتا ہے۔

یہی دادرسی اور سزا جو عموماً تعمیل قانون کے نام سے موسوم کی جاتی ہے (حالانکہ اس اصطلاح کا زیادہ تر صحیح استعمال تعمیل مختص کے ساتھ ہونا چاہیئے تھا) ایسے امور ہیں جو قانون اور رواج میں مابہ الامتیاز اور اہم فرق ظاہر کرتے ہیں؛ اکثر قوانین کا پتہ رسم و رواج سے چلتا ہے، اس طور سے کہ جو امر ایک زمانہ میں صرف رسم و رواج تھا اس نے آگے چلکر، بلا کسی قاعدہ کے وضع کئے جانے کے، قانون کی صورت اختیار کر لی۔ اس کی مثالیں اکثر ممالک کی قانونی تاریخوں میں اشخاص متوفی کے ترکہ کی تقسیم اور ازدواج سے زوجین کی جائداد کے متاثر ہونے کی متعلق موجود ہیں۔ ایسی صورتوں میں رسم و رواج کا قانونی شکل اختیار کر لینا بعض اوقات تدریجی متصور ہوتا ہے لیکن صورت حال کبھی یہ نہیں ہو سکتی بلکہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسم و رواج کا وقوع روز بروز بڑھتا گیا اور اسیطرح اس کی خلاف ورزی پر عام ناراضی کی مقدار میں اضافہ ہوتا گیا ہوگا تا مقام اور زمانہ زیر بحث میں یا تو عدالت کا وجود

مفقود ہوگا اور سوسائٹی اسقدر وحشیانہ حالت میں ہوگی کہ اس میں کسی ایسے قانون کے قیام کی جو قومی قانون کے نام سے موسوم ہو سکے قابلیت ہی نہ ہوگی یا اگر عدالت نے رسم ورواج کی خلاف ورزی کی بابت دادرسی یا سزا کا سلسلہ قائم کردیا ہوگا تو یقیناً کوئی مستقل عمل کیا گیا ہوگا گو وہ اس وقت بہت ہی خفیف نظر آتا ہو جس سے وہ رسم و رواج کے حدود سے گزر کر قانون کے حدود میں داخل ہوگیا ہوگا۔

قانون بین الاقوام کی خلاف ورزی کی دادرسی یا سزادہی کے لئے ابتک کوئی ایسی طاقت موجود نہ تھی جو اپنے عمل میں یکساں ہو اور جس کا مقابلہ منفردہ سلطنتیں نہ کرسکتی ہوں لیکن جو بین الاقوامی عدالت (International Court of Justice) فی الحال بین الاقوامی مجلس (League of Nations) کے تحت قائم ہوئی ہے اس کے مقاصد میں ایک اہم مقصد یہ ہے کہ وہ قانون بین الاقوام کو وہی وقعت دے جو قومی حکمران اور قومی عدالتیں قومی قانون کو دیتی ہیں جن قواعد پر قانون بین الاقوام مشتمل خیال کیا جاتا ہے وہ عموماً ایسے مبہم ہیں کہ بحث کے لئے بھی ان کے محل استعمال کے قطعی ہونے کے جانچ نہیں ہوسکتی اور ان انفرادی صورتوں کا دریافت کرلینا جہاں ان کا استعمال ہونا چاہئے بیحد دشوار ہے۔ صورت موخرالذکر صورت مقدم الذکر کا نتیجہ ہے۔ کوئی مجموعۂ قواعد خواہ وہ قومی ہو یا بین الاقوامی ایک معقول حد تک بھی یقین کی صورت نہیں اختیار کرسکتا جبتک کہ اس کا استعمال متواتر نہ ہوتا رہے یا اس کے مواقع استعمال کے مسئلہ کا کوئی مستند فیصلہ نہ ہو جائے۔ اور اس لئے الفاظ میں قانون کی ایسی تعریف کرنا جو قومی اور بین الاقوام قوانین دونوں پر حاوی ہو دشوار ہے خود غیر متبدل اور یکساں رہنے والے امور کا تصور ہی اس خفیف اور غیر کافی تعلق کو جو قومی اور فطری قوانین میں باضابطہ تجنیس کے لئے قائم ہوتا ہے اس موقع پر بے کار ثابت کردینے کے لئے کافی ہے جبتک کہ قانون بین الاقوام کے اکثر غیر متبدل امور کی نسبت یہ نہ فرض کرلیا جائے کہ وہ بجائے ملکی حکمت عملیوں اور موروثی عداوتوں کے تلخ واقعات کے مصنفین (قوانین ہذا) کے محض نیک ارادے اور آرزوئیں ہیں۔ مگر الفاظ میں تعریف کرنے کے بجائے اس قانون کی تعریف دوسرے طریقہ سے بھی ہوسکتی ہے علم الحیوانات اور علم النباتات میں ایک جنس کے حدود اس بنا پر متعین ہوجاتے ہیں کہ جو اقسام اس دائرہ میں داخل ہیں

دہ بہ نسبت بیرونی اقسام کے دو ایک مسلمہ اور مخصوصہ اندرونی اقسام سے بہمہ وجوہ
زیادہ تر مشابہت رکھتے ہیں۔ اب اگر قانون بین الاقوام کو دیکھا جائے تو معلوم ہوگا
کہ اس میں بعض قواعد مثلاً وہ جو سفارتی تعلقات سے متعلق ہیں، ایسے ہیں کہ ان کی تعمیل
اسیطرح ہوتی ہے جیسے کہ قومی قانون کی۔ دوسرے قواعد ایسے ہیں کہ ان کی خلاف ورزی
میں یہ خوف کہ اس کا برا اثر خلاف ورزی کرنے والوں پر پڑے گا، بہ نسبت اس تمدنی
رسم و رواج کی خلاف ورزی کے جو باہم ایک حکومت کی رعایا کرتی ہے، زیادہ تر ہوتا ہے؛
مگر انتہائی ابہام اور عدم تعمیل ان اہم قواعد کے متعلق نظر آتی ہے جن کے ذریعہ سے خلق اللہ
4
کو بجا فتوحات اور لڑائی کے زمانہ میں ذاتی جائداد و موقوعہ ملک کو غصب اور تصرف سے
محفوظ رکھنے کا فخریہ ادعا کیا جاتا ہے۔ گزشتہ جنگ عظیم کے تجربہ نے ثابت کر دیا ہے
کہ جو قواعد اسقدر سنجیدگی اور متانت کے ساتھ آئین جنگ کے متعلق ہیگ کانفرنس
(Hague Conference) میں منظور ہوئے تھے، ان کی تعمیل کے ذرایع کس قدر کمزور
تھے۔ برخلاف اس کے تقریباً تمام مہذب حکومتوں کا ان قوتوں کے مخالف ہو جانا جنھوں نے
عہد و پیمان کی وقعت کی توہین کی تھی، بین الاقوامی جماعت کے قواعد کو مزید عظمت اور
وقعت دینے میں مؤید ہو سکتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ قانون بین الاقوام کا اتقان
(Precision) اور لزوم (Stringency) معمولی تمدنی رسم و رواج سے بھی
ایک درجہ نیچے سے شروع ہو کر اس نقطہ تک پہنچ جاتا ہے جہاں دادرسی یا سزا دینے والی
قوت میں صرف مرتب اور یکساں عمل کی کمی رہ جاتی ہے، مگر اس کی قوت کا اظہار گو وہ غیر مرتب
ہی کیوں نہ ہو، عام عملی مقاصد کے لئے کافی متصور ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں اگر کوئی شخص
انسانی قوانین کے مسلمہ اور مخصوصہ اقسام کو قومی قانون فرض کر کے، جس کی توضیح اوپر کے
فقرہ میں کی گئی ہے، اس نتیجہ پر پہنچے کہ قانون بین الاقوام بہمہ وجوہ بہ نسبت ان رسم و رواج
کے، جو دائرۂ قانون سے خارج ہیں، قومی قانون سے زیادہ مشابہ ہے، تو اس کے نتیجہ کو
غیر فلسفیانہ یا خلاف واقعہ قرار دیکر مسترد کر دینے کی کافی وجہ نظر نہیں آتی۔ یہ امر مطلق تعجب خیز
نہیں ہے کہ ان حوادث (Phenomenas) کی تجنیس (Classification) کے لیے
جو زندہ انسانی طاقت سے ظہور میں آتے ہیں، فن حیات عضوی (Science of
Organic life) کی قسمی تعریف (Type defination) علم ترکیب آلات

(Mechanics) کی لفظی تعریف (Verbal Formula) سے بہتر تمثیل پیش کر سکے۔
خلاصہ یہ ہے کہ قومی اور بین الاقوامی قانون، انسانی قانون کی دو شاخیں قرار دیجاسکتی ہیں بغیر ان لوگوں کی رائے کی بے وقعتی کرنے کے جو اس پر مصر ہیں کہ موخرالذکر قسم کو قابل احترام، اخلاق بین الاقوامی کے نام سے موسوم کرنا بہتر ہوگا۔

جس دائرہ کے خط اس طرح ڈالے گئے ہیں اس میں شخصی قانون بین الاقوام قومی قانون کے تحت میں جگہ پاجاتا ہے۔ شخصی قانون بین الاقوام کا نفاذ قومی عدالتوں کے ذریعہ سے عموماً رعایا پر ہوتا ہے، لیکن جب حکومتیں اپنے آپ کو قومی عدالتوں کے تحت کردیتی ہیں تو اس کے احکام اُن پر بھی اسیطرح نافذ ہوتے ہیں جسطرح دوسرے قومی قانون کے احکام کا نفاذ ہوتا ہے۔ جس قسم کے مقدمات میں اس قانون کا نفاذ ہوتا ہے وہ مثل مقدمات فوجداری کے کوئی خاص قسم نہیں ہوتی جس میں قانون فوجداری ہی نافذ ہونا چاہیئے بلکہ اس کا تعلق ایک مخصوص قسم کے سوالات سے ہوتا ہے جو ہر مقدمہ میں پیدا ہو سکتے ہیں، اور جن میں یہ امر تصفیہ طلب ہوتا ہے کہ ایک مقدمہ کس قوم کے حدود ارضی میں پیش اور کس ملک کے قانون سے منفصل ہونا چاہیے۔ انگریزی زبان میں لفظ "جورسڈکشن" (Juris diction) عدالتی اختیارات کے معنی میں مستعمل ہے۔ جیسے کہ اس سے قبل انگلستان میں (Common Law) قانونِ غیر موضوعہ کے جورسڈکشن اور قانون نصفت (Equity) کے جورسڈکشن میں جو بلحاظ نوعیت معاملہ مختلف ہوتا تھا فرق کیا جاتا تھا یا جیسا کہ عدالتہائے تحت اور عدالت ہائیکورٹ کے جورسڈکشن میں بلحاظ مالیت مقدمات کے امتیاز کیا جاتا ہے مگر اس موقع پر ہم کو خاص کر ملکی حدود کے جورسڈکشن سے بحث ہے، باستثنا ان صورتوں کے جہاں ایک ملک میں مختلف نظام قانونی کے اجرا کی وجہ سے کوئی ایسی بحث پیش آجائے۔ پس ہمارے پیش نظر وہ جورسڈکشن نہیں ہے جو ایک ہی ملک میں مثلاً دو تحتانی عدالتوں کو جو کہ باوجود اختلاف حدود ارضی، ایک ہی قانون کے تابع ہیں حاصل ہوتا ہے؛ بلکہ ہم ان ممالک کے جورسڈکشن سے بحث کر رہے ہیں جو بلحاظ نظام قانونی علحدہ علحدہ ہیں جیسے انگلستان اور فرانس یا انگلستان اور اسکاٹ لینڈ۔
ایسے جورسڈکشن اور ان کے مروجہ قوانین، "قومی" کہلانے کے ان معنی میں مستحق ہوسکتے ہیں جن میں ہم نے "قومی قانون" کی اصطلاح کو اس فصل میں استعمال کیا ہے اور ایسی حالت میں

اس شعبہ کو جس کے ذریعہ سے ہر مقدمہ میں منجملہ مختلف قومی جورسڈکشن اور ان کے قوانین کے کسی ایک کا انتخاب کیا جاتا ہے قانون بین الاقوام کے نام سے موسوم کرنا اور اس کو لفظ شخصی سے بمقابلہ اس قانون کے جو قوموں کے درمیان میں مستعمل ہوتا ہے اور "عام" کہا جاسکتا ہے محدود کر دینا کسیطرح بیجا نہیں تصور ہو سکتا۔ اس طور سے یہاں لفظ "شخصی" بجائے خود مستقل لفظ ہے اور اس کو قومی قانون کی "عام" اور "خاص" تقسیم سے کوئی تعلق نہیں۔ قوانین کی جو مختلف تقسیمیں کی گئی ہیں وہ عام طور سے قوانین فوجداری کو قوانین عام کی ایک شاخ قرار دیتی ہیں لیکن ان اصول کا جن کی بنا پر تحویل مجرمین کے معاہدات مبنی ہونے چاہئیں انکا لازمی تعلق اس مسئلہ سے ہے کہ ایک مجرم کے جرم کی تحقیقات کس قومی جورسڈکشن میں ہونی چاہیے۔ شخصی بین الاقوام قانون کا جو مفہوم یہاں قرار پایا ہے اس کے لحاظ سے یہ مسئلہ اس قانون سے علیحدہ نہیں سمجھا جاسکتا۔

مقدمات کے رجوع کرنے کے لئے کسی خاص قومی جورسڈکشن کے انتخاب کے اہم وجوہ یہ ہیں کہ اگر متدعویہ کوئی شے ہے تو وہ ان حدود میں واقع ہے یا اگر کوئی معاہدہ ہے تو وہ ان حدود میں منعقد ہوا تھا یا اس کی تعمیل ان حدود میں قرار پائی تھی یا اگر کوئی خلاف ورزی (ٹارٹ) ہے تو وہاں سرزد ہوئی تھی اور یہی اصطلاحات "عدالت مقام وقوع" یا "عدالت سکونت مدعیٰ علیہ" (Forum Situs or Reisitae) اور "عدالت معاہدہ" (Contractus) اور "عدالت خلاف ورزی" (Delicti) کی بنیاد ہیں۔ دو موخر الذکر کے اشتراک سے "عدالت وجوب خاص" (Forum Speciale Obligationi) پیدا ہوتی ہے۔ یا جورسڈکشن وہ ہے جہاں شے یا اشیاء متدعویہ کے تمام دعاوی کا یکجائی فیصلہ ہونا چاہیے یعنی عدالت سماعت یکجائی (Forum Concursus) یا مدعیٰ علیہ ذاتی طور سے اس کا تابع ہے۔ یعنے "عدالت اتباع مدعیٰ علیہ" (Forum rei) - موخر الذکر عدالت کو قوانین روما اور اس سے ماخوذہ قوانین کے لحاظ سے یہ فرض کر لیتی ہے کہ جج

---

[۱] جو رائے اس کے مخالف ہے یعنی یہ کہ قانون کی پہلی تقسیم عام و خاص میں ہونی چاہئیے اور پھر ان میں سے ہر ایک کی تقسیم قومی اور بین الاقوامی میں، اس کا اظہار الفاظ "بین الاقوام شخصی قانون" سے ہوتا ہے۔

اور اس کے محکوم بہ" (Justiciable) میں (اگر میں اس غیر زبان کے لفظ اور ایک غیر مانوس تصور کے استعمال کا مجاز متصور ہوں) کم وبیش ایک قائم رہنے والا تعلق ہوتا ہے جس کی حقیقی ماہیت اور اس کے استقلال کا اندازہ قومیت اور توطن کے سیاسی مسائل پر منحصر ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے قانون انگلستان کے قدیم اصول کے مطابق اختیار سماعت کی بنیاد اس امر پر قائم تھی کہ اس باضابطہ حکمنامہ کی تعمیل جس سے مقدمہ شروع ہوتا ہے، مدعی علیہ پر اسی حصۂ ملک میں ہوگئی تھی۔ یہ ایک صورت "عدالت اتباع مدعی علیہ" (Forum rei) کی سمجھی جاتی تھی۔ محض مدعی علیہ کا ایک حصۂ ملک میں موجود ہونا اس کو ذاتی طور سے اس حصۂ ملک کی عدالت کے تابع قرار دیتا تھا بلالحاظ کسی خاص وجہ مثلاً عدالت ذمہ داری خاص وغیرہ کے، مگر اس میں شک نہیں کہ یہ عدالت اتباع مدعی علیہ کا عجیب تصور تھا۔

6

فرض کرو کہ منجملہ ان وجوہ کے جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے کسی ایک وجہ کی بنا پر قومی جورسڈکشن نے ایک مقدمہ کو جو اس کے سامنے پیش کیا گیا نمبر پر لے لیا، اب اس امر کا تصفیہ کہ اس سے کون سا قانون متعلق ہو انھیں وجوہ کے لحاظ سے کیا جائیگا جو انتخاب جورسڈکشن میں استعمال ہوئے تھے، اس طور سے "قانون مقام وقوع جائداد" (Lew Situs) "قانون مقام معاہدہ" (Loci Coutr-actus) "قانون مقام ارتکاب ٹارٹ" (Loci delicti Commissi) اور "قانون مقام تحقیقات یکجائی" (Lonci Concursus) معرض بحث میں آجاتا ہے اور جہاں "قانون عدالت اتباع مدعی علیہ" (Forum rei) کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ جج اور اس کے محکوم بہ کے کم وبیش مستقل تعلقات پر مبنی ہے، وہاں ہم کو ذاتی قانون (Personal Law) کا تصور پیدا ہوتا ہے۔

قدیم زمانہ میں بھی موخر الذکر قانون "قانون مقام توطن" تھا اور ایک حد تک اب بھی ہے مگر زمانۂ حال کا رجحان یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ذاتی قانون کا معیار بجائے توطن کے سیاسی قومیت قرار دیجائے مگر دو یا دو سے زیادہ قومی جورسڈکشنوں میں جنھوں نے باہم ملکر ایک ریاست کی صورت اختیار کر لی ہو جیسے انگلینڈ اور اسکاٹ لینڈ اور صوبہ کیوبک میں ایسی تبدیلی ممکن نہیں، اور کم سے کم ایسے مقامات میں "قانون مقام توطن" بحال خود قائم رہتا ہے۔ دوسرا قانون جس سے اکثر کام پڑتا ہے اس مقام کا قانون ہے جہاں

دستاویز کی تکمیل ہوئی یا جہاں عدالتی یا دوسرے عام اختیارات کے تحت میں کارروائی شروع ہو چکی ہو (Lexloci Actus)- اور چونکہ قانون مقام تکمیل دستاویز اور ذاتی قانون کی بنا پر معاملات استقرار حیثیت میں یہ چاہا جاتا ہے کہ جو فیصلہ ایک جورسڈکشن میں صادر ہو، اس کی صحت دوسرے جورسڈکشن میں تسلیم کی جائے؛ اس لئے یہ سوال کہ مقدمہ کس جورسڈکشن میں پیش ہونا چاہیے دو طریقہ سے کیا جاتا ہے۔ اول یہ دریافت کرنے کے لئے کہ وہ کس نوعیت کے مقدمات ہیں جن کے پیش ہونے پر ایک مخصوص جورسڈکشن ان کی سماعت کرے گا۔ دوسرے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ کن حالات میں وہ فیصلہ جو ایک مقدمہ میں صادر ہوگا عدالت صادر کنندہ فیصلہ کے حدود ارضی سے باہر قابل اجرا متصور ہوگا۔ آخر میں خود عدالت کا اپنا قانون ہے جو ہمیشہ دوسرے قوانین سے مقابلہ اور مجادلہ کیلئے آمادہ رہتا ہے۔ اور جہاں کوئی دوسرا قانون اپنا حق قائم نہیں کر سکتا وہاں وہی استعمال کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات بجائے خود بھی اس کا استعمال ہوتا ہے۔ 　7

شخصی قانون بین الاقوام کے یہی مباحث ہیں اور یہی وہ قوانین اور عدالتیں ہیں جن کو وہ ایک دوسرے کے مقابل اور معارضہ میں لاتا ہے۔ اور چونکہ شخصی قانون بین الاقوام کا نفاذ قومی عدالتیں کرتی ہیں اس لئے ظاہر ہے کہ ہر عدالت ان سوالات کے حل کرنے میں انہیں اصول سے استمداد کرتی ہے جو خود اس کا قومی قانون اس مقصد کے لئے بتاتا ہے۔ قومی قانون سے بقیاس غالب اس سوال کا جواب تو ملجاتا ہے کہ ایک خاص مقدمہ کن حالات میں خود اس عدالت میں چل سکتا ہے مگر ممکن ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ یہ نہیں بتاتا کہ ایسے مقدمہ کا فیصلہ کس قانون کی روسے کیا جائے گا یا عدالتہائے غیر کے فیصلے کس حد تک قابل نفاذ ہوں گے۔ پس قومی قانون کی اس خاموشی سے کیا نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے؟ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ایسی صورتوں میں صرف قومی قانون ہی نافذ ہونا چاہیئے اور عدالتہائے غیر کے فیصلوں کے جواز کو نہ تسلیم کرنا چاہیئے، عملی طور سے انصاف کے تصور سے اسقدر مستبعد ہے کہ کبھی کسی کا ذہن بھی اس طرف نہیں گیا ہے، بلکہ ہمیشہ یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ قومی قانون کو مجبوراً ایسے اصول فرض کرنے ہوتے ہیں جن کی روسے ممالک غیر کے قوانین اور ان کے فیصلوں کو بعض اوقات جائز تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

انگلستان کے قانون کا یہی حال ہے یا یوں کہو کہ ایک زمانہ میں تھا۔ اس کے مجموعۂ قوانین اور قدیم مقننین کی تصانیف میں جن کے ناموں کی اسیطرح عزت کیجاتی ہے جیسی خود قانون کی، ممالک غیر کے قوانین اور ان کے فیصلوں کا تقریباً مطلق تذکرہ نہ تھا۔ لیکن عدالتوں نے ایسے اصول اختیار کر لئے ہیں جن پر ایک وسیع اور معقول "جورس پروڈنس" (اصول قانون) کی بنیاد قائم ہوگئی ہے۔ انگلستان میں نظائر قانونی اس قدر وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں کہ اگر ان میں اختلاف نہ ہو تو یہ جورسپروڈنس، قومی قانون کا ایک جز متصور ہونے لگا ہے اور تاوقتیکہ واضعان قوانین اس کو تبدیل نہ کردیں، وہ تمام عدالتوں میں واجب التعمیل سمجھا جاتا ہے، لیکن اس کی تکمیل کی غرض سے، خواہ وہ ذریعہ واضعان قوانین کے عمل میں لائی جائے اور خواہ عدالتوں کے مزید عملدرآمد کی بنا پر ہو، ان مباحث کی نسبت کہ یہ اصول جن کو انگلستان کی عدالتوں نے اختیار کر لیا ہے، کہاں سے آئے اور ان کے اختیار کرنے کے کیا اسباب ہوئے، ابھی تک یہ نہیں کہا جاسکتا کہ انھوں نے محض تاریخی یا خیالی اہمیت حاصل کرلی ہے۔ شخصی قانون بین الاقوام کے مباحث میں جو اصول انگلستان میں اختیار کیے گئے تھے وہ ان اصول سے ماخوذ تھے جو یورپ کے دوسرے ممالک میں رائج تھے۔ اس جزیرہ کے نظام قانون میں ان کا ابتداءً آکر شامل ہو جانا مذہبی اور امیر البحری عدالتوں کی وجہ سے تھا جو علانیہ طور سے اس جزیرہ کے قوانین سے وسیع تر قوانین کا نفاذ کیا کرتی تھیں۔ ہمارے یہاں کے انقلاب (Revolution) کے بعد ہی سے یورپ کے دوسرے ممالک سے تجارتی اور سیاسی تعلقات میں روز افزوں ترقی ہوتی گئی اور انگلستان میں ویکاریس (Vacarius) کی قانونی تعلیم کے تقریباً پانچسو برس کے بعد ہمارے مقننین کو دوبارہ دوسرے ممالک کے قوانین سے واقفیت کی ضرورت لاحق ہونے لگی جو اصول اس طور سے ہم تک پہنچے ان سے اس امر کا پتہ چلتا ہے کہ اس زمانہ میں ڈچ ان اصول کے اختیار کرنے والے تھے اور غالباً اس وقت ہمارے زیادہ تر سیاسی تعلقات ہالینڈ سے تھے۔ میں اسکاٹ لینڈ کے قوانین کی تاریخ سے اسقدر واقف نہیں ہوں کہ وثوق کے ساتھ اس کو بیان کرسکوں مگر بقیاس غالب اسکاٹ لینڈ کے الحاق اور اسکاٹ لینڈ کے وکلاء کی تکمیل تعلیم کے لئے عام طور سے ہالینڈ جانے سے، اسبارہ میں زیادہ تر تائید ملی ہو۔ جو نظام قانونی

8

اٹھارھویں صدی (عیسوی) کے وسط میں یورپ کے دوسرے ممالک میں تیار ہو گیا تھا اس کے ممیز خصوصیات یہ تھے:-

وہ قوانین جن کی رو سے اشیاء کا تصفیہ کیا جاتا تھا وہ حقیقی[1] (real) کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے اور وہ ایسے مقام میں رائج ہونے کی صورت میں جہاں وہ شے واقع ہوتی تھی بطور "قانون مقام وقوع" (Lew Situs) کے دوسرے حدود اراضی میں بھی نافذ ہوتے تھے۔ اس میں اشیاء منقولہ کے متعلق اس اصول کی بنا پر کہ "مال منقولہ مالک کے ساتھ جاتا ہے" بہت کچھ تغیر ہو جاتا تھا؛ کیونکہ یہ اصول اس خیال کے مخالف تھا کہ ایسی جائداد کے وقوع کی کوئی مخصوص جگہ مقرر ہے۔ وہ قوانین جن کی رو سے اشخاص کے متعلق فیصلہ ہوتا تھا وہ ذاتی تھے (Personal) - اور ایسے قوانین جو ان مقامات میں نافذ تھے جہاں وہ اشخاص توطن رکھتے تھے بطور "قانون مقام توطن" (Law Domeilü) دوسرے حدود اراضی میں بھی نافذ ہوتے تھے؛ ان کا مخصوص نفاذ حیثیت اور اہلیت کے مسائل میں ہوتا تھا۔ جو قوانین نہ صریح طور سے حقیقی تھے اور نہ ذاتی وہ مخلوط سمجھے جاتے تھے اور ان کا نفاذ اپنے مقام سے باہر یعنے دوسرے حدود اراضی میں بربنائے قانون مقام وقوع یا قانون توطن ہو سکتا تھا۔ اس کا فیصلہ اس امر سے کیا جاتا تھا کہ آیا وہ حقیقی قانون سے زیادہ تر مشابہ رکھتے ہیں یا ذاتی سے یا جو سوالات صاف طریقہ سے نہ قوانین حقیقی کے تحت میں آتے تھے اور نہ ذاتی کے؛ ان دوسرے اصول کی بنا پر تصفیہ پاتے تھے جو قانون کے دائرہ سے خارج تھے:- یعنے بربنائے "قانون مقام معاہدہ" (Lexloci Contractus) جو ان ذمہ داریوں سے بحث کرتا تھا جو ایک معاہدہ سے پیدا ہوتی تھیں (Lexloci actus) - "قانون مقام تکمیل دستاویز"

---

[1] الفاظ حقیقی اور ذاتی کا استعمال انگلستان کے علاوہ یورپ کے دوسرے ممالک کے قوانین میں خاص معنی میں کیا جاتا ہے۔ اول حقیقی سے مقصد وہ قانون ہوتا ہے جس کا تعلق اشیاء یا جائداد سے ہو اور ذاتی سے وہ قانون جس کا تعلق انسان کی حالت حیثیت یا قابلیت سے ہو۔ جب ان کو یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ یہ قانون ہر جگہ نافذ ہے تو وہ اس کو مختصراً کہتے ہیں کہ یہ ذاتی قانون ہے اور جب یہ ظاہر کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اس کا عمل اس کے مقام اجرا تک محدود ہے تو کہتے ہیں کہ وہ حقیقی قانون ہے (از ڈکشنری آف مترجم)

کا تعلق دستاویز کی شکل اور اس عدالتی یا سرکاری کارروائی کے جواز سے تھا جو غیر ممالک میں عمل میں آتی تھی "قانون مقام عدالت" (Lex fori) اس ضابطہ سے متعلق ہوتا تھا جو خود اس مقدمہ میں اختیار کیا جاتا تھا، اور یہی قانون بحیثیت "قانون مقام تحقیقات یکجائی" (Lexloci Concussus) کے ان سوالات سے بحث کرتا ہے جو ان دعاوی سے متعلق ہوتے ہیں جو ممکن ہے کہ مختلف قوانین کی رو سے پیدا ہوئے ہوں؛ مگر ان کا یکجائی فیصلہ ہونا چاہیئے مثلاً ایک دیوالیہ کی جائداد کے مقابلہ میں تمام قرضخواہوں کا اجتماع۔

9

اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ جو ہم نے نظام قانونی اجمالاً اوپر بیان کیا ہے وہ یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی یقینی اور منضبط تھا واقعی طور سے جو بہت سے شبہات اس بارہ میں وارد ہوتے ہیں ان میں سے چند بطور تمثیل کے یہ ہیں کہ آیا فلاں قانون حقیقی ہے یا ذاتی یا اگر مخلوط سمجھا جاتا ہے تو وہ زیادہ تر حقیقی قانون سے مشابہ ہے یا ذاتی قانون سے "قانون مقام معاہدہ" سے وہ قانون مقصود ہے جہاں معاہدہ ہوا تھا یا جہاں اس کی تعمیل مقصود تھی کہ آیا اس میعاد کا تصفیہ جس کی رو سے ایک ذمہ داری کا خاتمہ ہو جاتا ہے "قانون مقام معاہدہ" کی رو سے ہونا چاہیئے اس بنا پر کہ وہ خود خاتم ذمہ داری ہے یا اس کا تصفیہ مقام عدالت کے قانون میعاد سے کیا جانا چاہیے جو بحیثیت ضابطہ نالش کے دائر کرنے کی مدت کا تعین کرتی ہے اور آیا "قانون مقام تکمیل دستاویز" کے مطابق دستاویز کا تکمیل پانا لازم ہے یا آنکہ اس میں، اور اس مقام کے قانون میں جہاں اس کی عمل آوری مقصود تھی انتخاب کا حق ہے۔

اس نظام قانون کے متعلق کم از کم یہ فرض کر لینا چاہیے کہ جس حالت میں وہ تھا اسی حالت میں بجنسہ انگلستان میں منتقل کر لیا گیا اور اس کے وہ اجزا جو اس ملک کے قومی امزجہ یا اس کے قانونی خصوصیات سے مناسبت رکھتے تھے فوراً اختیار کر لئے گئے۔ اس طور سے "قانون عدالت وقوع" یا قانون حقیقی کا اصول اس وقعت کے مطابق تھا جو انگلستان میں زمینداری کو دیجاتی تھی اور جو حقوق اور مرافق اراضی کے متعلق انگلستان کے قانون سے زمینداروں کو حاصل تھے وہ اس نوعیت کے تھے کہ اگر ان میں غیر ممالک کے طریقہ پر لکھی ہوئی دستاویزات یا ان ازدواجی معاہدات سے جو ممالک غیر کے قوانین کے

لحاظ سے مرتب ہوئے تھے مالکوں کی قبضہ میں دست اندازی کی اجازت دیجاتی تو پیچیدگیوں اور بدنظمیوں کے واقع ہونے کا اندیشہ تھا۔ اس بنا پر اصول "قانون مقام وقوع" متعلقہ اراضی نے بمقابلہ اصول "قانون مقام تکمیل دستاویز" و اصول "قانون مقام معاہدہ" کے بہت جلد نشوونما پایا۔ برخلاف اس کے انگلستان کی عدالتیں بربنائے توطن حیثیت اور اہلیت کے ذاتی قانون کے تسلیم کرنے میں بہت عرصہ تک متامل رہیں کیونکہ ذاتی عدالت کی نسبت جو کہ ذاتی قانون کی بنیاد ہے انگلستان میں یہ نہیں سمجھا گیا تھا کہ اس کا انحصار اسقدر زیادہ جج اور اس کے محکوم بہ (Justiciable) کے مستقل تعلقات پر تھا جتنا کہ مدعیٰ علیہ کے ملک میں اتفاقی موجودگی پر سمجھا جاتا تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور "قانون مقام تعمیل دستاویزات" کے مطابق ترتیب دستاویزات کے اصول سے انگلستان میں نہ صرف ان وجوہ کی بنا پر جو ہم نے زمینداری کے متعلق بیان کئے ہیں اختلاف کیا گیا، بلکہ اور بھی ایسے وجوہ تھے جن کی بنا پر یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ کسی وقت بھی تسلیم کیا گیا تھا۔ "نوٹری پبلک" کا سررشتہ ابتدا ہی سے اس ملک میں بے کار ہو گیا اور دستاویزات اور وصیت نامے خانگی طور سے مرتب ہونے لگے، فریقین معاملہ اگر ضرورت سمجھتے تھے تو کسی قانون داں شخص سے بقدر ضرورت مدد لے لیتے تھے، بنائے علیہ انگلستان کے ایک متقنن کو یہ سمجھنا دشوار تھا کہ ایک عہدہ دار سرکاری کے توسط کے لزوم سے جو اپنے ہی ملک کا نمونہ اختیار کرے گا، دستاویزات کا مقامی طریقہ کے مطابق مرتب ہونے سے بچنا محال تھا۔ صرف سنہ ۱۸۶۱ء میں لارڈ کنگس ڈاؤن کے ایکٹ سے انگلستان میں "قانون مقام تکمیل دستاویز" تسلیم کیا گیا جس سے وصیت ناموں کے باضابطہ جواز کا راستہ کھل گیا۔

10

اس موقع پر ہم کو یہی بتانا نہیں ہے کہ شخصی قانون بین الاقوام کے اصول ممالک مروجہ غیر انگلستان میں کس طرح اختیار کر لئے گئے بلکہ اس مضمون کو پوری طرح سمجھنے کیلئے یہ ضرور ہے کہ ان تمام مراتب اور مدارج کے متعلق کچھ لکھا جائے جو اس کو انگلستان میں داخل ہونے کے قبل اپنی زندگی میں طے کرنے پڑے ہیں۔

قانون روما قبل جسٹینین کی ترتیب اور تنظیم کے دو حصوں پر منقسم تھا۔ ایک کا نام قانون سول (Jus Civile) یعنے مخصوص قانون اہل الملک تھا جس کے پابند اور جس سے

استفادہ کرنے والے صرف اہلِ روما تھے مگر اس میں توسیع دیکر دوسرے اشخاص بھی بطریق
ذیل ان میں شامل کرلئے گئے تھے:۔

(۱) صریح حکم کے ذریعہ سے جیسا کہ سنہ ۱۹۳ قبل ولادت عیسیٰ علیہ السلام
میں ہوا اور سود کی جو باضابطہ شرح مقرر کی گئی تھی وہ اس قرضہ پر بھی حاوی کر دی گئی جو
اہل ملک کو وہ لوگ دیں جو لاطینی حقوق (Latin Fronchese) رکھتے تھے یا کسی
ماتحت دوستانہ تعلقات رکھنے والی ریاست کے (جن کو وہ شریک اور لاطینی نام کے
مستحق کہتے تھے) ارکان تھے۔ (لیوی سی و پنجم)

(۲) یا مفروضہ طریقہ سے اہل ملک قرار دیئے جانے کا حق بلحاظ انصاف
کے کسی جماعت کو عطا کر دیا جائے، جیسے کہ سرقہ کے متعلق دیوانی نالش منجانب اور
برخلاف پردیسی (Pregrini) کے ہو سکتی تھی (گے کیئس چہارم۔ ۳۷)

دوسرا حصہ ان قوانین پر مشتمل تھا جن کی پابندی ان تمام اقوام پر لازم تھی
جس سے اہل روما واقف تھے اور وہ اس کی بنیاد فطری دلائل پر مبنی خیال کرتے
تھے اور اس کو قانون قابل پابندی تمام اقوام" (Jus Gentium) کے
نام سے موسوم کرتے تھے۔ (گیئس اول ۔۱)

ہم کو اس موقع پر اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ یہ مجموعہ قانون
قابل پابندی تمام اقوام" (Jus Gentium) کے نام سے موسوم ہے کب اور کس طرح
پیدا ہوے اور ان کے کام میں لائے جانے کا کیا طریقہ تھا۔ یہاں جو امر قابل غور
ہے وہ یہ ہے کہ روما کے جج اپنے قانون کے دونوں حصوں کے علاوہ دوسرے قوانین
کا بھی لحاظ کرتے تھے؛ ان کی نسبت یہ کہنا کہ وہ روما کے قوانین سے بالکل جُدا
تھے شاید صحیح نہ ہو مگر ان کا تعلق ایسی جماعتوں سے تھا جو کم از کم شخصی قانون کے
لحاظ سے اہل روما سے علٰحدہ تھیں اور جو تمدنی سوسائٹیوں (Jural Societie)
کے نام سے موسوم کی جا سکتی ہیں۔ جسٹینین کے زمانہ کے قبل قانون
کے وہ مختصر حصے جو مجموعۂ قوانین کے علاوہ ہم تک پہونچے ہیں ان میں بعض فقرات
ایسے موجود ہیں جن سے ہمارے اس بیان کا ثبوت ملتا ہے گیئس (اول ۹۲)
میں اس اولاد کا ذکر کرتا ہے جو ایک پردیسی عورت کے بطن سے اس مرد سے پیدا

ہوئی ہو، جس کا نکاح ممالک غیر کے قانون کے مطابق اس عورت سے ہوا ہو۔
اور (سوم - ۱۲۰) میں لکھتا ہے کہ ایک اسپانسر (Sponsor) یا فڈی پرامیسرس (Fidepromissoris) کے وارث پر اس کی بندش نہیں ہے بشرطیکہ وہ کسی ایسے غیر ملکی (Fidepromissoris) کا وارث نہ ہو جس کے شہر میں اس قسم کا قانون نافذ ہو۔

11 اور اپین (بستم ۱۴۱) میں لکھتا ہے کہ ایک ڈیڈی ٹیٹیس (Dedititius) نہ تو بحیثیت ایک رومن کے وصیت کر سکتا ہے اسلئے کہ وہ پریگرینوس ہے اور نہ بحیثیت ایک پریگرینوس کے وصیت کا مجاز ہے کیونکہ وہ کسی خاص ملک کا باشندہ نہیں ہے (یعنے وصیت کا بحیثیت باشندہ روما کے مجاز نہیں ہے اور نہ وہ بحیثیت پردیسی کے وصیت کر سکتا ہے کیونکہ اس کی نسبت یہ نہیں معلوم ہو سکتا کہ وہ خاص کس شہر کا باشندہ ہے گو کہ وہ اپنے ملک کے آئین کے خلاف بھی وصیت کرے) یہ فقرات مجموعۂ قوانین میں داخل نہیں کئے گئے؛ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ کارا کالا نے سلطنت روما کے تمام آزاد باشندوں کو حقوق ملکی دے کر ان مقدمیوں کی تعداد کو جن میں تمدنی سوسائیٹوں کے قواعد کو کام میں لانے کی ضرورت ہوتی تھی اگر بالکل مفقود نہیں تو بیحد کم کر دیا تھا۔ مگر اس پر بھی مجموعۂ قوانین میں اکثر ایسے فقرات موجود ہیں جن میں مختلف قوانین یا رسوم کا جو عملی طور سے قانون کا مرتبہ رکھتے ہیں تذکرہ پایا جاتا ہے اگرچہ ان میں کوئی ایسا لفظ نہیں مستعمل ہوا ہے جس سے آبادی کے کسی خاص

لے سوگنی کا خیال ہے کہ کاراکالا کی عطائے سوسائٹیوں کے شخصی اور ذاتی قوانین کو بدلا نہیں تھا (زمانۂ حال کے قانون روما کا نظام، ۷، ۳۵) مگر ڈان بار کی رائے اس کے خلاف ہے (صفحہ ۱۴) اگر یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کاراکالا کا عطیہ صرف ان لوگوں کے لئے تھا جو اسوقت زندہ موجود تھے اور بطور نتیجۂ قانونی کے انکی اولاد کیلئے بھی۔ لیکن مختلف وجوہ کی بنا پر مختلف صوبوں میں ایک نئی اگرچہ مختصر جماعت آزاد لوگوں کی ایسی پیدا ہو گئی تھی جو اہل روما کے ملکی حقوق سے محروم بھی اور ڈان بار کی رائے کو تسلیم کر لینے کے بعد بھی ان کا جسٹنین کے مجموعہ قوانین کے قبل کے فقرات سے ایک حد تک کام لینا قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ سوگنی کی رائے ہے کہ مجموعہ قوانین میں جن مسلمہ رسوم کا ذکر کیا گیا ہے ان سے صرف فریقین کے منشاء کے معلوم کرنے یا نقصان کی مقدار معین کرنے کا کام لیا جاتا تھا؛ ایسی صورت میں بھی وہ تقریباً احکام قانون کے مساوی سمجھے جاتے ہوں گے۔

حصہ کی ذاتی حالت کی طرف اشارہ ہو بلکہ جو لفظ یا الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان میں مقام کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مثلاً خلاصۂ قانون لبت دیکم ۲ و ۶ میں یہ فقرہ پایا جاتا ہے کہ اگر کوئی ریاست جس میں معاملہ اس رسم کی بناپر ہوا، اس انتظام کے قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے تو یہ ضرور ہوگا۔۔۔۔۔۔۔ خلاصۂ لبت و دوم کی ۱-۱ میں ذکر ہوا ہے کہ ملک کے رسم کے مطابق جہاں تعمیل ہوی۔۔۔۔۔۔۔ خلاصۂ لبت و چہارم ۴ و ۱۵ و ۱ میں بھی رسم مقامی۔۔۔۔۔۔۔ کا تذکرہ ہے۔ خلاصۂ یکم ۱-۲۴ میں مخصوص حقوق تمہارے ملک کے۔۔۔۔۔۔۔ خلاصۂ قانون چہارم ۲۳ و ۹ میں اضلاع کے رسوم۔۔۔۔۔۔۔ خلاصۂ ششم ۲۲ و ۲ اضلاع کے قوانین اور رسوم۔۔۔۔۔۔۔ خلاصۂ ششم ۹-۴۹ میں قانون شہر کے الفاظ واقع ہوے ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مغربی سلطنت کے ٹوٹنے کے وقت اس آبادی میں جو علاوہ ہیٹرولی۔ اسٹراگاتھ اور دوسرے شمالی فاتح فرقوں کے جو خاص رومی کہلاتے تھے مختلف قوانین یا ایسے رسوم جاری تھے جو قانون کا حکم رکھتے تھے۔ لیکن نہ فقرات متذکرۂ بالا اور نہ کوئی دوسرا ذریعہ اس امر کے دریافت میں ہماری مدد کرتا ہے کہ جہاں دو سلسلۂ قوانین یا ان میں سے کسی ایک اور عام قانون روما میں بلحاظ حالت کے اختلاف ہوتا تھا تو کن قواعد کی رو سے اس امر کا فیصلہ کیا جاتا تھا کہ اس معاملہ سے کونسا قانون متعلق ہوگا۔ اکثر اوقات ایک فقرہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام واقعات متعلقہ صرف ایک قانون کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔ اس سے جو نتیجہ نکل سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اصولاً ایک مخصوص قانون کا جواز تسلیم کیا گیا تھا! غالباً یہ زیادہ غلط نہ ہوگا اگر ہم اس سے ایک ایسے نظام قانونی کا تصور قائم کریں جس میں ذاتی یا شخصی قانون، مقام وقوع فعل یا جائداد کے ایسا محدود نہ تھا جیسا کہ وہ موجودہ زمانہ کے نظامہائے قانونی میں ہو گیا ہے اور جس میں حسب بیان سوگنی ایک شخص کا ذاتی قانون، اس جماعت یا سوسائٹی کا قانون تھا جس کا وہ بلحاظ (Hereditary Origo) توریث کے ممبر تھا اگرچہ حدود و اختیارات (Jurisdiction) میں توطن کو بڑا دخل تھا۔[1]

[1] قاعدہ یہ تھا کہ ایک شخص بحیثیت مدعی علیہ کے ہر ایسی جگہ طلب ہو سکتا تھا جہاں کا حق باشندگی بحیثیت

جو زمانہ اس کے بعد آیا اس میں ذاتی قانون کو اور زیادہ زور ہو گیا۔ شمال کی ہر فاتح قوم کے لوگ مفتوحہ سلطنت میں آکر آباد ہوتے گئے اور وہ لوگ اپنے قوانین کی پابندی کرتے رہے، انھوں نے ان مفتوحہ قوموں کو جن سے انھوں نے ملک لیا تھا اس سے پہلے کی مفتوحہ قوموں کو اپنے اپنے قوانین کی پابندی کرنے دی مثلاً قوم لمبارڈ نے اٹلی میں قوانین روما کو ان مخصوص اختلافات کے ساتھ جن کا ذکر پہلے ہو چکا خاص اہل روما کے لئے چھوڑ دیا تھا اسیطرح اٹلی میں قوم فرانک نے رومی اور لمبارڈی قوانین کو انھیں دونوں قوموں کے لئے چھوڑ رکھا تھا۔ اور نہ صرف اپنے لئے اپنے قوانین، بلکہ ان لوگوں کے لئے بھی جو ان کے ساتھ آئے تھے، وہ تمام قوانین جو ان کی سلطنت ماوراءِ کوہ آلپس میں تسلیم کئے جاتے تھے اپنے ساتھ لائے۔

سلطنتہائے جرمنی میں اگر کوئی جرمن کسی ایسی سلطنت میں جاتا تھا جہاں اسکی سلطنت کا قانون تسلیم نہیں کیا جاتا تھا تو وہ اس قوم کے قانون کا تابع ہو جاتا تھا جس کو وہ قوی تر پاتا تھا۔ اس طور سے ایکدن کے کاروبار کے اثنا میں یہ ممکن تھا کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶ ـ توریث (Origo) کے اس کو حاصل تھا اور نیز ہر ایسے شہر میں جہاں اس کا توطن ہوتا تھا۔ لیکن مجموعۂ قوانین میں مقدم الذکر اختیار کا بہت کم تذکرہ ہے! اول تو اس کی عمل آوری صرف اٹلی میں ہوتی تھی صوبے اسکے پابند نہ تھے، ان مقامات پر ایسے میونسپل مجسٹریٹ جن کو یہ اختیار حاصل ہو موجود ہی نہ تھے۔ اسلئے توریث (Origo) کی بناء پر کوئی جورسڈکشن ہی نہ تھا۔ برخلاف اس کے توطن کا خالص تصور صوبہ اور اسکی وجہ سے شاہی گورنر کے جورسڈکشن سے ایسا ہی متعلق تھا جیسا کہ کسی خاص شہر کے جورسڈکشن سے لیکن اکثر فقرات پیش کردہ میں صاف طور سے صرف صوبوں ہی کا ذکر ہے اور ممکن ہے کہ اور لوگوں نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہو اگرچہ موجودہ حالت میں اس کا پتہ نہیں چلتا۔ دوسرے یہ کہ شاید عدالت سکونت مستقل بر بنائے پیدایش کا اُصول صرف ایسے لوگوں سے متعلق تھا جن کی پیدائش ایک مقام کی اور توطن دوسرے مقام کا ہوتا تھا اور وہ اتفاق سے اپنے مقام پیدائش میں پائے جاتے تھے لیکن اگر ایسا محدود کر دینے والا قاعدہ موجود بھی نہ ہوتا تب بھی مدعی اپنے مقاصد کے لئے عدالت توطن ہی کو ترجیح دیتا کیونکہ مدعی علیہ کا مقام توطن ہی میں بہ آسانی دستیاب ہونا ممکن تھا (سوگنی کا زمانہ حال کے قانون روما کا نظام ۵ ۳۵ گو تھریز کا ترجمہ صفحات ۱۱۲ و ۱۱۳) سوگنی اس قانون سے جن نتائج پر پہنچا دیکھیں (الف)

تم کو ایسے مختلف آدمیوں سے ملنے کا اتفاق ہو جو ایک ہی شہر میں مختلف قوانین کے تحت میں رہتے ہیں جیسا کہ اسوقت ہندوستان میں ہے جہاں یوروپین، ہندوؤں اور مسلمانوں کا خانگی اور مذہبی قانون جُدا جُدا ہے۔ یورپ کے قرون ظلمت میں یہ اختلاف زیادہ تر نمایاں ہوگا کیونکہ اسوقت ایسے لوگوں میں جو اس سے متاثر تھے زیادہ تر تمدنی میل جول کی وجہ سے اس کا اثر قانون کی زیادہ شاخوں پر پڑتا ہوگا۔ عام قاعدہ یہ تھا کہ مدعیٰ علیہ کا قانون، قانون نافذہ تھا اگر خود اس کے قانون سے کوئی ذمہ داری اسپر عائد نہیں ہوسکتی تھی تو کوئی ایسا قانون نہ تھا جو اس پر اس ذمہ داری کو عائد کرسکتا۔ لیکن نکاح کا حسب قانون زوج منعقد ہونا لازم تھا اور اس قاعدہ کی اس سختی کے ساتھ پابندی کی جاتی تھی کہ جو عورتیں اپنے قانون کے لحاظ سے نکاح میں لائی گئی تھیں ان کو شوہر جس وقت چاہے علیحدہ کرسکتا تھا۔ اس دستور کے خلاف ٹرائیبر (Tribur) کی کونسل جو ۸۹۵ء میں منعقد ہوئی بجز مذہبی احکام کے اور کچھ نہ پیش کرسکی[۱]۔

اٹلی میں ان ذاتی قوانین کے اتباع کا طریقہ جو بعض گروہوں میں نہ بربنائے حق ملکی یا توطن بلکہ بلحاظ قومیت جاری تھا ان گروہوں اور جماعتوں کی کثرت اور زیادتی کی وجہ سے ختم ہوگیا جو قانون روما کی پابند تھیں اور جنھوں نے دوسری جماعتوں اور گروہوں کو اپنے آپ میں جذب کرلیا۔ یہ مسلم ہے اور اس کے لئے مختلف اسباب موجود تھے کہ جرمن فتوحات سے جماعتوں (Civitates) کی سیاسی وقعت اور غالباً ان کی بود و باش کے حدود میں بھی بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوئیں اور اسی کے مطابق حق باشندگی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷- ایک ایسے معاہدہ میں جو دو مختلف ریاستوں کے باشندوں میں ہوا ہو ملک غیر کے مروجہ قانون کی بنا پر کسی فریق کے حق میں کوئی رعایت نہیں ہوسکتی۔ اس کا فیصلہ قانون ملک کے لحاظ سے ہونا چاہئے لیکن خاص خاص صورتوں میں سیاسی مصلحتوں کی بنا پر اسکے خلاف حکم دیا جاسکتا ہے۔

(ب) کسی شخص کو کسی خاص شہر میں حق باشندگی حاصل ہوجانے سے اس امر کا تصفیہ کیا جاتا ہے کہ وہ ذاتی طور سے کس ملک کے قانون کا تابع ہے اور اسی کی رو سے اسکا فیصلہ ہونا چاہئے ۲۵۶ گوتھیر صفحہ ۱۱

[۱] ہالنسی جلد ۱۸- جدول ۱۵۱ میں اس تمثیل کی طرف بربنائے ہدایت سوگنی گیا ہوں جو اس کی تاریخ قانون روما قرون متوسطہ میں درج ہے۔

بر بنائے پیدائش کی قوت میں بمقابلۂ حق توطن کے کمی واقع ہوئی۔ اور اسطرح اہل روما کی جماعت غالب مل ملا کر ایک غیر سیاسی جماعت بن گئی جس میں بغیر کسی جھگڑے یا اختلاف کے اضافہ کی گنجائش موجود تھی۔

جرمنی فاتح بجز لمبارڈ کے میدانوں کے تعداد میں اس سے بہت کم تھے سب عنوہ اضلاع ماوراء کوہ الپس میں تھے۔ برخلاف اس کے بہت سے شہروں کی نسبت یہ معلوم ہے کہ وہ قرن وسطیٰ کے تاریک اور ابتدائی زمانہ میں بھی خوشحال اور بارونق ہو گئے تھے اور صنعت اور تجارت جو ان کی خوشحالی کا باعث تھی رومی قانون اور اس کے اختیارات کی طالب اور محرک ہو گی اور ان جرمنیوں کے لئے جو ان کاموں میں مشغول تھے ان کے اختیار کرنے میں یہی امر باعث ترغیب اور تحریص ہوا ہو گا۔ اور جب امرا کی بڑی جماعت شہر کی زندگی کو خود ترجیح دیکر یا بعض صورتوں میں شہر کے لوگوں کے جبر سے آکر شہروں میں آباد ہو گئی تو خود بخود جرمنی حدود اختیارات کا دائرہ تنگ ہو گیا ہو گا، اور اس قابل نہ رہا ہو گا کہ جرمن کے ذاتی قوانین کو قائم رکھ سکے۔ یہ امر یقینی ہے کہ جب بارھویں صدی میں مجموعۂ قوانین کی واقفیت کی طرف دوبارہ توجہ کی گئی اور اٹلی کی قانونی حالت کا انکشاف ہوا، اس وقت تمام رعایا کا ان تبدیلیوں کے ساتھ جو کہ قوانین بلدیہ (Statutes of the Cities) کے نام سے موسوم تھے، قانون روما اور ایسے جورسڈکشن کا جو توطن پر مبنی تھا تابع ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

مجموعۂ قوانین کے شارح اور حاشیہ نویس اس تشابہ کو نہیں بتا سکتے جو اٹلی کے شہروں کے قوانین کو قوانین باشندگان ملک غیر (Peregrini) اور قوانین بلدیہ (Civitates) سے تھا جنکا ذکر گیئیس اور الپین نے کیا ہے۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ انکے پاس جسٹنین کے مجموعۂ قوانین سے پہلے کے قانون کا کوئی جز موجود نہ تھا جس میں یہ نسبت ڈائجسٹ یا کوڈ کے بلدیت (Civitates) کی کیفیت زیادہ تر صراحت سے بیان ہوئی ہے گو وہ ان قوانین کو اسی نظر سے دیکھتے تھے جیسا کہ ان کی پیش کردہ عبارت سے ظاہر ہوتا ہے جس کے ضمن میں ان قوانین کے متعلق وہ جو کچھ لکھنا چاہتے تھے لکھ گئے ہیں۔

کوڈ کا پہلا قانون یہ تھا اور اسی کے ذریعہ سے شہنشاہ گریٹنین ویلنٹینین اور

14

تہیوڈوسیس نے اپنی تمام رعایا سے مسئلۂ تثلیث قبول کرایا" ہماری خواہش تمام ایسی
اقوام سے جو ہماری "مرحمت آمیز حکومت" کے سایہ میں آباد ہیں یہ ہے کہ وہ اُس
مذہب کو قبول کریں یہاں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ایک حکمراں صرف اپنی رعایا کے لئے قانون
بنانے کا مجاز ہے اور اسپر اکرسیس یا کسی دوسرے شخص نے یہ حاشیہ لکھا کہ "اگر بونینیا کا کوئی
باشندہ موڈینا آئے تو اس کے معاملات قانون موڈینا کی رو سے نہ طے ہونے چاہئیں اسلئے
کہ وہ اس قانون کے تحت میں نہیں آتا۔ یہ حکم ان لوگوں کو دیا گیا ہے جو ہماری
مرحمت آمیز حکومت' کے سایہ میں رہتے ہیں"۔ اب ہم کو غور کرنا چاہیے کہ اس مضمون
پر اس طور سے نظر ڈالنے کا کیا نتیجہ ہے۔ اول یہ کہ اس وجہ سے کہ قانون کا عائد کیا جانا
اصول انصاف پر مبنی ہوتا ہے اور اس کا فیصلہ کرنے والی عقل تسلیم کی گئی ہے اس
اصول کلّا انکار مستنبط ہوتا ہے جس کی بابت جان وٹ اور ہیوبر کو ایک مدت کے بعد
شہنشاہی ملکی اقتدارات میں مبالغہ کرنے کی بنا پر یہ غلط رائے قائم کرنے کی ترغیب
ہوئی کہ عدالت کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ قانون عدالت (Lex fori) کے سوائے
کسی دوسرے قانون سے کام لے بجز اس کے کہ اخلاق یا کسی دوسرے مقصد کے
لحاظ سے اس کی ضرورت واقع ہو۔ دوسرے یہ کہ چونکہ ویل ایک مقنن کے مجریہ احکام
کی اتباع ذاتی کے تصور سے شروع ہوتی ہے اسلئے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جو قواعد ایسے
قوانین کے حدود مقرر کئے جانے کی غرض سے قرار پائیں جو صرف ایک ہی جماعت
میں رائج ہوں تو وہ ان نظامہائے قانونی کے تبعین پر بھی نافذ قرار پائیں گے جو
سیاسی اتباع کے لحاظ سے اس سے مختلف ہیں اور جس کو ہم اس زمانہ میں قومیت کے
نام سے موسوم کرتے ہیں اور چونکہ حکومت روما کا جس کو جرمنیوں نے دوبارہ زندہ کیا تھا
سیاسی اتباع اکثر ان شہروں میں ہوتا تھا جن کے واسطے قانون زیر غور تھا اس لئے
اندرونی قوانین کے حدود استعمال کے علاوہ یہ سوالات پیدا ہوئے کہ ان کا تعلق عام دنیا
کے قانون سے کیا ہے اور وہ ایسے مستثنیات قرار پائے جن کو یا تو ایک کم درجہ کی
حکومت نے جاری کیا تھا یا ایسے شہنشاہی اقتدارات سے جاری ہوئے تھے جن کو
لوگ بھول گئے تھے[۵۱]

[۵۱] وینس میں شہنشاہی حکومت تسلیم نہیں کی جاتی تھی۔ بارجود اس کے کہ اس عمل کے متعلق کہ اہل وینس اپنے

15

کوہ الپس کے شمال میں قانونی تاریخ نے قرون وسطیٰ کے تاریک اور ابتدائی حصہ میں اس سے مختلف صورت اختیار کی۔ تمام ذاتی قوانین کو ان امرا کے اقتدارات نے جن کو فوجی خدمات کے معاوضہ میں بڑے بڑے اقطاع جاگیریں دیئے جاتے تھے، بالکل ضایع کر دیا تھا۔ فرانس میں یہ طریقہ "کارلو ونجین" کی حکومت کے زوال کے بعد ہی رائج ہو گیا تھا اگرچہ جرمنی میں مرکزی حکومت نے ایک عرصہ تک امرا کے اس غصب کے مقابلہ میں جد وجہد جاری رکھی۔ امرا کی یہ جاگیریں (Châtellenies) چھوٹی چھوٹی ریاستیں بن گئیں جن کے باشندوں کو دوسرے حصۂ ملک کے باشندوں کے ساتھ بہت کم تعلقات رہتے تھے۔ ایک بیرونی شخص (Aubain) صرف ایک سال اور ایک دن ان امرا کی جاگیروں میں رہنے سے ان کا غلام (Serf) اور شہر میں اتنی ہی مدت رہنے سے شہری (Burgess) ہو جاتا تھا اور دونوں صورتوں میں مقامی آبادی میں جذب ہو کر اس کا ایک جز شمار ہوتا تھا۔ رسم و رواج نشو و نما پانے لگے اور وہی مقامی عدالتوں کا قانون بن گئے۔ جاگیروں کے قوانین کے علاوہ بہت ہی شاذ صورتوں میں دوسرے قوانین سے مدد لینے کی ضرورت ہوتی تھی۔ اگر اتفاقاً کوئی ایسی صورت پیش آجاتی تھی تو جاگیر کی غیر مرتب عدالتیں فرانس میں رومی اور جرمنی میں جرمنی قدیم روایات سے کام لیتی تھیں۔ گیارھویں اور بارھویں صدی میں شاید اس سے بھی کم ایسے مواقع پیش آئے ہوں جن میں موجودہ اصول قانون کے مطابق بجز قانون جاگیر کسی غیر ملک کے قانون سے مدد لینے کی ضرورت واقع ہوئی ہو۔ اس میں شک کرنے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں نظر آتی کہ عام طور سے بیرونی قوانین مطلق تسلیم نہیں کئے جاتے تھے اور فیصلے مقام عدالت کے مطابق ہوتے تھے گویا جان وٹ اور ہیوبر جو حدود ارضی کے اختیارات کے بجد طرفدار تھے بلحاظ بین الاقوامی اخلاق کے مسئلہ کے اس وقت مستند اور قابل اتباع متصور ہوتے تھے۔ قانون بلحاظ اپنی ذات اور حدود کے جائداد جاگیری پر مبنی تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۔ وصیت ناموں پر صرف دو گواہیاں لیتے تھے اور قانون روما کے لحاظ سے پانچ گواہوں کی ضرورت ہوتی تھی، ایک ماہر فن کا یہ خیال تھا کہ یہ فراموش شدہ رعایت جسٹینین کے جانشینوں نے ان کو دی تھی۔ دوسرے کی دلیل یہ تھی کہ چونکہ قانون روما کی رو سے ایک باپ اس کا مجاز ہے کہ وہ دو گواہوں کی موجودگی میں اپنی جائداد اولاد میں تقسیم کر دے اسلئے ایک شہر جو اپنے باشندوں کے لئے بجائے باپ کے ہے اس کا مجاز ہے کہ

اور اگر کوئی اصول قعر گمنامی سے نکلتا تھا تو وہ فرانس کے اس طعنہ آمیز فقرہ پر مبنی ہوتا تھا،" کہ تمام مراسم اور رواج حقیقت پر مبنی ہیں اور اپنے ملک میں سب پر حاوی مگر اس سے باہر بالکل بے کار ہیں"۔ ایک قانون کے نفاذ کے حدود و مقنن کے حدود اختیارات تک وسیع ہو سکتے تھے لیکن یہ اختیارات بجائے اشخاص کے ملک کے حدود پر نافذ متصور ہوتے تھے۔

تیرھویں صدی کے اثنا میں بجائے مجموعۂ قوانین کی مزید حاشیہ نویسی کے اس کے خاص خاص حصوں کی علیحدہ قانونی شرحیں لکھی جانے لگیں اور حاشیہ نویسان مابعد کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا جس میں چودھویں صدی میں سب سے زیادہ مشہور بارتولس کا نام ہے یہ سلسلہ جہاں تک کہ اس کو ہمارے مضمون سے تعلق ہے اسقدر طویل ہے کہ اس میں ڈ مولن (Molinaeu.) جو سولھویں صدی کے وسط میں تھا شریک ہو جاتا ہے۔ ان لوگوں نے جو کچھ ہمارے مضمون کے متعلق لکھا ہے وہ زیادہ تر مجموعۂ قوانین کے پہلے قانون (Cunctos populos) کی شرحیں ہیں، جن کا مقصد یہ ہے کہ مختلف قوانین کے حدود و نفاذ کے متعلق قواعد بنائے جائیں جس کی ضرورت حاشیہ نویس ظاہر کر چکے تھے۔ ان میں سے بعض قواعد جن کی تائید میں وہ عقلی دلائل پیش کرتے تھے، جن میں اس زمانہ کی روش کے مطابق اکثر خلاصۂ قوانین اور مجموعۂ قوانین سے غیر متعلقہ فقرات ہوتے تھے، غالباً ایسے تھے جن پر پہلے سے عملدرآمد تھا، مگر وہ لوگ ان کو تسلیم نہیں کرتے تھے کیونکہ نہ ان کے واسطے کوئی تحریری سند موجود تھی نہ غالباً ان میں تواتر تھا۔ یہ فرض کرنا دشواری سے خالی نہیں کہ ایسی ترقی یافتہ سوسائٹی نے جیسی اس زمانہ میں اٹلی اور جنوب فرانس میں موجود تھی اور جس کی یونیورسٹی اور قانونی مدارس میں حاشیہ نویسان مابعد نے تعلیم پائی تھی، اس عملدرآمد کو ترک کر رکھا ہو۔ ماہرین فن کا معاہدات کو اس مقام کے قانون پر محول کرنا جہاں ان کی تکمیل ہوئی تھی (-Lexloci Contractus Celebrate) صاف طور سے بتا رہا ہے کہ بڑے میلوں میں، جن میں اس زمانہ میں زیادہ تر خرید و فروخت ہوتی تھی، انہیں عملدرآمدوں کے مطابق عمل ہوتا ہوگا۔

16

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۔ جائداد کو تقسیم کرنے میں اس سے زیادہ کارروائی کو غیر ضروری قرار دے۔
بارتولس مجموعہ ۱-۱-۱۰

اور ان کا توطن کو قانون اہلیت کے اتباع کا معیار قرار دینا اور اس حکم کو پیش کرنا کہ ایک صوبہ کا پریسیڈنٹ صرف انھیں لوگوں کا ولی مقرر کر سکتا ہے جو اس صوبے کے باشندے یا متوطن ہوں۔ (خلاصہ مجموعۂ قوانین بست و ششم ۵-۱ و ۲) غالبًا ایسا غیر متعلق نہ تھا جیسا کہ بعض اوقات ظاہر کیا جاتا ہے بلکہ اس اصول متعارفہ پر مبنی تھا کہ بحالتِ ضرورت صرف عدالت اہلیت کے عطا کی مجاز ہے اور وہی اس کا فیصلہ کر سکتی ہے کہ اہلیت مطلوبہ کی مقدار کیا ہونی چاہیے جیسا کہ اس قانونی مقولہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ "عدالت کے انتخاب سے قانون مقام عدالت کا استعمال مستنبط ہوتا ہے کیونکہ قانون کا انحصار اس مقام پر ہے جہاں مقدمہ کی سماعت ہوتی ہے" لیکن جو حقیقی کام حدود قوانین کے صحیح تعین کا بعد کے حاشیہ نویسوں کے سامنے تھا وہ ان دو اصول میں مطابقت دینا یا کم از کم ایک طریق عمل کا قائم کر دینا تھا جس میں رومی اصول نافذ کردہ شروح کے لحاظ سے قانون کا انحصار ذاتی اتباع پر تھا اور جاگیری اصول نے جیسا کہ ہم کو معلوم ہو چکا ہے قانون کو متعلق بہ ملک قرار دیدیا تھا مقدم الذکر اصول میں مالک جائداد کے توطن پر اور موخرالذکر میں جائداد کے مقام وقوع یا بہ اختلاف حالت منقولہ یا غیر منقولہ ہونے پر زور دیا جاتا تھا اور اس اختلاف کا اثر مرنے کے بعد توریث کے مسئلہ پر پڑتا تھا۔ جنوب فرانس ان دونوں اصول کے التقا کا مقام تھا۔ بارٹولس کے چار پیشروں میں سے جن کی تالیفات کے وہ جا بجا حوالے دیتا ہے اور جنھوں نے تیرھویں صدی کے اندر ہی کام کیا ہے صرف ایک اٹلی کا باشندہ تھا باقی لینگوڈاک، لورین اور لوربنیں کے رہنے والے تھے۔ ان چاروں میں سے تین نے اٹلی میں قانون پڑھا تھا اور ان میں سے دو نے ٹولس یا اریلینین میں قانون پڑھایا تھا۔ اس اصول کے حدود کا تعین کرنا بیحد مشکل ہے اور شخصی قانون بین الاقوام میں یہ اصولی بحث آج تک طے نہیں ہوئی ہے۔

دو سو برس کی بحث کے بعد بھی فن نے اس مقام سے ایک قدم آگے نہیں بڑھایا جہاں بارٹولس نے اس کو چھوڑا تھا۔ ان قوانین کا تعین جن کا نفاذ بلحاظ حدود ارضی کے تھا اور جو حقیقی (Real) کہلاتے تھے ایک ایسے سوال کے جواب پر منحصر تھا

عہ گولیمیس ہا کن ڈیورانٹس (لانگ ڈوک) یعقوب سا کن راوینا (روگنی لورین) بلطرس ساکن بیلا پرتیکا (بورگو) اور سائینس (پستویا) بینے جلد اول ۱۱۸-۱۲۲۔

جو ناقابل حل ہونے کی وجہ سے متفق علیہ ہو ہی نہیں سکتا تھا خواہ اس کا مقصود زیادہ تر اشیاء قرار دیے جائیں یا اشخاص۔ آخر کار ڈومولن نے جو اس مسئلہ پر لکھنے والوں میں سب سے زیادہ قانونی دماغ رکھتا تھا اپنی باوقعت تحریرات سے فن میں بہت کچھ اضافہ کیا۔ اس کا رجحان اس طرف تھا کہ بہ نسبت قانونی قواعد کے زیادہ تر زور فریقین کی نیت پر دیا جانا چاہیئے اور اس بنا پر رسم ورواج کو بجائے قابل پابندی قواعد کے ایسا عملدرآمد قرار دینا چاہیئے جس کے مطابق عمل کرنے پر لوگ خود رضامند ہو گئے ہیں۔ اسکی تمثیل میں وہ اصول پیش ہو سکتا ہے جو مشورہ (Consilium) نمبر ۵۲ میں دیا گیا ہے جس میں وہ لکھتا ہے کہ "جب نکاح بغیر معاہدۂ صریح کے ایسے حدود ارضی کے متوطنین میں واقع ہو جہاں کوئی دستور جاری ہے، تو دستور مذکور بیا خاموشی فریقین کی وجہ سے معاہدہ کی قوت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کا تعلق فریقین کی اس جائداد غیر منقولہ سے بھی ہو جاتا ہے جو ایسے حدود ارضی میں واقع ہو جہاں دوسرا دستور جاری ہے"۔ یہ خیال اس زمانہ کی عام رائے سے مختلف تھا جو ایسی صورتوں میں قانون مقام وقوع جائداد کی مؤید تھی۔ ڈومولن کی اس رائے کی ایک برٹینی کے رہنے والے امیر اور مجسٹریٹ مسمی بہ ڈی ارجنٹری نے سخت مخالفت کی۔ اس نے ہر صوبہ کی علیحدہ حکومت کے قیام کی تائید میں رسم ورواج کی حقیقت کو وہ مرتبہ دیا جو ابتک فرانس کی پارلیمنٹ اور یونیورسٹیوں نے اس کو نہیں دیا تھا، اگرچہ ممکن ہے کہ بعض دور افتادہ جاگیری عدالتیں ایسی موجود ہوں جن میں لعد کے حاشیہ نویسوں کے علم وفن کی روشنی کسی وقت بھی نہ پہنچی ہو۔ قوانین حقیقی اور ذاتی میں منقسم تھے، اس نے ایک اور مرکب قسم قانون کی قرار دی جس میں اشیاء واشخاص دونوں کا لحاظ کیا گیا تھا، اس کا خیال تھا کہ اس کو بھی حقیقی قانون کے طور سے برتنا چاہیئے، ایسے قوانین میں جن کا عمل بیرون حدود ارضی ہوتا ہے، وہ صرف ان قوانین کو تسلیم کرتا تھا جو ایک انسان کی خالص عالمگیر حیثیت کا بغیر کسی آمیزش جائداد یا معاملہ کے فیصلہ کرتے تھے فرانس کے اصول قانون جاننے والوں کے اعلیٰ طبقہ میں ڈی ارجنٹری کی اس رائے کی ابتداءً کوئی زیادہ وقعت نہیں ہوئی۔ قوانین میں جو تصادم ہوتا تھا وہ بجائے کسی دوسرے ملک کے قوانین کے خود سلطنت کے مختلف صوبوں کے قوانین میں ہوا کرتا تھا،

18

اگرچہ سترھویں صدی کے فرانس میں ہر صوبے کی علیٰحدگی کے مسئلہ میں ایک گونہ ضعف پیدا ہوگیا تھا اور قانونی اصول کی پابندی کو کامیابی ہوتی نظر آتی تھی مگر دوسرے ممالک میں مختلف قوموں کے میل جول اور متحدہ نیدرلینڈس کی خودمختاری جس نے اپنے مختلف صوبوں کی آزادی میں بہت ہی کم دست اندازی کی تھی اور سلطنت سے ممالک بلجیم کی عملی علیٰحدگی نے بشمول ان حقوق محصلہ کے جن کے وہ لوگ بحد شائق تھے اس تصادم کو مختلف سلطنتوں کے قوانین میں زیادہ تر نمایاں کردیا۔ ایسی حکومتوں میں طریقۂ جاگیرداری (Feudalism) نے حدود ارضی کے اصول کو مرجح اور عام کردیا تھا پس ہولینڈ کے مقننین نے ڈی ارجنٹری کے اصول کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اس کو بغیر کسی منطقی تامل کے بہت آگے بڑھادیا۔ بلجیم میں جو صوبہ دار اسپین کی طرف سے مقرر تھے ان کے حکم مصدرہ ۱۶۱۱ء میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر ایک وصی کے مقام سکونت اور اس مقام کے رسم و رواج متعلقہ آخری وصیت میں کچھ اختلاف ہو جہاں کہ جائداد واقع ہے تو مقام وقوع جائداد کا دستور نافذ ہوگا اور اسی سے جائداد کی نوعیت (خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ) اور اس کے انتقال کے اختیار اور منتقل کرنے والے کی عمر اور ان طریقوں اور کارروائیوں کا جو اس کیلئے ضروری ہیں فیصلہ کیا جائے گا۔ ۱۶۲۴ء میں اس کی سرکاری طور سے تعبیر شائع کی گئی جس میں بتایا گیا تھا کہ طریقوں اور کارروائیوں سے وہ طریقے اور کارروائیاں مراد ہیں جو کہ معاملہ کے لئے ضروری ہوں (Solennites dufond) نہ کہ ظاہری طریقہ اور کارروائیاں۔ لیکن بلحاظ عمر وغیرہ کے اہلیت کا فیصلہ کرنے والا وہی قانون مقام وقوع جائداد برقرار رکھا گیا جس کی تعلیم برگنڈاس نے اپنی کتاب مباحث متعلقۂ مراسم فلانڈرس و دیگر اقوام مطبوعۂ ۱۶۲۱ء میں دی تھی۔ اس کتاب میں جو اس نے ایسے زمانہ میں لکھی تھی جبکہ وہ بحیثیت بیرسٹر کے گھینٹ میں کام کرتا تھا اس نے ڈی ارجنٹری کو نہایت ہی ذہین اور فہیم شخص بتایا ہے اور اس جدید اصول کی حقیقی صورت کو تصادم قوانین کے مسئلہ کے ضمن میں شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ "جائداد انسان کا خون اور اس کی جان ہے، وہ انسانوں کی تابع نہیں ہوتی بلکہ خود ان کو اپنی طرف کھینچتی ہے، وصیت نامہ کی تکمیل کے لئے جو کارروائیاں عمل میں آتی ہیں وہ خاص اوصاف ہیں جو جائداد سے منتسب کردیے گئے ہیں"۔ اسی زمانہ میں اس مسئلہ کو حدود مملکت کے ساتھ متعلق

کرنے کی نسبت گروٹیس نے بھی اسی زور و شور کے ساتھ لکھا۔ وہ اپنی قانونی کتاب
19 (De Jure belli ac pacis) مطبوعہ ۱۶۲۵ء میں اِس بیان کے بعد کہ قوانین نابالغوں
کے بعض وعدوں کو باطل قرار دیتے ہیں اور بعضوں کی نسبت معاوضہ دلواتے ہیں (اول ۲
سی ۱۱ ایس و ۵) کہتا ہے کہ "یہ سول قوانین کے لئے مناسب امور ہیں اور اس بنا پر ان کو قانون
فطرت اور قانون ممالک (Jus gentium) سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا بجز اس کے کہ
یہ فطری امر ہے کہ وہی سول قانون ایسے ممالک میں استعمال کئے جائیں جہاں وہ نافذ ہیں
اس لحاظ سے اگر کوئی پردیسی شخص بھی کسی باشندۂ شہر سے کوئی معاہدہ کرے گا تو وہ
انھیں قوانین کا پابند ہوگا کیونکہ جو شخص کسی مقام پر معاہدہ کرتا ہے وہ بحیثیت عارضی
رعایا ہو جانے کے اس مقام کے قانون کا تابع ہو جاتا ہے"۔ گروٹیس نے لکھا ہے
(اول (۱۱) سی ۲ دفعات ۱۳ و ۱۴) کہ سول قوانین کا ماخذ سول حکومت کی نیت یا ارادہ
ہے اس سے اس کا مقصد یہی ہے کہ واضع قانون کی نیت یہی فرض کیجا سکتی ہے کہ وہ
ان تمام امور پر حاوی ہو جو اسکے حدود و اختیارات کے اندر ہوں، اس کی نیت ہر گز یہ نہیں
ہو سکتی کہ وہ ایسا قانون وضع کرے جس کے نفاذ کے جائز حدود کا فیصلہ فن اصول قانون
کی رو سے کیا جائے، بلکہ اس کی نیت یہی ہوتی ہے کہ وہ ایسا قانون وضع کرے جو تمام ایسے
سوالات سے متعلق ہو جو اس کے ملک میں پیدا ہوں مثلاً ایسے پردیسی کی اہلیت کا مسئلہ
جو اس کے ملک میں معاہدہ کرے۔ اسلئے اصولاً صرف قانون مقام عدالت (Lexfori) ایسا
قانون قرار پاتا ہے جس سے ان معاملات کا تصفیہ کیا جائے جو ان حدود ارضی میں واقع
ہوں۔ ممکن تھا کہ گروٹیس اس رائے میں کچھ ترقی کرتا اگر اس کی کتاب کا اصل مضمون اس کو
اس بارہ میں مزید اظہار رائے کا موقع دیتا۔ فقرۂ متذکرۂ بالا میں وہ یہ بھی کہتا ہے کہ "معاملہ کی
شکل بالکل برعکس ہوگی اگر معاہدہ سمندر یا کسی ویران جزیرہ میں یا بذریعۂ تحریر ایسے اشخاص میں
کیا جائے جو دو مختلف ممالک میں رہتے ہوں کیونکہ ایسے معاہدے قانون فطرت سے
طے ہوتے ہیں"۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس کو اس نتیجہ کے نکالنے میں کچھ پس و پیش نہیں ہے
کہ اصول حدود ارضی جیسے کہ اس کے ذہن میں تھے اگر انتہائی منطقی نقطہ تک لیجائے جائیں تو
بہت سے مقدمات کے تصفیہ کے لئے قانون مقام عدالت بھی مکتفی نہیں ہو سکتا ان کا
فیصلہ عملی طور سے جج کی نصفت آمیز رائے پر منحصر ہونا چاہیے۔

اس زمانہ کے بعد سے شمال میں جدید خیالات رائج ہو گئے، جو مستند کتابیں
اس زمانہ میں لکھی گئیں خود ان کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر قانون کے حدود
متعین کرنے کی بجائے بحالت اختلاف و تناقض قوانین ذریعۂ ثالثی فیصلے کئے جانے کا
خیال پیدا ہو گیا تھا۔ ایسے معاملات میں جو اپنی وسعت یا اہل معاملہ کے لحاظ سے مختلف
ممالک سے متعلق ہوں، قوانین میں تناقض یا تصادم کا ہونا ایک لابدی امر تھا بشرطیکہ ایک
حدود ارضی میں شاہی حقوق اور اس حدود ارضی سے گذرنے والے شخص کی عارضی رعایا
ہونے کے اصول پر تھوڑا سا بھی زور دیا جاتا۔ اس طور سے سترھویں صدی میں پال وٹٹ
کی کتاب "قانون تحقیقات یکجائی" اور ہیوبر کی "اختلاف قانون" جو دونوں ڈچ تھے اور
ایک جرمن ہرٹیس کی کتاب "اختلاف قانون" شایع ہوئی انھوں نے مختلف حدود طے کئے،
مگر اس اصول کا باضابطہ طور سے معرض بیان میں لانا کہ ممالک غیر کے قانون بمقابلہ انصاف
20
کے تسلیم کرنا اخلاق یا ارتباط باہمی پر منحصر ہے ہیوبر اور نوجوان (جان) وٹٹ کے
حصے میں تھا۔ جان وٹٹ نے غیر ممالک کے قوانین کی پابندی کو بربنائے ارتباط فیاضی
اور باہمی امداد کے تسلیم کیا نہ بطور سے کہ کوئی شخص اس کی وجہ سے مجبور ہو جائے۔

ہیوبر نے تین اصول قائم کئے جو مشہور اور معروف ہو گئے (۱) ہر حکومت کے
قوانین اس کے ملک میں نافذ ہوتے ہیں اور اس کی تمام رعایا اس کی تابع ہوتی ہے۔
ان کا کوئی اثر اس ملک سے باہر نہیں ہوتا۔ (۲) تمام ایسے اشخاص جو اس کے ملک میں
پائے جاتے ہیں خواہ ان کا قیام مستقل ہو یا عارضی وہ سب اسی حکومت کی رعایا متصور
ہوتے ہیں (۳) سلطنتوں کے حکمراں اخلاقی طور سے دوسرے اقوام کے ان قوانین کو
تسلیم کرتے ہیں جو خود ان کی سلطنت میں ان پر نافذ ہو چکے تاکہ اس کے اثرات ہر جگہ قائم
رہ سکیں، بشرطیکہ دوسری حکومتوں کے اقتدار یا خود ان کی رعایا کو اس سے کوئی مضرت
نہ پہونچتی ہو۔

اٹھارھویں صدی میں پھر اس مضمون پر فرانس میں بحث شروع ہوئی مگر فرولینڈ
بوہیر اور بولینوس جو کچھ کر سکے وہ صرف اتنا تھا کہ انھوں نے قدیم خیالات کو جدید اور غیر مکمل
صورتوں میں مرتب کر کے دوبارہ پیش کیا جس کا آخری نتیجہ "اصول تطابق قوانین" (Les
Statuaires) کا قیام تھا جس کی نسبت خیال کیا جاتا تھا کہ وہ نپولین کے کوڈ کے نفاذ

کے بعد بھی اس حد تک بجال رہا جس حد تک کہ وہ کوڈ مذکور سے منسوخ نہیں ہوا تھا اور اس کی تعبیر میں کام دیتا تھا۔ اس کے اہم خصوصیات جو اٹھارھویں صدی کے وسط تک یورپ کے دیگر ممالک میں قائم ہو گئے تھے وہ تھے جن کا ذکر صفحات ۸ و ۹ (اصل کتاب انگریزی) میں ہو چکا ہے۔ جو اصول انگلستان میں اختیار کئے گئے ان کا تشابہ ڈچ اسکول سے صفحہ ۹ (اصل کتاب انگریزی) پر بیان ہوا ہے جس کی رو سے قانون مقام وقوع کی عمل آوری پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔ انگلستان کے مصنفین اور ججوں نے اگرچہ ارتباط (Comity) کے اصول کو جان وٹ اور ہیوبر سے اخذ کر لیا مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا ان لوگوں نے سختی کے ساتھ اس کو انصاف سے علحدہ معنوں میں سمجھا تھا یا نہیں۔ یورپ کے دوسرے ممالک میں ارتباط (Comity) اور انصاف عام طور سے دو مختلف چیزیں متصور ہوتی ہیں، مگر بقیاس غالب اس ملک میں عام خیال یہ رہا ہے کہ ہر مسئلہ کو قانون مقام عدالت کی رو سے نہ طے کرنے میں ایک قسم کی رعایت ہے اور اس رعایت کی بنیاد نہ صرف اس آسانی پر ہے جو ضرورت کی حد تک پہنچتی ہے بلکہ اس فن قانون کا لحاظ بھی ہے جس کا موضوع انصاف ہے اور جس کو ملک کے قانون نے اپنی تعبیر اور نفاذ کے حدود کے تعین میں اختیار کر لیا ہے اور جس سے خیال کیا جاتا تھا کہ قواعد ارتباط (Comity) ماخوذ ہیں۔ چونکہ انگلستان والے یورپ کے دوسرے ممالک کی ان کتابوں سے پوری طرح واقف نہ تھے جو اس مضمون پر لکھی گئی تھیں اس لئے وہ یہی سمجھتے رہے کہ اس فن اور اس کے قواعد کے متعلق پورا اتفاق ہے۔ اور جب اس کا کوئی قاعدہ ایک مرتبہ انگلستان کی عدالتوں میں تسلیم کر لیا جاتا تھا تو عدالتیں انھیں نظائر کی پابندی میں ایسی مزید تحقیقات سے باز رہتی تھیں جو اس کے عام طور سے مقبولہ ہونے میں کسی قسم کا شبہ ڈال سکے۔

اس طور سے انگلستان میں شخصی قانون بین الاقوامی کے استعمال کی بنیاد پڑ گئی، لیکن چند سال سے عدالتوں نے زیادہ تر آزادی کے ساتھ اس قانونی علم سے کام لینا شروع کر دیا ہے جو وسیع تر پیمانہ پر حاصل کیا گیا ہے۔

اٹھارھویں صدی کے بعد سے شخصی قانون بین الاقوامی کے مسئلہ پر سب سے ممتاز لکھنے والا سیوگنی ہے جس نے اپنی کتاب "زمانۂ حال کا رومن لا سسٹم"

کی آٹھویں جلد میں اس کا ذکر کیا ہے، یہ کتاب ۱۸۴۹ء میں طبع ہوئی۔ قانون کی نسبت اس نے جو عام تصور قائم کیا تھا اور جس کا کوئی تعلق اس نے واضح سے نہیں رکھا تھا ایسا تھا کہ غالباً وہ کسی طرح بھی اس قدیم طریقہ کو اختیار نہیں کر سکتا تھا جس کے ذریعہ سے ہر قانون کے اثر کا دائرہ حکمراں گورنمنٹ کی طرف سے متعین ہوتا ہے، خواہ وہ اشخاص سے متعلق ہو یا حدود وارضی سے۔ قدیم طریقہ پر اس کو جو سخت اعتراض تھا وہ اس تجربہ سے اور زیادہ قوی ہو گیا تھا کہ طریقۂ مذکور کبھی مسلسل نظام کے قائم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ اس نے صحیح طور سے جو سوال قرار دیا تھا وہ یہ تھا کہ ہر قانونی نسبت؛ قانون کے کس خاص قاعدہ کے تحت میں داخل ہوتی ہے گویا اُس نے اپنے فلسفۂ قانونی کے لحاظ سے قانون کے ہر قاعدہ میں ایک بالذات قوت سلیم کی تھی۔ ہم کو اس موقع پر اس بارہ میں اس سے زیادہ تفصیل کی ضرورت نہیں ہے کہ ہر قاعدہ کی قوت کو اُس نے ایک رقبہ (Rechtsgebiet) کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ جب ایک قاعدہ کا تعلق صرف انسان سے ہوتا ہے یعنے وہ قاعدہ اس کے حصول جائداد اور اس پر قابض رہنے اور عمل کرنیکی اہلیت کو بتاتا ہے تو انسان مذکور اس کے حدود اختیارات میں توطن اختیار کرنے کی بنا پر اس کا ماتحت ہو جاتا ہے۔ اس نتیجہ پر پہنچنا ایسے شخص کیلئے لازم تھا جو اس مضمون پر بطور شارح قانون روما کے جس سے حق باشندگی بحیثیت توریث" (Origo) کا اصول ساقط کر دیا گیا ہو قلم اٹھانا چاہتا ہے۔ جب یہ قانونی تعلق ان اشخاص یا اشیاء کے اختلاط سے پیدا ہو جو دو مختلف حدود وارضی سے متعلق یا اُن میں واقع ہوئی جیسا کہ خاندانی قوانین یا حقوق اور فرائض متعلقۂ اشیاء یا مجموعۂ اشیاء میں ہو جیسا کہ موت کی توریث وغیرہ، تو نافذ قاعدہ وہی قرار پائیگا جس سے اس نسبت کا تعلق ہو یا جو اپنی صحیح نوعیت کے لحاظ سے اس کے تحت ہو۔ اُس کو سیوگنی بھی ان حدود ارضی کا قاعدہ بتاتا ہے جہاں اس تعلق کی بنیاد قائم ہے۔ یہ امر اس کے مساوی تھا کہ ہر قانونی نسبت کے متعلق قاعدہ کا انتخاب، انصاف اور آسانی کے احساس پر منحصر رہے کیونکہ مقام تعلقات کو معرض بحث میں لانے کا کوئی خاص مفاد نظر نہیں آتا جب کہ خود مقامات کا تعین، انصاف اور آسانی پر رکھا گیا ہے۔ خاص خاص سوالات کے مباحث میں سیوگنی کی رائے کی خواہ کچھ ہی وقعت ہو مگر ہمارے موضوع کے متعلق اس نے جو

اہم خدمت کی وہ یہ ہے کہ اس نے لوگوں کی توجہ انسانوں یا مقامات پر حکومت کے اختیار سے پھیر کر ہر معاملہ قانونی زیر بحث کی حقیقی نوعیت کی طرف مبذول کرا دی اور قانون مقام وقوع جائداد پر زور دینے کا جو خیال ڈی آرجنٹری کی تحریرات سے پیدا ہوگیا تھا، اس کو روک دیا۔ اس تعلیم کا اثر ابھی تک کچھ نہ کچھ باقی ہے اگرچہ فی زمانا حکومت کا تصور اس فن کے مصنفین کی تحریرات میں اسقدر غالب ہے کہ بہت ہی کم مصنفین بغیر اس تصور کی طرف اشارہ کئے رہ سکتے ہیں۔

22

اس طور سے ایم پلیٹ جو کہ اس مضمون پر سب سے آخر اور سب سے زیادہ قابل لکھنے والا ہے انتخاب قوانین کے بارہ میں حکومتوں کے اقتدار اعلیٰ کے متعلق یہ اصول قائم کرتا ہے کہ "ترجیح ہمیشہ ایسی حکومت کو دی جانی چاہیئے جس کو مسئلہ زیر بحث کے حل سے زیادہ تر دلچسپی ہو[۱]" لیکن چونکہ اس امر کا اندازہ اور مقابلہ کہ اس مسئلہ کے حل سے زیادہ دلچسپی کس حکومت کو ہے عقل ہی سے کیا جاتا ہے اس لئے قانونی نسبت کی حقیقی نوعیت پھر بطور معیار کے بحث میں داخل ہو جاتی ہے۔ اس نوعیت پر ممکن ہے کہ زیادہ تر فریقین معاملہ یا حکومتوں کے اقتدار کے لحاظ سے نظر ڈالی جائے، اگرچہ صحیح رائے وہی ہے جس میں ان دونوں امور پر نظر رکھی جاتی ہے لیکن ہر واضع قانون کی نسبت کم سے کم یہ خیال کیا جائے گا کہ اس کی نیت تھی کہ اس کے وضع کردہ قوانین کی تعبیر بلحاظ اصول اِعَن کی جائے گی، نہ یہ کہ وہ ہر ایسی قانونی حیثیت میں جو اس کے حسی اقتدار کے اندر ہو یا تمام ایسے اشخاص کے افعال میں جو اس کے حدود ارضی میں سرزد ہوں استعمال کئے جائیں گے۔ بہ استثنائے ان امور کے جن کی نسبت اس نے بربنائے ارتباط (Comity) بمقابلۂ انصاف کے اجازت دی ہو[۲]۔

---

[۱] پلیٹ کے اصول قانون شخصی بابت ۱۹۰۲

[۲] یورپ کے دوسرے ممالک میں ان اصول کے متعلق جو جدید مباحث ہوئے ہیں ان کے لئے دیکھو ڈیٹی کا مجموعہ قانون عام لوگوں کے لئے" صفحہ ۱۴۰ ۱۹۱۲ء۔

فصل دوم

توطن و قومیت و مسئلہ "رنوائے"

RENÓVI

شخصی قانون بین الاقوام کی تاریخ اٹھارھویں صدی عیسوی تک بطور اختصار اوپر دی جاچکی ہے۔ اس زمانہ کے بعد سے یورپ کے ممتاز ممالک میں قانون کی تدوین اور ان بین الاقوامی معاہدات نے جو سنہ ۱۸۹۶، ۱۹۰۲ اور ۱۹۰۵ میں ضابطہ، ازدواج، طلاق اور ولایت کے متعلق مرتب ہوئے اور جو ہیگ کی سرکاری مجالس منعقدہ سنہ ۱۹۰۰، ۱۸۹۴، ۱۹۰۴ کے نتائج تھے، اس مضمون کی نشوونما کی ظاہری شکل پر بڑا اثر ڈالا۔ بدقسمتی سے انگلستان نہ ان معاہدات میں شریک ہوا اور نہ ان مجالس میں[1] یورپ کے دیگر ممالک میں شخصی قانون کا معیار بجائے توطن کے سیاسی قومیت قرار پایا اور عام طور سے وہ تسلیم کر لیا گیا بعدہٗ اس مسئلہ رجوع (Renvói) کے نام سے موسوم ہے مباحث شروع ہو گئے ان امور نے بھی اس مسئلہ پر کچھ کم اثر نہیں ڈالا۔ شخصی قانون بین الاقوام کی مشکلات کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ علاوہ ان قوانین کے اختلافات کے جو باہم متصادم ہوتے ہیں ان قواعد میں بھی اختلاف واقع ہوتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ قانونی اختلافات طے ہو سکتے تھے۔ ضابطہ کے متعلق جو اختلاف ہے اس کی ابتدا اس واقعہ سے نہیں ہوئی کہ بعض ممالک نے شخصی قانون بین الاقوام کا معیار قومیت کو قرار دیا اور بعض نے توطن کا معیار قائم رکھا بلکہ اس کا وجود پہلے سے اس مسئلہ کے اختلاف پر مبنی تھا کہ آیا

---

[1] سنہ ۱۹۰۲ء اور سنہ ۱۹۰۵ء کے معاہدات سے فرانس نے اظہار ناراضی کیا اور بعض کو بلجیم نے بھی ناپسند کیا۔ سنہ ۱۹۰۵ء کا معاہدہ متعلقہ ضابطہ دیوانی صلح نامہ ورسیلز کے دفعہ ۲۸۷ میں جو جرمنی سے ہوا مندرج ہے مگر فرانس، ان ریاستوں سے جنھوں نے تجدید معاہدہ کی مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔

قانون مقام معاہدہ تکمیل ضابطہ کے لئے لازمی تھا یا صرف اختیاری۔ اور آیا
وصیت نامہ کی تکمیل میں قانون مقام توطن، جائداد منقولہ کی نسبت اور
قانون مقام وقوع جائداد، جائداد غیر منقولہ کی نسبت، قانون مقام معاہدہ
کا ناسخ تھا یا نہیں۔ لیکن اس میں کچھ کلام نہیں کہ معیار مذکور کو قومیت سے
علیحدہ کرکے توطن پر قائم کرنے کا نتیجہ، اگرچہ وہ پوری طور سے قائم نہیں ہوا
یہ تھا کہ اس نے انگلستان اور نیز دوسرے ممالک میں شخصی قانون بین الاقوام
کے قواعد کے اختلافات کو عملی طور سے پیشتر سے زیادہ تر نمایاں کردیا
24
باوجود اس کے کہ انگلستان اس وقت تک توطن کے قدیم اصول کو اختیار
کئے ہوئے ہے۔ اس لحاظ سے قبل اس کے کہ ہم اپنے مضامین کے کسی خاص
مسئلہ سے تفصیلی بحث کریں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عام مواد
سے بحث کی جائے جس سے ہم کو وقتاً فوقتاً سابقہ پڑتا رہیگا۔ اور جہاں تک ممکن ہوگا
ہم وہی مورخانہ طریقہ اس میں بھی اختیار کریں گے جو ہم نے فصل اول میں اختیار کیا ہے۔

قبل اس کے کہ سوگنی اس مضمون پر لکھے اگرچہ اس کو بحیثیت شارح قوانین روما
کے، اس سے کوئی تعلق نہ تھا یورپ کے دوسرے ممالک میں بجائے توطن کے سیاسی
قومیت کو حیثیت اور اہلیت کے معاملہ میں معیار قرار دینے کی تحریک شروع ہوچکی تھی
یہ بشمول اس انتہائی اصول ارضی کے جس کا طرفدار ارجنٹری تھا ہمارے مضمون میں دو
ایسی اہم تبدیلیاں خیال کی جاتی ہیں جو بارھویں صدی عیسوی کے بعد عمل میں آئیں۔
اس تحریک کی رفتار ترقی بدستور قائم ہے اور ابھی تک اپنی حد کمال کو نہیں پہنچی ہے اس کا
ظہور اس طرح ہوا ہے کہ فرانس میں ذاتی قانون کے تعین کے واسطے جو توطن کا معیار
جاری ہوا تھا اس میں ابتدا ہی سے ایک حد تک سیاسی حالات کا لحاظ کیا جاتا تھا۔
یہ اس وجہ سے کہ جورسڈکشن کی بنیاد بجز توریث Origo سمجھی جانے لگی تھی بلکہ اس کی وجہ
یہ تھی کہ توطن کو بنیاد جورسڈکشن قرار دینا اچھی نظروں سے نہیں دیکھا جاتا تھا جبکہ اس میں
اس امر کا امکان موجود ہوتا تھا کہ وہ کسی طور سے باشندگان فرانس کے حق میں غیر مفید
ثابت ہوگا۔ فرانس کو سب سے پہلے اپنے ملک کے اندر سیاسی اتحاد کا احساس ہوا اور
اس نے اپنے محروسہ ممالک کو ممالک غیر سے جدا کرلیا اور اس نے قبل اس کے کہ کوئی نیا [illegible]

کے تحت میں شاہی اقتدارات درجۂ کمال کو پہنچیں اس ملک کے اصول قانون میں بعض بعض خصوصیات پیدا کردیں۔ توطن Domicilium کا رومی تصور مثلاً اٹلی اور حکومت کے دوسرے حصوں میں پھر شایع ہوگیا جس کی وجہ سے یہ ممکن نہ تھا کہ کسی فرانسیسی پر کسی ذاتی معاملہ میں کوئی نالش بجز اس کے مقام توطن کی عدالت کے کسی دوسری عدالت میں پیش ہو سکے۔ مگر ایک پردیسی شخص جو فرانس کے ملک میں مقیم ہو جبتک کہ اس کو توطن کا مرتبہ نہ حاصل ہو جائے اس امر کا مجاز نہ تھا کہ وہ کسی ایسی نالش کی جوابدہی میں جو اس پر کوئی فرانسیسی دائر کرے یہ عذر پیش کرے کہ اس کا فیصلہ کسی غیر ملک کے متوطن جج سے کرایا جائے۔ اس کی حفاظت صرف اسیقدر تھی کہ فرانسیسی مدعی اس کو جس عدالت میں چاہے نہیں لا سکتا تھا بلکہ صرف اسی عدالت میں لا سکتا تھا جہاں اس کی حقیقی سکونت ہوتی تھی۔ فرانس میں عدالت غیر کا فیصلہ امر فیصل شدہ کی وقعت رکھتا تھا بشرطیکہ وہ کسی پردیسی کے مقابلہ میں ہو لیکن ایک فرانس کے باشندہ کو بروئے دفعہ ۱۲۱ قانون ۱۶۲۹ء یہ حق حاصل تھا کہ وہ کسی فرانسیسی عدالت میں مقدمۂ مذکور کی صحت کے متعلق اپنا عذر پھر پیش کرے۔ اس طور سے ایک فرانسیسی کا شخصی قانون وہ تھا جو اس کو فرانس کے توطن سے ملا تھا۔ اور اگر اس نے غیر ممالک میں رہ کر وہاں کے حقوق توطن حاصل کر لئے تھے تب بھی نہ کسی عدالت غیر کا فیصلہ اور نہ وہاں کا قانون جو ایسے فیصلہ کی تعمیل میں کام میں لایا جائے فرانس میں اس کی حیثیت یا اہلیت پر کوئی اثر ڈال سکتا تھا لیکن ایک پردیسی امر فیصلہ شدہ کے ذریعہ سے اپنی حیثیت اور اہلیت اور اس طور سے بذریعۂ قانون اپنے بیرونی توطن کا پابند تھا۔ اگرچہ یہ امر بقیاس غالب درست ہے کہ اگر اس پر کوئی نالش منجانب کسی فرانسیسی کے کسی ایسے معاملہ کے متعلق ہوتی جو فرانس میں ہوا تھا تو اس کو قانون مذکور کی رو سے جوابدہی کی اجازت نہ دی جاتی۔ فرض کرو کہ ایک پردیسی شخص نے فرانس میں نہ صرف معمولی قیام بلکہ ایسا قیام اختیار کیا جس پر اہل روما کے خیال کے مطابق توطن کا اطلاق ہو سکتا تھا تو کیا اس سے وہ کسی فائدہ اٹھانے کا مجاز متصور ہو سکتا تھا؎ فرانس کے مقننین نے اپنی غلط فہمی یا اس غیر منصفانہ اصول کو صحیح ثابت کرنے کے خیال سے کہ بادشاہ

؎ دیکھو۔ ڈیانترا؎ فرانس کے غیرملکی باشندوں کی معاشرتی حالات کی کتاب ۷ ۱۱۷-۱۲۱۔

کو دشمن کی جائداد کی ضبطی کا اختیار حاصل drotit d'aubaine ہے رومیوں کے اس امتیاز کو جو وہ قانون ملک jus civile اور قانون اقوام jus gentium میں کرتے تھے، قائم رکھا اور یہ تجویز کی کہ فرانس میں پردیسی موخرالذکر قانون سے فائدہ اٹھانے کے مجاز ہیں نہ کہ مقدم الذکر سے اور چونکہ انتقال توطن رومیوں کے نقطۂ نظر سے ایک سوال متعلقۂ واقعات تھا اس لئے وہ قانون ملک پر منحصر نہیں ہو سکتا تھا اور اسی بنا پر جس پردیسی کو فرانس میں توطن کی اجازت دی جاتی تھی اس کو اپنی حیثیت اور عام اہلیت، اپنے مقام توطن کے قانون کے تابع کر دینی ہوتی تھی۔ اور چونکہ وہ قانون ملک کے حقوق سے محروم تھا اسلئے اس کے خاص خاص حقوق مثلاً حق توریث بربنائے موت، یا حق انتقال ذریعۂ وصیت، اختیار پدری patria potestas اور حق تبنیت محدود ہو جاتے تھے[۵۱] یہ محرومی اکثر ناقابلیت یا نااہلی کے نام سے موسوم کی جاتی ہے گو بلحاظ اشتقاق یہ صحیح ہو مگر اس میں اور عام اہلیت کے مسائل میں فرق کرنا لازم ہے۔ ایک فرانسیسی بربنائے نابالغی کے موخرالذکر اہلیت سے عاری متصور ہو گا اگرچہ اس کو توریث کا حق حاصل رہے گا۔ برخلاف اس کے ایک پردیسی باوجود کامل قانونی اہلیت Sui juris کے ان حقوق کے استعمال کے ناقابل سمجھا جائے گا۔ ایسی حالت کے لحاظ سے مجموعۂ قوانین نپولین ۱۸۰۳ء میں یہ تجویز کیا گیا کہ۔

> اشخاص کی حیثیت اور اہلیت کے احکام تمام فرانسیسیوں سے متعلق ہیں اگرچہ وہ غیر ممالک میں رہتے ہوں دفعہ (۳)۔

یہ فرانس کے ان قدیم مروجہ اصول کا جن کا ذکر اوپر ہوا فطرتی نتیجہ تھا۔ اس مجموعہ کے نفاذ سے قانون کے وہ اندرونی اختلافات جن میں فرانس میں حقیقی توطن کے مسئلہ کو بڑا دخل تھا رفع ہو گئے اور ممالک غیر میں بھی ان کے سول تعلقات کو منظم رکھنے کے لئے صرف ان کی سیاسی قومیت باقی رہ گئی۔ اسی مجموعہ میں یہ حکم ہے۔

> جس پردیسی کو حکومت کی طرف سے فرانس میں توطن کی اجازت دی جائے گی وہ، اسوقت تک کہ اسکا قیام وہاں رہیگا، ان تمام سول حقوق سے مستفید ہونیکا مجاز ہوگا۔ دفعہ ۱۳

---

[۵۱] ڈیمانٹرا؛ کتاب محولۂ سابق ۱۲۳-۱۵۵۔

اس دفعہ کی رو سے اس پردیسی کے لئے جس نے بہ اجازت حکومت فرانس میں توطن اختیار کر لیا تھا قانون ملک کے حقوق سے قدیم محرومی منسوخ ہو گئی۔ اگرچہ فرانس کے مقننین اس مجموعہ کے نفاذ کی حالت میں بھی بعض اوقات قانون ملک اور قانون اقوام میں امتیاز کرتے ہیں لیکن نہ قانون ملک میں بتایا گیا ہے اور نہ اس قانون کا پتہ چلتا ہے جس کے لحاظ سے ایک پردیسی کی حیثیت اور اس کی عام اہلیت کا تعین کیا جائے گا۔ اس بارہ میں عام رائے یہ ہے کہ دفعہ ۳ نے خاموشی کے ساتھ ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے اور جسطرح فرانسیسیوں کی حیثیت اور اہلیت کا فیصلہ فرانسیسی قانون پر منحصر ہے اسیطرح ایک پردیسی کی حیثیت اور اہلیت کا فیصلہ خواہ اس نے توطن بہ جواز حکومت اختیار کیا ہو خواہ بغیر اجازت کے خود اس کے ملک کے قانون سے کیا جائیگا۔ باوجود اس کے فرانس کی عدالتوں نے کسی پردیسی کے ذاتی قانون کی ناقابلیت کی بناپر ایسے معاہدہ میں جو اس نے فرانس میں کیا ہو اہل ملک کو نقصان پہنچانے سے انکار کر دیا ہے ایسی حالتیں بھی کہ پردیسی مذکور خود فرانس کے قانون سے قابل قرار پاتا اور فرانسیسی شخص اس معاملہ میں نیک نیتی سے بغیر کسی قسم کی بے احتیاطی کے عمل کے اس پردیسی کی ناقابلیت سے ناواقف ہوتا۔ اس قدیم رواج کا جس کے لحاظ سے ایک پردیسی جو فرانس میں معاہدہ کرتا تھا کسی صورت میں بھی اپنی حیثیت کا عذر بمقابلہ ایک فرانسیسی مدعی کے نہیں پیش کر سکتا تھا اسی قدر نشان باقی رہ گیا تھا۔ مگر زمانۂ حال کے مقننین ایک پردیسی کی ایسی ناقابلیت پر جو اس کے ذاتی قانون سے عائد ہوتی ہے پورا لحاظ کرتے ہیں بشرطیکہ اس نے براہ فریب اس کو فرانسیسی فریق سے پوشیدہ نہ رکھا ہو۔[1]

26

دوسری بڑی مثال تدوین قانون کی آسٹریا کا کوڈ مجریہ ۱۸۱۱ء تھا جو پہلی جنوری ۱۸۱۲ء سے نافذ ہوا۔ اس میں بہ اتباع فرانس کے آسٹریا کی اس رعایا کی حیثیت کو جو بیرون ملک رہتی ہو اس کے قومی قانون کے تبع ہونے کا دعویٰ کیا گیا (دفعہ ۴)۔ مگر پردیسیوں کی حیثیت کو توطن کے قدیم قاعدہ پر محمول رکھا جیسا کہ پروشیا کے ۱۷۹۴ء کے کوڈ نے

---

[1] (Surville et Arthuys) ۱۵۱ جس میں فیصلہ جات مورخہ ۲ر جولائی ۱۸۸۶ء اور ۱۳ر مارچ ۱۸۹۰ء کلانٹ ۲۰۲ و ۱۸۹۰ کلانٹ ۲۰۵ کا حوالہ دیا ہے۔

ہر شخص کی حیثیت کی نسبت تجویز کیا تھا۔ اس کے بعد جو حالات اٹلی میں پیش آئے اس سے قومیت کا بہت گہرا اثر ذاتی قانون پر پڑا۔ اٹلی ایک ایسا ملک تھا جو باوجود اتحاد زبان اور تمدنی عادات اور خیالات کے سیاسی طور سے متفرق اور آسٹریا کی بیرونی حکومت یا ایسی خانگی حکومتوں میں منقسم تھا جن پر آسٹریا کی نگرانی قائم تھی یا جس کو اس سے مدد ملتی تھی۔ اس یقین نے کہ قومی زندگی کی سیاسی، تمدنی اور قانونی حیثیتوں میں باہم گہرا تعلق ہے، جس کا اظہار غالباً پہلی مرتبہ ان فرانسیسی اصول سے ہوا جنھوں نے اس فن میں وہ طریقہ پیدا کر دیا جس کو بالآخر نپولین کے کوڈ نے اختیار کیا جیسا کہ ہم کو قبل ازیں معلوم ہو چکا ہے، اٹلی کے باشندوں نے ترقی دیکر ایک نظریہ کی شکل میں قائم کیا اور اسی کو اپنے اتحاد اور خود مختاری کا دعویٰ اور اپنی قائم ہونے والی سلطنت کے وضع قوانین کی بنیاد ٹھہرایا۔ جو لوگ ایک خاص حصۂ ملک میں آباد ہوں اور بلحاظ قومیت یا بلحاظ اس نسبت کے جو قومیت کے قائم مقام متصور اور بیان ہو سکتی ہے، باہم متحد اور اپنے پڑوسیوں سے ممیز ہوں، ان پر قوم کا اطلاق ہو سکتا ہے اور ان کو یہ حق ہے کہ وہ ایک جداگانہ سیاسی نشو و نما کے دعویدار ہوں۔ اس حد تک اس اصول کی یورپ کے اکثر ممالک میں تعلیم ہوئی اور اس پر عمل بھی کیا گیا۔ لیکن اٹلی والوں کے نزدیک قومیت ایک جیتی جاگتی قوت کا نتیجہ متصور ہوتی تھی جس کا فوری رجحان یہ ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے آپ کو سیاسی اور تمدنی معاملات میں نمایاں کرے اور اس لحاظ سے ملکی انتظام کو خانگی قانون کے انتظام کی ضرورت کا آئینہ ہونا چاہیئے جس طرح کہ تمدنی خصوصیات سے اس سیاسی انتظام کا پتہ چلتا ہے جو عمل میں لایا جانا چاہیئے۔ اس مضمون پر اٹلی کے مقننین میں سب سے بڑا لکھنے والا شخص مینسنی سمجھا جاتا ہے۔ جب اٹلی میں ایک درجہ تک سیاسی اتحاد قائم ہو گیا تو اٹلی کا کوڈ ۱۸۶۵ء یکم جنوری ۱۸۶۶ء سے نافذ ہوا جس میں یہ حکم تھا۔

"لوگوں کی حیثیت اور اہلیت اور اُن کے خاندانی تعلقات کا تصفیہ انھیں کے قومی قانون سے کیا جائے گا۔" تمہیدی دفعہ (۶)

اس حکم میں اس امر کا لحاظ نہیں رکھا گیا کہ ایک سیاسی قومیت کے تحت میں ایسے ممالک ہو سکتے ہیں جن میں مختلف خانگی قوانین کا رواج ہو جیسے سلطنت برطانیہ

27

جس میں انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ، اقطاع کیوبک، کیپ کالونی اور دوسرے ممالک شامل
ہیں جو خانگی قانون کے لحاظ سے ایک دوسرے سے مختلف اور جُدا ہیں۔ جب کبھی
کسی ایسی مرکب سلطنت کی رعایا کے قومی قانون کا حوالہ دیا جائے تو سوائے اس کے کوئی
چارہ نہیں کہ اس قانون کی طرف رجوع کیا جائے جو اس کے سیاسی قومیت کے
تحت اس کے جائے توطن میں نافذ ہو۔ ایک رعایائے برطانیہ جس نے انگلستان
میں توطن اختیار کر لیا ہے، اٹلی میں اس کا قومی قانون، انگلستان ہی کا قانون قرار
پائے گا و قس علیٰ ہذا۔

اٹلی کے کوڈ کے اجرا اور فرانسیسی عدالتوں کے متوازی فیصلوں کے صدور
کے بعد جو پردیسیوں کی حیثیت اور اہلیت کے متعلق تھے، عمر بلوغ کے احکام سے
اختلافات مقننین کے اختیارات کے اختلافات کی وجہ سے اور زیادہ پیچیدہ ہو گئے۔ کنکٹاس پاپولس
(Cunctos populos) قانون کی شرح کے وقت سے انیسویں صدی تک سن بلوغ
کا تصفیہ قانون مقام توطن سے کیا جاتا تھا کیونکہ قرار یہ پایا تھا کہ مقنن کو تعین سن بلوغ
کا اختیار انھیں لوگوں پر حاصل ہے جو اس کے حدود ارضی میں رہتے ہیں نہ کہ دوسروں
پر۔ ممکن تھا کہ توطن کی دریافت میں کوئی دقت پیش آئے لیکن توطن کے متعین ہو جانے کے
بعد قانون کی دریافت میں کوئی دقت نہیں پیش آسکتی تھی۔ اب فرض کرو کہ ایک انگلستان
یا ڈنمارک کا مقنن اس قدیم اصول کی پابندی کرے کہ اس کو صرف ایسے لوگوں کی ذاتی
حیثیت سے متعلق اختیار ہے جو انگلستان یا ڈنمارک میں توطن رکھتے ہیں، سن بلوغ
(۲۱) سال قرار دیتا ہے اور ایک اٹلی کا مقنن اس جدید اصول پر عمل پیرا ہو کر کہ اس کا
اختیار محکوم کے اٹالین قوم کے ایک فرد ہونے پر منحصر ہے سن بلوغ (۱۹) سال ٹھہراتا
ہے۔ ایسی حالت میں اگر ایک شخص جو سیاسی طور سے (politically) انگریز یا ڈین
ہے اور اٹلی میں توطن رکھتا ہے اور (۲۱) سال کی عمر میں ایک وصیت نامہ لکھ کر مر جاتا ہے
تو اس کی نسبت کیا عمل ہوگا؟ کیونکہ انگلستان، ڈنمارک اور اٹلی کے مقننین میں سے
کسی کو اس کے سن بلوغ کے تعین کا دعویٰ نہیں ہے۔

اس سوال کے جواب دینے کے لئے عام طور سے ملک کے اندرونی قوانین
اور شخصی بین الاقوامی قواعد میں فرق اور امتیاز کرنا پڑتا ہے اور یہ دونوں اجزا باہم ملکر

ملک کا مجموعی قانون سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً انگریزوں یا ڈینوں کے سن بلوغ (۲۱) سال اور
اٹلی کے (۱۹) سال پر اگر متقنین کے دائرہ اختیارات جائزہ سے بالکل علیحدہ ہوکر نظر ڈالی جائے
تو وہ علی الترتیب ہران ممالک کا اندرونی قانون متصور ہوگا اور جب اس میں توطن یا قومیت
کا اصول شامل ہوجائے گا تو یہ دونوں اجزا مل کر اس مضمون پر اس ملک کا کامل قانون
سمجھے جائیں گے پس اس ایک اصول کے لحاظ سے جو فرانس میں (Renvoi) اور جرمنی
میں (Rückver weisung) کے نام سے موسوم ہے یہ سمجھا جاتا ہے کہ شخصی قانون
بین الاقوام کی بنا پر جج کو ملک کے پورے قانون پر نظر ڈالنی چاہیئے نہ صرف اس کے
اندرونی قوانین پر پس صورت متذکرہ بالا میں اصول توطن، انگلستان یا ڈنمارک کے اس
جج کو جس کے سامنے وہ مقدمہ پیش ہے سن بلوغ کے مسئلہ کے تصفیہ کے لئے اٹلی کے
پورے قانون کی طرف متوجہ کرے گا اور جب وہ اس کی طرف رجوع ہوگا تو اصول قومیت
جو اٹلی کے پورے قانون میں موجود ہے اس کو اپنے ملک کے پورے قانون کی طرف
متوجہ کردے گا۔ اور پھر یہ قانون اس کو اٹلی کی طرف رجوع ہونے کی ہدایت کرے گا اور
اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہے گا اور ایک ایسا دائرہ قائم ہوجائے گا جس سے نکلنا محال
ہوگا اس امر کے بیان کی ضرورت نہیں ہے کہ عملی طور سے اس دائرہ سے نکلنے کیلئے
کوئی ذریعہ ہونا چاہیئے اور ان لوگوں نے بھی جو اصول رنوائے (Renvoi) کے پیرو ہیں
ایسا ذریعہ پیدا کرلیا ہے مگر اس اصول کے مخالفین اس غیر متناہی دائرہ کے اصول امکان کو
اس ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد جج کو ایک ملک کے
پورے قوانین کی طرف نہیں بلکہ صرف اس کے اندرونی قوانین کی طرف رجوع ہونے کی
ہدایت کرتے ہیں اور اس بنا پر وہ یہ بتاتے ہیں کہ اگر یہ مقدمہ کسی انگلستان یا ڈنمارک
کے جج کے سامنے پیش ہو تو اس کو اپنے اصول توطن کے لحاظ سے اٹلی کے اندرونی
قانون کی طرف رجوع ہونے کے لئے آمادہ رہنا چاہیئے اور بلا تامل وصی کو جو (۱۹)
سال کی عمر کو پہنچ چکا ہے بالغ قرار دینا چاہیئے اور اگر وہی معاملہ ایک اٹلی کے جج کے
سامنے پیش ہوتا ہے تو اس کو اپنے اصول قومیت کے لحاظ سے انگلستان یا ڈنمارک
کے اندرونی قانون کی طرف رجوع کرکے وصیت کرنے والے کو اس وجہ سے کہ وہ
(۲۱) سال کا نہیں ہے نابالغ قرار دینا چاہیئے۔ اس کی نسبت مخالفین (Renvoi) رنوائے

29

کا خیال ہے کہ یہ ایک قدیم طریقہ ہے اور جبتک کہ شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد جن کو مختلف ممالک نے اختیار کیا باہم مختلف نہ تھے اس میں کوئی فرق نہ تھا کہ جج کو کسی دوسرے ملک کے صرف اندرونی قانون کی طرف رجوع ہونا پڑے یا اس کے کل قانون کی طرف۔ اگرچہ اس وقت تک ملک کے اندرونی اور کل قانون میں فرق بھی قائم نہ ہوا تھا۔

ان دونوں اصول میں کوئی بھی ایسا نہیں جو قابل اطمینان متصور ہو سکے دونوں کی بنیاد اندرونی قانون کے ایسے تصور پر ہے جس سے اختیار کا وہ لازمی جزء جس کے مقننین دعویدار ہیں (اور مخالفین رینوائے کی روش پر تاریخی جزء بھی) مفقود ہے۔ اب فرض کرو کہ کوئی انگلستان یا ڈنمارک کا جج جس کے سامنے مقدمۂ متذکرۂ بالا پیش ہے، اٹلی کے قانون کے اس جزء کے اختیار کرنے سے جو اندرونی کہا جاتا ہے اور جس کی طرف اس کا اصول توطن اس کی رہبری کرتا ہے، انکار کرتا ہے اور فرض کرو کہ اٹلی کے اصول قومیت کی بنا پر جس کے لحاظ سے اٹلی کے مقننین کو سوائے اپنی قوم کی رعایا کے کسی دوسرے شخص کی حیثیت کے تعین کا اختیار نہیں ہے، جج یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ اٹلی کے کسی قانون سے جس پر صحیح طور سے اٹلی کے قانون کا اطلاق ہو سکتا ہے کسی انگریزی یا ڈنمارک کی رعایا کی حیثیت کا تعین نہیں کر سکتا، اسوقت اس کو معلوم ہوگا کہ قانون شخصی بین الاقوام کے قواعد کے اختلاف کا یہ نتیجہ ہے کہ وہ معاملۂ زیر بحث کا تصفیہ ہی نہیں کر سکتا، ایسی حالت میں پھر اس کو اپنے ملک کے قانون کی طرف متوجہ ہونے اور اصول توطن کے صحیح معنی دریافت کرنے کی ضرورت واقع ہوگی اور اس پر منکشف ہو جائے گا کہ یہ اصول بتا رہا ہے کہ بارھویں صدی بلکہ اس کے پہلے سے انیسویں صدی تک شخصی قانون بین الاقوام کے مقاصد کے لئے دنیا مختلف تمدنی جماعتوں میں منقسم ہے جس کی بنیاد توطن پر قائم ہے اور کوئی مقنن پورے طور سے اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی سیاسی رعایا کو اس تمدنی دائرہ سے جس میں وہ شریک ہے خارج کرے۔ اس کو یہ بھی محسوس ہوگا کہ اٹلی کا قانون گویا اس کا قائل ہے کہ اس ملک میں کوئی تمدنی جماعت جس کی بنیاد توطن پر ہو قائم نہیں ہے اور آخر کار اس کو یہ سمجھنا پڑے گا کہ اصول توطن اس معاملہ سے خارج ہے اور انگلستان یا ڈنمارک کے

ایک سیاسی باشندہ کو اس عمر سے پہلے جس میں وہ اپنے ملک میں بالغ قرار پاتا بالغ قرار دینے کی کوئی معقول وجہ نہیں ہو سکتی۔ قانون اٹلی جس طرف اس کو لیجاتا ہے وہ تخریج اصول توطن پر مبنی ہے نہ کہ اس اصول کے دوبارہ اختیار کئے جانے پر۔ لیکن اگر ایک انگریزی رعایا کی حیثیت زیر بحث ہے تو اس کو قانون مروجہ ممالک انگریزی سے کسی ایک طریقہ سے متعلق کرنے کے لئے کوئی ذریعۂ دریافت ہونا چاہئے اس کی ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ اگر ممکن ہو تو تلاش کرکے اس کے ایسے قدیم انگریزی توطن کا پتہ لگایا جائے جس کی نسبت یہ کہا جا سکتا ہو کہ اس نے اس کو ترک نہیں کیا۔ اس بنا پر کہ وہ ترک باضابطہ اور بطریق موثر نہ تھا۔ جسٹس فارویل نے بمقدمۂ جانسن (دیکھو صفحہ ۳۶) یہی راستہ اختیار کیا۔ اگر یہ صورت ممکن نہ ہو تو کم از کم شخص زیر بحث کے اجداد کا رعایائے انگریزی ہونا اور اس کا ممالک انگریزی میں توطن رکھنا ثابت کیا جا سکتا ہے۔ اس سے جو نتیجہ مستخرج ہوگا وہ اصول توطن کا لازمی نتیجہ نہیں متصور ہوگا بلکہ صرف بربنائے ضرورت تسلیم کر لیا جائے گا۔ اگر یہ کہا جائے کہ سن بلوغ کا انحصار جائے توطن کی آب و ہوا کے لحاظ سے اس شخص کے حقیقی بلوغ پر ہونا چاہئے تو اس کا یقیناً جواب یہ ہوگا کہ اولاً (۱۹) سال کی عمر سے اس ملک کی آب و ہوا کا پتہ جہاں وہ لڑکا جوان ہو رہا ہے مطلق نہیں مل سکتا۔ دوسرے یہ کہ تاریخی طور سے اصول توطن کے قائم کرنے میں اس کا مطلق لحاظ نہیں کیا جا سکتا۔

شخصی قانون بین الاقوام کے معنی سمجھنے کے لئے یہ معاملہ اسقدر اہم ہے کہ میں اس کو بلاخوف الزام طوالت صرف بہ تبدیل الفاظ پھر اعادہ کرونگا۔ انگلستان یا ڈنمارک کا کوئی جج (۱۹) سال کے لڑکے کو بالغ نہیں قرار دے سکتا جبتک کہ وہ اس سوال کا جواب نہ دے سکے کہ کس مقنن نے اس کو بالغ قرار دیا ہے۔ یہ سوال اختلاف قوانین کے تمام مباحث سے علیحدہ ہے کیونکہ وہ خود قانون کی نوعیت سے پیدا ہوتا ہے۔ اٹلی کا کوڈ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بلا استثنا ہر شخص کی حیثیت اور اہلیت کے متعلق ایک قاعدہ مقرر کرتا ہے لیکن اس کو ایسی عمومیت دینا یقینی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ اٹلی میں قومیت کا جو اصول تسلیم کیا گیا ہے وہ اس امر کا مانع ہے کہ اٹلی کا کوئی مقنن ایک انگلستان یا ڈنمارک کی رعایا کی حیثیت کے متعلق کسی اختیار

رکھنے کا دعویدار ہوسکے اور اسلئے انگلستان یا ڈنمارک کا کوئی جج یہ نہیں کہہ سکتا کہ اٹلی کے مقنن نے اس لڑکے کو (۱۹) سال کی عمر میں بالغ قرار دیدیا ہے۔ اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون مقنن ہے جو اس کو بغیر (۲۱) سال کی عمر تک پہنچے ہوئے نابالغ قرار دیتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ وہ انگلستان یا ڈنمارک کا مقنن ہے۔ کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ اگر وہ چاہے تو اپنی رعایا کی حیثیت کے متعلق اپنے اختیارات کو کام میں لائے اور جو اعتراض اس پر اس بنا پر ہوسکتا تھا کہ وہ اپنے اختیارات ایسی رعایا کی نسبت استعمال کر رہا ہے جس کا توطن انگلستان یا ڈنمارک میں نہیں ہے وہ اٹلی کے مقنن کی دست برداری سے بالکل رفع ہوجاتا ہے پس یہ صورت بلحاظ نتیجہ کے اپنے صحیح حدود میں مسئلہ (Renvoi) کے مطابق ہے جس سے ایک غیر متناہی سلسلہ ایک دوسرے پر حوالہ کرنے کا ختم ہوجاتا ہے مگر اس کی اصل بنیاد مسئلہ رنوائے (Renvoi) پر نہیں بلکہ اس امر پر مبنی ہے کہ اصلی مقدمات میں قانونی تعلقات کی حقیقی نوعیت اور شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد کے حقیقی معنی پر جو ممالک متعلقہ میں نافذ ہیں غور کرنا فرائض میں داخل ہے۔

31

چونکہ میں ایسے ملک میں اور ایسے لوگوں کے لئے لکھ رہا ہوں جن میں توطن کا اصول جاری ہے اس لئے اس کا بتانا کہ اگر یہی مقدمہ ایک اٹلی کے جج کے اجلاس پر پیش ہو تو اس کو کیا کرنا چاہیے گو میرے فرائض میں داخل نہیں ہے مگر اتنا کہنے میں کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی کہ اصل مقدمہ میں سن بلوغ (۲۱) سال نہ قرار دینے کی اس کو بھی کوئی معقول وجہ نہیں ہوسکتی۔ اٹلی کے اصول قومیت اور انگلستان اور ڈنمارک کے اصول توطن کے حقیقی مفہوم پر غور کرنے کے لئے بھی دروازہ کھلا ہوا ہے اور اگر وہ اس کا اتباع کرتا ہے تو اس کا فیصلہ متعلقہ سن بلوغ جب قوانین انگلستان و ڈنمارک اس نتیجہ سے مطابق ہوگا جو اس خیال سے مستخرج ہوتا کہ شخصی قانون بین الاقوام اس کے مقتضی ہیں کہ اس معاملہ میں انھیں ممالک کے اندرونی قوانین کا استعمال کیا جائے لیکن جس قانون کے ذریعہ سے جرمنی کا سول کوڈ پہلی جنوری سنہ ۱۹۰۰ء سے جاری ہوا اس میں اس مسئلہ پر دوسرے طریقہ سے نظر ڈالی گئی ہے۔ اس کے اہم دفعات حسب ذیل ہیں[1]۔

---

[1] یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ جو بین الاقوامی معاہدہ ہیگ کانفرنس منعقدہ سنہ ۱۹۱۲ء میں بل یا چکوں کے

دفعہ (۷) ہر شخص کی حیثیت کا تصفیہ اس ملک کے قانون کے لحاظ سے کیا جائے گا جس ملک سے اس کا تعلق ہے۔

اگر کوئی پردیسی بالغ ہے یا قانونی طور سے بالغ سمجھے جانے کے قابل ہے اور وہ جرمنی کی رعایا ہو جاتا ہے تو اس کے بالغ ہونے کی قانونی حیثیت بدستور قائم رہتی ہے اگرچہ وہ قانون جرمنی کے لحاظ سے نابالغ ہی کیوں نہ سمجھا جاتا ہو۔ اگر کوئی پردیسی شخص ملک جرمنی میں کوئی ایسا عمل کرتا ہے جس کی قابلیت اس میں مفقود یا محدود ہے تو وہ اس حد تک کہ جرمن کا قانون (gesetze) اجازت دے اس عمل کا مجاز متصور ہوگا۔ اس قاعدہ کا تعلق خانگی قانون اور توریث یا ایسی جائداد غیر منقولہ سے جو دوسرے ممالک میں واقع ہو، نہ ہوگا۔

دفعہ (۲۷) اگر ایسے ممالک غیر کے قانون (Recht) کی رو سے جن کے احکام (gesetze) کے متعلق ہونے کا اعلان ذریعہ دفعہ (۷) فقرہ (۱) دفعہ (۱۳) فقرہ (۱) دفعہ (۱۵) فقرہ (۲) دفعہ (۱۷) فقرہ (۱) یا دفعہ (۲۵) کیا گیا ہے جرمنی کا قانون قابل نفاذ قرار پاتا ہے تو اس کا نفاذ کیا جائیگا۔

جرمنی نے بہ اتباع فرانس اور اٹلی کے ذاتی قانون کا معیار بجائے توطن کے قومیت کو قرار دیا ہے اگرچہ اس کو اس خیال سے بصراحت محدود کر دیا ہے کہ جو معاملات جرمنی میں عمل میں آئیں ان کی حفاظت ہو سکے اور ساتھ ہی اس کی حیثیت زیر بحث اور دوسرے متعلقہ معاملات میں شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد کے اختلافات کا پورا لحاظ رکھا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۔ قانون کی یکسانی کئے جانے کے متعلق تیار ہوا تھا، اس میں ایک قاعدہ ہے جس میں قابلیت معاہدہ کا معیار قومی قانون قرار دیا گیا ہے۔ اس شرط کے ساتھ کہ قومی قانون جس دوسرے قانون کا حوالہ دے وہ تسلیم کیا جائے دفعہ ۲ کے الفاظ یہ ہیں: اگر کسی شخص کو اپنے ملکی قانون کے مطابق معاہدہ کرنے کا حق حاصل ہو تو بین الاقوامی معاملات میں بھی اس کو یہ حق حاصل ہوگا اور اگر یہ ملکی قانون کسی اور ملک کے قانون کو تسلیم کرتا ہے تو موخر الذکر کا انطباق کیا جائیگا۔ [۱] ان دفعات میں جن امور کا تذکرہ ہے وہ یہ ہیں دفعہ (۱۳) متعلقہ ازدواج دفعہ ۱۵ ازدواج کا اثر جائداد پر

(Gesetze) سے مراد اس ملک کے وہ قوانین ہیں جو اندرونی کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں اور (Recht) سے تمام نظام قانونی جو شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد کے اشتراک اور میل جول سے پیدا ہوا ہے۔

جرمنی کے آخرالذکر قواعد کی نسبت سمجھا جاتا ہے کہ وہ دوسرے ممالک کے اندرونی قوانین کے حوالے دیتے ہیں لیکن اگر معاملات متذکرۂ دفعہ (۲۷) میں اس ملک کا شخصی قانون بین الاقوام جس کے اندرونی قوانین کا حوالہ دیا گیا ہے اس معاملہ کو پھر جرمنی پر محول کرتا ہے تو (Renvoi) رنیوائے کا مسئلہ ذریعۂ استثنا کے تسلیم کر لیا جاتا ہے اور مزید حوالہ کی ضرورت نہیں پڑتی اور جرمنی کا اندرونی قانون کام میں لایا جاتا ہے۔ اگر اٹلی کا ایک جج اس طریقہ کو اختیار کرے گا تو اس کو یہ فیصلہ کرنا پڑیگا کہ انگلستان یا ڈنمارک کا باشندہ جو کہ اٹلی میں متوطن ہے (۱۹) سال کی عمر میں بالغ ہو جاتا ہے۔ اس طریقہ کی تائید اس عام اصول سے ہوتی ہے جو فان بار نے مستند مقنن نے اپنے اس مضمون میں درج کیا ہے جو اس نے قانون بین الاقوام کی مجلس میں پیش کیا تھا۔

نظریات موسیو دوبار۔

(۱) جہانتک کہ غیر ملکی قوانین کے انطباق کا تعلق ہے ہر عدالت کو چاہیئے کہ وہ اپنے ملک کے قوانین پر عمل پیرا ہو۔

(۲) اگر اس کے خلاف کوئی قطعی قاعدہ نہ ہو تو اصول قانون خانگی بین الاقوام کے مطابق عدالت کو مفصلۂ ذیل امور کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

(الف) کسی غیر ملکی قانون کے دفعات کا جن کے ذریعہ سے اس غیر ملک کے باشندوں پر دیگر ممالک میں ذاتی قانون کے اطلاق کی ممانعت کر دی گئی ہو اور جس کا اصل مطلب یہہ ہو کہ ذاتی قانون توطن کے قانون سے محدود یا اس ملک کا قانون ہو جہاں امر متنازعہ فیہ کا ارتکاب کیا گیا ہے۔

(ب) دو یا دو سے زاید غیر ممالک کے قوانین کا جب یہ امر پایۂ یقین کو پہنچ گیا ہو کہ ان میں سے کم از کم ایک اپنے حد اختیار سے باہر نہیں گیا اور وہ دونوں

بقیۂ حاشیہ صفحہ ۴۲۔ دفعہ (۱۷) متعلقہ طلاق و دفعہ (۲۵) توریث بر بنائے موت۔

اس امر پر متفق ہوں کہ فلاں تجویز ایک ہی قانون کی رو سے صادر ہوئی ہے۔ ستمبر ۱۹۰۰ء
اس سے ظاہر ہوگا کہ مضمون مذکور کے (۲) میں ایک ایسا ملک (الف)
فرض کیا گیا ہے جس میں ذاتی قانون کا معیار قومیت قرار پایا ہے اور جس قومیت کا ذکر
ہوا اس کا ملک (ب) ذاتی قانون کو اشخاص زیر بحث کے مقام توطن (ج) پر
منحصر کرتا ہے یا اس ملک پر جہاں اس سے یہ فعل عمل میں آیا۔ اگر (ج) اور (الف)
ایک ہی ہیں تو یہ صورت جرمنی کے دفعہ (۲۷) کے مطابق ہے اور اس کا فیصلہ اسیطرح
ہوگا جیسا کہ دفعہ مذکور میں بتایا گیا ہے۔ اگر (ج) (الف) سے مختلف ہے تو ہم کو پھر
(Rückver weisung) کی طرف عود کرنے کی ضرورت نہوگی بلکہ ایک مزید حوالہ
(Weiterver weisung) کی ضرورت ہوگی دونوں صورتیں (Renvoi) رینوائے
کے نام سے موسوم ہونگی اور فاضل بارنے دونوں کا ایک ہی قاعدہ بتایا ہے۔ دونوں
سے اس ملک کے اندرونی قوانین متعلق ہوں گے جن کی طرف عود کیا گیا ہے یا مزید حوالہ
دیا گیا ہے۔ یہ مسئلہ یہیں پہونچکر ٹھہر جاتا ہے "مزید حوالہ" کی تشریح کے لئے فرض کرو کہ
ہمارے قدیم مثال کے اشخاص جو انگریز یا ڈین متوطن اٹلی ہیں ایک وصیت نامہ (۲۰)
سال کی عمر میں لکھکر مر جاتے ہیں اور وہ وصیت نامہ جرمنی میں بغرض تصفیہ پیش ہوتا ہے۔
مضمون محولۂ بالا کی رو سے یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ وہ (۱۹) سال کی عمر میں بالغ ہو چکے
تھے "مزید حوالہ" کے ایک مقدمہ کو انگلستان کے جج کے سامنے لانے کے لئے ہم کو
یہ فرض کرنا چاہیئے کہ ایک ملک مثلاً امریکہ کی ریاست ہائے متحدہ میں سے کسی ایک
ریاست نے جس کی طرف انگلستان نے بحیثیت مقام توطن کے پہلے رجوع کیا تھا،
اور جو ذاتی حیثیت کو مقام تکمیل دستاویز یا مقام آغاز کارروائی پر منحصر کرتی ہے
ایسے ملک کی طرف رجوع ہونے کی مزید ہدایت کی جہاں فعل زیر بحث مثلاً نکاح
عمل میں آیا تھا۔ اگر وہ ملک جس میں فعل واقع ہوا اس فعل کے جواز کو اپنے ملک کے اندرونی
قانون کی مطابقت پر منحصر کرتا ہے تو وہ صورت جو فاضل بارنے اپنے مضمون کے ضمن
(ب) میں بتائی ہے پیش آتی ہے کیونکہ وہ ملک جسکی طرف پہلے رجوع کیا گیا اور وہ ملک جسکی طرف
بعدہ رجوع کیا گیا دونوں اسپر متفق ہونگے کہ اسکا فیصلہ موخرالذکر ملک کو کرنا چاہیئے۔ مگر انگلستان
کے جج کی رائے کے مطابق ان دونوں ممالک میں سے کوئی ایک ملک اسکے فیصلہ کا مجاز ہو سکتا ہے۔

اور اس بنا پر وہ غالباً فیصلہ کو قانون مقام آغاز کارروائی پر محول کرنے میں مطلق متنفر نہ ہوگا لیکن اگر وہ ملک جس میں فعل کا وقوع ہوا، مزید ہدایت مثلاً قومیت کی طرف کرتا ہے تو انگلستان کے جج کو تمام معاملہ پر اس کے اصلی قانونی تعلقات کی نوعیت اور قواعد متعلقہ کے لحاظ سے نظر ڈالنی ہوگی۔

اب ان جرمنی قواعد نے جو عام اعتبار حاصل کیا ہے اس کا اظہار باقی رہجاتا ہے شخصی قانون بین الاقوام کے متعلق جو باضابطہ مجلسیں ۱۸۹۳ء، ۱۸۹۴ء اور ۱۹۰۰ء میں بمقام ہیگ ہوئیں ان میں بدقسمتی سے انگلستان نے شرکت نہیں کی۔ ان اجلاسوں کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ ۱۲ر جون ۱۹۰۲ء کو نکاح، طلاق اور نابالغوں کی ولایت کے متعلق تین معاہدے یورپ کی بارہ سلطنتوں میں منعقد ہوئے اور ۱۷ر جولائی ۱۹۰۵ء کو دوسرے تین معاہدے ذاتی تعلقات۔ زوجین کی جائداد۔ توریث اور وصیت ناموں اور نابالغین کے محافظین کے متعلق سات سلطنتوں میں ہوئے[۱] ۱۴ر نومبر ۱۸۹۶ء کے معاہدہ کی نظر ثانی ایک بعد۔ کے معاہدۂ متعلقہ ضابطۂ دیوانی سے پندرہ سلطنتوں کے درمیان عمل میں آئی۔ جو معاہدہ ازدواج کے متعلق ہوا وہ قانون جرمنی کے دفعات ۷ اور ۲۷ کے مطابق تھا، اس کے مرتب ہوتے وقت کانفرنس میں تبدیل خیالات کا موقع ہوا ہوگا اور اس کا جو اثر ہوا وہ اسطرح بیان کیا جاتا ہے۔

دفعہ (۱) معاہدۂ ازدواج کے انعقاد کے حق کی بنیاد زوجین کے ممالک کے قوانین پر ہے جہاں تک کہ قوانین مذکور کی کسی دفعہ میں کسی دوسرے قانون کا حوالہ نہ ہوئیگی[۲]

---

[۱] فرانس نے معاہدہ ۱۹۰۲ء کو ۱۹۱۲ء میں اور ۱۹۰۵ء کے معاہدات کو ۱۹۱۶ء میں اس عذر سے کہ وہ اس کی مصلحت عامہ کے خلاف ہیں منسوخ کر دیا (دیکھو کلنٹ ۱۹۱۴ء صفحہ ۳۰۱ اور کلنٹ ۱۹۱۷ء صفحہ ۴۰۱) بلجیم نے بھی بذریعہ حکم مورخہ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۱۸ء معاہدات ۱۹۰۲ء سے اپنی علٰحدگی کا اعلان کیا۔ ۱۹۰۲ء کے معاہدات متعلقہ ولایت نابالغین اور ۱۹۰۵ء کے معاہدات متعلقہ ضابطۂ کارروائی دیوانی صلحنامہ وارسیلز کے دفعات ۲۸۷، ۲۸۲، ۲۸۲ میں جو جرمنی اور سلطنتہائے متحدہ اور دوسری سلطنتہائے معاہدین ہوا بالصراحت درج کئے گئے۔

[۲] ۴ آر ڈی آئی۔ ایل۔ سی ۲ سلسلہ صفحہ ۴۸۸-۴۰۰ کلنٹ ۱۲-۳ دفعہ ۲ کی رو سے کچھ لحاظ اس مقام کے

اس طور سے معاہدۂ ازدواج کے ہر فریق کی حیثیت اس کے قومی قانون کے تابع رہے گی۔ البتہ اگر وہی قانون اس کو بصراحت تمام قانون توطن پر منحصر کرتا ہے اور صاف طور سے اس کا اظہار کرتا ہے کہ اس کو اس معاملہ میں کوئی دخل نہیں تو اس کے اندرونی احکام سے کام نہ لیا جائے گا۔ یورپ کے دوسرے ممالک کی عدالتوں نے رنوائے Renvoi کے مسئلہ کو بہ نسبت نامنظور کرنے کے زیادہ تر منظور ہی کیا ہے۔ ڈاکٹر بیٹ نے جو نوٹس اس مسئلہ کے متعلق لکھے ہیں اس کے صفحہ ۲۴-۲۹ پر ان تمام فیصلہ جات کا ذکر کیا ہے جو سنہ ۱۸۵۶ء سے جب سے اس مسئلہ کی ابتدا ہوئی آخر سنہ ۱۹۱۰ء تک ہوئے ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ فرانس نے (۱۳) مقدمات میں اس کو منظور اور (۳) میں نامنظور کیا۔ بلجیم نے (۵) مقدمات میں سے کسی مقدمہ میں اس کو نامنظور نہیں کیا۔ اسپین میں ایک ہی مقدمہ کہیں اس کی بحث ہوئی اور وہ منظور کی گئی۔ ہیندرلینڈ اور سوئٹزرلینڈ میں ایک ہی مقدمہ ایسا ہے اور وہ نامنظور ہوا۔ جرمنی میں قبل اجرائی کوڈ مذکور کے (۱۰) اس کے موافق اور (۱۲) اس کے خلاف فیصل ہوئے۔ مجموعی نتیجہ یہ ہے کہ (۲۹) مقدمات میں اس کی تائید اور (۱۷) میں اختلاف کیا گیا[1]۔ فرانس کی ہائیکورٹ نے ایک عرصہ تک مختلف فیصلوں کے بعد سنہ ۱۹۱۰ء میں نہایت زور کے ساتھ اس مسئلہ کی تائید کی۔ (کلنٹ سنہ ۱۹۱۰ء صفحہ ۸۸۸) یہ رائے ابتداءً مقدمۂ فورگو بمقدمہ سولی (کلنٹ ۱۸۸۲ء صفحہ ۶۴) میں دی گئی تھی۔ اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ فرانس کا اصول قانون اس مسئلہ کی پورے طور سے تائید کرتا ہے اگرچہ مشاہیر مقننین کی کثیر تعداد اس کے خلاف میں ہے۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں قانون بین الاقوام کی انجمن نے ایک پیچیدہ دفعہ کے اصول کے تحت میں رائے لی۔ (۲۱) رائیں مسئلہ رنوائے کی مخالفت میں اور (۶) اس کی تائید میں آئیں۔ فریق غالب میں ایسر۔ بوئسیو۔ بزائی۔ کتالانی۔ کارسی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵۔ قانون کا بھی کیا گیا ہے جہاں انعقاد ہوا جیسا کہ ہم کو آگے چلکر نکاح کے بیان میں معلوم ہوگا۔

[1] یہ فقرہ قائم رکھا گیا ہے کیونکہ گذشتہ دس سال میں عام طور سے فیصلہ جات کا رجحان اسی طرف رہا ہے اور اسلئے یہ دلیل بجائے خود ہے۔

اس مسئلہ پر زمانۂ حال کے مباحث کیلئے دیکھو کتاب "مسئلہ رنوائے" مصنفہ ڈاکٹر پوٹو۔ پیرس سنہ ۱۹۱۳ء۔

ڈی کیمبس۔ ڈروپیپ۔ فچلی۔ ہلٹی۔ ہولینڈ۔ کبڈگی۔ لہر۔ وان لسٹ۔ لائین کین۔ میڈو سی ریٹالٹ۔ کونسٹ رویسٹ۔ اروسکی۔ ڈی راسکو وسکی۔ بسیکرڈوٹی۔ اسٹریٹ۔ ویس نچھ۔ اور فریق مغلوب میں وان بار۔ بروسہ۔ ہاربرگ۔ روجن۔ ویس اور ویسٹ لیک تھے[1]

35

ڈاکٹر بیٹ نے یورپ کے دیگر ممالک کے جن مقدمات کا حوالہ دیا ہے ان سے قبل انگلستان میں یہ سوال پیش ہوچکا تھا کہ جب قانون بین الاقوام کا قاعدہ کسی ملک کے قانون کی طرف رجوع ہونے کی ہدایت کرتا ہے تو آیا اس کا صحیح مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اس ملک کے کل قانون کی طرف توجہ کی جائے یا صرف اس کے اندرونی قانون کی جانب۔ اس موقع پر موثر خانہ طریقہ سے اس پر نظر ڈالنے کی ضرورت نہیں ہے کہ توریث جائداد منقولہ کو اشخاص زیر بحث کے ذاتی اور حیثیتی قانون سے کیا تعلق ہے۔ صرف اسقدر بتادینا کافی ہے کہ انگلستان میں اس تعلق کی نسبت ضرورت سے زیادہ سختی برتی گئی۔ اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا کہ اشخاص زیر بحث کے ملک توطن کے قانون کے مطابق تقسیم ہونی چاہیئے بلکہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ خود وصی متوطن انگلستان ہو، اس کو لازم ہے کہ اپنے مقام توطن کے قانون کے مطابق وصیت نامہ مرتب کرے۔ اس بناء پر قانون بین الاقوام کے اس انگریزی قاعدہ اور اس عام طور سے مشہور اور معروف قاعدہ میں اختلاف ہوگیا جس کی رو سے کم از کم ایک فعل جو قانون مقام آغاز کارروائی یا قانون مقام تکمیل دستاویز کے مطابق کیا جائے، جائز متصور ہوتا ہے اگرچہ قانون مذکور اس کو اس خاص شکل میں کئے جانے کا حکم بھی نہ دیتا ہو۔ جن مقدمات میں اس اختلاف کی بحث پیش آئی ان میں انگلستان کی عدالتوں کو پورے طور سے اس اعلان کا موقع ملا کہ توریث جائداد منقولہ کے معاملات میں شخصی قانون بین الاقوام کا وہ قاعدہ جو اس نے اختیار کیا ہے ملک محولہ کے جملہ قانون کی طرف اشارہ کرتا ہے یعنے اس فیصلہ کی طرف جو خاص اس مقدمہ میں ملک مذکور میں صادر ہوتا۔ اس طور سے سر ہربرٹ جینر نے ڈی بونیوال بنام ڈی بونیوال کے مقدمہ میں (۱۸۳۸ء (۱) کرٹس ۸۵۶) جس میں ایک وصیت نامہ کا طرز تحریر زیر بحث تھا۔

---

[1] لہ ار پورٹ سالانہ انجمن قانون بین الاقوام صفحات ۳۴ و ۱۷۶ و ۱۷۷۔

اس تجویز کے بعد کہ متوفی فرانس کا متوطن تھا یہ لکھا کہ "اس کی وصیت نامہ اور توریث جائداد ذاتی کے جواز کے فیصلہ کی مجاز اسی ملک کی عدالتیں ہیں اور یہ اتباع مقدمہ ہیر بنام نسمتہ ۲ آدمس ۲۵ [۵۱] عدالت ہذا وصیت نامہ کی صحت کے متعلق کارروائی ملتوی کرتی ہے جبتک کہ عدالتہائے فرانس اس کی صحت یا غیر صحت کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کر دیں"۔ اس تجویز کے مطابق وصیت نامجات متعلقۂ جائداد منقولہ جو وصی کے مقام توطن کے قانون کے مطابق بھی نہ تھے اس شہادت کے پیش اور منظور ہونے پر کہ وہ اس ملک میں بھی نافذ قرار پاتے منظور کر لئے گئے۔ دیکھو مقدمۂ کولیر بنام ریواز (۱۸۴۱ء) ۲ کرٹ ۸۵۵ مصدرہ سر ہربرٹ جنز و مقدمۂ فری بنام فری (۱۸۴۷ء) ۵ نوٹس مقدمات ۴۹۲ مصدرہ ایضاً جو اسوقت سر ایچ جنز فسٹ ہو گئے تھے و مقدمۂ گروکنڈن بنام فلر۔ ۱۔ سابی و ٹریسٹین ۱۴۴ مصدرہ سر سی گرس ویل و مقدمۂ لینیولی بنام انڈرسن (۱۸۶۰ء) سابی و ٹریسٹین ۲۴ سر سی کرس ویل و مقدمۂ ان سلو الارڈک بنام کنین ۲ سابی و ٹریسٹین ۱۲۷ (ڈاکٹر لاڈین نے اپنے اختلاف سے دست برداری کر لی جب اسکاٹلینڈ میں یہ تجویز ہوئی کہ ایک وصی کا وصیت نامہ وہاں نافذ قرار پائے گا اگر وہ قانون مقام آغاز کارروائی یا تکمیل دستاویز کے مطابق ہوگا) و مقدمۂ براؤن بیکورڈ (۱۸۹۴) ۷۰ لا ٹائمس نیو سیریز (۱۸۱۱ء) مصدرہ سر ایف جین اور مقدمۂ لیکرائس (۱۸۷۷ء) ۳ پیری و ڈیوڈسن ۹۲ میں۔ سر جے ہینن نے یہ تجویز کیا کہ لارڈ کنگس ڈاؤن کے ایکٹ میں اس ملک کے قانون سے جہاں (وصیت نامہ) مرتب ہوا وہ قانون مراد ہے جواز روئے قانون مقام تکمیل دستاویز یا آغاز کارروائی مقدمۂ زیر بحث سے متعلق ہوگا۔ مقدمۂ ریمر بنام فریمن (۱۸۵۷ء) ۱۰ مور پرایوی کونسل ۳۰۶ (فیصلہ جوڈیشل کمیٹی مصدرۂ لارڈ دنسلیڈیل) میں ایک وصیہ متوطنہ فرانس کا لکھا ہوا وصیت نامہ جو انگلستان کے قانون کے مطابق تھا نامنظور کیا گیا۔ عدالت ایک پیچیدہ دلیل سے اس نتیجہ پر پہونچی کہ یہ وصیت نامہ فرانس میں غیر نافذ قرار پاتا۔[۵۲] مقدمۂ ٹرو فورٹ (۱۸۸۷ء) ۳۶ چانسری ڈویژن ۶۰۰ میں مسٹر جسٹس

---

[۵۱] ایک ایسا مقدمہ جس میں بجائے فرانس کے اسکاٹ لینڈ کی بحث تھی ۱۸۱۸ء میں سر جان نکول کے سامنے پیش ہوا تھا۔

[۵۲] اس میں اور نیز ان میں سے بعض دوسرے مقدمات میں فرانس اور بلجیم میں جو توطن اختیار کیا گیا تھا وہ ان ممالک کی حکومتوں کا مجاز نہ تھا بلکہ شخصی قانون بین الاقوام کا توطن تھا جس کو جوڈیشل کمیٹی نے بمقدمہ ریمر بنام فریمن توطن بربنائے قوانین اقوام کے نام سے موسوم کیا ہے اور جو حقیقی واقعہ کے طور سے بحال خود اسی طرح نافذ ہے جیسا کہ وہ توطن با جازت تھے مسئلہ کی ایجاد کے قبل رائج اور نافذ تھا۔

اسٹرلنگ کو ایک ایسے سوئیٹ زرلینڈ کے باشندے کی تقسیم جائداد منقولہ کے ضمن میں جس نے فرانس میں توطن اختیار کر لیا تھا، ہمارے مسئلہ توطن کے معنی پر غور کرنے کی احتیاج ہوئی۔ اس بارہ میں قانون فرانس عام طور سے بلجیم کے قانون کو تسلیم کرتا ہے، اور اس بارہ میں دونوں سلطنتوں میں ۱۸۶۹ء سے معاہدہ چلا آتا ہے۔ سوئیٹ زرلینڈ میں ایک مقدمہ اسی طور کا فیصل ہوا تھا اور فاضل جج نے وصیت ناموں کی طرز تحریر کے مقدمات کا لحاظ کر کے لکھا کہ "جو دعوے اس وقت منجانب فریق اول عدالت ہذا میں پیش ہے، وہ ایسی عدالتوں میں پیش ہو کر فیصل ہو چکا ہے، جو متوفی کے وطن کے قانون کے لحاظ سے اس کی سماعت کی مجاز تھیں .... اس لئے ہم ان کے فیصلوں کے پابند ہیں"۔

جس سوال سے ہم اس وقت بحث کر رہے ہیں، اس کا جواب ابتک ہم کو انگریزی عدالتوں سے سرسری طور سے ملتا رہا ہے اگر مقدمہ جانسن۔ رابرٹ بنام اٹرنی جنرل (۱۹۰۳) ا چانسری ۸۲۱ میں مسٹر جسٹس فاروِل کو اس مسئلہ پر پوری توجہ کرنی پڑی، مقدمہ مس جانسن کی جائداد منقولہ کی تقسیم کے متعلق تھا جو کہ ایک انگریزی رعایا تھی، اور پیدائش کے وقت سے جزیرہ مالٹا میں اس کا توطن تھا، مگر موت اور تحریر وصیت نامہ کے وقت ۱۸۹۴ء میں بیڈن کی گرانڈ ڈچی میں رہتی تھی، اگرچہ باضابطہ طریقہ سے وہاں کی رعایا نہیں بنی تھی۔ توطن کے انگریزی اصول کے مطابق جج کو بیڈن کے قانون کی طرف رجوع کرنا پڑا اور رجسٹرار عدالت کے صداقت نامہ سے ظاہر ہوا کہ بیڈن کے قانون کی رو سے متوفیہ کی ایسی جائداد کی قانونی توریث جو اس نے وصیت نامہ کے ذریعہ سے منتقل نہ کر دی ہو، اس ملک کے قانون کی تابع ہے جس کی وہ اپنی موت کے وقت رعایا تھی، اس طور سے بیڈن کے قانون کے دریافت کرنے کا خواہ منشا کچھ ہی رہا ہو، مگر رجسٹرار عدالت کے جواب سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس کا مقصد، اس ملک کے کل قانون سے ہے نہ کہ صرف اندرونی قانون سے۔ فاضل جج نے اس رائے کو مسئلہ زیر بحث سے ٹھیک طور سے مطابق پا کر اور اس کے ساتھ عملی طور سے اتفاق کر کے یہ تجویز کی کہ "توطن اختیاری (Domicile of Choice) جس کا اختیار کردہ ملک میں تقسیم جائداد منقولہ پر کوئی ایسا اثر نہ پڑتا ہو کہ اس سے کسی قسم کے حقوق یا ذمہ داریاں پیدا ہوتی ہوں، وہ اس مقصد کے لئے مطلق توطن نہیں ہے اور اس لئے مورث کا اصلی توطن (Domicile of Orgin) بحال خود قائم رہتا ہے۔ بیڈن کی عدالتوں نے

87

فی الحقیقت، اس سے اور اپنے جو رسڈکشن کے دعوے سے، دست برادری کر لی ہے"۔ ضمناً یہ امر قابل بیان ہے کہ جائداد منقولہ کی توریث، یا عام طور سے ذاتی حیثیت کے مقاصد کے لحاظ سے توطن اختیاری اور توطن اصلی میں تمیز کرنے کی، نہ کوئی وجہ ظاہر کی گئی ہے اور نہ بظاہر کوئی نظر آتی ہے۔ اصل معاملہ میں یہ تجویز اور وہ دلیل جو اس سے نقل کی گئی ہے، اس اصول کے بالکل مطابق ہے جس کی تائید میں کرتا رہا ہوں۔ بیڈن کے قانون نے بیڈن کے توطن کو بحث سے خارج کر دیا اور جائداد منقولہ کی تقسیم اس کی عدم موجودگی میں قانون مالٹا کی رو سے عمل میں آئی۔ دوسرے الفاظ میں توطن کا قاعدہ بے سروپا طریقہ سے نہیں برتا گیا ہے بلکہ اس طرح کام میں لایا گیا ہے کہ اس سے ایک ایسی تمدنی جماعت کی رکنیت کا پتہ چلتا ہے جو خانگی قوانین کی اغراض سے قائم ہے، اور اس بناء پر وہ ایسے ملک میں نافذ نہیں متصور ہو سکتا، جہاں یہ جماعت، توطن کے اصول پر قائم ہی نہ ہو۔ "رنوائے" کے مسئلہ کے متعلق جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایسے دائرہ میں لیجاکر ڈال دیتا ہے جس سے نکلنا محال ہو جاتا ہے، فاضل جج کے لئے موجب خوف نہ ثابت ہوا۔ اُس نے بیڈن کی ایک ایسی رعایا کی صورت فرض کی جس نے انگلستان میں توطن اختیار کر لیا ہے اور یہ لکھا کہ "اس صورت میں ایسے اختلاف اور تصادم قوانین کا ہونا لازم ہے اور اس سے کوئی چارہ نہیں"۔ اگر اس کی جائداد منقولہ کی تقسیم اس عدالت کے ذریعہ سے عمل میں آئے گی تو وہ اسی حد تک ہمارے قانون کے مطابق ہوگی، لیکن اگر بیڈن کی عدالتیں اس کو تقسیم کریں گی تو وہ اپنی حد تک بیڈن کے قوانین کی پابندی کریں گی"۔ یہ بالکل درست ہے مگر یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا شخص زیر دریافت کی موت اس کا تعین نہیں کر دیتی کہ کن قواعد کی رو سے اور منجملہ دونوں ممالک کے کس ملک میں اس کی جائداد غیر منقولہ میں توریث جاری ہوگی، تاکہ تقسیم پر ان اشیاء کو بیڈن سے انگلستان اور انگلستان سے بیڈن لیجانے کا اثر نہ پڑے اور ان کا تصفیہ شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد سے خواہ وہ مسئلہ "رنوائے" ہو یا کوئی دوسرا مسئلہ، ہو جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسے ممالک کا فیصلہ جن کے ذاتی قانون کا معیار مختلف ہے باہم یکساں نہیں ہو سکتا۔ توطن قانون بین الاقوام [1] (Domicile of Internal Law) جو "توطن واقعی" Domicile of fact کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور جس سے ہم نے

38

اس فصل میں بحث کی ہے بعض دوسرے ممالک میں بھی متعارف ہے۔ (دیکھو فرنچ سول کوڈ ۱۰۲) اگر اس سے پردیسی اس وقت تک متفید نہیں ہوسکتے جبتک کہ اس کی تکمیل حکومت کی منظوری سے نہ ہوجائے (دیکھو کوڈ مذکور ۱۳) اور اس حالت میں وہ قانونی توطن (Legal domicile) کے نام سے ممیز کیا جاتا ہے۔ مقدمہ بویس (۱۹۰۲) ۲۲ و ٹائمس لا رپورٹ ۱۱، میں وہی جو انگریزی رعایا تھا فرانس میں واقعی توطن رکھتا تھا نہ کہ قانونی توطن، اور مسٹر جسٹس سوئن فن ایڈی نے، بصراحت مسٹر جسٹس فارول کے فیصلہ مقدمہ جانسن کا اتباع کرکے یہ تجویز کی کہ اس کے وصیت نامہ کی تعبیر اور تعمیل انگریزی قانون کے لحاظ سے ہونی چاہیئے۔ اس طور سے انگلستان کی عدالتوں میں مسئلہ رنوائے اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب کہ فیصلہ کی بنیاد توطن بین الاقوامی پر قائم نہیں ہوسکتی۔ یا تو اس وجہ سے کہ (۱) ممالک غیر زیر بحث میں بجائے توطن کے قومیت کا معیار اختیار کیا گیا ہے (مثلاً بیڈن، بمقدمہ جانسن) یا (۲) توطن بین الاقوامی کی تکمیل، بذریعہ قانونی منظوری کے نہیں ہوئی جو اس ملک میں لازم ہے (مثلاً فرانس بمقدمہ بویس)۔

میں اس بحث کو اس رائے پر ختم کرتا ہوں جو کہ معقول ہے اور دلیل پر مبنی ہے کہ جب کوئی قاعدہ کسی غیر ملک کے قانون کی طرف رجوع ہونے کی ہدایت کرے تو اس سے یہ سمجھنا چاہیئے کہ ملک مذکور کا کل قانون مراد ہے، اس میں لازمی طور سے وہ کل حدود شامل ہیں جو وہ خود اپنے استعمال کی نسبت قائم کرتا ہے کیونکہ اگر ان کا لحاظ نہ کیا جائے تو یہ کہنا مشکل ہوگا کہ وہ فی الحقیقت وہی قانون تھا جو کام میں لایا گیا۔ یہی ایک رائے ایسی ہے جو انگریزی فیصلوں میں اختیار کی گئی ہے اور کم از کم یورپ کے دوسرے ممالک میں اس کی تائید ہوئی ہے۔

ایک حال کے مقدمہ میں بالکل مختلف حالات میں مسئلہ "رنوائے" پیش آگیا تھا مگر عدالت نے اس پر بحث نہیں کی۔ ایک ہنڈی کی تعبیر کا مسئلہ تھا جو امریکہ میں لکھی گئی اور انگلستان میں سکھاری گئی تھی اور وہیں واجب الادا تھی۔ امریکہ کے خریداران ہنڈی نے اس ہنڈی کو خرید لیا اور اس سامان کے بل آف لیڈنگ کے ساتھ جسکی بابت ہنڈی مذکور لکھی گئی تھی، ہنڈی سکھارنے والے کے پاس انگلستان میں بھیج دیا۔ اس نے

رقم کے واجب الادا ہونے کی تاریخ پر اس کا روپیہ ادا کردیا، لیکن یہ معلوم کرکے کہ بل آف لیڈنگ جعلی تھا اور اس کی بابت کوئی سامان نہیں بھیجا گیا تھا، اس دعوے سے کہ ہنڈی بل آف لیڈنگ کے اصلی ہونے کی شرط سے مشروط تھی، اپنی رقم ادا کردہ کے وصول کے لئے امریکہ میں رجوع عدالت ہوا۔

امریکہ کی عدالت نے یہ تجویز کی کہ اس مسئلہ کا فیصلہ کہ آیا ہنڈی مشروط تھی یا غیر مشروط، انگلستان کے قانون سے ہونا چاہیئے۔ بعدہ جب یہ مقدمہ انگلستان کی عدالت میں دائر ہوا تو وہاں یہ تجویز ہوئی کہ بلحاظ الفاظ دفعہ (۷۲) ایکٹ بل آف اکسچینج، اس امر کا فیصلہ کہ ہنڈی مشروط ہے یا غیر مشروط، امریکہ کے قانون سے ہونا چاہیئے چنانچہ جج نے قانون مذکور کو دیکھ کر اور امریکہ کے فیصلوں کی تعبیر پر لحاظ کرکے اپنی تجویز صادر کی۔ یہ امر قابل بیان ہے کہ جب امریکہ کی عدالت نے یہ تجویز کردی تھی کہ تعبیر کا معاملہ انگریزی قانون سے طے ہونا چاہیئے تو انگریزی عدالت کو چاہیئے تھا کہ اس رائے کو قبول کرکے مقدمہ کا فیصلہ ہنڈی کے بین الاقوامی انگریزی قانون کی رو سے کرے۔ مرافعہ میں لارڈ چیف جسٹس اسکروٹن نے اس امر پر شبہ ظاہر کیا کہ آیا انگریزی عدالت کو یہ معاملہ امریکہ کے قانون کی طرف دوبارہ رجوع کرنا چاہیئے تھا یا نہیں؛ مگر مسئلہ "نولائے" کی منظوری یا نامنظوری سے کوئی بحث نہیں کی۔ کیونکہ عدالت اپیل نے یہ تجویز کی کہ تعبیر خواہ انگریزی قانون سے کی جائے یا امریکہ کے قانون سے نتیجہ واحد ہے[1]

---

[1] گارنٹی ٹرسٹ کمپنی بنام ہینی و کمپنی (۱۹۱۸) ۲ کے۔ بی۔ ۶۶۰۔

فصل سوم

اہلیت اور بیرونی ولایت اور محافظت

اب ہم اس کتاب کے اصل موضوع یعنے شخصی قانون بین الاقوام کے ان قواعد سے بحث کریں گے جو انگلستان میں مقبول ہیں اور اس مقصد کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اٹلی کے کوڈ کا اتباع کرکے اشخاص کی حیثیت اور خاندانی تعلقات سے بحث شروع کریں۔ جس اصول کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کی تائید انگلستان کے اہل الرائے کرتے ہیں یا جن میں وہ انکار یا اقرار کے لحاظ سے مختلف الرائے ہیں ان کو ہم بغرض آسانی 'دفعہ' سے ممیز کریں گے۔ یہ اصول اپنی وسعت اور اہمیت میں بلحاظ ان مواقع کے جن میں ہماری عدالتوں کو اس مضمون کے مختلف حصص کے متعلق قائم کرنے پڑے، باہم مختلف ہوں گے۔ اس لئے اُن پر اس طور سے نظر نہ ڈالنی چاہیے جس طرح کہ پارلیمنٹ کے کسی ایکٹ کے مسودہ کے دفعات پر نظر ڈالی جاتی ہے، بلکہ ان کو انگلستان کے اصول قانون کی حقیقی حالت کے اظہار کا ایک ذریعہ تصور کرنا چاہیے۔ ان میں جا بجا ہم آئرلینڈ کے اہل الرائے کا حوالہ بھی دیں گے کیونکہ ان معاملات میں انگلستان اور آئرلینڈ دونوں کے قوانین یکساں ہیں اور اسکاٹ لینڈ کے مرافعوں پر جو ہاؤس آف لارڈس نے کئے ہوں اور نوآبادیوں کے ان مرافعوں پر جو پریوی کونسل میں طے ہوئے ہوں، کوئی خاص ریمارک نہ کرینگے۔ جبتک یہ ظاہر ہوتا رہے گا کہ شخصی قانون بین الاقوام کے کسی خاص قاعدہ کو اس ملک کے قومی قانون کا ایک جزو قرار دینا مقصود نہیں ہے، جہاں کا مرافعہ ہوا ہے۔

دفعہ ۱۔ جن مواقع پر کسی شخص کے ذاتی قانون سے انگلستان میں کام لیا جانا جائز متصور ہوتا ہے تو اس قانون کا تعین شخص مذکور کے توطن سے ہوتا ہے نہ کہ اس کی سیاسی قومیت سے۔

دفعہ ۲۔ جب کسی شخص کی اہلیت متعلقہ افعال بربنائے عمر زیر بحث ہوتی ہے تو اس کے تصفیہ کے لئے انگلستان میں اس کے ذاتی قانون کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

مفصلۂ ذیل اہل الرائے ایسی صورتوں میں ذاتی قانون کو تسلیم کرنے کے مخالف ہیں۔

جو شخص ان تمام قوانین کی رو سے جن کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے حد بلوغ کو نہ پہونچا ہو اس کی اس اہلیت کا فیصلہ کہ آیا وہ خاص قسم کی اشیاء کے متعلق خواہ وہ ضروریات زندگی میں سے ہوں یا نہ ہوں، اس ملک کے قانون کی رو سے ہوگا جہاں معاہدہ عمل میں آیا۔ سیل بنام رابرٹس (۱۸۰۰) ۳ اسپانکس ۱۲۳ (جج لنڈن)؛ ایک شخص جو اپنے مقام توطن کے قانون کے لحاظ سے نابالغ ہے، ایک دوسرے ملک میں جاکر رہتا اور تجارت کرتا ہے اور وہاں دیوالیہ قرار پاتا ہے، اس کی ذاتی جائداد جو اس کے ملک توطن میں واقع ہے، اس دیوالیہ کے مفوض الیہ کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ اسٹیفنس بنام میک فرلینڈ (۱۸۴۵) ۸ آئرش ایکوئٹی رپورٹس ۴۴۴ جج بلیک برن؛ عام طور سے ذاتی قابلیت اور ناقابلیت معاہدہ کرنے والے اشخاص کی اس مقام کے قانون پر منحصر ہوتی ہے جہاں معاہدہ کیا جاتا ہے۔ جج کراس ویل، مقدمہ سائمونن بنام مالک (۱۸۷۰) ۲ ایس و ٹی ۶۷۔ اگرچہ اس رائے سے جو انھوں نے مقدمہ میٹی بنام میٹی میں جس کا ذکر آیندہ نمبر ۱۲ پر کیا گیا ہے ظاہر کی ہے، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ قطعی طور سے قانون مقام معاہدہ کے مؤید تھے؛ مقدمہ اسکاٹیمور بنام ڈی بارروز (۱۸۷۹) ۵ پیرتی ڈیویژن ۹۴ میں، جیمن نے صفحہ ۱۰۰ پر ذاتی حیثیت کے معاملہ میں قانون مقام معاہدہ کی تائید کی اور اسی مقدمہ ۱۸۷۹ء میں جو آگے آتا ہے، لارڈ جسٹس کاٹن کی رائے کا حوالہ دیا۔ اور مقدمات اوگڈن بنام اوگڈن (۱۹۰۸ء) صفحہ ۴۶۔ جج سرگورل بارنس۔ کوزنس ہارڈی۔ و کینڈی و مقدمہ چیٹی بنام چیٹی (۱۹۰۹ء) صفحہ ۶۷ جس سے آیندہ بحث کی جائے گی جج سرگورل بارنس بھی اسی خیال کے پورے مؤید ہیں۔ اگرچہ یہ امر مشتبہ ہے کہ جو کچھ ان میں اہلیت نکاح کے متعلق بیان کیا گیا ہے وہ عام اہلیت سے

کہاں تک متعلق ہو سکتا ہے؟ ایک نابالغ نے جس کا توطن آئرلینڈ تھا اور جس کے باپ نے آئرلینڈ میں توطن اختیار کر لیا تھا، بحیثیت ایک مزدور کے اسکاٹ لینڈ میں ملازمت اختیار کی اور ایک چوٹ کھانے کے بعد، معاوضہ کا معاہدہ کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے آقا پر ہرجہ کا دعوے کیا اور یہ عذر پیش کیا کہ جو معاہدہ اس نے کیا تھا وہ اس بنا پر ناجائز تھا کہ وہ آئرلینڈ کے قانون کے مطابق نابالغ تھا۔ تجویز ہوئی کہ اس کی اہلیت کا فیصلہ قانون مقام معاہدہ کی رو سے کیا جانا چاہئے نہ کہ اس کے ذاتی قانون سے، اور اس بناء پر اس کا دعوے خارج کر دیا گیا۔ دیکھو میک فرج بنام اسٹورٹس ولائیڈ (۱۹۱۳) سلکٹ کیس ۲۰۷، مقدمہ ہیٹ بنام لی میزوریر (۱۰۸۶) ۱۔ کاکس ۲۷۵ میں جج کنیان نے اس امر کا ثبوت چاہا کہ جس شخص نے بیرون عدالت ادائی رقم کی درخواست پیش کی ہے، اس کا استباغ مقام گرنسے میں ہوا اور اس کی عمر ۱۲ سال کی ہے لیکن یہ نہیں ظاہر ہوا کہ درخواستگزار نے گرنسی میں توطن اختیار کر لیا تھا اور وہاں بلوغ کا سن (۲۰) سال تھا، ذاتی قانون کے تسلیم کئے جانے کے بظاہر خلاف (اگرچہ حقیقت میں نہیں) کونٹ ڈی پیرس کا مقدمہ ہے جس کی نسبت یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ اسکا توطن فرانس ہے اور وہ (۲۱) سال کی عمر کو نہیں پہنچا ہے اور فرانس کے قانون کی رو سے ایک حد تک آزاد ہے مگر ہنوز اس کو ایک مہتمم جائداد کی ضرورت ہے جو اسی قانون کے لحاظ سے مقرر کیا گیا تھا۔ سری کرسول نے انتظام اس کے اور اس کے مہتمم کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور انگریزی عملدرآمد کے مطابق یہ ہدایت کی کہ وہ اپنی جانب سے اہتمام کے لئے کسی اپنے قریب تر رشتہ دار کو منتخب کرے۔ دیکھو مقدمہ ڈی آرینٹس (۱۸۵۹) ۱۔ ایس و ٹی ۲۵۳ و ۲۸۔ لا جرنل (سلسلہ جدید) پی وایم ۱۲۹، مقدمہ وی گڈس آف ہیٹ یارڈ (۱۹۰۲) پی صفحہ ۱۲۹ میں جج جین نے اس مقدمہ کا باظہار اتفاق حوالہ دیا تھا اور اس کی تشریح یہ کی تھی کہ اسمیں ایسے شخص کو جو انگلستان کے قانون کی رو سے بربنائے نابالغی" ایسے اختیار حاصل نہیں کر سکتا انگلستان میں اختیار اہتمام ترکہ دینے سے انکار کیا گیا تھا۔

مفصلہ ذیل اہل الرائے ذاتی قانون کے طرفدار ہیں جے ریزکول نے

پرتگال کی ایک خاتون کو جو انگلستان کے قانون کے مطابق نابالغ تھی مگر اپنے
مقام توطن کے قانون کے لحاظ سے آزاد تھی، اہتمام ترکہ کی اجازت دی جو صرف
وصول منافع حصص پر مشتمل تھی اور جس کی وہ مادام حیات مستحق تھی۔ ڈاکٹر لوشنگٹن نے
جو درخواست کی تائید میں تھے، اپنی دلیل کو یوں قائم کیا تھا کہ خاتون مذکور اپنے
توطن کے قانون کی رو سے کسی محافظ کے مقرر کرنے کی محتاج نہیں ہے' اس
دلیل سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ اہلیت کے معاملات میں ذاتی قانون نافذ
ہونا چاہیئے۔ دیکھو مقدمہ ڈاکینا (۱۸۲۸) ۱- مقدمات مذہبی مرتبہ ہگرڈ
۲۲۷ء سول حیثیت کے تصفیہ کا صرف ایک اصول ہے یعنی توطن، جو قانوناً
سول حیثیت کے تعین کا معیار ہے اور اسی پر فریق کے ذاتی حقوق یعنے وہ
قانون جس سے اس کے بلوغ' نکاح' توریث' اور قابلیت و ناقابلیت وصیت کا
فیصلہ ہوتا ہے، منحصر ہونے چاہئیں"۔ وسٹ بری مقدمہ اڈنی بنام اڈنی ۱۸۶۹ء
ایل۔ آر۔ آئی اسکاچ اپیل صفحہ ۳۵۰ میں کہتا ہے کہ معاملات نکاح میں بھی دوسرے
معاہدات کی طرح ذاتی قانونی مقام توطن کے قانون پر منحصر ہونا چاہیئے۔ جج کاٹن
نے مقدمہ سائوتیر بنام ڈی باروز (۱۸۷۷) لا رپورٹ ۳ پیری ڈیوڈ سن۔ ۵ میں
جو لکھا اس کا اتباع کوک ٹرسٹ (۱۸۸۷) ۵۶ لا جرنل (سلسلہ جدید) ۶۳۷ء
میں کیا گیا۔ جج اسٹرلنگ کی رائے کے مطابق معاہدہ کی اہلیت کا تصفیہ قانون
مقام توطن سے ہونا چاہیئے' نیز دیکھو جج ہالسبری کا فیصلہ مقدمہ کوپر بنام کوپر
(۱۸۸۸) ۱۳۔ اے۔ پی۔ سی۔ اے ۹۹۔ اس مقدمہ میں لارڈ واٹسن اور میگناٹن نے
"قانون مقام ادائی" (Lex loci Solutionis) کو اہلیت معاہدہ سے غیر متعلق
قرار دیا لیکن قانون توطن اور قانون مقام تکمیل معاہدہ کے متعلق جو اتفاق سے
ایک ہی تھے' کوئی صاف رائے ظاہر نہیں کی۔ نیز دیکھو آیندہ دفعہ ۱۵۔

مفصلۂ ذیل مقدمات میں ذاتی قانون تسلیم کیا گیا ہے گر نہ بطور کلیہ کے۔

ایک شخص جس کا توطن انگلستان سے باہر ہو' اس وراثت
کی بابت' جو اس کو ایسے شخص سے پہنچی ہو جس کا توطن انگلستان میں
ہو' انگلستان کے قانون یا اپنے توطن کے قانون کے لحاظ سے بالغ

ہونے پر (ان میں سے جو پہلے واقع ہو) رسید دینے کا مجاز ہے۔ دیکھو مقدمہ
ہلمین (۱۸۶۶) لا رپورٹ ۲۔ اِی کیو ۳۶۳ جج روسیلی؛

اس سے ظاہر ہوگا کہ لارڈ ویسٹ بری بلوغ یا غیر بلوغ کے مسئلہ کو ازدواج کے مسئلہ پر قیاس کرتے ہیں اور لارڈ جسٹس کاٹن نے نکاح کو مثل دوسرے معاہدات کے قرار دیا ہے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ جو ناقابلیت نکاح میں بر بنائے نابالغی پیدا ہوتی ہے اس میں؛ اور اس ناقابلیت میں جو خریداری جائداد کے متعلق پائی جاتی ہے، اصولاً کوئی فرق نہیں ہے؛ اگرچہ ان دونوں اقسام کے معاہدات میں زمانہ اہلیت کی میعاد مختلف ہے؛ نکاح کے معاملہ میں فریقین کی باہم قرابت قریبہ بھی ایک حد تک موجب نااہلی ہے۔ جو یورپ کے دوسرے ممالک میں نابالغی کی کلی نااہلیت کیطرح ذاتی قانون کا ایک جز متصور ہوتی ہے۔ اگر ذاتی قانون بر بنائے نابالغی یا قرابت قریبہ کے ایک فریق کو اس کا نااہل قرار دیتا ہے' تب بھی نکاح جائز نہیں ہو سکتا۔ اگر مقام انعقاد نکاح کا قانون بھی اس کے خلاف ہو تو وہ بھی اس کا مانع ہوگا؛ کیونکہ بجز جائز طریقہ کے نکاح منعقد نہیں ہو سکتا۔ آگے چل کر معلوم ہوگا کہ انگلستان میں بھی ایک فیصلہ کے ذریعے سے نکاح پر ذاتی قانون کا یہی اثر تسلیم کیا گیا ہے اور یہ فیصلہ ان فیصلوں کے بعد کا ہے جن میں ذاتی قانون کو نابالغی کے مسئلہ میں تسلیم کرنے سے انکار کیا گیا اور جن کو ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ میرے پیش نظر خاص کر ہاؤس آف لارڈس کا وہ فیصلہ ہے جو بمقدمہ بروک بنام بروک (۹) ہاؤس اوف لارڈس ۱۹۳ صادر ہوا' کیونکہ اس کی ابتدائی تجویز میں خود؛ سر سی کریسول' شریک تھے؛ تو طن کا اصول صاف طور سے بنائے صدور فیصلہ نہیں قرار پایا ہے۔ لارڈ ویسٹ بری اور لارڈ جسٹس کاٹن کے قائم کردہ اصول، بمقدمہ بروک بنام بروک پر کامل اور قطعی غور کئے جانے کے بعد کے ہیں اور ان میں جیسا کہ میں پہلے لکھ آیا ہوں' نکاح کا تذکرہ موجود ہے جس سے ان دونوں فاضل ججوں کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کے معاملہ میں جو تجویز ہوئی اس سے دوسرے معاملات میں بھی اہلیت کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ اور اس رائے میں لارڈ یالسبری کی شرکت نے اور زیادہ قوت پیدا کر دی ہے۔[1]

---

[1] بعد کے فیصلوں نے جو نکاح کے متعلق بمقدمہ اگڈن بنام اگڈن اور چٹی بنام چٹی ہوئے۔ ان اصول کو درہم برہم

مگر سوال یہ ہے کہ آیا اہلیت کے متعلق قانون مقام معاہدہ سے بالکل قطع نظر کرلینی چاہیئے ؟ نکاح کا معاملہ ایک مخصوص معاملہ ہے اس لحاظ سے کہ تقریباً تمام ممالک میں یہ خاص معاملہ بغیر سرکاری توسط کی مداخلت کے عمل میں نہیں آتا اور اس توسط کا اظہار عام یا مذہبی رسوم کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ پس یہ بآسانی ممکن ہے کہ ایسے رسوم بیکار محض ثابت ہوں تاوقتیکہ فریقین معاہدہ میں وہ شرائط نہ پائے جائیں جنکا وجود قانون مقام معاہدہ کے لحاظ سے ایسا ہی ضرور ہو جیسے کہ خود اون کے ذاتی قانون کے شرائط کا موجود ہونا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ البتہ اگر موخرالذکر شرائط موجود ہوں تو دوسرے اس قسم کے معاہدات کے جواز کے لئے جن میں عہدہ دار سرکاری کی تصدیق کی ضرورت نہیں ہوتی، مقدم الذکر شرائط کا موجود ہونا لازم نہیں ہے۔ مگر ممکن ہے کہ دوسرے وجوہ پیدا ہو جائیں، اور صفحہ ۲۶ و ۳۱ (اصل کتاب) پر ہم ذاتی قانون کے اصول کے ان مستثنیات کو لکھ آئے ہیں جو معاملات کے جواز کی تائید میں فرانس اور جرمنی میں رائج اور شائع ہیں۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ جو بین الاقوامی قانون ہنڈی اور چکوں کے بارہ میں ۱۹۱۲ء کی ہیگ کانفرس میں منظور ہوا، اس کے ایک دفعہ میں یہ بصراحت بیان ہوا ہے کہ اگرچہ معاہدہ کی اہلیت عام طور سے قومی قانون کی تابع ہے، لیکن اگر کسی شخص میں فقرہ متذکرہ بالا کے مطابق (معاہدہ کی) قابلیت نہیں ہے تاہم اگر اُس نے کسی مملکت میں کسی قانون کے مطابق معاہدہ کرلیا ہے جسکا اسکو حق ہے تو وہ مستحق قرار پائے گا۔ اسطور سے ایک معاہدہ کو جائز قرار دینے میں قانون مقام معاہدہ کو ذاتی قانون پر ترجیح حاصل ہے۔

اس موقعہ پر، باوجود مقدمہ ہلیمن میں لارڈ رومیلی کی رائے کے، انگلستان میں جو حدود عام اور متفقہ خیالات کے لحاظ سے ججوں کے اختیارات پر قائم ہوتے ہیں وہ یقیناً اس امر کے مانع ہیں، کہ جج بغیر پارلیمنٹ کی مدد کے ذاتی قانون کے تحت میں جو کہ اہلیت کا عام اصول قرار پاچکا ہے، ایسے مستثنیات قائم کرسکیں۔ اور یہ امر پارلیمنٹ کی رائے پر منحصر ہوگا کہ وہ بلحاظ ان معاہدات کے جو دوسری سلطنتوں سے کئے جائیں، ذاتی قانون کا معیار توطن یا سیاسی قومیت میں سے کسی ایک کو قرار دے! اور ذاتی قانون

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۔ کردیا (دیکھو صفحہ ۶۰ اصل کتاب)۔

44

کے استعمال میں ایسے مستثنیات قائم کردے جو اس کو بلحاظ آسانی مناسب معلوم ہوتے ہوں۔

دفعہ ۳ ۔ جب ایک منکوحہ عورت کے کسی خاص فعل کے کرنے کی اہلیت کے متعلق بربنائے منکوحہ ہونے کے اعتراض ہوگا تو انگلستان میں اس کا تصفیہ اس کے ذاتی قانون پر محول کیا جائے گا۔

ایک عورت کا نکاح نابالغی کے زمانہ میں ہوا (بعد بلوغ کے) اس کی تنسیخ اور نیز اس معاہدہ نکاح کو جو اس کی طرف سے کیا گیا تھا قائم رکھنے کی قابلیت کا تصفیہ اس ذاتی قانون پر منحصر ہوگا جس کی وہ بربنائے نکاح مستحق متصور ہوتی ہے۔ ویڈلنز بنام آدہیگن (۱۸۹۰ء) ۲ چانسری کیس، ۷۰ جج۔ لنڈلے۔ ریگبے۔ کالنس۔ جنھوں نے تجویز مقدمہ کوبنس ہارڈی (۱۸۹۹) ۲۔ چانسری ۱۹۹ کو منسوخ کردیا۔ مقدمہ گیوریٹ بنام بنگ (۱۸۸۰) ۴ ڈی گیکر وسمائیل، ۱۲ جج، نائٹ بروس میں یہ بحث تھی کہ آیا ایک منکوحہ عورت، انگلستان میں اپنے شوہر کی رضامندی سے اس حق کی بابت جو اس کو ایک انگلستان کے تملیک نامہ کی بنا پر حاصل ہونے والا ہے، معاہدہ کرنے کی اہلیت رکھتی ہے؟ اس کا توطن فرانس میں تھا اور جو حق حاصل ہونے والا تھا وہ ایک فرانسیسی معاہدہ سے جو نکاح کے وقت ہوا تھا، اس عورت کے مہر میں شریک تھا۔ وائس چانسلر نے اس کو قانون فرانس پر محول کیا۔ یہ درست ہے کہ اس امر پر بڑی بحث رہی کہ آیا فرانس کے قانون اور قانون معاہدۂ نکاح کی رو سے وہ معاہدہ جو عدالت کے سامنے پیش تھا، کیا جا سکتا تھا یا نہیں! بخصوص اہلیت کے مسئلہ پر بحث نہیں ہوئی لیکن یہ امر ایسا تھا کہ اس سے جج اپنے خیال میں قطع نظر نہیں کر سکتا تھا۔ مقدمہ ہیگنز ورنیالڈ بنام ایلس (۱۹۰۲) ۲ چانسری ۳۲۳ میں ایک ایسی عورت کی اہلیت کے مسئلہ کا جو انگلستان میں متوطن تھی، اپنے آپ کو ایک تملیک نامہ نکاح کے پابند کرنے کے متعلق انگلستان کے قانون کی رو سے فیصلہ کیا گیا۔ مگر اس امر پر بحث نہیں ہوئی کہ اگر تملیک نامہ بربنائے قانون اٹلی جو شوہر کا وطن تھا ممنوع تھا تو وہ بحیثیت معاہدہ کے ایسا ناجائز نہ تھا جس کا اختیار فریقین میں سے کسی کو بھی نہ تھا۔ مقدمہ گروس (نمبر ۲) [۱۹۱۵] چانسری ۲، ۵۰۲ جج، سارجنٹ میں ایک ایسی

عورت کی اہلیت کا فیصلہ انگریزی قانون سے کیا گیا جو موت کے وقت انگلستان
میں متوطن تھی اور اپنی جائداد بذریعہ وصیت نامہ منتقل کر گئی تھی اگرچہ وصیت نامہ
اس وقت کا لکھا ہوا تھا جبکہ وہ ہالینڈ میں متوطن تھی ؛

اس مسئلہ پر کہ آیا ایک پردیسی زوجہ جو اپنے توطن کے قانون کے
لحاظ سے اپنے شوہر کی شرکت میں تجارت کی مجاز ہے، ان معاہدات کے متعلق
جو ایسی تجارت میں کئے جائیں، اپنے شوہر کے ساتھ انگلستان میں دعوے
کرنے کی مجاز ہے؟ مقدمہ کیسیو بنام ڈی برناس (۱۸۶۳ء) ۱، آئی سی وپی
۲۲۲ رسل ورائٹن ۱۰۲ ۔ جج ایبٹ میں بحث ہوئی مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا کیونکہ
بیرونی قانون ثابت نہیں کیا گیا تھا۔ مقدمہ پیلون بنام بروکنگ (۱۸۵۸ء) ۲۵
بیون ۲۱۸ ، جج رومیلے ۔ میں یہ تجویز ہوئی کہ ایک منکوحہ عورت جس کو ایک
انگریزی وصیت نامہ کی بناء پر ایک آمدنی کا حق بطور ہبہ کے ملنے والا تھا قیود سے
اس بناء پر آزاد نہیں ہو سکتی کہ اس کے مقام توطن کے قانون کی رو سے وہ قیود
اس کی اہلیت پر قائم نہیں ہو سکتے؛ مقدمہ لی بنام ابڈی (۱۸۸۶ء) ۱۷ کوئنس بنچ
ڈویژن ۳۰۹ جج ڈتے وولسلی ۔ میں جو انشورنس پالیسی، ایک پالیسی لینے والے نے
اپنی زوجہ کے نام کر دی تھی وہ ناجائز قرار پائی ۔ اگرچہ یہ عمل ان کے مقام توطن
میں ہوا تھا۔ یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس بارہ میں مقام مذکور کا قانون کس بناء پر متعلق
سمجھا گیا دیکھو مقدمہ ڈنکن بنام کنین ۱۸ بیون ۱۲۸ و ، ڈی۔ کز میگناٹن وکارڈن
۔۔ جو آگے زیر ضمن ۴۹ درج کیا گیا ہے ؛

دفعہ ۴ ۔ انگلستان میں اس بچہ پر جو انگلستان میں رہتا ہے اسکے
پردیسی والدین کے اختیارات اسی حد تک تسلیم کئے جاتے ہیں جس حد تک کہ انگلستان
کے رہنے والے والدین کے اختیارات اس کے متعلق تسلیم کئے جاتے ہیں۔

(دیکھو مقدمہ جانسٹن بنام بیٹی (۱۸۴۳) ۱۰ کلارک وفنلے ۱۱۳ اور ۱۴۲ جج کاٹن ہام)

دفعہ ۵ ۔ اگر کوئی ملک غیر کا نابالغ یا مجنون انگلستان میں موجود ہو
(خواہ وہ عارضی ہی طریقہ سے کیوں نہ ہو (دیکھو مقدمہ برنج (۱۹۰۲) ۱ چانسری ۴۲۶
جج ڈینگھم ولیمس ۔ اسٹرلنگ ۔ کوزنس ہارڈے) تو انگریزی عدالتوں کو بلاشبہ یہ اختیار

ہے کہ وہ نابالغ کی حفاظت ذات اور جائداد کے لئے کوئی ولی اور مجنون کے جنون کی تحقیقات کے واسطے کوئی کمیشن مقرر کرے، باوجود اس علم کے کہ ان کے ملک میں ان کے ایسے ولی یا مہتمم یا محافظ موجود ہیں۔ لیکن اس بارہ میں البتہ اختلاف ہے کہ یہ اختیار کس حد تک کام میں لایا جانا چاہئے۔

دفعہ ٦۔ صرف ذات کے متعلق ایک رائے یہ ہے کہ ولی یا محافظ ذات خواہ وہ بیرونی عدالت سے مقرر ہوا ہو یا بلاواسطہ عدالت کے بیرونی قانون کی رو سے ایسا اختیار استعمال کرتا ہو، اس کا مجاز نہیں ہے کہ وہ نابالغ یا مجنون پر انگلستان میں ایسا اختیار استعمال کرے اور اس بنا پر اگر وہ انگلستان میں ہو اور ایسی استدعا کرے تو انگریزی عدالتوں کو وہ اختیار کام میں لانا چاہئے جس کا تذکرہ دفعہ ۵ میں کیا گیا ہے۔

مجانین کے بارہ میں دیکھو مقدمہ ہوسٹن (١٨٢٦) ١۔رسل ٣١٢ جج، الڈن ؒ
نابالغین کے لئے دیکھو مقدمہ جیٹی بنام جانسٹن (١٨٣١) افلیس ١٧ جج، کاٹن ہام بحوالہ جانسٹن بنام بیٹی (١٨٤٣) ١٠ کلارک وفنلے ٤٢ جج لنڈہرسٹ۔ کاٹن ہام۔لینگ ڈیل ؒ

دوسری اور صحیح تر رائے یہ ہے کہ جو ولی یا محافظ ذاتی قانون یا نابالغوں اور مجانین کے اوطان کی عدالتوں کے حکم سے مقرر ہوئے ہوں انکو انگلستان میں بھی اُن نابالغوں اور مجانین پر اختیارات حاصل ہیں اور اس لئے ایسی صورتوں میں انگریزی عدالتوں کو ولی یا محافظ نہ مقرر کرنا چاہئے جبتک کہ اُس کے لئے کوئی خاص وجہ نہ ہو۔

بروہام اور کیمبل نے بمقدمہ جانسٹن بنام بیٹی (یونائیڈ اسٹیٹ) یہ رائے نابالغوں کے متعلق دی مگر بروہام نے مجانین کا بھی ذکر کیا۔ ١٠ کلارک وفنلے، ٩٦

دفعہ ٧۔ اور انگریزی عدالتیں اگر کوئی ولی، محافظ ذات مقرر بھی کریں تب بھی وہ ان اولیا اور محافظین کے اختیارات کی جو ان کے ذاتی قانون یا انکی عدالتوں کی طرف سے مقرر ہوئے ہوں تائید کریں گے اور ان کے اختیارات میں اس وقت تک دست اندازی نہ کی جائے گی جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ وہ ان اختیارات کو

بیجا طریقہ سے استعمال کر رہے ہیں۔

نابالغین۔ بمقدمہ نوجنٹ بنام ویٹزیرا (۱۸۶۶) لا رپورٹ ۲ اکیوٹی ۷۰۴۔ جج، وڈ۔ کارروائی حسب ذیل تھی :۔ اس امر کا اعلان کیا جاتا ہے کہ جو حکم تقرر اولیا کا اس ملک میں جاری کیا جاتا ہے وہ (آسٹریا کے) سفارت خانہ کی عدالت کے اس حکم میں خلل انداز نہ ہوگا جس کی رو سے مسٹر ویٹزیرا ولی مقرر ہوئے ہیں اور صاحب موصوف کو بحیثیت ایسے ولی کے نابالغ بچوں کی حفاظت اور نگرانی کا بلا مداخلت غیرے پورا اختیار رہے گا۔ مدعی علیہ کو اختیار ہے کہ وہ نابالغوں کو اس ملک سے باہر لیجانے یا نہ لیجانے کی درخواست کرے۔ یہ تحریک کہ بیرون ملک کی خدمت موقوف کر دی جائے نامنظور ہوئی۔ پیروی مقدمہ کے لئے ولی کے تقرر کی درخواست پر مدعی علیہ مسٹر ویٹزیرا ایسے ولی مقرر کئے گئے۔ مقدمہ ڈی سیوانی بنام لوساڈا (۱۸۷۰) ۱۸ ویکلی رپورٹر ۴۲۵ جج، جیمس کو دیکھو مقدمہ اسٹورٹ بنام موٹ (۱۸۶۱) ۹ ہوس اوف لارڈز ۴۴۰۔ جج کیمبل۔ ونسلے ڈیل۔ چلمسفورڈ۔ کنگس ڈاؤن۔ نیز دیکھو ڈاسن بنام جے (۱۸۵۴) ۳ ڈی گیکز میگناٹن گارڈن ۷۶۴، جج کرانی ورتھ۔ نیز لارڈ کیمبل کی بحث اس مقدمہ پر بمقدمہ اسٹورٹ بنام بیوٹ ۳ ہوس آف لارڈز ۴۶۷ اور مقدمہ اولاد مائی ۳۱ لا رپورٹ ایرش ۱۲ ہ جج پورٹر۔ جس میں متوفی کا باپ رومن کیتھولک اور ماں پریسبٹیرین تھی، ماں کے ساتھ ایک رومن کیتھولک ولی شریک کر دیا گیا تھا۔

مجانین۔ دیکھو مقدمہ سالومیر (۱۸۷۴) ۹ چانسری اپیلیس ۶۷۷ جج میلش و جیمس کو

دفعہ ۔ اگر نابالغ سرکار انگریزی کی رعایا ہے، خواہ وہ قانون منضبط ہی کی رو سے کیوں نہ ہو تو انگریزی عدالتیں اس امر کی مجاز ہیں کہ اس کا ولی مقرر کریں ہاگرچہ اس کی بود و باش ایسے ملک کی ہو جو سیاسی طور سے ملک غیر سمجھا جاتا ہے یہ اختیار عدالتہائے مذکور بلحاظ ضرورت مناسب ایسے وقت میں بھی عمل میں لا سکتی ہیں، جب کہ نابالغ نہ خود ان کے حدود ارضی میں موجود ہو اور نہ وہاں کوئی جائداد رکھتا ہو۔

46

مقدمہ ولوبی (۱۸۸۵) ۳۰ سی۔ ایچ ڈی ۳۲۴۔ جج، کے کی
تائید مسرز کاٹن اور لنڈلے نے بمقدمہ ہیوٹ (۱۹۰۷) ۱ آئرش رپورٹ
۲۲۴۔ ججاں یرڈ تھ یں کی؛ مقدمہ برگوس (۱۸۸۹) ۴۱۔ سی ایچ ڈی ۳۱۰۔
جج، کاٹن۔ لنڈلے وبوین میں ایسا تقرر نامنظور کیا گیا کیونکہ اس کا موقعہ
مناسب نہ تھا۔

ایک نابالغ جو کہ ملک غیر میں رہتا تھا مقدمہ کا ضروری فریق تھا،
اس نے اور اس کے بیرونی اولیا نے مقدمہ میں حاضر ہونے سے انکار کیا؛
اس لئے پیروی مقدمہ کے لئے ایک ولی کا تقرر عمل میں آیا۔ واٹ بنام
ڈوور نے (۱۸۹۱) پی۔ ڈی ۲۹۰۔ جج، جین؛

دفعہ ۹۔ جائداد کے متعلق ولی، مہتمم، یا محافظ جائداد خواہ وہ ذاتی اختیارات کے تحت مقرر ہوا ہو یا ذاتی قانون کی بنا پر بغیر توسط عدالت کے۔ اس امر کا مجاز ہے کہ اپنے نابالغ یا مجنون کی طرف سے انگلستان میں اس کی ذاتی جائداد کے متعلق دعوے کرے یا رسید دے۔ اس دفعہ اور دفعہ ۶ کے متعلق عموماً یہ دیکھا جاتا ہے کہ اولیاء نابالغ عموماً ذاتی قانون کی بنا پر بلا توسط عدالت کے قرار پاتے ہیں مگر مجانین کی صورت میں ایسا نہیں ہوتا۔ دفعہ ہذا کے اصول کی وجہ سے ان اختیارات کو بہت کم کام میں لانے کی حاجت ہوتی ہے جن کا ذکر دفعہ ۵ میں کیا گیا ہے۔ لیکن جب وہ اختیارات کام میں لائے جائیں گے اس وقت محافظ جائداد کے اختیارات انگلستان ہی کے اندر محدود رہیں گے۔ دیکھو مقدمہ آر۔ ایس۔ اے (۱۹۰۱) ۲۔ کے۔ بی ۳۲ جج، رگبی۔ ویگھان۔ ولیمز۔ اسٹرلنگ۔

مجانین۔ مقدمہ نیوٹن بنام میناٹگ (۱۸۴۹) ای۔ ایم و۔ جی
۲۶۲ جج، کاٹن ہام؛ مقدمہ الیاس (۱۸۵۱) ۳۔ ایم۔ جی ۲۳۴ جج، ٹرورو؛
مقدمہ انکاسٹ بنام بنٹلے (۱۸۵۵) آئی۔ کے دجی ۲۰۱ جج، ووڈ؛ مقدمہ ہینگ
بنام سدرلینڈ (۱۸۵۶) ۲۵۔ ایل۔ جے (نیو سیریز) چانسری ۶۸۷ جج، نائٹ
بروس وٹرنر؛ مقدمہ بیکر (۱۸۷۱) لاء رپورٹ ۱۲ مقدمات ایکیوٹی ۱۶۸ جج،
وکنس؛ اس مقدمہ میں شخص زیر بحث کو نوآبادی وکٹوریا کی عدالت نے مجنون

تسلیم کیا تھا اور مجانین کا اعلیٰ عہدہ دار از روئے قانون آبادی مذکور اس کا محافظ قرار پایا تھا؛ مقدمہ لنڈن (۱۸۹۷) ۱ چانسری ۴۵۳ - جج اسٹرلنگ؛ مقدمہ تیمری بنام چامرس گو ٹمری و کمپنی (۱۹۰۰) ۱۔ چانسری ۰۰ جج کیکیوچ؛ مقدمہ ڈیڈیشم بنام لنڈن و وسٹ منسٹر بنک (۱۹۰۰) ۲۔ چانسری ۱۵ - جج، لنڈلے ورنبی و ویگھام و سمیس؛ جنھوں نے نارتھ کے فیصلہ کو توڑ دیا جس میں اس اصول سے ایک عارضی مہتمم کے تقرر کا کام لیا گیا تھا؛ اس شخص کی دیوانگی جس کو فائدہ پہنچنے والا تھا اس وقت اعلان نہیں کی گئی تھی، اس کا اتباع مقدمہ پلیگرن بنام کالنس (۱۹۱۵) ۱۔ چانسری ۶۹۲ - جج، سارجنٹ میں کیا گیا؛ جس میں یہ طے ہوا کہ انگلستان کے امناء نے غیر ضروری احتیاط سے کام لے کر ان کفالت ناجات کو جو انکی تحویل میں دئے گئے تھے اس منتظم کے حوالے کرنے سے جس کو فرانس کی عدالت نے مقرر کیا تھا انکار کیا۔ منتظم مذکور کو ایسے کفالت ناجات کے حاصل کرنے کا صریح اختیار دیا گیا تھا؛ جب رقم اور کفالت ناجات انگلستان میں ہوں تو انگلستان کی عدالتوں کو اختیار تمیزی حاصل ہے کہ وہ اس کو بیرونی منتظم کے حوالے کریں یا نہ کریں۔ اس اختیار کے استعمال کے متعلق دیکھو مقدمہ دی لاراگوتی (۱۹۰۰) ۱۔ چانسری ۱۴۔ جج کوزنس ہارڈے و کینڈی؛ نیوساوتھ ویلز میں ایک عورت زیر نگرانی تھی مگر وہ اس ملک کی عدالت سے ہنوز مجنونہ نہیں قرار پائی تھی؛ اور نہ اس کی جائداد منتظم مجانین کے سپرد ہوئی تھی؛ اگرچہ اس کو نالش کا حق دیا جا چکا تھا؛ یہ طے ہوا کہ انگلستان میں اس کو نہ نالش کا حق حاصل ہے اور نہ وہ عورت مذکور کی جائداد واقعہ انگلستان کی رسید دینے کا مجاز ہے۔ اگرچہ ایک امین کے لئے جائز ہوگا کہ مہتمم مذکور یا کسی دوسرے مناسب عہدہ دار نیوساوتھ ویلز کو وہ رقم حوالے کرے جس کو وہ لوگ اس عورت کے فائدہ کے لئے صرف کرنا مناسب تصور کرتے ہوں؛ مقدمہ وصیت نامہ بارلو (۱۸۸۷) ۳۶ چانسری ڈویژن ۲۸۷ جج کاٹن۔ بوئن و فرائی میں جنھوں نے کے کی رائے سے اتفاق کیا تھا۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نیوساوتھ ویلز کے منتظم مجانین کو

47

انگلستان میں رسید دینے اور نالش کرنے کا اختیار حاصل ہوتا:- (۱) اگر جائداد اُس کی تحویل میں آچکی ہوتی (کاٹن) یا (۲) اگر عدالت مذکور کی حیثیت کا تعین ینوساوتھ ویلز میں ہو چکا ہوتا (بوئن وفرائی)۔ بہرحال اب مقدمہ بروان (۱۸۹۵) ۲۔ چانسری ۶۶۶۔ بج، لنڈلے۔ لوپس اور رگبے میں یہ طے ہو چکا ہے کہ حقوق ملکیت وغیرہ کا محافظ کے سپرد کیا جانا بہت کم صورتوں میں عمل میں آتا ہے اور وہ کوئی اہم امر بھی نہیں ہے، اس کیلئے حق نالش دعطائے رسید بالکل کافی ہے؛

ایک مجنون کے جائداد کے بیرونی محافظ کو اس اختیار کے دیے جانے کے متعلق بظاہر لارڈ ایلڈن کو اعتراض ہے۔ مقدمہ ہوزٹن (۱۸۲۹) ۱۔ رس ۲۱۲ لیکن اس امر پر اور نیز ذات پر اختیار کے متعلق جس کے ضمن میں مقدمہ متذکرہ دفعہ ۶ کا حوالہ دیا گیا ہے رپورٹ کے الفاظ ایسے ہیں، جن سے یہ سمجھنے کی گنجائش ہے کہ لارڈ ایلڈن نے صرف کمیشن کے اجرا کا حکم دیا کیونکہ مجنون انگلستان میں موجود تھا۔ اور ان کے نزدیک اس کی حفاظت کے لئے اس امر کی ضرورت تھی کہ نہ صرف بیرونی محافظ بلکہ انگلستان کی عدالت کو بھی، اس کی ذات اور جائداد پر اختیار ہونا چاہیئے؛

نابالغین پر ایک باپ کے طرف سے یہ دعوی ہوا کہ اس کو بروئے دفعہ ۳۸۴ نپولین کوڈ کے (۱۸) سال تک اپنی نابالغ بچوں کی جائداد سے مستفید ہونے کا حق ہے۔ سرایل شاڈویل نے دعویٰ کو محض اس بنا پر خارج کردیا کہ بچوں کا توطن اس ملک میں ہے نہ کہ اس ملک میں جس میں نپولین کا کوڈ جاری ہے؛ مقدمہ گیمبیر بنام گیمبیر (۱۸۳۵) ۷۔ سائمان ۲۶۳: مقدمہ ہلمین (۱۸۶۶) لار پورٹ ۲۔ اکیوٹی ۳۶۲ میں ایک بچے کے حق میں ایک ہبہ بالوصیت کیا گیا تھا مگر لارڈ رومیلے نے اوصیا کو اس ہدایت کے دینے سے انکار کردیا کہ وہ باپ کے حوالے کیا جائے جو کہ قانون ملک توطن کی روسے بحیثیت محافظ اس کی تحویل کا مستحق تھا۔ موخرالذکر مقدمہ کے فیصلے کو بھی عدالت کے اختیار تمیزی پر منحصر سمجھنا چاہیئے جیسا کہ دفعہ (۱۰)

میں ہوا تھا اور نہ اس کی صحت کو تسلیم کرنا دشوار ہوگا؛ کیونکہ ایک یتیم کے ولی
اور ایک بچے کی زندگی میں اسکے والد کی ولایت یا ولی قانونی اور ایسے
ولی میں جس کو عدالت نے مقرر کیا ہو تمیز اور فرق کرنا مشکل ہوگا۔ اور یہ عام
اصول مجانین کے مقدمات اور نیز اس مقدمہ سے جس کا ذکر آئندہ کیا جائیگا،
کافی طور سے تسلیم شدہ معلوم ہوتا ہے؛ اسکاٹ لینڈ کا ایک محافظ جائداد
(curator bonis) اور اسکا مقامی ایجنٹ (factor loco tutoris)
اس کا مجاز ہے کہ وہ اپنے اسکاٹ لینڈ کے رہنے والے نابالغ کی
طرف سے انگلستان کا کوئی مال متروکہ اپنی تحویل میں رکھے؛ مقدمہ بیکے
بنام ڈارفنگ (۱۸۷۱) لا رپورٹ ۱۲۔ اکیوٹی ۲۱۹۔ جج و بخش۔ مقدمہ بیطرفہ دائخس
(۱۷۵۲) ۲ ورنن واسکریون ۔ ۴۰ میں یہ کہا گیا ہے اگرچہ وہ صرف ایک وکیل کا
قول ہے کہ نابالغ کی ذاتی جائداد کا جو محافظ کوئی نوآبادی مقرر کرتی ہے، وہ
نابالغ کے انگلستان میں آتے ہی معطل ہو جاتا ہے۔ لارڈ ہارڈوک نے ذاتی جائداد
کا ایک محافظ مقرر کیا جس کے لئے ممکن ہے کہ کوئی خاص وجہ موجود ہو۔

دفعہ ۱۰ لیکن جب جائداد عدالت کے تحفظ میں ہو، یا اس میں دست اندازی
صرف عدالت کے اس اختیار سے، جو اس کو ذاتی جائداد یا ان قانونی اختیارات کی بنا پر
جو اس کو مجانین کی جائداد کے متعلق حاصل ہیں، ہو سکتی ہو؛ اسوقت یہ امر عدالت کے
اختیار تمیزی پر منحصر ہوگا کہ وہ بیرونی اولیا، مہتمین، اور محافظین کو نابالغ کی جائداد یا
اس کی آمدنی کا کتنا حصہ سپرد کرے۔

48 مقدمہ مارگن (۱۸۴۹) ۱۔ ہال ڈاول ۲۱۲۔ جج کاٹن ہام۔ مقدمہ
اسٹارک (۱۸۵۰) ۲ میک و گرینگر ۱۷۴۔ جج ٹنگ ڈیل۔ ورد تف۔ مقدمہ
سرگا زورٹیا (۱۸۵۳) ۲۰ لیننگ ایف وئی ۲۹۹۔ جج کرین ورتھ۔ مقدمہ گارنیر
(۱۸۷۲) لا رپورٹ ۱۳ اکیوٹی ۵۳۲۔ مقدمہ نائٹ (۱۸۹۸) ۱۔ چانسری ۲۵۷،
جج، لنڈلے ریٹ گیبے واگہن ولیم۔ مقدمہ چارڈ سٹلمنٹ (۱۸۹۹) ۱۔ چانسری
۱۲، جج کیکوتج۔ مقدمہ نیویارک سکیورٹی و ٹرسٹ کمپنی بنام کیسر (۱۹۰۱)
۱۔ چانسری ۶۶۶۔ جج کوزنس ہارڈی۔ یہ کل مقدمات مجانین کے متعلق ہیں۔

دفعہ ۱۱ ایسی صورت میں جہاں انگلستان کا ایک نابالغ عدالت کی حفاظت میں لے لیا جاتا ہے، ایک بیرونی نابالغ کو عدالت کی حفاظت میں لینا عدالت کے اختیار تمیزی پر منحصر ہے۔

یرون بنام کانس (۱۸۸۲) ۲۵ چانسری ڈویزن ۵۶ نیز ۱، کے بی

دفعہ ۱۲ "اگر کوئی سرمایہ کسی ایسے شخص کے نام پر ہو یا اس کو حاصل ہو، جو ہائیکورٹ (متعلقہ) کے حدود ارضی سے باہر رہتا ہے، تو جج دریافت کنندہ مقدمات جنون، اس امر کا قابل اطمینان ثبوت پہنچنے کے بعد کہ شخص مذکور کے جنون کا اعلان ہو چکا ہے اور اس کی ذاتی جائداد اس قانون کی رو سے جہاں وہ رہتا ہے، انتظام کی غرض سے کسی مہتمم کے سپرد کر دی گئی ہے، جب صوابدید خود اس امر کا مجاز ہے کہ کسی مناسب شخص کو حکم دے کہ وہ کل سرمایہ یا اس کا کوئی جز مہتمم کو، خواہ وہ مقرر کردہ عدالت ہو یا دوسری طرح مقرر ہوا ہو، تفویض یا اس کے نام منتقل کر دے، اور نیز یہ کہ اس کا منافع وصول کرتا اور پہنچاتا رہے"۔ ایکٹ مجانین ۱۸۹۰ء قانون وکٹوریہ ۵۴ و ۵۳ فصل (۵) دفعہ ۱۳۴۔

دفعہ ۱۴۱ کے ضمن تعبیری کے لحاظ سے سرمایہ میں: "ہر رقم، وظیفہ سالانہ یا ضمانت، جو کسی کمپنی یا سوسائٹی کے رجسٹروں میں داخلہ یا صرف انتقال نامہ کے ذریعہ سے یا انتقال نامہ کے ساتھ دوسرے ضوابط کی تکمیل سے، منتقل ہو سکتی ہو، اور ہر حصہ اور اسپر سود اور ان جہازوں کے شراکتی حصے، جو تجارتی جہازوں کے ایکٹ ۱۸۵۴ء (فی الحال بابتہ ۱۸۹۴ء) کے تحت رجسٹر ہوئے ہوں، شامل ہیں"۔

اس ایکٹ میں "حاصل ہو" کے الفاظ ان معنوں میں نہیں مستعمل ہوئے ہیں جن میں وہ انگریزی قوانین میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس ایکٹ کے مقاصد کے لئے اس شخص کو صرف دعوی دائر کرنے اور رسید دینے کا اختیار حاصل ہونا کافی ہے۔ مقدمہ بروَن جس کا زیر دفعہ (۹) ذکر ہو چکا ہے۔ بیرونی مہتمم

---

۱ بذریعہ ایکٹ متعلقہ اشخاص ناقص العقل ۱۹۱۲ء ایکٹ مجانین کا یہ حصہ ان لوگوں سے بھی متعلق ہوتا ہے جو ناقص العقل پائے جاتے ہیں۔

جائداد سے ضمانت لینے کی ضرورت نہیں اگر اس کے ملک تقرر میں اس کی ضرورت نہیں تصور ہوتی (مقدمہ مچل (۱۸۸۱)۔ ۱۔ چانسری ڈویژن ۵۱۵ میں۔ جج، جیمس۔ بیگلے۔ وتش نے ازبنائے قانون) ۱۶ و ۱۷ وکٹوریا فصل ۷۰۔ دفعہ ۱۴۱ فیصلہ کیا۔

دفعہ ۱۳ لیکن کوئی انگریزی قانون مجانین یا محافظان مجانین، ان لوگوں سے متعلق نہیں ہو سکتا، جو بیرونی عدالتوں کی کارروائی میں مجنون ثابت ہوئے ہوں یا ان محافظوں یا مہتمموں سے جو بیرونی عدالتی کارروائیوں میں مقرر ہوئے ہوں، بغیر اس کے کہ صاف اور صریح الفاظ میں اس کی اجازت دیگئی ہو۔ اور

مقدمہ سیلوا بنام ڈا کاسٹا (۱۸۰۳) ۸۔ ویسی ۸۱۶۔ جج، الڈن
جس میں فیصلہ مقدمہ یکطرفہ اٹولیوس (۱۷۴۹) وس سیسن ۲۹۸۔ جج، ارڈوک منسوخ کیا گیا۔

دفعہ ۱۴ انگلستان کے عدالتی اختیارات متعلقہ مجانین اس وقت تک کسی شخص پر نافذ ہو سکتے ہیں، جبتک کہ انگلستان کے کسی کمیشن نے شخص مذکور کے دماغی حالت کی تحقیقات نہ کرلی ہو۔

مقدمہ ہوٹن (۱۸۲۶) ۱۔ رسل ۳۱۲۔ جج، ایلڈن

دفعہ ۱۵ دنیا کے مختلف قوانین میں جو انتظامات اہلیت کی کمی کو پورا کرنے کے لئے کئے گئے ہیں، وہ انھیں حالتوں تک محدود نہیں جن میں اہلیت کلیتاً ناقص ہو، بلکہ اکثر ان حالتوں پر بھی حاوی ہیں جن میں اہلیت جزاً ناقص ہوتی ہے۔ مثلاً ایک زوجہ اس کی اہل متصور ہو سکتی ہے کہ وہ کوئی فعل اپنے شوہر کی اجازت سے عمل میں لائے، مگر بغیر ایسی اجازت کے وہ اس کی مجاز نہیں ہو سکتی۔ اسیطرح یہ ممکن ہے کہ ایک نابالغ جو اپنے محافظ کی حفاظت سے نکل چکا ہے، اپنے محافظ کے اتفاق رائے سے کسی فعل کا مجاز متصور ہو نہ بغیر اس کے۔ ایسی صورتوں میں اصولاً محدود اہلیت بجائے خود ایک کامل حالت متصور ہوتی ہے جو مجرد اہلیت اور ان عملی حدود میں جو ذاتی قانون قائم کرتا ہے منقسم نہیں ہو سکتی، اور ان حدود پر کوئی لحاظ نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مقدمات ورس بنام ڈھی والڈور (۱۸۸۰)

۴۹ ایل۔ جے۔ سی۔ ایچ ۱۳۶۱ و ۱۴۰ ایل۔ ٹی ۱۹۱ و ۲۸۵ ویکلی رپورٹ ۳۴۶ ۔ جج فرائی میں اس کے خلاف رائے قائم کی گئی۔ اس مقدمہ میں ایک فرانسیسی مدعی جو فرانس میں اس بنا پر کہ وہ مسرف قرار پاچکا تھا بغیر اتفاق اپنے عدالت کے مقرر کردہ وکیل (Conseil Judiciaire) کے دعوی نہیں کرسکتا تھا اس کو بغیر ایسے اتفاق کے دعوی دائر کرنے کی اجازت دیگئی۔ یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ مدعی کی حیثیت فرانس میں قطعی نااہلیت کی نہ تھی اس پر جج نے یہ لکھا "بنا بریں مدعی کی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی بلکہ یہ صرف قانون فرانس کے بعض لوازم ہیں جو مخصوص مقدمات میں برتے جاتے ہیں اور اسلئے میری رائے میں مقدمہ ہذا میں مدعی کے نالش دائر کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔" اور اسی بنا پر ایک فرانسیسی جو اسی حالت میں تھا ایک رقم بیرون عدالت کے وصول کرنے کا مجاز قرار پایا، اگرچہ عدالت کا مقرر کردہ وکیل اس کے خلاف تھا۔

مقدمہ سیلاٹ ٹرسٹ (۱۹۰۲) ا۔ چانسری ۴۸۸۔ جج فارول جنھوں نے مقدمہ وارس بنام ڈی والڈر کا اتباع کیا اور نیز اپنی رائے سے کام لیا لیکن اہلیت بجز اس کے کیا ہے کہ وہ چند تفصیلی امور کا مجموعہ ہے جس کی بنا پر ایک شخص کی حالت دوسرے معمولی شخص کی حالت سے مختلف ہوتی ہے؛ اگر حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی ہوتی تو اس سوال کے پیدا ہونے کا کوئی موقع ہی نہ تھا۔ فاضل جج نے مقدم الذکر مقدمہ میں اسٹوری کی کتاب موسومہ "اختلاف قوانین" کی دفعہ ۱۰۴ کا حوالہ دیکر اس سے اتفاق کیا کہ ذاتی ناقابلیت، جو قوانین فطرت سے نہیں بلکہ غیر ملک کے رسمی قانون یا ملکی قانون کے اصول پر پیدا ہوتی ہے؛ اور خصوصًا وہ جس کی نوعیت تعزیری ہوتی ہے، دوسرے ممالک میں جہاں ایسی ناقابلیت کا وجود نہیں پایا جاتا؛ ناقابل لحاظ متصور ہوتی ہے۔ غالبًا اس زمانہ میں کوئی انگریزی جج کسی امر کو قانون فطرت پر مبنی کرنا پسند نہ کرے گا بشرطیکہ اسکے معنی منصفانہ اور معقول اصول کے نہیں بلکہ ایسے مجموعہ قواعد کے سمجھے جائیں جن کا تعین ہوسکتا ہو۔ اس لئے ان دونوں فیصلوں کی صحیح بنیاد:۔

اول یہ ہے کہ بعض اشخاص کی رائے میں ایسی اہلیت (Capacity)

کو جو جزءً محدود ہو حیثیت (Status) کے زمرہ میں نہ شریک کرنا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ ہے: کہ وہ اہلیت ہی ہے نہ کہ کسی دوسرے معنی میں حیثیت، جس پر اس مسئلہ کا انحصار ہے۔ دوسرے یہ کہ عدالت کے مقرر کردہ وکیل (Conseil Judiciaire) کا قاعدہ ایسا قاعدہ ہے جس سے انگلستان کا قانون محض ناآشنا ہے؛ لیکن بعینہ یہی حالت اسکاٹ لینڈ کے محافظ جائداد (Curator bonis) کی ہے؛ جو کسی شخص کے بالغ ہو جانے کے بعد بھی اس کی جائداد کی حفاظت کرتا ہے اور باوجود اس کے اس کی حیثیت انگلستان کے قانون میں تسلیم کی جاتی ہے۔ دیکھو بیلی بنام ڈارلنگ متذکرہ سابق صفحہ ۴۷۔ اگر ذاتی قانون ایسی حالت میں کہ وہ کسی شخص کو کسی خاص عمر سے کم میں کلیتًا نا اہل قرار دیتا ہے تسلیم کیا جاتا ہے، تو ایسے شخص کی اہلیت کو جو اس سے زیادہ عمر کا ہو، اس حد سے بڑھکر جو اس کو ذاتی قانون کی رو سے حاصل ہے، تسلیم کرنے کی معقول وجہ نہیں ہو سکتی؛ جبتک کہ وہ قیود جو قانون مذکور عائد کرتا ہے تعزیری نہ ہوں، یا دفعہ متذکرہ ذیل میں نہ داخل ہوتے ہوں۔

دفعہ ۱۹ اگر اس نا اہلیت کی نوعیت جو ملک غیر کے قانون سے عائد ہوتی ہے، تعزیری یا مذہبی یا انگلستان کے اصول کے صریح مخالف ہو: مثلًا غلامی وغیرہ، تو وہ انگلستان میں ناقابل لحاظ قرار پائے گی۔ یہ مسئلہ اس مسئلہ سے وسیع تر ہے جو کسی مستقل اور مضبوط خانگی حکمت عملی کے تحفظ کے ضمن میں پیدا ہوتا ہے؛ اور جس کے تابع تمام ایسے قواعد سمجھے جانے چاہئیں جو ممالک غیر کے قوانین کے نفاذ کے متعلق ہیں (دیکھو آئندہ صفحہ ۵۱)۔ کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ممالک غیر کا تعزیری قانون، بالکل انگلستان کی حکمت عملی کے مطابق ہو مگر باوجود اس کے یہ مسئلہ بجنسہ جیسا یہاں بیان ہوا ہمیشہ انگلستان میں قابل قبول سمجھا جاتا رہا ہے۔

لارڈ جسٹس فرائی نے مقدمہ وارس بنام ڈی واللہ ور میں اسٹوری کا جو حوالہ دیا اور اس سے اتفاق کیا اس کے لئے دیکھو بیان متذکرہ بالا۔ انگلستان میں یہ مسئلہ اس نا اہلیت کے متعلق جو بیرون ملک کسی مذہبی اقرار (یعنے کسی مذہبی جماعت میں شریک ہونے) سے پیدا ہوتی ہے تسلیم کیا

جاتا تھا؛ اگرچہ خود انگلستان کا قانون ایسی نا اہلیت سے ناواقف تھا؛ اگر کوئی مرد یا عورت نارمنڈی یا مملکتِ غیر کے کسی دوسرے حصہ میں اقبال مذہبی کرے تو یہ اقبال اس کے انگلستان میں رجوع دعوی کا مانع نہ ہوگا؛ کیونکہ وہ تحقیقات کا طالب ہے لیکن اس کو انگلستان کے حدود کے اندر کسی مذہبی سررشتہ میں اقبال کرنا ہوگا، اس لئے کہ اس کا تصفیہ بسبب معاملات کلیسائی کے صداقت نامہ کی بنا پر کیا جائے گا۔ گویا کہ قانون غیر موضوعہ بیرونی جائداد کا کوئی لحاظ نہیں کرتا۔ کو۔ لٹ ۱۳۲۔ ب "کیا ہمیشہ یہ تسلیم نہیں کیا گیا ہے کہ ممالک غیر میں مذہبی اقرار سول موت کا موجب نہیں ہوتا؟ نائیٹ بروس بمقدمہ مٹکاف (۱۸۶۴) ۲۔ ڈی۔ جے۔ ایس ۱۲۴ اکو

فصل چہارم

ازدواج - طلاق - صحیح النسبی

ازدواج

نکاح ہم کو انتظام عامہ (Public order) اور اس تحفظ یا شرط (Reservation) کی طرف رجوع کرتا ہے جس کے تابع جج کے ملک کے خیالات کے مطابق تمام ایسے قواعد رہتے ہیں جو ملک غیر کے قوانین کے نفاذ سے متعلق ہوں۔ اس تحفظ یا شرط کے حدود و تعین کرنے میں کبھی کوئی کامیابی نہیں ہوئی یہاں تک کہ اس کی نوعیت بھی صاف طریقہ سے بیان نہیں ہو سکی ہے بجز اس کے کہ وہ کسی مستقل اور مضبوط خانگی حکمت عملی کی (Stringent domestic policy) طرفداری کیلئے ہے اور یہ ہر ملک کے قانون کا خواہ وہ اس کے مقننین یا اس کے ججوں کی زبان سے نکلا ہو، فرض ہے کہ اس کا تعین کرے کہ اس کی حکمتِ عملی کا کونسا حصہ ایسا لابد ہے کہ اس کی حفاظت کی جانی چاہیئے۔

اٹلی کے کوڈ میں یہ ہے کہ:۔

> باوجود احکام مندرجہ دفعات بالا کے، نہ ملک غیر کے قوانین نہ ایکٹ نہ فیصلے اور نہ شخصی انتقالات یا معاہدے ایسے ہو سکتے ہیں کہ ان سے ملک کے مانعتی قوانین (Prohibitive laws) متعلقہ اشخاص یا جائداد یا افعال یا ایسے قوانین میں جو انتظام عامہ یا حسن اخلاق سے متعلق ہیں کسی حالت میں بھی کسی قسم کا خلل واقع ہو سکے۔ کوڈ اٹلی ابتدائی دفعہ ۱۲؎

اسی کے ہم مضمون نپولین کوڈ میں یہ ہے:۔

> خانگی معاہدات، ان قوانین میں جو انتظام عامہ اور حسن اخلاق سے متعلق ہیں کسی طرح خلل انداز نہیں ہو سکتے؛

اصولاً یہ تحفظ یا شرط ایسی ہے کہ اس سے چارہ ہی نہیں ہے گویا مقصد یہ ہے کہ بعض قومیں مثلاً

ترک اور چینی ایسی ہیں اور انکے خیالات اور ان کا طرز معاشرت ہم لوگوں سے اسقدر مختلف ہے کہ ہم میں
اور ان میں شخصی قانون بین الاقوام کا کوئی ایسا سلسلہ قائم نہیں ہو سکتا جسکی
بنا پر ہم عام طور سے ان کے قوانین اور فیصلوں کو عیسائی سلطنتوں میں نافذ کر سکیں۔
اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ خود عیسائی سلطنتوں کے خیالات اور طرز معاشرت میں
ایسا اختلاف ہو کہ ان کے قوانین اور فیصلوں کو ملک میں نافذ کرنے کے عام
قاعدہ میں استثنا قائم کرنے کی ضرورت واقع ہو: مثلاً بعض عیسائی سلطنتوں
میں غلامی کا رواج تھا مگر جو حقوق اس کی بنا پر پیدا ہوتے تھے وہ دوسرے
ممالک میں جہاں اس کا رواج نہ تھا شاذ ہی صورتوں میں تسلیم کئے جاتے تھے۔
بہر حال "تحفظ یا شرط" کے مسئلہ کا اہم عملی اثر ازدواج اور طلاق کے معاملہ میں
ظاہر ہوتا ہے

52

فرض کرو کہ کسی ملک میں دو شخصوں کے درمیان جہاں وہ بر دیسی سمجھے جاتے ہیں،
اپنے ذاتی قانون کے مطابق نکاح کی تجویز ہوتی ہے اگر اس نکاح میں بربنا تعلق
رحمی یا ازدواجی یا بربنا مذہب یا اخلاق کے جو صاف طور سے عام انتظام کے متعلق
سوالات ہیں کوئی امر قابل اعتراض پایا جاتا ہے تو اس کا تعلق قانون مقام معاہدہ
سے ہے جہاں سے اس تعلق کی ابتدا ہوئی اور جہاں وہ ایک غیر محدود زمانہ
تک قائم رہ سکتا اور نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ اسی طرح اس کا تعلق اس مقام توطن
سے ہوگا جس میں فریقین بقیاس غالب اپنی زندگی کا بڑا حصہ بسر کریں گے،
یا اس سیاسی حکومت سے جس کیلئے ان کا یہ ازدواج جدید رعایا پیدا کرنے کا باعث
ہوگا۔ اور معاملہ ہذا دوسرے معاہدات سے اس امر میں بھی مختلف ہے کہ اکثر ممالک میں ازدواجی
معاہدہ بلا سرکاری توسط کے نہیں ہو سکتا اور اس کا عمل بعض ملکی یا مذہبی رسوم کی بجا آوری
پر منحصر ہوتا ہے، اور اس کے لئے کسی دوسرے یا خانگی طریقہ کا استعمال بربنائے پوشیدگی
عام انتظام کی خلاف ورزی متصور ہوگا۔ جس ایک امر میں اس ملک کو
جس میں معاہدہ کا آغاز ہوا، ذاتی قانون کے ملک سے جس کا تعلق اس معاملہ سے
سب سے زیادہ ہے دبنا اور جھکنا پڑتا ہے وہ فریقین معاہدہ کی
اہلیت ہے جس کا انحصار عمر پر ہوتا ہے۔ اسی میں والدین

اور محافظین کی رضامندی بھی شامل ہے جس کے بغیر کامل اہلیت نہیں متصور ہو سکتی۔ پس اگر شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد اصولاً اس طور سے مرتب کئے جائیں کہ ایک مخصوص نکاح کی صحت کا تعین ہر ایسے ملک میں ہو سکے، جہاں اس پر اعتراض کیا جائے؛ تو طریقہ نکاح کی صحت کیلئے قانون مقام معاہدہ کا حوالہ نہ صرف اختیاری بلکہ لازمی قرار دیا جانا چاہیئے۔ اور ہر فریق کی اہلیت کو جو عمر یا تیسرے شخص کی رضامندی پر منحصر ہو انھیں قیود کے ساتھ فریقین کے ذاتی قانون پر محول کرنا چاہیئے۔ مگر ساتھ ہی اس کے اس ممانعت کا جو قانون مقام معاہدہ یا فریقین میں سے کسی فریق کے ذاتی قانون کی بنا پر کسی دوسری عارضی یا قطعی نا اہلیت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہو، پورا لحاظ رکھنا چاہیے۔ نکاح ایک ایسا معاہدہ ہے جس سے ایک حیثیت (Status) پیدا ہوتی ہے، اسلئے اس کا قانون معاہدہ اور قانون حیثیت، دونوں کے مشترکہ اثر میں رہنا، کوئی امر خلاف امید نہیں متصور ہو سکتا۔ اس معاملہ پر اس سختی سے نظر ڈالنے کی وجہ سے جو دقتیں پیش آتی ہیں، ان کا ایک جز، اپنے قواعد سے، جو بین الاقوام معاہدات کے ذریعہ سے پیش کئے جائیں، اور نیز خود اختیاری وضع قوانین سے، رفع ہو سکتا ہے۔ اگر اس تیقن کے لئے کہ ایک نکاح کی صحت کے متعلق ہر جگہ یکساں فیصلہ ہوگا کسی قدر نقصان اور زحمت گوارا کر لی جائے۔

فرانس اور اٹلی کے قوانین میں اہلیت نکاح کی بین الاقوامی حیثیت سے جداگانہ بحث نہیں کی گئی ہے، بلکہ اہلیت کے عام مباحث پر جس کا ذکر ہم قبل از یں (صفحات ۲۵ و ۲۷) میں کر آئے ہیں اکتفا کیا گیا ہے ہم (صفحات ۳۱ و ۳۲) میں یہ بھی دیکھ چکے ہیں کہ جرمن کے مجموعہ قوانین سول کی دفعات ۷ و ۲۷ میں عام اہلیت کے مسئلہ سے بحث کی گئی ہے۔ اور وہ مسئلہ معاملہ نکاح سے اس طور سے متعلق کیا جاتا ہے۔

> دفعہ ۱۳ فقرہ اول۔ اگر فریقین نکاح میں سے کوئی فریق جرمنی ہے تو انعقاد نکاح کا مسئلہ ہر فریق کے حق میں اس ملک کے قانون کے مطابق فیصلہ کیا جائیگا جہاں کا وہ رہنے والا ہے۔ یہی حال ان پردیسیوں کا ہے

جو جرمنی میں نکاح کرتے ہیں [یہ منجملہ ان فقروں کے ہے جس سے دفعہ ۲۷
متعلق ہوتی ہے۔) دیکھو صفحہ ۲۱]

جو معاہدہ بارہ سلطنتوں میں سنہ ۱۹۰۲ء[1] میں ہوا۔ اس کی دفعہ (۱)، ۱ (دیکھو صفحہ ۳۴)
میں قانون جرمنی کے دفعہ (۱۳) کی طرح یہ امر ضروری قرار پایا ہے کہ انعقاد نکاح
کے لئے ہر فریق کو جداگانہ اہلیت کی شرائط کی تکمیل کرنی چاہیے؛ اور اس میں بظاہر
کسی بحث کی گنجایش نہیں ہے۔ ہم کو معلوم ہو گا کہ انعقاد نکاح کا وجود ثابت
ہو جانے کے بعد اس کا جو اثر جائداد پر پڑتا ہے، اس کا انحصار ازدواجی توطن
یا شوہر کی قومیت پر ہو سکتا ہے؛ لیکن جبتک کہ خود نکاح کا وجود نہ ثابت ہو جائے،
زوجہ کی اہلیت کا زوج کے ذاتی قانون سے فیصلہ کرنا منطقی طور سے صحیح نہیں سمجھا
جا سکتا۔ اس کے بعد معاہدہ میں مخصوص نکاحوں کی نسبت اعتراض کا تذکرہ کیا گیا ہے،
اور دفعہ (۲) میں بیان ہوا ہے کہ مقام انعقاد کا قانون، اس امر کا مجاز ہے کہ وہ
پردیسیوں کے ایسے نکاحوں کو روک دے؛ جو قانون مذکور میں
رشتہ یا ازدواجی تعلق، یا طلاق بربناء زنا، یا آپس میں ایک دوسرے
کے قتل کی سازش میں سزایاب ہونے کی بناء پر، قطعاً ممنوع
قرار پائے ہوں۔ یہ سب ناا ہلیتیں مستقل اور فی نفسہٖ نہیں ہیں، بلکہ
بانسبت ہیں؛ اور یہ تصور کرنے کا موقعہ ہے کہ اس سے مقصد یہ تھا،
کہ مقام انعقاد کے قانون کو بھی اس معاملہ میں وہی اختیارات حاصل
رہیں، جو کہ ذاتی قانون کو حاصل ہیں۔" مگر ایسا نہیں ہے، کیونکہ اسکے
بعد ہی یہ حکم موجود ہے کہ جو نکاح اس ممانعت کے خلاف منعقد ہوں گے وہ باطل
نہ قرار پائیں گے اگر وہ اس قانون کے مطابق جس کا حوالہ دفعہ (۱) میں
دیا گیا ہے صحیح اور جائز سمجھے جاتے ہیں اور دفعہ (۲) کے ایک فقرہ اور دفعہ ۶
کو ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ کسی سلطنت پر ایسے نکاح کے انعقاد کی

---

[1] اس معاہدہ سے بعدہٗ فرانس اور بلجیم نے دست برداری کر لی ہے۔ برخلاف اسکے یہ امر قابل لحاظ ہے کہ اسکے احکام کو
مصر کی اشتر کہ عدالت مرافعہ نے مثل قانون ملک کے تسلیم کر لیا ہے اگرچہ مصر اس معاہدہ کا کوئی فریق نہ تھا (دیکھو کلونٹ ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۴۲)

54

تائید کرنا لازم نہیں ہے جو نکاح سابق یا کسی دوسری مذہبی مزاحمت کی بنا پر اس کے قانون کے خلاف ہو۔ اس کی مثال رہبانوں کے طبقہ میں شرکت یا کوئی نذر ہو سکتی ہے لیکن اگر ایسا نکاح دو پردیسی اشخاص میں تجویز کیا جائے تو کسی سفیر دول خارجہ یا ایجنٹ کے روبرو اس کے انعقاد کی منظوری دینا اس سلطنت پر لازم ہے۔ اور اگر فریقین کسی طور سے معمولی طریقہ سے ایسے نکاح کے منعقد کرا لینے میں کامیاب ہو جائیں تو دوسری سلطنتوں کو اس ناجوازی کا مطلق نہ خیال کرنا چاہیے جو مقام انعقاد میں پیدا ہوتی ہے۔ معاہدہ مذکور الصدر میں ایسے لوگوں کے ساتھ جنھوں نے نکاح کی رسم ادا کر لی ہے بحد نرمی برتی گئی ہے، یہاں تک کہ مقام انعقاد کی ممانعت پر ذاتی قانون کی اجازت کو نہ صرف اسی حد تک ترجیح دی گئی ہے جس کو ہم قبل ازیں ظاہر کر چکے ہیں بلکہ دفعہ (۳) کی رو سے مقام انعقاد کا قانون پردیسیوں کو ایسے نکاحوں کی بھی اجازت دے سکتا ہے جو کسی مذہبی خیال کی بنا پر ان کے ذاتی قانون میں ممنوع ہیں، اگرچہ دوسری سلطنتوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ ایسے نکاحوں کو نہ تسلیم کریں۔

نکاح کی شکل (مراسم وغیرہ) کے متعلق اٹلی کے مجموعۂ قوانین میں ایک عام دفعہ یہہ ہے۔

ظاہری مراسم ایسے افعال کے متعلق جو مابین زندہ اشخاص کے عمل میں آئیں یا ان کا تعلق آخری وصیت سے ہو، اس مقام کے قانون کے تحت فیصل ہوں گے جہاں وہ افعال واقع ہوئے لیکن باوجود اسکے فریقین کو اختیار رہوگا کہ وہ مراسم میں اپنے قومی قانون کا اتباع کریں؛ بشرطیکہ فریقین میں سے ہر فریق کا ایک ہی قومی قانون ہو۔ اٹلی کا کوڈ ابتدائی دفعہ (۹)؛

لیکن جرمن کے مجموعہ سول قوانین کی دفعہ (۱۱) میں عام اجازت اور دفعہ ۱۳ میں خاص اجازت دیگئی ہے۔

دفعہ (۱۱) کا فقرہ اول۔ (بیرونی قانون) کے ایک فعل کی شکل کا تصفیہ ان قوانین (اندرونی) کی رو سے کیا جاتا ہے جو اس قانونی تعلق کے

بارے میں نافذ ہیں جو کہ فعل کا اصلی مقصد ہے لیکن اس مقام کے قانون (اندرون ملک) کا اتباع کرنا جہاں وہ فعل واقع ہوا ہے کافی ہے[۱]؛

دفعہ ۱۳ کا تیسرا فقرہ۔ جو نکاح جرمنی میں منعقد ہو اس کی شکل کا تصفیہ جرمن کے قوانین (اندرونی) کی رو سے کیا جائے گا؛

سنہ ۱۹۰۲ کے معاہدہ میں یہ احکام ہیں:۔

دفعہ ۵۔ جو نکاح مقام انعقاد کے قانون کے مطابق منعقد ہو وہ دوسرے ممالک میں جہاں تک کہ اس کا تعلق نکاح کی شکل (مراسم) سے ہے جائز متصور ہوگا؛

تاہم یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ وہ ممالک جن کے قانون کی رو سے انعقاد نکاح کے لیے مذہبی رسوم کا عمل میں آنا لازم ہے اپنی قوم کے ان نکاحوں کو تسلیم کرنے کے مجاز ہوں گے جن میں ایسے مراسم عمل میں نہ لائے گئے ہوں۔ قومی قانون میں جو ہدایت نکاح کا اعلان شائع کرنے کے متعلق ہے اسکی پوری وقعت کرنی چاہیے لیکن اس کی عدم تعمیل سے نکاح بجز اس ملک کے جس کے قانون کی خلاف ورزی کی گئی ہے کسی دوسرے ملک میں ناجائز نہ متصور ہوگا؛

نکاح نامہ کی ایک سرکاری مصدقہ نقل فریقین کے عہدہ داران متعلقہ کے پاس بھیجدی جائے گی؛

دفعہ ۶۔ جو نکاح ایک شخص کے ملک کے سفیر یا ایجنٹ کے سامنے اس کے ملک کے قانون کے مطابق منعقد ہو وہ جہاں تک کہ اس کا تعلق شکل (مراسم) سے ہے ہر ملک میں صحیح متصور ہوگا۔ اگر فریقین میں سے کوئی فریق اس ملک کی رعایا نہیں ہے جہاں نکاح منعقد ہوا اور نہ اس سلطنت نے اس پر کوئی اعتراض کیا جس کی وہ مجاز نہیں ہے گو کہ نکاح مذکور

---

[۱] اس کی بناء پر مسئلہ رنوائے (renvoi) لازمی نہیں رہتا۔ اگر مقام فعل کا مجموعہ قوانین (بیرونی) کسی فعل کی شکل کیلئے دوسرے ملک کے اندرونی قوانین کا حوالہ دیتا ہے تب بھی اس شکل کی تکمیل جو مقام فعل کے اندرونی قوانین میں بتائی گئی بالکل کافی متصور ہوگی؛

نکاح سابق یا کسی دوسری مذہبی مزاحمت کی وجہ سے اس سلطنت کے قوانین
کے خلاف ہی کیوں نہو۔

جو اختیار دفعہ ۵ کے دوسرے فقرہ میں محفوظ کر لیا گیا ہے وہ ان
نکاحوں سے متعلق ہے جو سفرا اور ایجنٹوں کے مواجہ میں منعقد ہوتے ہیں۔

دفعہ ۶۔ ایک نکاح جو شکل (مراسم) کے نقص کی وجہ سے مقام
انعقاد میں باطل متصور ہو جائز ہے کہ دوسرے ممالک میں صحیح سمجھا جائے اگر
ان مراسم کی جو فریقین کے قومی قانون میں بتائے گئے ہیں تعمیل ہوئی ہو۔

معاہدہ میں جو رعایت اہلیت کی ایسے تعلقات قائم کرنے کے متعلق کی گئی ہے جو نکاح سمجھ کر قائم کئے گئے ہیں اس کا پتہ اس موقعہ پر بھی زیادہ تر دقت کے ساتھ چلتا ہے اور یہ معاہدہ (convention) کی تکمیل کی غرض سے لابد تھا کیونکہ بعض ممالک میں نکاح میں مذہبی رسوم کا نہ ادا ہونا قابل اعتراض متصور ہوتا ہے۔

اب ہم کو یہ بتانا ہے کہ نکاحوں کے بین الاقوامی جواز کے متعلق انگلستان کے مقننین کی کیا رائے ہے۔

دفعہ ۱۷ نکاح کے جواز کے لئے یہ امر لازم ہے کہ جہاں تک کہ اس کی شکل یا اس کے مراسم کا تعلق ہے وہ قانون مقام انعقاد کے مطابق ہو۔

ٹبلر بنام فریمین (۱۷۵۶)، ایبلر ۳۰۲۔ ج بار ڈوک۔ لوکن بنام
ہنگس (۱۸۲۲) ۲۔ اسٹار ۱۷۱۔ ڈوورالی۔ این پی ۳۸۔ ج ایبٹ جج۔
کنٹ بنام برگس۔ (۱۸۴۰) ۱۱ سائمین ۳۶۱۔ ج، شاڈول بمقدمہ انتقالات
بازل (۱۹۰۲) فصل اول صفحہ ۵۷۔ ج، سوئن ایڈی، ویسٹ لیک بنام
ویسٹ لیک (۱۹۱۰) پی ۱۶۷۔ ج، بارگریو ڈین، پیپر بنام پیپر (۱۹۲۱)
لا جزل نیوز صفحہ ۲۱۲۔ اس میں ایک نکاح جو اسکاٹ لینڈ میں دو انگلستان
کے باشندوں میں صرف دفتر نکاح میں اعلان کر دینے کے ذریعہ سے منعقد
ہوا تھا ناجائز قرار پایا اس بنا پر کہ اسکاٹ لینڈ میں (۲۱) دن کے
قیام کی مدت جو لازم تھی اسکاٹ لینڈ کے حساب کے مطابق مکمل نہیں

پائی تمی۔ نیز دیکھو سولٹ بنام کیلیے (۱۸۳۵) ۳ کیناپ ۲۵۷ ۔ جج، بروہام جس میں ایک ایسے نکاح کا جواز جو روم میں ہوا تھا اس امر پر منحصر تھا کہ آیا جو ترک مذہب پروٹسٹنٹ ان لوگوں نے کیا تھا وہ کافی تھا یا نہیں؛ اس کا فیصلہ کلیسائے روم کے قانون کے مطابق کیا گیا؛ اور دیکھو سولٹ بنام اٹرنی جنرل آئرلینڈ (۱۹۱۲) اے سی ۲۷۶ ۔ جج، لوربرن۔ ہالسبری۔ اٹیکنس۔ ہال ڈین جس میں یہ قرار پایا کہ آئرلینڈ کا وہ قانون جس کی رو سے مخصوص نکاح جو رومن کیتھولک پادریوں کے ذریعہ سے کرائے جاتے ہیں ناجائز متصور ہوتے ہیں؛ ایسے نکاح سے متعلق نہیں ہو سکتا جو آئرلینڈ سے باہر منعقد ہوا ہو؛

دفعہ ۱۷ (الف) کسی مذہبی یا کسی کلیسائی قانون پر لحاظ نہ ہوگا اگر نکاح کی شکل قانونِ ملک کے مطابق ہے۔

اسی بنا پر ایک نکاح جو آئرلینڈ میں ایک خانگی مکان میں ایک کیتھولک پادری نے صرف ایک گواہ کے مواجہ میں پڑھایا تھا جائز قرار پایا۔ اگرچہ بیان کیا جاتا تھا کہ وہ کلیسائے روما کے اس فتویٰ کے خلاف ہے جو پوپ نے ۱۹۰۸ء میں صادر کیا تھا۔ آشر بنام آشر (۱۹۲۱) ۲۔ آر۔ ۳۴۵؛ جج، کینی؛ جس کو چیف جسٹس او برائین۔ پالیس سی۔ بی و جسٹس گبسن نے بحال رکھا۔ (۱۹۲۱) ۲ آر ۳۴۵۔ قدیم کامن لا اب بھی آئرلینڈ سے متعلق ہے اور اس کی رو سے کسی ایسے نکاح میں جو پادری پڑھائے گواہوں کا وجود لازم نہیں ہے؛ یہی اصول مقدمہ ڈسپائی بنام ٹریلے۔ پی سی (۱۹۲۱) اے۔ سی ۱۰۲ منفصلہ مونٹن میں بحال رہا جس میں یہ طے ہوا کہ ایک سول نکاح کینیڈا میں جائز ہے؛ اگرچہ قانون کلیسائے روما کی رو سے جس کے فریقین پابند تھے وہ ممنوع ہی کیوں نہ قرار پایا ہو؛

برخلاف اس کے اگر اس ملک کے قانون میں عاقدین نکاح کے مذہبی قواعد کا اتباع لازم قرار دیا گیا ہو تو وہ نکاح جس میں ان قواعد کا اتباع نہیں کیا گیا ہوگا ناجائز قرار پائے گا۔ دیکھو مقدمہ امانت الیسن (۱۸۷۴)

56

۳۱ - ایل۔ ٹی۔ آر۔ ۶۲۸ - جس میں ایک نکاح جو ایک پروٹسنٹ انگریز کا ایک آرمینیا کی رہنے والی پروٹسنٹ عورت سے ایران میں منعقد ہوا تھا اس بنا پر ناجائز قرار پایا کہ ایران کے قانون کے مطابق اس فرقہ کے مذہبی رسوم کی پابندی نہیں کی گئی تھی چینی رعایا باشندہ ہپانگ کا چینی نکاح تسلیم کر لیا گیا اگرچہ اسکے متعلق کوئی رسم عمل میں نہیں آئی کیونکہ مقام انعقاد کے قانون کے مطابق کسی رسم کی پابندی ضروری نہ تھی ہپانگ تھائی فن بنام تان ال لائی (۱۹۲۰) اپے سی ۳۶۹ -

دفعہ ۱۷ (ب) ایک انگلستان کے گرجا کے پادری نے انگریزی رعایا کا نکاح بعد اعلان کے ملک چین کے ایک دور دراز مقام پر گرجا کے کمرہ میں پڑھایا۔ وہاں کوئی انگریزی گرجا نہ تھا۔ یہ نکاح اس بنا پر جائز قرار پایا کہ انگلستان کے ایکٹ متعلقہ ازدواج کی تعمیل وہاں ناممکن تھی۔ فریقین کو وہاں کے مقامی قانون سے رائٹ کا حق حاصل تھا اور وہ مجاز تھے کہ وہ اپنے عام قانونی حقوق سے استفادہ حاصل کریں۔

مقدمہ فلپس بنام فلپس (۱۹۲۱) ۳۸ - ٹی - ایل - آر - ۱۵۰ - نج، ڈیوکٹ :-

دفعہ ۱۸ نکاح کے جواز کے لئے یہ امر بھی ضرور ہے کہ مقام انعقاد کے قانون میں جو احکام والدین یا اولیا کی رضامندی کے متعلق ہوں، انکی پوری تعمیل کی گئی ہو -

اسکرم شائیر بنام اسکرم شائیر (۱۷۵۲) ۲ - ہرل اسٹون وکونین ۳۹۵ - نج، سٹیپن ؛ ڈل ٹن بنام جونز (۱۸۰۲) - ہرل اسٹون وکونین، ۴۲، نج، وتن ؛ ان دونوں مقدمات میں مقام انعقاد کے قانون کے مطابق نقص جو تھا۔ موخرالذکر مقدمہ میں نکاح اس فوج کے پادری نے پڑھایا تھا جو آسٹرین فلانڈریس میں بمقام فرانس متعین تھی۔ اگرچہ یہ امر ثابت نہیں ہوا کہ اسٹرین فلانڈرس میں رضامندی کا نہ ہونا موجب نقص نکاح تھا؛ اگرچہ ڈچ قانون کی رو سے ایسا تھا۔ لیکن دونو مقدمات میں عدالت نے اس حاوی تراصول پر عمل کیا کہ جو نکاح کسی

وجہ سے بھی قانون مقام انعقاد کی رو سے ناجائز قرار پائے، وہ قانون مقام توطن کی رو سے ثابت نہیں قرار دیا جاسکتا۔

مقدمہ ہارفورڈ بنام مارس (۱۷۷۶) ہیگ۔ کانس ۔ ۴۲۳ جج، ستے نادر دسالہ اور سنہ ۲ ہیگ۔ کانس ۴۳۶ میں عدالت وفود نے اس نکاح کو جو بیرون ملک منعقد ہوا تھا ناجائز قرار دیا، اس بنا پر کہ وہ بوجہ نہ ہونے رضامندی اور مراسم کے از روئے قانون مقام انعقاد درست نہ تھا؛ بلکہ یہ بھی کہا گیا تھا کہ اس میں جبر کا استعمال ہوا تھا۔ اور چونکہ ان نکاحوں کے دیانی وقتوں میں جن کا ذکر ایک طرف مقدمہ اسکرم شائز بنام اسکرم شائز اور دوسری طرف مقدمات ہرفورڈ بنام مارس اور ٹولشن بنام جنوین میں ہوا ہے، لارڈ ہارڈوک کا مجوزہ ایکٹ نکاح منظور ہو چکا تھا، اسلئے عدم رضامندی، جس کی بنا پر قبل ازیں ایسے نکاح، جو بغیر اجرائے اعلان کے منعقد ہوتے تھے، انگلستان میں صرف بیضابطہ متصور ہوتے تھے، وہ دونوں امور موخر الذکر نکاحوں کے وقت کامل طور سے ناجوازی کا موجب ہوجاتے۔ بنابریں علیہ دونوں موخر الذکر مقدمات کے نکاحوں کو جائز قرار دینے کی بنیاد یہی قرار دی جاسکتی تھی کہ نکاح کے متعلق ملک کا قانون، جو انگلستان کے قدیم قانون سے ماخوذ ہے، موجود ہے، اور اسی وجہ سے کہ لارڈ ہارڈوک کے ایکٹ میں، اسکاٹ لینڈ اور سمندر پار کے نکاح، استثنا میں داخل ہیں، انگلستان کے ایسے باشندوں کے لئے، جنھوں نے بیرون ملک نکاح کیا ہے، انگلستان کا نافذ قانون سمجھا جاتا رہا؛ اگرچہ مقام انعقاد کا قانون بالکل اسکے خلاف ہو۔ اس مسئلہ کو اس سے مخلوط نہ کر دینا چاہئے، جو مقدمہ لاتور بنام ٹیس ڈیل میں بیان ہوا ہے، دیکھو زیر دفعات ۲۶ و ۲۸۔ موخر الذکر مقدمہ کے متعلق کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا، کیونکہ شخصی قانون بین الاقوام کے اصول ہندوستان کے دیسی قوانین سے متعلق نہیں ہوسکتے، کیونکہ ان میں اور عیسائی نظام قوانین میں کوئی قانونی مشابہت اور میل نہیں ہے۔ مقدمہ ہارڈ فورڈ بنام مورکس میں، جو کچھ عیسائی یورپ میں نکاح کے متعلق بیان ہوا ہے، اس سے بڑی حد تک

عام شخصی قانون بین الاقوام کو انکار مستنبط ہوتا ہے

دفعہ ۱۹ ازدواج کے جواز کے لئے یہ بھی ضرور ہے، کہ قانون مقام انعقاد کی وہ تمام شرطیں، جو عاقدین کی اہلیت کے متعلق ہوں، پوری کی جائیں، خواہ اُن کا تعلق رحمی یا ازدواجی محرمات سے ہو یا اہلیت کے کسی دوسرے سبب سے، اور خواہ وہ سبب قطعی ہو یا بالنسبتہ۔

بظاہر اس اصول پر کسی انگلستان کی عدالت میں اعتراض نہیں ہوا اور یہ اس وسیع تر اصول کی بحث میں داخل ہو جاتا ہے، جس کا تذکرہ قبل ازیں اسکرم شائر بنام اسکرم شائر اور ڈٹن بنام جنویرن کے مقدمات میں کیا جا چکا ہے: یعنے یہ کہ جو نکاح از روئے قانون مقام انعقاد کے باطل ہو، وہ قانون مقام توطن سے جائز نہیں قرار دیا جا سکتا، مقدمہ ڈالرمپل بنام ڈالرمپل (۱۸۱۱) ۲۔ ہیگ کانس ۵۴ ج، اسکاٹ میں جو رائے اختیار کی گئی وہ اس سے بھی زیادہ وسیع تھی، اسکاٹ لینڈ میں ایک نکاح ایک اسکاٹ لینڈ کی رہنے والی عورت اور ایک ایسے مرد میں ہوا، جس کو تجویز میں متوطن انگلستان بتایا گیا ہے (دیکھو صفحات ۵۴، ۶۰-۶۱) اسکاٹ لینڈ میں جو شرائط انعقاد نکاح کے لئے مقرر ہیں، ان کے کافی ہونے کی بحث سے تمام تجویز مملو ہے: مسٹر ڈالرمپل کے والد کی رضامندی سے متعلق بحث نہیں کی گئی، برخلاف اسکے سر ولیم اسکاٹ کہتے ہیں کہ جو اصول اس مقدمہ میں از روئے قانون انگلستان متعلق ہو سکتا ہے وہ یہی ہے کہ مسس گارڈن کے ازدواجی حقوق کی صحت کی جانچ اس ملک کے قانون سے ہونی چاہیئے جہاں (اگر حقوق مذکور کا کوئی وجود ہے) وہ پیدا ہوئے (دیکھو صفحہ ۵۹) جو اصول اس میں، اور ہر دو دفعات مقدم الذکر میں بیان ہوا ہے، وہ اس مقولہ کے مساوی ہے، کہ کوئی حقوق ازدواجی جائز نہیں متصور ہو سکتے، جب تک کہ وہ اس ملک کے قانون کی رو سے جہاں (اگر ان کا وجود تسلیم کیا جائے) وہ پیدا ہوئے، جائز نہ قرار پائیں، لیکن دفعہ ۲۱ سے ظاہر ہو گا کہ جن حقوق ازدواجی کی تائید اس ملک کا قانون کرتا ہے، جہاں (اگر ان کا وجود تسلیم کیا جائے) وہ پیدا ہوئے، وہ ہمیشہ انگلستان میں جائز نہیں

قرار دیئے جاتے ہیں؛

دفعہ ۲۰ ایسا ازدواج جس میں صورۃً قانون مقام انعقاد کی پابندی کی گئی ہو انگلستان میں بلحاظ صورت کے جائز قرار پائے گا۔

ہربرٹ بنام ہربرٹ (۱۸۱۹) ۲ فل۔ مذہبی ۵۸۰-۲۔ ہیگ
کانسس ۲۹۲۔ جج اسکاٹ، مقدمہ اسمتھ بنام میکسول (۱۸۲۴) رائن و موڈی۔
۸۰ جج لسٹ، مقدمہ انتقالات بازنے (۱۹۰۲) ۲۔ چانسری صفحہ ۵۷،
جج سونفن ایڈی؛

دفعہ ۲۱ ازدواج کے جواز کے لئے یہ لازم ہے کہ (ماتحت دفعہ ۲۲) ہر فریق کی ازدواجی اہلیت میں اس کے ذاتی قانون کی پوری پابندی کی جائے: خواہ وہ اہلیت بلحاظ عمر کے قطعی ہو یا رحمی یا ازدواجی محرمیت کے لحاظ سے محدود ہو۔

بروک بنام بروک (۱۸۵۷ و ۱۸۵۸) ۳۔ ایس ایم و جی ۴۸۱۔
جج کراسول واسٹورٹ (۱۸۶۱) ۹۔ ایچ۔ ایل ۱۹۲۔ جج کیمبل۔ کرانورتھ۔ سینٹ
لینارڈز۔ وینسلے ڈیل، مقدمہ مٹی بنام مٹی (۱۸۵۹) ای ایس و ٹی ۱۶۴،
جج کراسول میں زوج کے قانون مقام توطن کے لحاظ سے نا اہلیت پائی
جاتی تھی، نہ کہ زوجہ کے قانون کی رو سے۔ یہ نکاح ناجائز قرار پایا، اس
بنا پر کہ ہر فریق کی اہلیت اسکے قانون کے لحاظ سے ضرور تھی؛ یہ بحث
نہیں کی گئی کہ زوج کے مقام توطن کے قانون کو ترجیح ہے اور نکاح
صحیح تسلیم کئے جانے کی صورت میں وہی قانون نکاح قرار پائے گا؛
مقدمہ اسکاٹو میر بنام ڈی بارروز (۱۸۷۷) ۲۔ پی۔ ڈی ۸۱۔ جج، کاٹن۔
جیمس۔ بیگلے جس میں مقدمہ ایس۔ سی (۱۸۷۷) ۲۔ پی۔ ڈی ۸۱۔ جج فلیمور
منسوخ کیا گیا؛ واقعات یہ تھے کہ انگلستان میں نکاح ایسے دو شخصوں میں
ہوا جن میں سے ایک انگلستان کا اور دوسرا پرتگال کا متوطن تھا، لیکن مقدمہ
کی اس نوبت پر دونوں پرتگال کے متوطن قرار پا گئے تھے؛ اور ایسے رشتہ دار
تھے کہ ان کا نکاح از روئے قانون پرتگال باہم نہیں ہو سکتا تھا؛ اگرچہ انگلستان

کے قانون کی رو سے اس کی کوئی ممانعت نہ تھی۔ اس امر پر بحث ہوئی کہ بروئے قانون مقام توطن، یہ قرابت ایسی ہے کہ اگر پاپائے روم کی اجازت ہو جائے تو نکاح کے جواز میں کوئی کلام نہیں رہتا، مگر اس پر کوئی لحاظ نہیں کیا گیا اور عدالت مرافعہ نے ناجوازی نکاح کی ڈگری دیتے ہوئے لکھا کہ "ہماری رائے صرف اس مقدمہ تک محدود ہے جس میں دونوں فریق بروقت انعقاد نکاح ایسے ملک کے متوطن ہیں جس کا قانون ان کے نکاح کا مانع ہے"۔ اسی مقدمہ (۱۰۷۹) ۵. پی۔ ڈی ۹۴ میں یہ سمجھا گیا تھا کہ ایک فریق انگلستان کا متوطن تھا اور جج سپین نے نکاح کو جائز قرار دیا تھا، مگر اس سند میں بوجوہ ضعف پیدا ہو گیا۔

(۱) خود اس فاضل جج کے فیصلے سے جو اس نے قانون مقام انعقاد کی تائید میں جواز نکاح کے متعلق صادر کیا تھا جس کا ذکر صفحہ ۸۱ پر ہو چکا ہے۔

(۲) قانون مقام انعقاد کی تائید میں اس کے کراسول کی رائے کو اختیار کرنے سے جو اس نے مقدمہ سائیمونن بنام ملاک میں ظاہر کی تھی، اور مقدمہ مٹی بنام مٹی کا نہ حوالہ دینے سے جس میں فاضل جج مذکور نے یہ لکھا تھا کہ "کسی معاہدہ کی تکمیل نہیں ہو سکتی جب تک ہر فریق میں دوسرے فریق کے ساتھ معاہدہ کرنے کی اہلیت موجود نہ ہو" آئی ایس وی ۲۲۴ کو

(۳) پارلیمنٹ کے ان ایکٹوں کے حوالہ دینے سے جن کی رو سے حقیقی چچازاد بھائی بہنوں میں نکاح ممنوع ہے، جس سے یہ مفہوم پیدا ہوتا ہے کہ شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد کا استعمال ان معاملات میں کمتر ہوتا ہے، جن کے متعلق ایکٹوں میں احکام موجود ہیں، بہ نسبت ان معاملات کے جو عام قوانین کے تابع ہیں۔ مقدمہ ڈی ولٹن بنام مانٹی فور (۱۹۰۰) ۲. چانسری ۴۸۱۔ جج اسٹرلنگ میں یہ طے ہوا کہ نکاح کی اہلیت کا جو انحصار توطن پر ہے، اس سے یہودیوں کے نکاح مستثنیٰ نہیں ہیں۔ اور اس بنا پر وہ نکاح جو چچا بھتیجی میں، جو کہ انگلستان کے متوطن ہیں، بمقام وینائس حسب قانون یہود ہوا تھا، ناجائز قرار پایا۔ یہودیوں کا قانون نکاح کی شکل سے

تسلیم کیا جاتا ہے نہ کہ اہلیت کے مسائل میں"

برعکس اس کے جو نکاح ایسا ہو کہ اس میں ہر فریق کے ذاتی قانون کی رو سے اسکی اہلیت کا اطمینان ہو جائے وہ انگلستان میں جہاں تک کہ اس کا تعلق اہلیت سے ہے قابل تسلیم قرار پائیگا، گرچہ انگلستان کے قوانین کے لحاظ سے وہ ممنوع ہو۔ مقدمہ انتقالات بوزلے (۱۹۰۲) ا چانسری ۱۵، بج سونشن آنڈی اور مقدمہ بروک بنام بروک میں لارڈ کیمبل و کرانورتھ کے فیصلے جن کا حوالہ اس میں دیا گیا ہے" جو باہمی نکاح عیسائی ممالک کی عام رضامندی کی بنا پر حرام قرار پاتے ہیں، ان میں جیسا کہ بعض اوقات کیا جاتا ہے کسی استثنا قائم کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ جو ممالک شخصی قانون بین الاقوام کے نفاذ میں شریک ہیں، ان میں سے کسی ملک میں، ایسے نکاحوں کا رواج نہیں ہے"

یہ امر قابل اظہار ہے کہ دفعہ ۲۱ اور اس کے متعلق متذکرۂ بالا نوٹ تقریباً بجنسہ اسی طرح قائم رکھے گئے ہیں جیسا کہ اس کتاب کی پہلی اشاعت میں تھے۔ اگرچہ مقدمہ اوگڈن بنام اوگڈن (۱۹۰۸) پی ۴۶ اور چٹی بنام چٹی (۱۹۰۹) پی ۶۷ کے فیصلوں نے اس اصول کو ایک درجہ تک مشتبہ کر دیا ہے۔ اس کی بحث دفعہ ۲۵ کے تحت میں کی جائے گی۔

دفعہ ۲۲ یہ امر کہ نکاح کی جو نااہلیت تعزیری نوعیت، یا مذہبی قسم، یا کسی مذہبی جماعت میں شرکت کی بنا پر پیدا ہوتی ہے، وہ انگلستان میں ذاتی قانون کی بنا پر تسلیم نہیں کی جائے گی، یہ اس اصول کا نتیجہ ہے، جو دفعہ ۱۶۔ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ مذہبی نذروں اور مذہبی جماعتوں کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ انگلستان کی حکمت عملی کا کوئی اصول اس سے زیادہ سخت نہیں متصور ہو سکتا کہ وہ آبادی کی ایک جماعت کی جماعت کو نکاح کے امکان سے باز رکھے جانے کی اجازت دے، لیکن جن صورتوں میں قانون مقام انعقاد معاہدہ کی رو سے نکاح میں کوئی تعزیری یا مذہبی نااہلیت پائی جائے گی تو اس کا بلا واسطہ نتیجہ یہ ہوگا، کہ نکاح منعقد ہی نہ ہوگا اور اسلئے اس کا بواسطہ نتیجہ یہ ہوگا کہ ان مراسم یا اس اہلیت نکاح کے

58

متعلق انگلستان میں یہ سمجھا جائے گا کہ وہ انعقاد نکاح کیلئے کافی نہ تھے۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کے قانون کی رو سے اشتہاری مجرم نکاح کیلئے نااہل نہیں متصور ہوتا۔ اگر نااہلیت تسلیم بھی کر لی جائے تو وہ انگریزی عدالتوں میں ایسے نکاح کے تسلیم کئے جانے کی مانع نہیں ہو سکتی جو ایک انگلستان کے باشندہ نے جس کے متعلق انگلستان میں اشتہار جرم ہوا ایسے مقام میں کیا ہو جہاں وہ اس وقت رہتا تھا یہ فرض کر کے کہ از روئے قانون مقام انعقاد وہ اس نکاح کا اہل متصور تھا۔ جج، ار، آر۔ ڈس کیٹنگ اور مانٹیگ اسمتھ نے ان کی رائے سے اتفاق کیا۔ مقدمہ کینارڈ بنام لزے (۱۸۶۶) لا رپورٹ پرایوی کونسل ۴۸۹

دفعہ ۲۳۔ جب کوئی شخص اپنے ذاتی قانون کی رو سے کسی نہ کسی شکل میں بغیر والدین یا اولیاء کی رضامندی کے نکاح کر لیتا ہے تو ایسی رضامندی کی عدم موجودگی کی وجہ سے وہ نکاح ناجائز نہیں ٹھہرتا بشرطیکہ قانون مقام انعقاد کی پابندی کی گئی ہو اگرچہ نکاح میں وہ شکل نہ اختیار کی گئی ہو جس کی بنا پر از روئے قانون ذاتی ایسی رضامندی کی ضرورت باقی نہ رہتی ہو۔

یہ وہ نکاح ہیں جو گرٹنا گرین[1] کے نکاحوں کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔ ان نکاحوں کی صحت کی بحث پہلی مرتبہ باضابطہ طور سے مقدمہ کمپٹن بنام بیرکرافٹ (۱۷۶۷) جج، ہہ نہ اور (۱۷۶۹) کورٹ آف ڈیلیگیٹ ۲ ہیگ۔ کانس ۴۳۰۔ ۴۳۳۔ ۴۴۴ میں پیش آئی۔ اس مقدمہ میں تعبنہ ڈمفریز، گرٹنا گرین کا قائم مقام تھا سر جارج ہے نے اسی رائے کی بنا پر جو انہوں نے مقدمہ ہرفورڈ بنام مارس میں قائم کی تھی نکاح کو جائز قرار دیا۔ گر ڈیلیگیٹ نے ان کی تجویز کو بربنائے قانون مقامی بحال رکھا۔ اسی قسم کا نکاح مقامی قانون کی بنا پر مقدمہ گریسن بنام گریسن میں

---

[1] گرٹنا گرین، اسکاٹ لینڈ میں ایک گاؤں ہے: اس نام سے تمام ایسے نکاح موسوم کئے جانے لگے جو بے قاعدہ طریقہ سے کر لئے جاتے تھے۔ مترجم۔

قائم رکھا گیا (۱۸۰۱) ۲-ہیگ کانس ۹۹-۹۸-۸۶؛ اور ایسا ہی فیصلہ، فرانسیسیوں کے ان نکاحوں کے متعلق جو انگلستان میں ہوئے تھے، مقدمہ سائیمونن بنام مالک (۱۸۶۰) ۲ ایس و ٹی ۶۷ جج کراسول میں کیا گیا؛

دفعہ ۲۴ جو نکاح انگلستان میں منعقد ہو وہ بروئے اصول دفعہ ۲۳ جائز قرار دیا جاتا ہے، گو کہ فریقین کے ملک توطن میں، اس بنا پر نا جائز قرار پایا ہو، کہ فریقین کا مقصد، اس ملک کے قانون سے بچنا تھا۔

مقدمہ سائیمونن بنام مالک (۱۸۶۰) ۲-ایس و ٹی ۶۷ جج کراسول؛

دفعہ ۲۵ جب ذاتی قانون کے لحاظ سے نکاح کا کوئی فریق، بغیر کسی شخص کی خاص اجازت کے کسی شکل میں بھی، نکاح کا مجاز نہیں ہے، تو ایسی اجازت کے نہ ہونے کی حالت میں، نکاح نا جائز قرار پائے گا، گو کہ اس میں مقام انعقاد کے قانون کی پابندی کی گئی ہو، تاوقتیکہ یہ ظاہر نہ ہو کہ فریقین میں سے کوئی فریق، بظاہر انگلستان کا متوطن ہے، اور نکاح، انگلستان میں انگریزی شکل میں منعقد ہوا ہے۔

60

مقدمہ سکس پیریج (۱۸۴۴) ۱۱-سی ایل وایف ۸۵، ٹنڈل نے ججوں کی رائے سنائی۔ جج الینڈرسٹ، بروہم، کاٹن ہام، ڈینمن اور کیمبل تھے۔ اس مقدمہ میں شاہی نکاحوں کے ایکٹ کی دفعہ (۱) کی رو سے، نکاح کے لئے، بادشاہ کی باجلاس کونسل اجازت کی ضرورت تھی؛ یا دفعہ (۲) کے لحاظ سے، پارلیمنٹ کی معنوی اجازت ہونی چاہیے تھی۔ دیکھو مقدمہ اسکاٹو میر بنام ڈی بارروز متذکرہ بالا دفعہ ۲۱؛

جو اصول اس دفعہ میں بیان ہوا ہے، اسکے خلاف آئرلینڈ کا ایک فیصلہ موجود ہے اسٹیل بنام براڈل (۱۸۳۸) ملو-۱؛

جج، رٹیڈکلف جس کو مقدمہ بروک بنام بروک (۱۸۶۱) ۹-ایچ-ایل ۲۱۶ میں لارڈ کیمبل نے بھی پسند کیا ہے، اگر اس کا اتباع کیا جائے تو ضروری رضامندی، نکاح کی شکل میں داخل متصور ہوگی، نہ کہ اہلیت کی ایک شرط قرار پائے گی؛ اور اس صورت میں سکس کی پیریج کا مقدمہ، اس حالت میں صحیح

سمجھا جاسکے گا، کہ شاہی نکاحوں کے ایکٹ کی نسبت یہ تصور کیا جائے،
کہ اس کا مقصد، انگلستان کے قانون میں ایک مخصوص اور سخت قسم کی نااہلیت
پیدا کرنے کا ہے: جس سے شخصی قانون بین الاقوام کے اصول پامال
ہوجاتے ہیں۔ اس امر سے انکار کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی، کہ ملک توطن
کے ایکٹ کا ایسا مقصد ہونا ناجائز نہیں تصور ہوسکتا؛ اگرچہ مقدمہ سیمون
بنام مالک (دیکھو دفعہ ۲۴) میں عدالت نے فرانسیسی کوڈ کے اس صریح
دعوی پر، کہ اس کو فرانسیسیوں کے (etat civil) کی نسبت، جو بیرون ملک
ہوں، اختیار حاصل ہے، یا یہ کہ شاہی نکاحوں کے ایکٹ کا یہی مقصد ہے،
مطلق اعتنا نہیں کیا، لیکن جب کسی ایکٹ میں یہ حکم ہو کہ کوئی نکاح، خواہ کسی
شکل میں منعقد ہو، بغیر خاص اجازت کے باطل ہوگا، تو بغیر اس اجازت کے
نکاح کی نااہلیت یقیناً پیدا ہوجاتی ہے۔ ایسی حالت میں صرف مفروضہ
مقصد میں یہ فرق کرنا کہ اس کی پابندی کس درجہ تک مطلوب تھی اور کس
حد تک نہیں، میری رائے میں خطرہ سے خالی نہیں، بنا بریں میں مقدمہ سشیل بنام
براڈل سے اختلاف، اور مقدمات کاپٹن بنام برکرافٹ اور سیمون بنام
مالک سے اس بنا پر کہ ان دونوں مقدمات میں ملک توطن میں نکاح ہوسکتا
تھا، بشرطیکہ مراسم کی پوری طور سے پابندی کی گئی ہوتی، اتفاق کروںگا:
اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں خود لارڈ کیمپبل کا مقدمہ، بروک بنام بروک،
میں یہی منشا تھا (۱۸۵۱ء) ۹۔ ایچ۔ ایل ۲۱۵ و ۲۱۸؛"

جو استثنا قائم کیا گیا ہے، اس کی بنیاد مقدمہ اوگڈن بنام اوگڈن (۱۹۰۸ء)
پی۔ ۴۶۔ ج، گوریل بارنس، کوزنس ہارڈی، ایم۔ آر و کینیڈی۔ لارڈ جسٹس کا فیصلہ
ہے، جنہوں نے جسٹس بارگریو ڈین کی تجویز منسوخ کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نکاح جو انگلستان کی ایک
باشندہ اور متوطن عورت اور فرانس کے ایک متوطن مرد میں، انگلستان میں منعقد ہوا تھا"
جائز قرار دیا گیا، اگرچہ مرد مذکور، فرانس کے کوڈ کی دفعہ ۱۴۸ کے تحت میں ۲۵ سال
سے کم عمر ہونے کی بنا پر، بغیر اجازت حاصل کئے ہوئے نکاح کرنے کا مجاز نہ تھا؛
اور ایسی اجازت اُس نے حاصل نہیں کی تھی۔ اور دفعات ۱۸۲ و ۱۸۵ کا جن میں اس

میعاد کا تعین کیا گیا ہے جس میں اس کے مجوزہ نکاح کی تنسیخ ہو سکتی تھی، استقرار
کیا گیا۔ یہ مقدمہ سمونن بنام مالک کے مقدمہ سے جدا ہے، جس میں فریقین کی
عمر کی بنا پر، فرانس کی منظوری جو موجود نہ تھی، دفعہ ۱۵۲ کی رو سے (جس صورت میں
دفعہ مذکور اس وقت قائم تھی) غیر ضروری ہو گئی تھی، کیونکہ تین مہینے میں تین بار
اس کی منظوری چاہی گئی، اور تینوں مرتبہ نامنظور ہوئی، اور اس بنا پر اس کو مراسم
یا شکل کے تحت میں داخل کرنا بیجا نہیں متصور ہو سکتا۔ اوگڈن بنام اوگڈن کے مقدمہ
میں مراسم نکاح کے عمل میں آنے سے پہلے، حصول اجازت کی ضرورت سے بچنا
ممکن نہ تھا، اور اس لحاظ سے وہ اہلیت کی ایک شرط تھی: مگر عدالت مرافعہ نے اس
مسئلہ کو جو اس وقت اس کے سامنے تھا، شکل یا مراسم کے متعلق تصور کر کے (دیکھو
صفحہ ۸۲) یہ لکھا کہ "اس تجویز میں جو کچھ کہا گیا ہے، اس کا روئے سخن ان مراسم کی
طرف ہے جن کی عمل آوری انعقاد نکاح کے لئے ضروری ہے، اس سے یہ نہ سمجھنا
چاہئے کہ ان اصول کی بناء پر ایک ملک کے قانون میں ان نکاحوں کی بابتہ جو
قطعی طور سے ممنوع ہیں، لازمی طور سے کوئی دست اندازی کرنا مقصود ہے"۔
مقدمہ اگڈن بنام اگڈن سے جس امر کی سند لی جا سکتی ہے، وہ صرف اسقدر
ہے کہ کسی فریق نکاح کی نا اہلیت، جو نکاح کی ناجوازی سے بالکل علیحدہ ہے، ایک
مسئلہ شکل یا رسوم نکاح کے متعلق ہے، اور اگر اس کا تعلق صرف ایک فریق سے ہے،
اور وہ قانون بیرون ملک کی بنا پر پیدا ہوتا ہے، تو انگلستان میں اس پر لحاظ نہیں
کیا جائے گا۔ لیکن عدالت مرافعہ نے اپنے طویل فیصلہ میں کسی فریق کی اہلیت
کے ایسے فیصلہ کو جو بیرون ملک کیا گیا ہو تسلیم کرنے میں بڑا پس و پیش کیا، اور
یہاں تک لکھا کہ "یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اس عام قاعدہ میں کہ دو عاقل اور بالغ
(Sui juris) اشخاص کے نکاح کے جواز کا فیصلہ مقام انعقاد کے قانون کی رو
سے ہونا چاہئے (صفحہ ۵۰) انگلستان اور دوسرے ممالک کے مقننین کی رائے
میں کوئی قابل لحاظ اختلاف ہے یا نہیں؟ کیا عدالت نے یہ خیال کیا کہ جو شخص اپنے
ملک میں بغیر خاص اجازت کے نکاح نہیں کر سکتا، وہ نکاح کے معاملہ میں عاقل
و بالغ متصور ہو سکتا ہے؟ قیاس غالب یہ ہے کہ عاقل و بالغ (Sui juris) سے

61

وہی شخص مراد ہے، جس کی اہلیت نکاح میں، مقام انعقاد نکاح کے قانون کی رو سے کوئی مانع موجود نہیں ہے۔

اگڈن بنام اگڈن کے مقدمہ میں فیصلہ ہو کر بیس دن سے زیادہ نہیں گذرے تھے، کہ سر گورل بارنس نے چٹی بنام چٹی کا مقدمہ فیصل کیا (۱۹۰۹ پی، ۶) ایک ہندو نے، جس کا توطن ہندوستان میں تھا، اپنے مذہب کی ذاتی نااہلیت کی بناپر، اس نکاح کے جواز سے انکار کیا، جو اُس نے ایک ایسی عورت سے جس کا توطن انگلستان میں تھا، انگلستان میں ایک رجسٹرار کے دفتر میں کیا تھا۔

اس کے لئے صرف اتنا جواب کافی تھا، کہ باوجودیکہ ہندو مذہب کے قواعد پر عام طور سے "قانون" کا اطلاق کیا جائے اور خواہ ہندوستان میں، ان قواعد کی تعمیل پر، ہندو حکومت ہونے کی حالت میں کتنا ہی زور دیا جاتا؛ یہ امر صاف طور سے عیاں تھا، کہ عدالتوں میں قانون کا جو مفہوم سمجھا جاتا ہے، اس کے لحاظ سے، چٹی ہندوستان میں بھی ایک عیسائی عورت کے ساتھ، صرف ایک ہی عورت تک محدود رہنے والا نکاح کرنے کا نااہل نہ تھا، ممکن تھا کہ وہ اس بنا پر ذات سے خارج کر دیا جاتا اور شاید اس کو اپنے مذہب سے دست بردار ہونا پڑتا۔ اس امر کے اظہار کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ جب کسی فعل کا ایسا مانع موجود ہو، کہ اُس کے دفع کرنے پر فاعل قادر ہو، تو اس کا ذاتی نااہلیت میں شمار نہیں ہو سکتا۔ اگر اس فعل کا عمل میں لانا بجائے خود اس مانع کا کافی طور سے رفع کرنے والا نہیں ہے، تو اس مانع کا جو جزو باقی رہجاتا ہے، اس کا تعلق صرف شکل یا مراسم سے ہوتا ہے؛ جیسا کہ مقدمہ سموئن بنام مالک میں، رضامندی کا مسئلہ تھا؛ اور یہ ضرورت تھوڑی سی تنقیح سے رفع ہو سکتی تھی لیکن، فاضل جج نے، ذاتی نااہلیت مانع نکاح کے مسئلہ پر بحث کر کے وہ نتیجہ نکالا، جس کی بنیاد، پہلے سے مقدمات اسکاٹ بنام ڈی باروز اور اگڈن بنام اگڈن میں پڑ چکی تھی، اور چونکہ ہر دو مقدمات مذکورہ سے اس مقدمہ میں بحث کی گئی ہے، اس لئے اسی کو مستند سمجھنا چاہیے۔ اصول یہ ٹھہرا کہ ذاتی نااہلیت اس وقت تک مانع نکاح نہیں ہے، جب تک کہ اس کا وجود مقام انعقاد کے قانون یا ان ممالک کے قوانین میں نہ پایا جائے، جہاں نکاح کے وقت فریقین متوطن ہوں۔

اس کا فیصلہ زمانہ کرے گا کہ آیا یہ اصول مرجح رہے گا، یا وہ اصول، جو مقدمہ میٹی بنام میٹی میں طے ہوا ہے۔ بہرحال یہ امر یقینی ہے کہ یہ اصولی استنباط (Juridical doctrine) نہیں ہے، یعنے ایسا نہیں ہے جو قانونی اصول سے مستخرج ہوتا ہو۔ جب کوئی ایسا پردیسی، جو اپنے ملک توطن کے قانون کی رو سے، نکاح کی کامل اہلیت نہیں رکھتا، انگلستان میں نکاح کرے، تو انگریزی عدالتیں، نا اہلیت پیش شدہ کو، اپنے عدالتوں کے قوانین اور عملدرآمد (Juridically) کے لحاظ سے، اسکو منظور یا نامنظور کریں گی چونکہ وہ مسئلہ بیرونی ہے، اسلئے اس میں کوئی رد و بدل نہو سکے گا۔ اگر پیشکردہ نا اہلیت، قابل منظوری قرار پائے تو یہ فیصلہ کبھی نہیں ہو سکے گا، کہ اس سے وہ شخص مستثنیٰ ہے، جو ایسے شخص سے بیرون ملک نکاح کرتا ہے، جو نا اہل نہیں ہے۔ اگر باوجود اس کے، عدالت پیش شدہ، نا اہلیت کو نامنظور کرتی ہے، درانحالیکہ نکاح کا دوسرا فریق اہل ہے، تو ایسی حالت میں اس کو منظوری کا کوئی موقعہ باقی نہیں رہتا، جبکہ دوسرا فریق بھی نا اہل ہو، ممکن ہے کہ واضعان قوانین، کوئی فرق قائم کر دیں، مگر یہ اصول مسلم ہے کہ بیرونی قوانین اور حقوق، اصول مذکور کے تحت میں بطور (Ex debito justitiae) حق کے تسلیم نہیں کئے جا سکتے، بلکہ وہ ایکطرح کی رعایت ہے، جو حسب ضرورت ان کے حق میں مرعی رکھی جاتی ہے۔ یہ مقننین کے لئے ایک وجہ تحریک ہو سکتی ہے، لیکن عدالتوں کے ایسے عمل پر لارڈ بروہام نے مقدمہ وارنڈر بنام وارنڈر میں سخت اعتراض کیا ہے، جس کا حوالہ اکثر دیا جاتا ہے۔ دیکھو ۱۲ سی۔ ایل وایف ۵۳۰۔[1]

چیٹی بنام چیٹی کے مقدمہ کے فیصلے میں ایک دوسرا امر قابل لحاظ، جس کی بنیاد، مقدمہ اوگڈن بنام اوگڈن میں پڑ چکی تھی، یہ ہے کہ شکل (Form) اور مادہ (Substance) میں کوئی صریح مابہ الامتیاز قائم نہیں رکھا گیا ہے، کم سے کم ایسی حالت میں، جبکہ نکاح کے قوانین میں باہم تصادم واقع ہوتا ہے۔ فیصلہ کا ایک فقرہ یہ ہے کہ "جن فیصلوں کا حوالہ دیا گیا ہے، ان میں اصل (Essentials) اور شکل (Forms)

---

[1] کینڈا میں نکاح کے متعلق، وضع قانون کے مسئلہ میں جو ۱۹۱۲ء میں جوڈیشل کمیٹی کو سپرد ہوا تھا، ہاؤس لارڈ نے یہ رائے دی کہ ایک حصہ ملک کی واضع قانون جماعت، انعقاد نکاح کے متعلق، ایسے قواعد وضع کرنیکی مجاز ہے، جو معاہدہ کے جواز پر موثر ہوں۔ ۱۹۱۲ء اے۔ سی۔ ۸۸۶ (Ex debits justitiae) بُرُ

سے بحث کی گئی ہے۔ جن لوگوں نے یہ فیصلے صادر کئے ہیں وہ اس کو انگلستان کے نقطۂ نظر سے دیکھتے تھے۔ اگر یہ ممکن ہے کہ جو امر اس ملک میں شکل سمجھا جاتا ہے وہ دوسرے ممالک میں اصل متصور ہو (صفحہ ۸۲)۔ دوسرا فقرہ یہ ہے کہ "اگر دوسرے ملک میں نکاح کی اجازت نہ ہونے کی بنا پر ناجائز قرار پاتا ہے جس کو ہم صرف شکل کی عدم تکمیل قرار دیتے ہیں، تو مادہ کی حیثیت میں، اس میں اور ایسے مقدمہ میں کہ جس میں اجازت شکل سے اہم تر قرار پاتی ہے کیا فرق رہتا ہے (صفحہ ۸۴)۔" اگر بحث کی بنیاد اسی پر قائم کی جائے تو شخصی قانون بین الاقوام کے مسئلہ قانون مقام انعقاد کے تمام مباحث بیکار ہوئے جاتے ہیں۔ ممکن ہے کہ بعض اوقات غلطیاں ہو گئی ہوں مگر مجھ کو اس کا علم نہیں ہے کہ انگلستان اور یورپ کے دوسرے ممالک میں شکل اور مادہ کے حدود کی نسبت کوئی صریح اختلاف یا فرق کیا گیا ہے۔

63

دفعہ ۲۶ — جب کسی قانون متعلقہ کے نہ موجود ہونے کی وجہ سے جائز نکاح کا حسب قانون مقام انعقاد عمل میں آنا ناممکن ہو تو فریقین، جہاں تک ممکن ہو، اس شکل میں، اور ان اجازتوں کے ساتھ جن کی ہدایت خود فریقین کے قوانین کرتے ہوں، نکاح کر لینے کے مجاز ہیں۔

۱ گم نام مقدمہ کروس کے ہولنز قانون متعلقہ خطابات ۱۰۶ ۲ ج، ایڈن۔ میں یہ تسلیم کیا گیا تھا کہ روم میں پروٹسٹنٹ کے نکاحوں کے متعلق کوئی ایسا قانون مقام انعقاد نہ تھا جو ان سے متعلق کیا جا سکے۔ اگر چہ مقدمہ ہکس بنام ہرج ۲۔ پی ایل وایف (۱۵۲) سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو نکاح بطریق پروٹسٹنٹ کیا جائے وہ قانون مقام انعقاد کی رو سے جائز متصور ہوتا ہے۔ ۲ لوتر بنام ٹیس ڈیل (۱۸۱۶) ۲ ہاگ ۲۰۸ ج، کنسسٹری، ایودیہ میں کے نکاحوں کے متعلق مدراس میں کوئی مقامی قانون نہ ہونے کی وجہ سے جو وقت پیش آئی، اس کی نسبت یہ فیصلہ ہوا کہ اگر وہ انگریزی رعایا ہیں، تو اس انگریزی قانون کے مطابق جو لارڈ ہارڈوک کے ایکٹ کے قبل نافذ تھا نکاح کر سکتے ہیں۔ ۳ مقدمہ روڈنگ بنام اسمتھ (۱۸۲۱) ۲ ہیگ ۱۰۲ ج، کنسسٹری: اس میں جو وقت پیش آئی وہ یہ تھی کہ کیپ گڈ ہوپ میں جو ڈچ قانون رائج تھا وہ ان انگریزوں سے متعلق نہیں کیا جا سکتا تھا جو فتح کے بعد ایسے وقت

ادھر سے گذرے جبکہ وہاں آئندہ کا نظام قانونی پورے طور سے متعین نہیں ہوا تھا اور نیز دیکھو وہ مقدمات جو دفعہ ۲۸ کی تحت میں درج کئے گئے ہیں ؎

دفعہ ۲۷ جو نکاح سفارت خانوں میں منعقد ہوتے ہیں، وہ خاص قواعد کے تابع ہیں، ان کی ابتدا غالباً اس وقت ہوئی جبکہ سفارت خانوں کے مخصوص اختیارات حدود وارضی میں غیر معمولی طور سے مبالغہ کیا جاتا تھا: مگر اب یورپ میں ان کا قیام، اس بنیاد پر ہے کہ قانون مقام انعقاد کی مقررہ شکلوں کی پابندی لازمی نہیں، بلکہ صرف اختیاری ہے، اور فریقین مجاز ہیں کہ ان کی جگہ، نکاح کی وہ شکل اختیار کریں جو ان کے ملک کے واضعان قوانین نے ملک غیر کے قیام کی حالت میں، ان کے واسطے، اپنے محکمہ جات میں مقرر کر دی ہے۔ لیکن یہ عمل صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ فریقین اسی قوم کے ہوں جن کا وہ سفارتخانہ ہے۔ اگر فریقین میں سے صرف ایک فریق، اس قوم کا ہے، تو اس مخصوص شکل سے دوسرا فریق، کسی اصول کی بنا پر بھی مستفید نہ ہو سکے گا؛ اور عام رائے یہ ہے کہ ان کے نکاح کے رسوم کا بین الاقوامی جواز، قانون مقام انعقاد کے تابع ہونا چاہئے۔ لیکن واضعان قوانین کی ہر جماعت، جو اپنے ملک کے وہ اشخاص کو، اپنے سفارت خانوں میں ایسے نکاح کی مجاز کرتی ہے جو بین الاقوام جائز متصور ہو، اس امر کی مجاز ہے، کہ اپنے ممالک میں ایسے نکاح کو بھی جس میں صرف ایک فریق اس کا ہم قوم ہو، بطور خاص جائز قرار دے۔ انگریزی قانون کا یہی عملدرآمد ہے جیسا کہ ہم کو آگے چل کر معلوم ہو گا، ایسے قانون میں جس کا عام قاعدہ، کم از کم نکاح کے معاملہ میں، قانون مقام انعقاد کی شکل کو لازم قرار دیتا ہے، تو اس مخصوص قاعدہ کی تائید میں، بہ نسبت محولہ ملکی بنیاد کے آسانی کا زیادہ تر لحاظ کیا جانا چاہئے: ایسی حالت میں بھی کہ فریقین، انگلستان کے باشندے ہوں، اہلیت کے معاملہ میں، سفارت خانوں کے نکاح، کسی طرح موثر نہیں ہیں۔ جہاں دونوں فریق ہم قوم ہوں گے، وہاں عام اصول کے مطابق، ان کی اہلیت، ان کے ملک کے قانون پر محول کی جائے گی؛ یا اس ملک میں ان کے توطن کے قانون پر، بشرطیکہ وہاں مختلف ذاتی قوانین کا طریقہ جاری ہو۔ جس حال میں صرف ایک فریق ہم قوم سفارت خانہ ہے، تو اہلیت کا فیصلہ، ہر فریق کے قانون متعلقہ سے کیا جائیگا؛ اور وہ مخصوص جواز بھی، جو ممکن

کے متعلق، واضعان قوانین نے، اپنے ملک میں، اپنے ہمقوموں کے نکاح کی صحت کیلئے قرار دیا ہے، اس کا تابع ہو گا، کہ فریق ثانی، اس شرط کی تکمیل کرے، جو اس صورت سے پیدا ہو۔

دفعہ ۲۸ جس مقصد کی ہم نے اوپر صراحت کی ہے، اس کے لئے، فی الحال، انگلستان میں جو قانون نافذ ہے، وہ ممالک غیر میں نکاح کا ایکٹ مصدرہ ۱۸۹۲ء ہے، جس کی دفعہ (۱) میں یہ محکوم ہے "کہ تمام ایسے نکاح، جن کا کم سے کم ایک فریق، انگریزی رعایا ہو، اگر بطریق معینہ ایکٹ ہذا، ممالک یا مقام غیر میں بذریعہ یا بالمواجہ ان عہدہ داران کے جو ایکٹ ہذا میں، عہدہ داران نکاح قرار پائے ہیں، منعقد ہونگے، وہ قانوناً ایسے ہی جائز متصور ہوں گے، گویا کہ وہ (برطانیہ عظمیٰ کے ممالک متحدہ میں) ان تمام مراسم کی پابندی کے ساتھ منعقد ہوئے ہیں، جن کا قانون میں حکم ہے"۔ جو مخصوص جواز، انگلستان کے مقبوضات میں، ایسے نکاحوں کو دیا گیا ہے، اس کی مثال، مقدمہ، تہے بنام نارتھ کوٹ میں ملتی ہے (۱۹۰۰)۔ ۲۔ سی ایچ ۔ ۲۶۲۔ بج، فارڈیل: اس میں وہ نکاح، جو ایکٹ مذکور کے تحت میں انگلستان کے سفیر متعینہ فرانس کے مواجہ میں منعقد ہوا تھا، جائز قرار پایا، اگرچہ عدم تکمیل مراسم کی بنا پر، فرانس میں ناجائز قرار پا چکا تھا۔ ایکٹ مذکور کی دفعہ ۴ ضمن (۱) میں یہ حکم بھی ہے کہ "ایکٹ ہذا کے تحت میں، نکاح کے لئے، اسی قسم کی منظوری کی ضرورت ہو گی، جیسی از روئے قانون، ان نکاحوں کے لئے ہوتی ہے، جو انگلستان میں منعقد ہوتے ہیں"۔ اس موقعہ پر جو فرق "انگلستان" اور "ممالک متحدہ" متذکرہ دفعہ (۱) میں کیا گیا ہے، اس کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ اس سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے، کہ انگلستان کا قانون، ایکٹ مذکور کے مقاصد کے لئے، اختیارات خاص کا قانون (Prerogative law) ہے۔ یہ امر بآسانی ممکن تھا، کہ ایکٹ میں اہلیت کا مسئلہ، فریقین کے انگلستان کے توطن پر چھوڑ دیا جاتا؛ ایسی حالت میں ایک آسٹریلیا کا باشندہ، جو اپنے نوآبادی یا ریاست کے قانون کے لحاظ سے، اپنی متوفیہ زوجہ کی بہن کے ساتھ، نکاح کرنے کا مجاز تھا، انگریزی سفارت خانہ میں، اس کے قبل بھی، کہ ایسا نکاح انگلستان میں جائز قرار دیا جائے، بطریق جائز نکاح کر سکتا تھا؛ لیکن مقصد یہ معلوم ہوتا ہے، کہ اس ایکٹ کی بنا پر، کوئی ایسا نکاح نہ ہونا چاہیے، جو کہ

بطریق جائز، خود انگلستان میں منعقد نہیں ہو سکتا، اور اس بنا پر لازم ہے کہ جو ممانعت رسمی یا ازدواجی، بنا پر انگریزی قوانین میں کی گئی ہے، اس کا پورا لحاظ رکھا جائے۔ اب صرف اسقدر بیان کرنا باقی رہجاتا ہے کہ قواعد ذیل جو اس وقت زیر غور ہیں، بہ زیر دفعات ۱ و ۲ نکاح ممالک غیر ۱۹۱۳ء کی کونسل کے تحت مرتب ہوئے ہیں[۵]

۱۔ (۱) جو نکاح ملک غیر کے مقامی قانون کی پابندی کی بنا پر انگلستان کے قانون میں جائز متصور ہوتے ہیں، جب وہ ان ممالک میں "ممالک کے نکاح کے ایکٹ" کے تحت منعقد ہوں تو ان کے انعقاد سے پہلے عہدہ دار نکاح کو ان میں سے کسی امر کا اطمینان ہونا چاہیے:۔

(الف) کہ فریقین انگریزی رعایا ہیں۔ یا

(ب) اگر فریقین میں سے کوئی فریق انگریزی رعایا ہے، تو دوسرا فریق اس ملک کا باشندہ یا رعایا نہیں ہے۔ یا

(ج) اگر ایک فریق انگریزی رعایا ہے، اور دوسرا فریق اس ملک کا باشندہ یا رعایا ہے، تو اس ملک کے قانون کے مطابق ملک غیر میں نکاح کے انعقاد کے لئے کافی آسانی موجود نہیں ہے۔ یا

(د) اگر وہ شخص، جو نکاح کا ارادہ کرتا ہے، انگریزی رعایا ہے، اور جس عورت سے نکاح کرنے کا قصد ہے، وہ اس ملک کی رہنے والی یا رعایا ہے، تو زیر ایکٹ مذکور ان کے باہمی انعقاد نکاح میں اس ملک کی حکومت کی طرف سے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

(۲) جو احکام اس دفعہ کے تحت میں عہدہ دار نکاح صادر کرے، ان کا مرافعہ سکرٹری آف اسٹیٹ کے پاس ہو سکے گا۔

۲۔ ایکٹ ہذا کے تحت میں جو نکاح ہوں، ان میں اگر عہدہ دار نکاح کو یہ معلوم ہو کہ جس عورت کے ساتھ نکاح ہونیوالا ہے، وہ انگریزی رعایا ہے، اور مرد ملک غیر کا باشندہ ہے، تو اس کو اس پر اطمینان ہونا چاہیے کہ:۔

---

[۵] کونسل کے اس حکم سے ۲۸ اکتوبر ۱۸۹۲ء کے احکام منسوخ ہو جاتے ہیں۔

(الف) یہ نکاح اُس ملک غیر کے قانون کی روسے جائز قرار پائے گا جہاں کا وہ مرد رہنے والا ہے یا

(ب) علاوہ ان رسوم کے جو زیر ایکٹ نکاح ممالک غیر عمل میں آئیں، فریقین میں توثیق نکاح کیلئے دوسرے رسوم عمل میں آچکے ہیں یا عمل میں آنیوالے ہیں، اور وہ دوسرے رسوم اس پردیسی کے ملک کے قانون میں تسلیم کئے جاتے ہیں[1]۔

(ج) سکرٹری آف اسٹیٹ کی منظوری حاصل کرلی گئی ہے۔

جو احکام باجلاس کونسل ایکٹ کے ساتھ سنہ ۱۸۹۲ء میں نافذ ہوئے تھے ان میں دفعہ (۱) کے فقرات (ب) اور (ج) کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ جدید احکام ابتدائی مقصد کے مؤید ہیں، یعنے یہ کہ انگلستان کی رعایا عورتیں اس خطرے محفوظ رکھی جائیں کہ ان کے پردیسی شوہر ان کو اپنے ملک میں جا کر چھوڑ نہ دیں۔ فقرہ (ب) کی نسبت کوئی ممانعت انگریزی سفارت خانہ کے عہدہ داروں کو نہیں کہ وہ ایسے نکاح کے رسوم ادا کریں جو ایک پردیسی شخص اور ایسی عورت میں منعقد ہونیوالا ہو جو انگریزی رعایا تھی مگر جس نے اس نکاح سے کیقدر پیشتر کسی دوسرے رسوم کے ساتھ نکاح کرکے اس پردیسی کی قومیت اختیار کرلی ہے اور اس بنا پر اصطلاحی طور سے ملک غیر کے نکاحوں کے ایکٹ کے فوائد سے محروم ہوگئی ہے۔

دفعہ ۲۹ انگلستان میں جو قانون ان نکاحوں کے متعلق تھا، جو سفارت خانوں میں منعقد ہوتے تھے، اس کی گذشتہ تاریخ یہ ہے کہ مقدمہ پرٹریز بنام تان ڈیر۔ ا ہیگ کانس ۱۳۶ میں، جو ایسے نکاح کے جواز کے متعلق تھا، جو انگلستان میں بویریا کے سفیر کے گرجا میں منعقد ہوا تھا، سر ڈبلیو اسکاٹ نے اس

---

[1] پردیسیوں کے ساتھ نکاح کے متعلق ایو ایکٹ سنہ ۱۹۰۶ کا ہے، (۶ ایڈورڈ ۷، سی ۴۶) اس کی بنا پر ایسی انگریزی رعایا جو کسی پردیسی کے ساتھ نکاح کرنا چاہے، اپنے ضلع کے رجسٹرار نکاح سے دریافت کرسکتا ہے کہ آیا ایسا نکاح ملک غیر کے قانون کی روسے جائز متصور ہوگا؟

66

مسئلہ پر صرف قوانین ملک سے برأت، (Exterritoriality) عہ کے لحاظ سے نظر ڈالی، اور اس نقطۂ نظر سے، اس امر میں شبہ ظاہر کیا، کہ آیا ایسی حالت میں کہ فریقین میں سے کوئی فریق بھی، سفیر کے ملک کا رہنے والا نہ ہو، اس حق سے استفادہ کیا جا سکتا ہے: خصوصاً ایسی صورت میں کہ وہ عورت جس کے فائدہ کے لئے یہ بحث کیجاتی ہے، اپنے زمانہ قیام انگلستان میں "ایسے گھر میں بھی نہ رہی ہو جس کو اس قسم کا حق حاصل ہو" یا جیسا کہ خود اس نے کہا: "اس نے سفیر کے خاندان میں توطن بھی نہیں اختیار کیا تھا"۔ اس کے بعد قانون ۴ جارج ۴۔ سی ۹۱ (۱۸۲۲) جاری ہوا جو ممالک غیر کے نکاح کے ایکٹ سنہ ۱۸۹۲ء سے منسوخ ہو چکا ہے؛ اس میں یہ محکوم تھا کہ "جو نکاح کلیسائے انگلستان کے پادریوں کے ذریعہ سے گرجا یا کسی انگریزی سفیر یا ایسے پادری کے گھر میں جو کسی دوسری سلطنت میں بھیجا گیا ہو، یا کسی گرجا میں جس کا تعلق کسی ایسی انگریزی کوٹھی یا کارخانہ سے ہو جو ممالک غیر میں قائم ہو، یا کسی انگریزی رعایا کے گھر میں جو ایسی کوٹھیات یا کارخانہ جات کے حدود میں رہتا ہو منعقد ہوں، وہ اسیطرح جائز متصور ہونگے، جس طرح وہ نکاح، جو بادشاہ کے ملک میں تمام مناسب مراسم کیساتھ قانوناً منعقد ہوتے ہیں"۔ اس سے یہ خیال رفع ہو گیا کہ اس حق کیلئے سفیر کے خاندان یا اسکے متعلقین میں شریک ہونا لازم ہے؛ اور اسکی پابندی، مقدمات لوائڈ بنام پیٹ جین (۱۸۳۹) ۲۔کر۔۲۵۱ ج، لوشنگٹن۔ اور اشی بنام اسمتھ (۱۸۵۴) ۱۰ ہیو ۱۱۲ انج، روے، میں کی گئی۔ موخر الذکر مقدمہ میں فرانس کے وکلا میں، اس امر کے متعلق اختلاف ہوا کہ آیا وہ نکاح جو فرانس میں، انگلستان کے سفیر کے گرجا میں منعقد ہو، جائز متصور ہو گا یا نہیں، مگر باوجود اس اختلاف کے انگلستان میں اس کے جائز تسلیم کئے جانے میں کوئی دقت پیش نہیں آئی۔ مقدم الذکر مقدمہ میں صرف ایک فریق، انگریزی رعایا تھا اور دوسرا فریق، اس ملک کا رہنے والا تھا، جہاں نکاح منعقد ہوا تھا۔ جن کوٹھیات اور کارخانہ جات کا تذکرہ قانون

عہ (Exterritoriality) یہ وہ حالت ہے جس میں ایک شخص، باوجود ایک ملک میں مقیم ہونیکے جہاں تک اس ملک کے قوانین کا تعلق ہے، اس ملک سے خارج متصور ہوتا ہے، اور وہاں کے قانون اسپر نافذ نہیں ہو سکتے؛ اسکی بہترین مثال سفرا ہیں، گو وہ ملک غیر میں رہتی ہیں، مگر انکا مسکن وغیرہ انکے بادشاہ کے ملک کا ایک جزو متصور ہوتا ہے اور اسی بناء پر اسکا ترجمہ "قوانین ملک سے برأت" کیا گیا ہے ۱۲ مترجم

جارج ۴ سی ۹۱ میں ہے، وہ اب باقی نہیں رہیں، انکا تعلق، انتظام سابق سے تھا۔

دفعہ ۳۰ ممالک غیر میں نکاحوں کا ایکٹ مجریہ ۱۸۹۲ء نہ صرف ان سفارت اور قونصل خانوں سے متعلق ہے، جن میں سکرٹری آف اسٹیٹ سفرا یا قونصل یا کسی دوسرے مناسب شخص کو، عہدہ دار نکاح، مقرر کریں، بلکہ ان نوآبادیوں سے بھی متعلق ہے جو زیر حفاظت انگلستان ہیں، اور جہاں انگریزی تسلط ہے، یہ ضرور نہیں ہے کہ وہاں انگلستان کے تمام آئین جاری ہوں۔ گورنر، ہائی کمشنر، رزیڈنٹ یا قنصل خانہ کے دوسرے اشخاص، نکاح کے عہدہ دار مقرر کئے جا سکتے ہیں۔ اور ایکٹ مذکورہ کا اس طرح کا نفاذ، انھیں مقامات سے مخصوص ہوگا جو بادشاہ کے ملک کے باہر واقع ہیں، دفعہ ۱۱ (سی)۔ یہ ایکٹ، ان نکاحوں پر بھی حاوی ہے جو ان شاہی جہازوں پر منعقد ہوں جو ممالک غیر کے بندرگاہوں میں لنگر انداز ہوں۔ کمانڈنگ افسر سکرٹری آف اسٹیٹ کے حکم، یا سررشتہ امیر البحر (؟) ہدایت کی بنا پر عہدہ دار نکاح مقرر ہو سکتا ہے۔ دفعہ ۱۲ اور فقرہ (۱۰) احکام مصدرہ کونسل۔ اور دفعہ (۲۲) میں یہ حکم ہے کہ تمام ایسے نکاح، جو انگریزی فوج متعینہ ممالک غیر کی چھاؤنی میں کوئی پادری یا عہدہ دار یا دوسرا شخص جو کمانڈنگ افسر کے زیر ہدایت کام کر رہا ہو پڑھائے، وہ قانوناً اسیطرح جائز متصور ہوں گے، کہ گویا برطانیہ عظمیٰ میں، تمام مراسم معینہ قانون کی پابندی کیساتھ منعقد ہوئے ہیں، جس اصول کی اشاعت، اس اعلان کے ذریعہ سے کی گئی ہے، اس کو نکاح کے قانون مقام انعقاد کا استثنا نہ قرار دینا چاہیے، بلکہ یہ سمجھنا چاہیے، کہ وہ اس اصول سے مستخرج ہوتا ہے کہ فوج کی چھاؤنی میں، خواہ وہ اس حصہ ملک پر مخالفانہ قابض ہو، خواہ دوستانہ طریقے سے، اس کو کسی سلطنت نے، اپنے ملک میں داخل ہونے کی اجازت دی ہو، فوج کا قومی قانون، وہاں کا مقامی قانون ہو جاتا ہے، جہانتک کہ اس کا تعلق اہالی فوج اور اسکے متعلقین کی ذاتی حیثیت کے آئین سے ہے۔ اسی لحاظ سے فوج کے پادری یا دوسرے اشخاص، جو اس کام کو انجام دیتے ہیں، دفعہ ۲۲ کے تحت میں، عہدہ داران نکاح نہیں قرار پاتے، اور نہ وہ ان مراسم نکاح کے پابند ہیں، جو ایکٹ مذکور میں بتائے گئے ہیں بلکہ اگر فریقین، اسکاٹ لینڈ کے رہنے والے ہوں، تو ان کے لیے، اسکاٹ لینڈ کا سیدھا سادہ نکاح کافی متصور ہو سکتا ہے۔

67

دفعہ ۳۱ جو انگریزی فوج بیرون ملک مصروف بکار ہو، اُس کی چھاؤنی کے حدود میں سپاہی اور وہ انگریزی رعایا، جو اسکے ساتھ ہو، ملک غیر کے قانون کی بطور قانون مقام وقوع معاملہ (Lex actus) کے بھی پابند نہیں ہے: اور اسلئے وہ اپنے انگریزی قوانین کی مراسم کی پابندی کے ساتھ، جہانتک کہ ممکن ہو، نکاح کر لینے کی مجاز ہے۔

مقدمہ رگنگ بنام رامپٹن (۱۸۰۸) ۱۰ ایسٹ ۲۸۲ جج ایلن برو دگر اس میں نکاح کسی ایسے شخص نے نہیں پڑھا یا تھا، جو انگریزی فوج کے کمانڈر کے زیر ہدایت مقرر ہوا تھا۔ اس کے متعلق لارڈ ایلن برو نے کہا کہ جبتک یہ نہ ثابت کیا جائے کہ کوئی دوسرا قانون نافذ تھا، یہی سمجھا جائیگا کہ بادشاہ کی فوج اپنے اور اپنے ہمراہیوں کے لئے انگریزی قانون کو اپنے ساتھ لئے ہوئی تھی۔ پس قرار یہ پایا کہ جس طریقہ پر نکاح ہوا، وہ ایسا تھا کہ لارڈ ہارڈوک کے ایکٹ کے قبل انگلستان میں جائز متصور ہوتا، اور اسکو ایکٹ نکاح کے اس استثناء میں، جو سمندر پار کے نکاحوں کے متعلق ہے، داخل کرنا مقصود تھا۔ یہ اُس رائے کے مطابق ہے، جو مقدمہ لاتور بنام ٹس ڈیل میں قائم کی گئی: البتہ اس رائے سے مخالف ہے، جو سرجاج ہے نے مقدمہ ہرفورڈ بنام مارس میں قائم کی تھی۔ دیکھو دفعہ ۲۶۔ یہ فرض کر لینا زیادہ تر آسان ہے کہ پارلیمینٹ کا مقصد یہ تھا کہ ایسے انگریزوں کے لئے، جو کسی دوسرے قانون مقام تکمیل معاملہ کے پابند نہیں ہیں، ممالک غیر میں نکاح کا انگریزی طریقہ ہی جاری رکھا جائے، بنسبت اس کے کہ یہ فرض کیا جائے، کہ ایک اسیطرح کا استثنا ان مقدمات میں قائم کرنا مقصود ہے جن کے متعلق قانون مقام وقوع موجود ہو۔

مقدمہ برن بنام فرار (۱۹۱۸) ۲ ہیگ۔ کنسلس۔ جج اسکاٹ میں زوج، اس انگریزی فوج میں ایک عہدہ دار تھا جو اس زمانہ میں فرانس میں کام کر رہی تھی، فاضل جج نے اسپر شبہ ظاہر کیا کہ: آیا اسپر فرانس کے قوانین نافذ ہو سکتے ہیں، جیسا کہ توہین کے مقدمہ میں عذر کیا گیا تھا: اگر مقدمہ چلتا تو کچھ تعجب نہیں کہ یہ شبہ اور زیادہ مضبوط ہو جاتا؛ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اسی جج نے روڈنگ بنام اسمتھ کا مقدمہ

فیصل کیا جو مقدمہ ہذا سے بہت مشابہ ہے۔ (دیکھو دفعہ ۲۶) کہ نکاح پڑھانے کے لئے کمانڈنگ افسر کی منظوری لازم نہیں ہے۔ صرف اتنا کافی ہے کہ جو شخص نکاح پڑھائے، وہ کمانڈنگ افسر کا ماتحت ہو۔ دیکھو مقدمہ والڈر گریو بریج (۱۸۴۶ء) ۲۔سی وایف۔ ۶۴۹۔نج، کالٹن بنام وبروہام یہ مقدمہ جارج ۴۔فصل ۹۱ کے مشابہ ہے جو ممالک غیر کے نکاحوں کے ایکٹ ۱۸۹۲ء کے دفعہ ۲۲ پر مبنی تھا۔

68

دفعہ ۳۲ جو نکاح تمام جہازوں پر منعقد ہوں، انکا بھی وہی حکم ہے، جو قبل کی دفعہ میں بیان ہو چکا۔ سرکاری جہازوں پر نکاح کی توثیق کے متعلق، جو ایکٹ ۱۸۴۹ء میں نافذ ہوا اور جو عہد وکٹوریہ کا قانون نمبر ۱۲ و ۱۳ ہے، اس کی فصل (۳۹) میں یہ حکم تھا کہ انگریزی رعایا کے درمیان وہ تمام نکاح جو ایسے سرکاری جہازوں پر جو ملک غیر میں لنگر انداز ہوں، ان جہازوں کے کمانڈر کے مواجہہ میں منعقد ہوں خواہ ان میں کوئی مذہبی رسم یا طریقہ اختیار کیا گیا ہو، یا صرف اسی وقت کے ایجاب وقبول کے ساتھ (Per Verba de praesenti) کئے گئے ہوں، اسی طرح جائز متصور ہونگے کہ گویا وہ انگریزی ممالک میں انھیں تمام رسوم کے ساتھ منعقد ہوئے ہیں، جو قانون میں محکوم ہیں۔ اس نکاح کے بارہ میں جس کے فریقین انگریزی رعایا تھے اور جس کو اس سرکاری جہاز کے پادری نے جو اس وقت لیماسول میں لنگر انداز تھا، جہاز کے کپتان کے مواجہہ میں پڑھایا تھا، یہ فیصلہ ہوا کہ اس کے لئے اعلان (Banns) کے اجرا کی ضرورت نہ تھی، اگرچہ ایکٹ متذکرۂ بالا کا اس میں حوالہ نہیں دیا گیا تھا۔ کلنگ بنام کلنگ (۱۹۰۶ء) پی ۱۱۶ نج، جس میں بمقابلہ فوجی چھاؤنی کے جہاز کی وسعت محدود ہونے کی وجہ سے کمانڈنگ افسر کے مواجہہ کی شرط لگائی گئی ہے اور اس لحاظ سے، ممالک غیر کے نکاحوں کے ایکٹ سنہ ۱۸۹۲ء میں، ان دونوں صورتوں پر الگ الگ نگاہ ڈالنا غلط نہیں متصور ہو سکتا۔

دفعہ ۳۲۔ الف۔ افواج بحری کے نکاحوں کا ایکٹ سنہ ۱۹۱۵ء (۵ جارج ۵ سی ۳۵) میں یہ حکم ہے کہ جب بحالت جنگ، ان لوگوں میں سے جو باہم نکاح کرنا چاہتے ہیں،

کوئی شخص، افواج بحری میں افسر یا ملاح ہو، اور فریقین نے ان تمام شرائط کی تکمیل کر لی ہو جو کسی عبادت گاہ یا کسی مذہبی حلقہ میں، انعقاد نکاح کے لئے قانوناً ضرور ہوں، تو کمانڈنگ افسر ایسا نکاح، خود پڑھا سکتا ہے، یا وہ باضابطہ طریقہ سے کسی دوسری جگہ منعقد ہو سکتا ہے۔

دفعہ ۳۳۔ نکاح کا جواز ثابت ہو جانے کے بعد ان حقوق زناشوئی کا جو اس سے پیدا ہوتے ہیں، تصفیہ قانون مقامی (Lex fori) کی رو سے کیا جائے گا۔ یہ مسئلہ انتظام عام یا مخصوص تدبیر منزل کا ہے۔

ہربرٹ بنام ہربرٹ (۱۸۱۹)، ۲ فل مذہبی ۵۸ (۲) ہیگ کانس ۲۶۳ ج، اسکاٹ میں، اس امر پر بیکار بحث کی گئی کہ جو حکم اعادہ حقوق زوجیت کے متعلق صادر ہوا ہے، اس کا شمار اس میعاد کے ختم ہو جانے کے بعد سے، ہونا چاہیے جس میں نکاح کے اخفا کی بناء پر، از روئے قانون مقام معاہدہ، مرد کسی قلعہ میں اور عورت کسی دیر (Convent) میں، قید رکھے جانے کی مستحق تھی، مگر یہ بحث منظور نہیں ہوئی۔

دفعہ ۳۴۔ جہاں، قانون مقام معاہدہ کی رو سے، ایک سے زیادہ بیبیاں ہو سکتی ہیں، وہاں جو نکاح اس کے تحت میں کیا جائے گا اگرچہ پہلی ہی زوجہ کے ساتھ کیوں نہ ہو، ایسے نکاح سے جس میں صرف ایک زوجہ کی اجازت ہے (Monogamous marriage) مختلف سمجھا جائے گا اور انگلستان میں ایسے نکاح کا طلاق نہ ہو سکے گا اور نہ جو حقوق زناشوئی، اس سے پیدا ہوتے ہیں، ان کی تعمیل کرائی جا سکے گی، اور نہ ان کی عدم ادا کی بنا پر طلاق یا کسی دوسرے چارہ کار کی منظوری دی جائے گی۔

مقدمہ ہائیڈ بنام ہائیڈ (۱۸۶۶) لا رپورٹ ۱۔ پی و ڈی ۱۳۰ جج، پنیزانسی میں اس رائے کا اتباع کیا گیا جو لارڈ بروہام نے مقدمہ وارنڈر بنام وارنڈر (۱۸۳۵) ۲ سی اینڈ ایف ۴۸۸ و ۹ بی ایل این آر ۱۱۲ میں ظاہر کی تھی کہ زیر مقدمہ بتیل (۱۸۸۸) ۳۸ سی ایچ و ڈی ۲۰ جج اسٹرلنگ کا، لیکن ایک زوجہ والا نکاح (Monogamous marriage) ایک غیر عیسائی عورت کے ساتھ، اس غیر عیسائی ملک کے قانون کے تحت جس میں صرف ایک عورت سے نکاح کی اجازت ہے، اگر کوئی عیسائی جو اس ملک کا متوطن ہے کر لے تو وہ تسلیم کیا جائیگا۔ دیکھو مقدمہ برنکلے بنام اٹرنی جنرل (۱۸۹۰) ۱۵ پی۔ ڈی ۷۶ جج ہینن، اور

مقدمہ ہاروی بنام فارنی (۱۸۸۰) ۶۔ پی۔ ڈی، ۴۴ (دیکھو صفحہ ۵۲) میں لارڈ چیف جسٹس کوشس نے یہ ضمنی رائے ظاہر کی کہ اگر اہل اسلام میں سے کسی شخص کی ایک زوجہ منجملہ چند زوجہ کے، اس ملک میں آکر کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرلے، تو اسپر ایک شوہر کی موجودگی میں، دوسرے شوہر سے نکاح کرلینے کا الزام نہ قائم ہو سکے گا۔ کیونکہ ہمارے قانون کی رو سے، (Bigamy) وہ نکاح، جو ان کے ملک میں ہوا تھا، ایسا نکاح نہ تھا، جسپر عیسائی ممالک میں، نکاح کا اطلاق ہو سکے۔۔۔

دفعہ ۳۴ الف جو نکاح کسی انگریزی عہدہ دار (پادری، رجسٹرار یا عہدہ داران نکاح زیر ایکٹ نکاح ممالک غیر، وغیرہ) کے توسط سے منعقد ہوگا؛ اس کی نسبت ہمیشہ یہ سمجھا جائے گا، کہ وہ ایک زوجہ والا نکاح ہے: اگرچہ اس کا ایک فریق ہندو یا کوئی دوسرا ایسا شخص ہو، جو اپنے ملک میں ایک سے زیادہ بیبیاں کرنے کا مجاز ہو۔ اور ایسے نکاح میں، اگر طلاق منظور کی جائے گی، تو اسی طریقہ سے منظور کی جائے گی، جیسے عیسائیوں کے نکاح میں منظور ہوتی ہے۔ مقابلہ کرو مقدمہ میر انور الدین (۱۹۱۷) ا ے۔ کے۔ بی ۴ ۳۶، اور نیز دیکھو آئندہ صفحہ ۸۷ ؛ اور اگر کوئی شخص، اس ملک میں ایسا نکاح کرنے کے بعد، پہلی زوجہ کی زندگی میں، دوسری عورت سے نکاح کرلے گا؛ تو اسپر ''بائیگمی'' یعنے زوجہ یا شوہر کی زندگی میں، دوسرے نکاح کرنے کا الزام قائم کیا جا سکے گا: اگرچہ اس کو اپنے ذاتی قانون کے لحاظ سے، اسکی اجازت ہو۔

مقدمہ سرکار بنام نقیب (۱۹۱۶) ایل، ٹی۔ آر (۴۰) ۲ج، لارڈ چیف جسٹس ریڈنگ، برے، اٹکن میں جو جسٹس ایوری سے متفق تھے؛ ایک مصری نے مصر میں بقاعدۂ اسلام نکاح کیا بعدہ جب وہ انگلستان آیا تو اسنے انگلستان کی ایک عورت کیساتھ نکاح کے مراسم ادا کئے؛ اور بغیر اس کے کہ اس عورت کو طلاق دے، ایک دوسری انگلستان کی عورت سے نکاح کرلیا۔ اس کو بائیگمی کے الزام میں سزا دیگئی عدالت نے یہ رائے قائم کی کہ جو نکاح مصر میں ہوا اور جس میں اس کو ایک سے زیادہ بیبیاں کرنے کا اختیار تھا، اسپر لحاظ نہیں ہو سکتا۔

بحث یہ کیجاتی تھی، کہ اس نکاح کی بنا پر، جو پہلا نکاح اس نے انگلستان میں کیا وہ باطل تھا۔

لیکن بظاہر اس کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی، کہ جن لوگوں کے ذاتی قانون میں ایک سے زیادہ عورتیں کرنے کی اجازت ہے، وہ انگلستان میں ایسا نکاح کیوں نہ کر سکیں، بشرطیکہ انگلستان کے سرکاری عہدہ داروں کے توسط کے بغیر، ان کے پاس ایسے نکاح پڑھوا لینے کے ذرائع موجود ہوں۔ دیکھو مقدمہ ''الی حوا'' گے آگاہ، صفحہ ۱۰۳ پر، اس میں نکاح انگلستان میں اہل اسلام کے طریقہ پر منعقد ہوا تھا۔

نکاح کا اثر جائداد پر

جو مسئلہ قرون وسطیٰ کے ''شارحین ما بعد'' (Post glossator) کے وقت سے چلا آتا ہے، وہ یہ ہے کہ نکاح کا جو اثر جائداد غیر منقولہ پر ہوتا ہے، وہ ''قانون مقام وقوع'' (Lex situs) کا اور جو اثر جائداد منقولہ پر ہوتا ہے وہ ''قانون مقام توطن'' (Lex dmicilü) کا تابع ہے فریقین اس حد تک باہم معاہدہ کرنے اور علانیہ اس پر عامل ہونے کے مجاز ہیں جس حد تک کہ قوانین مذکورہ میں اس کی اجازت دیگئی ہو یہیں سے اصلی اور ذاتی قوانین میں بھی حدود امتیاز قائم ہوتے ہیں۔ اگر کوئی صریح معاہدہ موجود نہ ہو تو قوانین متذکرہ بالا ہی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ دونوں کے متعلق علی الترتیب، قانون واجب العمل متصور ہوں گے۔ جائداد منقولہ، اس قانونی مقولہ کی بنا پر کہ ''مال منقولہ مالک کی ذات کے ساتھ جاتا ہے''، مالک کی ذاتی حیثیت کی تابع رہتی ہے۔ اور توطن سے مراد، شوہر کا توطن، نکاح کے وقت، ہوتا تھا، اور وہی بربنائے نکاح، زوجہ کا وطن ہوجاتا تھا، اگر پہلے سے وہ ملک اس کا وطن نہ تھا۔

ہم قبل ازیں (صفحہ ۱۷) پر بیان کر چکے ہیں کہ ڈامولن نے اس اصول سے سخت اختلاف کیا: اس کی رائے میں، اگر نکاح میں کوئی صریح، اسکے خلاف معاہدہ نہیں ہوا ہے تو مقام توطن کا رسم و رواج متعلقہ جائداد منقولہ، اس جائداد غیر منقولہ سے بھی متعلق ہونا چاہئے: جو اس رقبہ میں واقع ہو جہاں وہ رسم و رواج جاری نہیں ہے۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اختلاف کا اصول یہ تھا کہ، وہ آئین ازدواج کو بجائے کسی قانونی عمل کے پابند کرنے کے، فریقین کی مرضی کا

70

پابند کرنا چاہتا تھا۔ مگر وہ اس سے آگے نہیں بڑھا، اور اس نے اس ملک کے رسم و رواج ہی کو، جہاں نکاح ہوا تھا، ان کی مرضی کا آئینہ قرار دیا، اور اسی بنا پر، اس نے انکی جائداد غیر منقولہ پر، خواہ وہ کہیں واقع ہو، کسی صریح معاہدہ کے نہ ہونے کی صورت میں، "قانون مقام توطن" کے احکام کو، اسیطرح نافذ قرار دیا، جس طرح قدیم زمانہ میں، اس پر "قانون مقام وقوع" کے احکام نافذ ہوتے تھے۔ ثیوگنی نے عملی طور سے ڈاُمولن کی رائے کے ساتھ اتفاق کیا، اگرچہ اس نے نہایت باریک منطقی دلائل سے، اس معاملہ میں صریح یا معنوی معاہدہ کے وجود سے انکار کیا، اور "قانون مقام توطن" کے احکام کے نفاذ کی وجہ، فریقین کی رضامندی قرار دی، اور یہ امر غیر قرین قیاس سمجھا کہ فریقین کا یہ مقصد ہو، کہ انکی جائداد کے مختلف اجزا کا انتظام محض انکے وقوع پر منحصر رہے[۱]۔

جن لوگوں نے اس مسئلہ کو انتہا تک لیجائے بغیر، قدیم قاعدہ کی مرمم شکل کو منظور کرلیا، وہ آئین ازدواج میں، جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کا یکساں ہونا بطور اصول کے، تسلیم کرنے لگے، مگر وہ بھی اس یکساں ہونے کو، بہ نسبت رضامندی کے، قانون کی ایک شکل پر محمول کرتے تھے، اور جب اور جہاں کہیں، انھوں نے قومیت کو ذاتی حیثیت کا معیار قرار دیا، جائداد کا ازدواجی سلسلہ بدل دینا پڑا۔ اور اسی بنا پر (دیکھو صفحہ ۲۷) اٹلی کے کوڈ میں، خانگی تعلقات، حیثیت اور اہلیت کے ساتھ ساتھ، قومی قانون کے تابع کردیئے گئے ہیں۔ کوڈ مذکور کی دفعہ ۱۵ میں، جو جرمن سول کوڈ کے اجرا کی ہدایت کرتی تھی، جائداد کے ازدواجی آئین کا فیصلہ شوہر کے قومی قانون پر منحصر رکھا گیا ہے۔

دوسرے مقننین نے بخصوصاً فرانسیسیوں نے، فریقین کی مرضی کو، جو ڈاُمولن کے جدید مسئلہ کی بنیاد تھی، زیادہ تر وقعت دی، وہ فریقین کی نیت کی دریافت کی کوشش کرتے ہیں، اور اس کو قبول کر کے، اسکے نافذ کرنے کے لئے آمادہ رہتے ہیں، خواہ وہ نیت جائداد منقولہ کے متعلق ہو، خواہ غیر منقولہ کے۔ اس قانونی مقولہ کی کہ "مال منقولہ، مالک کی ذات کے ساتھ جاتا ہے" وہ لوگ، اسی رنگ میں تعبیر کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک، جائداد منقولہ ذاتی قانون کی بطور قانون کے تابع نہیں ہے، بلکہ یہ مالک کے اثاثہ کو، اس کے مقام توطن میں، ایک جگہ جمع کر دیتا ہے، جس کا جائداد غیر منقولہ کی طرح، ایک مقام وقوع

[۱] (Guthrie) ۲۹۳ (Syst) ۳۷۹

ہوتا ہے، مگر اس کا حقیقی مقام وقوع اسقدر غیر یقینی اور تبدیل پذیر ہے، کہ اس پر مطلق لحاظ نہیں کیا جاسکتا۔ جب اس مسئلہ پر اس طور سے نظر ڈالی جاتی ہے، تو بجائے توطن کے قومیت کو، بنیاد حیثیت اور اہلیت قرار دینے سے، یہ لازم نہیں آتا، کہ جائداد کا ازدواجی سلسلہ بھی، اسیطرح بدلدیا جائے، بلکہ قانون توطن ہی، اس سلسلہ کا قانون رہتا ہے، جب تک یہ نہ پایا جائے کہ فریقین کی مرضی، اس کے خلاف تھی۔ اسی بنا پر، قانون بین الاقوام کی مجلس نے، جو ۱۸۸۸ء میں، بمقام لاہین منعقد ہوئی، یہ رزولیوشن منظور کیا گیا۔

"جب زوجین میں، کوئی صریح معاہدہ ازدواج نہوا ہو، تو اس جگہہ کے قانون کا نفاذ ہوتا ہے، جہاں فریقین نے سب سے پہلے ایک ساتھ بود وباش اختیار کی، جب تک واقعات اور حالات کے لحاظ سے، یہ نہ معلوم ہو کہ فریقین کی خواہش کچھہ اور تھی"۔

اس کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے کے لیے، ضرور ہے کہ اس پر لحاظ کیا جائے[۱] کہ یہ مجلس ۱۸۸۰ء میں، بمقام آکسفورڈ، یہ فیصلہ کر چکی تھی، کہ ہر شخص کی حالت اور اس کے حقوق پر، خود اسی کے ملک کے قوانین کا اطلاق ہوتا ہے۔ اور اس طور سے سر ولی وار تھیوس، اس بیان کے بعد کہ: "وہ نظام قانون جس کے تحت میں ایسے زن وشو رہتے ہیں جنہوں نے معاہدہ نکاح نہیں مرتب کیا، اصول آئین کی رو سے قانون ہی نہیں سمجھا جاسکتا، اور ایسے مواقع پر، جہاں تمام معاملہ، واقعات اور انکے ادراک پر منحصر ہو، کسی معیار کے تلاش کی گنجایش ہی نہیں رہتی ——— فرانس کی عدالتوں کا عملدرآمد اسطرح ظاہر کرتے ہیں:-

یہی ایک اصول ہے، جو حقیقت پر مبنی ہے ۔ عام طور پر، اسی فرانسیسی اصول قانون کا اتباع کیا جاتا ہے: فرانس میں (واقعات اور حالات کو ملحوظ رکھہ کر) کبھی تو زوجین کے قومی قانون کا اطلاق کیا جاتا ہے، اور کبھی ان کے اول مقام سکونت کے قانون کا، بلکہ بعض صورتوں میں دوسرے قوانین کا بھی، یہہ عمل، جو بادی النظر میں طور سے متضاد معلوم ہوتا ہے، درحقیقت نہایت درجہ ایک دوسرے سے مطابق

---

[۱] ٹیبل جرنل ۰ ۰ ۔ انودری (Annuaire) ۱۰

نظر آئیگا! اگر ہم "رضامندی بالسکوت" کے اصول کو تسلیم کرلیں[۱]۔ اور جو اعتراض بربنائے نکاح نابالغین عائد ہوتا ہے، اس کا جواب وہ بحوالہ اس بے روک ٹوک آزادی کے دیتے ہیں، جو فریقین کو حاصل ہے، اور یہ قانونی اصول پیش کرتے ہیں کہ جو شخص نکاح کا اہل ہے، وہ معاہدہ ازدواج کا بھی اہل ہے"۔

دفعہ ۳۵ زوجہ ازدواج، کے حقوق متعلقہ جائداد منقولہ کا تصفیہ بمقام توطن بموجب قانون نکاح، سے ہوتا ہے، خواہ وہ جائداد زوج کی ملک ہو یا زوجہ کی، اور خواہ وہ انگلستان میں موجود ہو یا اس سے باہر۔ یہ عمل کم از کم ان ممالک میں ہوتا ہے جہاں کہ قانون مذکور، شخصی قانون بین الاقوام کے قواعد کے لحاظ سے سلسلہ ازدواج کی جائداد کو، ناقابل تقسیم قرار دیتا ہے۔

اس کتاب کی آخری طبع میں جو دفعہ تھی، یہ اس کی جگہ قائم کی گئی ہے بنظر اس فیصلہ کے، جو مقدمہ ڈی نکولس بنام کرلیر ہوا (دیکھو آئندہ صفحہ ۴۲) جس کی صحت کی نسبت اس بیس سال کے عرصہ مدت میں کبھی شبہ اور شک نہیں کیا گیا ہے۔

دفعہ ۳۶ اگر کوئی صریح معاہدہ موجود نہ ہو، تو زوج یا زوجہ کے حقوق کا، ایسی جائداد منقولہ کی نسبت، جو نکاح کے وقت، ان کی ملک میں ہو، یا جو ان میں سے کوئی ایک فریق، بزمانہ قیام نکاح حاصل کرے، "بمقام توطن کے ازدواجی قانون" کی رو سے تصفیہ کیا جائے گا۔ "مقام توطن کے ازدواجی قانون" سے مراد، اس مقام کا قانون ہے، جہاں بروقت نکاح، شوہر کا توطن تھا، ممکن ہے کہ نکاح سے پہلے، کوئی معاہدہ ہو جائے، اور اس کی بنا پر فوراً بعد نکاح کے، دوسرا مقام توطن اختیار کرلیا جائے، ایسی حالت میں یہ صورت استثنا میں شمار ہو گی۔

اس دفعہ کے آخر حصہ میں "مقام توطن کے ازدواجی قانون" کی اصطلاح میں جو وسعت دی گئی ہے، اس کو لارڈ چیف جسٹس ویگھان ولیم نے کتاب ہذا کی سابقہ اشاعت سے مقدمہ مارٹن بنام لوسٹان (۱۹۰۰) پی ۲۳۹ میں اخذ کر کے، یہ فیصلہ کیا کہ

---

[۱] ۲۳ ہم ٹیبل جنرل ۷، ۵، انوری (Annuaire) ۵

جائداد پر موثر ہونے کے لئے، توطن کا معاہدہ بالکل صریح ہونا چاہئے۔ اس میں کچھ شک نہیں، کہ جو لوگ قانون مقام توطن کو، ذاتی قانون کی حیثیت سے بجائے خود، سلسلہ ازدواج کی جائداد منقولہ کا فیصل کرنیوالا سمجھتے ہیں، ان کو اس کا پتہ صرف اسی مقام کے قانون میں ملے گا، جو بروقت نکاح، شوہر کا حقیقی وطن تھا، لیکن جو لوگ، صریح معاہدہ کے مسئلہ متذکرہ بالا کو، قبول کرتے ہیں، ان کو اپنے خیالات کے اتباع میں یہ معلوم ہوگا، کہ جو ازدواجی توطن، صریح معاہدہ کی رو سے اختیار کیا جاتا ہے، اس سے بھی وہ مقام توطن کا قانون، قانون ازدواج ٹھہرتا ہے۔ دیکھو مجلس بین الاقوام کا رزولیوشن متذکرہ صفحہ ۱۷۔ پروشیا کے کوڈ سنہ ۱۷۹۴ء میں بھی یہی محکوم ہے۔

"جائداد میں شرکت، صرف مقامی قوانین اور قواعد کی بنا پر پیدا ہوتی ہے جبکہ وہ ایسی جگہ نافذ ہوں، جہاں زوجین نے بعد خلوت صحیحہ کے، پہلے مرتبہ توطن اختیار کیا ہو" حصہ ۲ عنوان ۱۔ ۳۲۵

دفعہ ۳۶ الف

فرض کرو کہ بحالت قیام نکاح، زوج اپنا اور اپنی زوجہ کا مقام توطن بدل دیتا ہے۔ اب جن لوگوں کا یہ خیال راسخ ہے، کہ قانون مقام توطن کو، محض اپنی ذاتی قوت سے، بحیثیت ذاتی قانون کے، ازدواجی سلسلہ کی جائداد میں، مداخلت ہے، ان کو غالباً یہ تسلیم کرنا پڑے گا (اگرچہ بظاہر یہ لازم نہیں معلوم ہوتا) کہ آئندہ سے، فریقین کے تعلقات، جائداد کی نسبت، بجائے قانون مقام ازدواج کے تابع ہونے کے، جدید مقام توطن کے قانون کے تابع ہو جائیں گے، یا کم از کم وہ تمام جائدادیں، جو اس تبدیلی کے بعد حاصل ہوں، اسی کی تابع رہیں گی، اور جائداد کے متعلق، جو حقوق، اس تبدیلی سے پہلے حاصل تھے، وہ بحیثیت حقوق محصلہ کے، بحال خود قائم رہیں گے۔ لیکن زوج کو، یہ اختیار دینا، جس سے زوجہ کی حیثیت، اس کی مرضی حاصل کئے بغیر بھی، اس طور سے تبدیل ہو جائے، فی الحقیقت انصاف کا خون کرنا ہے۔ جس زوجہ نے، بغیر کسی صریح معاہدہ کے، نکاح کیا ہے، جیسا کہ سوگنی کہتا ہے "ان تمام ازدواجی حقوق کو، جو مقام توطن کا قانون متعین کرتا ہے، منظور کر لیا ہے، اور فطری طور سے، انکے ہمیشہ قائم رہنے کے متعلق، اس کو بھروسا ہے"۔[۱]

---

۱ (Syst) ۳۷۹ – (Guthrie) ص ۲۹۸

یہ اصول کہ مقام توطن کا ازدواجی قانون، بحالت ازدواج تبدیل توطن سے، باطل نہیں ہو جاتا، اسکاٹ لینڈ کے ایکٹ متعلقہ جائداد زنان منکوحہ (۱۸۸۱) قانون ۴۴ و ۴۵ وکٹوریا میں داخل کر لیا گیا ہے، اس کی فصل ۲۱ دفعہ ا کے ضمن (۱) و (۵) حسب ذیل ہیں۔ "(۱) جو نکاح، اس ایکٹ کے نفاذ کے بعد منعقد ہوئے ہیں، اور زوج کا توطن، بروقت نکاح، اسکاٹ لینڈ میں ہو گا، ان سب میں، زوجہ کی وہ تمام جائداد، جو اس نے نکاح سے قبل یا بحالت نکاح حاصل کی ہے، از روئے قانون، زوجہ کی جداگانہ جائداد متصور ہو گی اور حق شوہری[۱۵] (Jus mariti) کے تحت میں نہ آئیگی۔
(۵) جو کچھ اس میں بیان ہوا ہے، اس سے "ان انتقالات کے اختیار کی ممانعت یا ان میں تخفیف مقصود نہیں ہے، جو قبل نکاح کے معاہدات ازدواجی کے ذریعہ سے، عمل میں آئیں۔"

سا اور بنام شوٹ (۱۷۹۲) اینسٹر ۹۳ عدالت اعلیٰ قانون انگلستان (Court of Exchequer) لارڈ لاگ بروئے مقدمہ کیمبل بنام فرینچ (۱۷۹۷) ۳۔ ویسی ۳۲۳ میں جس مقدمہ کا حوالہ دیا ہے غالباً وہی مقدمہ ہے، اور ان کا خیال تھا کہ یہ لارڈ ڈھرلو کا منفصلہ ہے۔ مقدمہ ڈیوس بنام اسمتھ (۱۸۲۲) جیکب ۴۴۵ نیز ملاحظہ ہو مقدمہ مک کارمک بنام گارنٹ (۱۸۵۴) ۵۔ ڈی ایم۔ جی ۲۷۸ نیز نائٹ بروس ویٹر تر مقدمہ ڈی سر بنام کلارک (۱۸۷۴) ایل۔ آر ۱۸ ای کیو ۵۸۷ نیز انس، ان میں سے کسی مقدمہ میں مقام توطن کی تبدیل سے بحث نہ تھی لیکن مقدمہ والس بنام شرمیٹن (۱۸۵۵) ۲۱ بیو ۹۷ نیز رائے میں، ایک انگریزی رعایا نے جو فرانس میں رہتا تھا انگلستان کے سفارتخانہ کے گرجا واقعہ ملک فرانس میں ایک انگلستان کی رہنے والی عورت سے،

۱۵۔ (Jus mariti) اسکاٹ لینڈ کے قانون کی اصطلاح ہے جس کا لفظی ترجمہ "حق شوہری" ہے، مگر اصطلاح میں شوہر کے اس حق سے مراد ہے جو بعد نکاح کے اسکو اپنی زوجہ کی کل جائداد منقولہ کی نسبت، حاصل ہو جاتا تھا۔ مترجم۔

نکاح کیا، اور بعدہ فرانیسی رعایا ہوگیا۔ بحث اس رقم کے متعلق تھی جو عورت کو، اس تبدیلی کے بعد ملنی چاہیے، اور جس کا ذکر اس معاہدہ میں نہ تھا، جو نکاح کے متعلق مرتب ہوا تھا۔ اسلئے یہ سمجھنا چاہیئے کہ ذاتی قانون کا مسئلہ زیر بحث تھا، بشرطیکہ پولٹیکل یعنے ملکی قومیت قانون مذکور کا معیار قرار دیا جائے نہ کہ توطن۔ جج نے یہ فیصلہ کیا کہ "میری رائے یہ ہے کہ معاہدہ نکاح انگریزی تھا، اور نکاح کے وقت زوج اور زوجہ کے حقوق انگلستان کے قانون کے تابع تھے، اور بناءً علیہ جو جائداد زوجہ کو بعدہ حاصل ہوئی اس کا تصفیہ ملک ہذا کی عدالتوں میں انگلستان ہی کے قانون کی رو سے ہونا چاہیئے، اس ملک کی عدالتوں کو سرمایہ پر اختیار حاصل ہے، اگرچہ زوج اسوقت بلحاظ توطن فرانیسی ہے — یہاں بجائے "متوطن فرانس" کے "متبع قانون فرانس" کہنا چاہیئے تھا۔ فیصلہ میں سرمایہ پر اختیار کے جزو پر خواہ کتنا ہی زور کیوں نہ دیا گیا ہو، مگر یہ ظاہر ہے کہ حقوق کا فیصلہ قانون میں تبدیلی ہو جانے کے بعد بھی اصلی ذاتی قانون ہی سے کیا گیا ہے۔

یہ اصول کہ مقام توطن کے اصلی قانون ازدواج سے فریقین کے حقوق متعلقہ جائداد کا تصفیہ ہوتا ہے، گو کہ زمانہ قیام نکاح میں توطن میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی ہو، قطعی طور سے مقدمہ ڈی نیکالس بنام کرلیر (۱۸۹۵) اپیسی ارتیج ۴۰۴ میں جج کیکوچ میں قائم کیا گیا تھا۔ اس کی تنسیخ (۱۸۹۸)-۲- سی ارتیج ۶۰ میں لینڈلے، رگبے اور کالنس نے کی۔ اور اس تنسیخ کی تنسیخ (۱۹۰۰) اے سی ۲۱ ملہ میں ہالسبری، میگناٹن، مارس، شانڈ اور برامپٹن سے ہوئی۔ زوجین کا نکاح جو قومیت اور توطن، دونوں کے لحاظ سے فرانیسی تھے، فرانس میں بغیر کسی صریح معاہدہ کے منعقد ہوا، اسلئے یہ سمجھا جائے گا کہ اس کا انعقاد بطریق شرکت باہمی کے (System of Community) ہوا۔ اسکے بعد وہ انگلستان میں آ رہے۔ زوج نے انگلستان کی رعایا ہونا قبول کیا اور دونوں نے اپنی محنت سے بڑی دولت جمع کی، اور اس کا ایک حصہ انگلستان کی اراضی

لہ صفحہ ۲۱۲ پر ویسٹ گیٹ کیو۔ سی جو لکھا گیا ہے وہ کتابت کی غلطی ہے، اصل ویسٹ لیک کیو۔ سی ہونا چاہیئے۔

قابل ارث، اور آراضی ٹپہ، پر صرف کیا، اور ایک حصہ بصورت نقد و کفالت نامجات کے، رہا، زوج کا انتقال ہوگیا اور اس نے، ایک وصیت نامہ چھوڑا، جس میں، اس نے تمام جائداد کا، اپنے آپکو تنہا مالک سمجھ کر، تصفیہ کر دیا تھا۔ زوجہ نے بربنائے شرکت، اپنے حصہ کا دعوی کیا، اور ہاؤس آف لارڈس نے، اسکے حق میں متفقہ فیصلہ صادر کیا، مگر وہ صرف ذاتی اثاثہ کے متعلق تھا، جس کا دعوی، اس وقت اس کے سامنے پیش تھا۔ شہادت یہ تھی کہ، قانون فرانس کے لحاظ سے، فریقین کی، بربنائے نکاح، ایسی حالت تھی کہ گویا انھوں نے سول کوڈ کی دفعات ۱۴۰۱ سے لے کر ۱۴۹۶ تک کے متعلق صریح معاہدہ کیا تھا۔ اس پر ججوں نے یہ تصفیہ کیا، کہ فریقین میں قانون کا پیدا کیا ہوا معاہدہ تھا، جس سے زوج، محض تبدیل مقام توطن کی بناء پر، آزاد نہیں ہوسکتا تھا۔ عدالت مرافعہ نے، طوعًا و کرہًا، یہ تجویز کی کہ، ایک اسکاٹ لینڈ کے مقدمہ، لیشلے بنام ہاگ ۴ پیٹن ۱۸۰۵-۱۔ رابرٹسن، ایس سی مقدمات مرافعہ ۴ میں لارڈ ایلڈن اور راسلن نے، یہ فیصلہ صادر کیا تھا کہ: زوج اور زوجہ کے، مالکانہ تعلقات، توطن کے ساتھ بدلجاتے ہیں، لیکن ہاوس آف لارڈز نے یہ نتیجہ نکالا کہ مقدمہ مذکور ازدواجی قانون پر نہیں بلکہ وضعی قانون پر مبنی تھا۔ یہ امر صاف طور سے ظاہر ہے کہ مقدمہ زیر بحث اور عام مقدمہ میں فرق اور تمیز قائم کرنے کے لئے، کوئی امر موجود نہ تھا، اور نہ اس امر کی کوئی دلیل پیش کیجا سکتی تھی، کہ فریقین نے، قانون فرانس کے ذریعہ سے کوئی ایسا معاہدہ کیا تھا، جو اسیطرح دوسرے ملک میں نہیں ہوسکتا تھا، اسلئے اب شخصی قانون بین الاقوام مروجہ انگلستان کا، عام قاعدہ یہ سمجھنا چاہیے کہ ازدواجی توطن کے ایکمرتبہ قائم ہوجانے کے بعد، تبدیل توطن یا قیاس عقلی کی بناء پر، نکاح کے بعد کی تبدیل قومیت سے، جائداد کے ازدواجی سلسلہ پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔

مقدمہ ڈی نکولس بنام کرلیر، انگلستان کی آراضی قابل ارث اور اراضی ٹپہ کے تصفیہ کے لئے (۱۹۰۰) ۲ جانسری ۴۱۰۔ دوبارہ جسٹس کیکوچ کے سامنے پیش ہوا، اراضی مذکور کے متعلق، بیوہ کی طرف سے یہ بحث کہ وہ، اس رقم سے خریدی گئی، جو نکاح کے قیام کے زمانہ میں پیدا کی گئی تھی، اور جس کو ہوس آف لارڈز مشترکہ قرار دے چکا ہے، بیوہ کے حق میں، فیصلہ کرنے کے لئے بالکل کافی تھی، لیکن فاضل جج نے، اسکے حق میں جو فیصلہ فرمایا اس کی بنیاد یہ قرار دی، کہ جائداد غیر منقولہ، خواہ وہ کہیں واقع ہو، اس معاہدہ میں داخل ہے، جو فرانسیسی کوڈ، فریقین میں قائم کر دیتا ہے۔ کوڈ کے الفاظ یہ ہیں، کہ شراکت، اس جائداد غیر منقولہ پر

حاوی ہے جو زمانہ قیام نکاح میں بجز توریث یا عطیہ کے کسی اور طور سے پیدا کی گئی ہو۔ یہ الفاظ اسقدر وسیع ہیں کہ ان میں جائداد مذکور کافی طور سے داخل ہو جاتی ہے اور یہ ماہران فن کی شہادت سے بھی ثابت ہے۔ جائداد غیر منقولہ ہو تو ممالک غیر کا تذکرہ بصراحت فرانسیسی کوڈ میں نہیں ہے اور یہ سوال کہ آیا وہ معنوی طور سے اس میں شامل ہے؟ بیشک ماہران فن کی شہادت کا محتاج تھا لیکن یہ سوال فرانس کے اندرونی قانون بین الاقوام کا نہیں، بلکہ اس قانون بین الاقوام کا تھا جو فرانس میں منظور کیا جاتا ہے۔ یہ تسلیم کرکے کہ فرانس کے بین الاقوامی قانون کا مسئلہ یہ ہے کہ جائداد کا ازدواجی سلسلہ (Matrimonial system of property) ناقابل تقسیم ہے اور اس لئے جو اشیا اس میں شامل ہوں انکی جائے وقوع سے کوئی بحث نہ ہونی چاہیے؛ قانون فرانس کا ایک جز ہو جاتا ہے، نہ کہ اس قانون کا جو کہ فرانس کے بین الاقوامی قانون کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اسکا تعلق فرانس کے مجموعی قوانین سے ہوگا اور یہ قرار پائے گا کہ جو لوگ بوقت نکاح ان مجموعی قوانین کے تحت یا حوالے سے معنوی معاہدہ کرتے ہیں، وہ ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ کو بھی، اس میں شامل کر لیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ جن غیر ممالک میں وہ جائدادیں واقع ہوں وہاں کے قوانین اس معاہدہ کی تعمیل میں مانع ہوں، مگر جسٹس کیکٹ وچ نے یہ تجویز کی کہ قانون فریب کی بنا پر مقدمہ زیر بحث میں کسی قسم کی دقت پیش نہیں آئی کیونکہ معاہدہ ازدواج، (Community in French Law) شراکت کا ایک معاہدہ ہے اور یہ امر طے شدہ ہے کہ اس میں اراضی کے متعلق حق پیدا ہونے کیلئے کسی قسم کی تحریر کی ضرورت نہیں ہے۔ اسلئے یہ سمجھنا چاہیئے کہ فاضل جج نے جو طریقہ استدلال اختیار فرمایا وہ ایسا ہے کہ اگر فرانسیسی کوڈ میں یہ حکم ہوتا کہ جو جائداد غیر منقولہ نکاح کے وقت زوجین کی ملک میں ہو وہ معاہدہ ازدواج میں شریک ہے، تو وہ اس پر بھی مساوی طور سے حاوی ہوتا۔ جج مذکور نے فی الحقیقت ڈومولن کے اس اصول کو منظور کر لیا کہ قانون ازدواج مقام توطن (یا قانون ازدواج قومی جیسی صورت ہو) معنوی معاہدہ کے لحاظ سے ان غیر منقولہ جائدادوں پر بھی حاوی ہے جو ممالک غیر میں واقع ہوں: اگر تمام صورتوں میں نہیں، تو کم از کم ایسی صورتوں میں، کہ ازدواجی توطن یا قومیت ایسے ملک میں یا ایسے ملک کی ہو جس میں جائداد کا ازدواجی سلسلہ، شخصی قانون بین الاقوام کی رو سے ناقابل تقسیم قرار پاتا ہو۔ میں اس نتیجہ سے متفق ہوں اور

نکاح کے معنوی معاہدہ کے اصول کو صحیح سمجھتا ہوں، اور نیز یہہ کہ جائداد کے ازدواجی انتظام کا ایک ہی قانون کے تابع ہونا، اور عام طور سے فریقین کی خواہشات سے مطابق ہونا بہتر ہے۔ لوگ صریح معاہدہ کرنے سے اسوجہ سے بچتے ہیں کہ اسکے لئے پیچیدہ اور غیر معمولی کارروائی کرنی پڑتی ہے[1]

مقدمہ ڈیچ بنام ٹینیٹ (۱۸۹۱) اے سی ۶۳۹ جج ہرشل، واٹسن، مارس میں ازدواجی توطن اسکاٹ لینڈ کا تھا اور نکاح کے متعلق کوئی صریح معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ زوجہ نے بربنائے قانون اسکاٹ لینڈ بحیثیت قائمقام قانونی (Surrogatum) کے انگلستان کی ان اراضی حین حیاتی (Freeholds) کی قیمت کا دعوی کیا جو نکاح وقت اس کی ملوکہ تھیں، مگر جس میں اس کا کوئی حق نہیں تجویز کیا گیا تھا۔

76

مقدمہ مارٹن دوسٹالن بنام لوشالن (۱۹۰۰) پی ۲۱۱ میں رگبی اور وگھام ویمس نے توطن ازدواجی انگلستان کا قرار دیا مگر زوجہ کی زندگی ہی میں فرانس میں توطن اختیار کر لیا گیا تھا۔ ان فاضل ججوں نے یہہ تجویز کی کہ زوجہ کے انتقال کے بعد انگلستان کے قانون کی روسے وہ وصیت جو اس نے نکاح سے پہلے کی تھی منسوخ ہوگئی، اور وگھام ویمس لارڈ جسٹس (صفحہ ۲۴۰) نے یہ خیال کیا کہ وہ انگریزی قاعدہ جس کی روسے ایک عورت کی وصیت نکاح سے باطل ہو جاتی ہے، نہ قانون وصیت بلکہ قانون نکاح کا ایک جز ہے۔ ایم آر لنڈلے نے اس رائے سے اختلاف کر کے (بہ اتفاق رائے جین پریسیڈنٹ عدالت ماتحت) یہ قرار دیا کہ توطن ہمیشہ سے فرانس کا تھا۔

اگر نکاح کے ساتھ تملیک ہو، یا جائداد کی نسبت کوئی صریح معاہدہ ہوا ہو تو اس کے متعلق مفصلۂ ذیل قواعد ہیں، ان میں سے قاعدہ ۴۷ اس مضمون کے عام اصول سے، اور قاعدہ ۴۸ انگلستان کے مخصوص طرز تحریر دستاویزات انتقال سے مستخرج ہوتا ہے۔

دفعہ ۳۷ تملیک ازدواجی یا معاہدہ کے قانونی امور تکمیل طلب عام طور سے

---

[1] ہیگ کے معاہدہ ۱۹۰۵ء کی دفعہ ۲ میں بھی یہ اصول قائم کیا گیا ہے کہ زوجین کی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ ایک ہی قانون کی تابع ہونی چاہئیے۔

اس مقام کے قانون معاہدہ پر منحصر ہوں گے، جہاں معاہدہ مذکور ہوا ہے، یعنے (lex loci actus) پر۔

مقدمہ گیبو پریٹ بنام ہینگ۔ (۱۸۵۱) ۴ ڈی-ای-جی وایس ۲۳۲ میں اگرچہ معاہدہ متعلقہ ازدواج نہ تھا، اگر نائیٹ بروس نے ان اصول کو عام طور سے صحیح تجویز کیا: کہ اگر قوانین کسی فعل کا کوئی خاص حیثیت یا شکل قرار دیتے ہیں، اسوقت مقام دقوع فعل نہ کہ توطن، کا لحاظ کیا جانا چاہیئے۔ اگر مختلف مراسم یا فعل زیر بحث کا حقیقی طریقہ عمل، دریافت طلب ہو، تو مقام وقوع فعل مذکور کی طرف رجوع ہونا چاہیئے ؏

دفعہ ۳۸ لیکن اگر تملیک ازدواجی یا معاہدہ کا تعلق، انگلستان کی اراضی سے ہے، تو اس کی بناء پر کوئی انتقال عمل میں نہ آسکے گا جب تک کہ وہ اس شکل میں نہوگا، جو اس مقصد کے لئے انگلستان میں مقرر ہے۔ اگرچہ اس کے دوسرے لحاظ سے، درست ہونے کی حالت میں، اس کا اثر اراضی پر اسیطرح پڑے گا، جس طرح ایک معاہدہ کا پڑنا چاہیئے۔

دفعہ ۳۹ جائداد متعلقہ تملیک یا معاہدہ کے متعلق، پہلا سوال یہہ ہوگا کہ آیا حق، جائداد کی مالکانہ حیثیت کے ازدواجی اشتراک اور شمول کو، ایسا اصول قرار دیتا ہے، جس کی بنا پر کل معاملہ، ایک ہی قانون کے تابع ہونا چاہیئے، اور چونکہ انگلستان نے توطن کا اصول اختیار کرلیا ہے، اسلئے یہہ قانون، قانون توطن ہی ہوسکتا ہے۔ اسبارہ میں قدیم رائے، کم از کم جائداد منقولہ کی بابتہ اور ڈوموٹن کے اصول کے مطابق، جائداد غیر منقولہ کے متعلق بھی، یہی تھی کہ: ازدواجی تملیک یا معاہدہ کا جواز یا عمل، اس کے معنی اور تعبیر کے متعین ہوجانے کے بعد، قانون توطن ازدواجی کا تابع رہے گا، اور یہی کتاب کی پہلی ایڈیشنوں میں لکھا جاسکتا تھا، لیکن اب یہہ کہنا زیادہ ترصحیح ہوگا کہ ان تمام مسائل کا اس قانون کے حوالے سے، فیصلہ کیا جانا چاہیئے جس کی نسبت حالات مقدمہ سے یہ مستنبط ہوتا ہو کہ فریقین، اپنے حقوق کو، اس قانون سے متعلق کرنیکی نیت رکھتے تھے۔ نکالے ہوئے جائداد میں شراکت کا، جو اثر پیدا ہوتا ہے، اس کو اسقدر وقعت نہیں دیگئی ہے کہ وہ جائداد کے بعض اجزا کے متعلق حسب خواہش، خود صریح معاہدات

کے کرنے میں مزاحم ہو، اگرچہ وہ معاہدات، توطن ازدواجی کے قانون کے خلاف ہوں۔
فریقین کی نیت کو سب سے زیادہ قابل لحاظ امر قرار دینے، اور صرف قانون توطن ازدواجی
کو اظہار نیت کا ایک ذریعہ ٹھہرانے سے انکار کرنا اس رجحان کا پتہ دیتا ہے جس کا
مقابلہ ملک فرانس کے ان فیصلوں سے کیا جاسکتا ہے جو کسی معاہدہ کے ہونے کی
صورت میں جائداد کے ازدواجی قانون کے تحت میں صادر ہوئے ہیں۔ (دیکھو صفحہ ۱۰۱)

ہر ملک کا قانون، عام طور سے ازدواجی معاہدات کی نگہداشت کا مخصوص انتظام
کرتا ہے، جب انکا تعلق شکل، یعنے طرز تحریر وغیرہ سے ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ، ایسے معاہدات
کی ذریعہ رجسٹری تصدیق ہونی چاہیئے (دیکھو نپولین کے کوڈ کی دفعہ ۱۳۹۴) تو ملک
زیر بحث کی عدالتیں، ایسے معاہدات کے متعلق جو بیرون ملک ہوئے ہیں، یا یہ کہہ سکتی ہیں
کہ یا تو ان تمام انتظامات کو جو عمل میں آئے ہیں، اس عام اصول کے تابع رہنا چاہیئے
کہ قانون مقام معاہدہ، شکلوں یعنے طرز تحریر کا فیصلہ کرنیوالا ہے، یا یہ کہ ان معاہدات
نکاح کی اس سلطنت کی متوطن یا ملکی رعایا سے جس کے نکاح کے معاملات کے
اہتمام کو وہ اپنے ذمہ تصور کرتی ہے، بربنائے مصلحت عامہ تعمیل کرائے گی۔
جب معاہدات نکاح کے مخصوص قواعد کا تعلق، ان کے مضمون سے ہوتا ہے،
تو مصلحت عامہ یقیناً اسی کی مقتضی ہوتی ہے، کہ ان لوگوں کے نکاحوں میں، جن کا
تعلق، سلطنت مذکور اپنے ذمہ سمجھتی ہے، قواعد مذکور کی پوری طور سے تعمیل کرائے۔
لیکن اگر فریقین ایسی جائداد کے متعلق، جو ایسے مقام پر واقع ہو، جہاں دوسرے
ملک کی عدالتیں، ان کی نیت کی تعمیل نہ کرا سکتی ہوں، ان ضروریات سے خواہ مضمون
کے متعلق ہوں یا شکل کے، قطع نظر کر کے، کوئی خاص معاہدہ کریں، تو اس ملک کی
عدالتوں پر، یہ فرض عائد نہیں ہوسکتا کہ وہ فریقین کے ملک کی مصلحت عامہ کی تعمیل
کرائیں، اور ان پر یہ امر ظاہر ہو جاتا ہے کہ معاہدہ کے عام قانون میں کوئی امر ایسا
نہیں ہے جس کی بنا، پر وہ فریقین کی نیت کے نفاذ میں مانع ہوسکیں: یہ ممکن ہے کہ
وہ اس انتظام کو جو بروقت نکاح ہوا، اس قانون کی مخصوص اور مستثنیٰ صورت قرار دینے
سے انکار کر کے، اپنے حد اختیار تک، اسکا فیصلہ عام اصول پر کردیں۔

بظاہر شکل یعنے طرز تحریر کا مسئلہ پہلی مرتبہ انگلستان میں پیدا ہوا۔ فرض کرو کہ

ایک انگلستان کی عورت، ایک ایسے شخص سے نکاح کرتی ہے، جو ایسے ملک کا متوطن
ہے جہاں نکاح کے معاہدہ کی تکمیل کیلئے کوئی عمل رجسٹری لازم ہے، اور اس عورت کی
جائداد میں وہ رقم شامل ہے، جو اس کو انگلستان کے کسی باشندہ کے وصیت نامہ
یا تملیک نامہ کی بنا پر ملی ہے، اور جو انگلستان کے رہنے والے امنا کی تحویل میں
ہے، ایسی صورت میں خود اس عورت اور اس کے ہواخواہوں اور اس کے انگلستان
کے سالسٹروں کی فطری طور سے یہہ خواہش ہوگی کہ بربنائے نکاح اس کی جائداد میں جو
انتقالات وغیرہ ہوں، وہ ایسی دستاویز کے ذریعہ سے ہونے چاہئیں، جو انگریزی زبان

78

اور وہیں کے طرز تحریر کے مطابق ہو، جو نہ صرف ان لوگوں کے لئے بلکہ امنا، جائداد کیلئے
بھی قریب الفہم ہوگی، اور ان کو ایک دن ان انتقالات کے متعلق، جن کا قرارداد
اس وقت ہوا ہے، عمل کرنا پڑے گا بہتر اور صحیح طریقہ یہ ہوگا کہ ایسی دستاویز کی
تکمیل کرا کے وہ تصدیقی عمل (Notarial act) میں شامل کر دی جائے تاکہ تمام ضروریات
کی تکمیل یکجا ہو جائے۔ مگر فرض کرو کہ عجلت یا بے خیالی کی وجہ سے یہ متروک ہوگیا، اب
سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا صرف وہ انگریزی دستاویز قابل نفاذ قرار پائے گی؟ اگر اس کی
تکمیل ملک غیر میں ہوئی ہے، تو وہ قانون مقام معاہدہ کی شرط کو پورا نہیں کرتی۔
اور اگر انگلستان میں اس کی تکمیل ہوئی ہے، اور یہ بات ظاہر ہو کہ شخصی قانون بین الاقوام
کے معمولی اصول سے قطع نظر کرکے، ملک غیر میں اس ملک کے مصالح خانگی (Domestic
Policy) کے لحاظ سے تصدیقی عمل (Notarial act) ایک لابدی امر متصور ہوتا ہے،
تو سوال یہ ہوگا:- کہ آیا ایسی دستاویز جو مقام ازدواج کے قانون کی رو سے، جس سے عام
طور سے زوجین کے حقوق، جائداد منقولہ کی نسبت فیصل ہوتے ہیں، ناقابل نفاذ قرار
پاتی ہے، تو اس کا نفاذ انگلستان میں ہو سکے گا یا نہیں؟ ایسے مقدمات، اس ملک میں
عرصہ دراز سے اسی طرح تصفیہ پاتے رہے ہیں، کہ ان میں زوجین کی نیت پر زیادہ تر زور
دیا جاتا رہا ہے، اور قانون مقام معاہدہ کا لحاظ نہیں کیا گیا ہے جس کا ذکر ہم صفحہ (۹۱)
پر کر چکے ہیں، اور جس کو اس مضمون کے متعلق انگلستان کی ایک خصوصیت سمجھنا چاہیئے۔
چند سال سے نکاح کے تملیک ناموں کی طرز تحریر کا اصول متواتر طور سے، دستاویزات
مذکورہ کے مضامین سے بھی متعلق کیا جا رہا ہے۔

مقدمہ وان گروٹن بنام ڈگبی (۱۸۶۲) ۳۱ - بیون - ۵۶۱ جج رومیلی میں جس میں دستاویز انگریزی طریقہ پر فرانسس میں لکھی گئی تھی؛ جج نے یہ تجویز کی کہ میرے نزدیک اس ملک کا قانون یہی ہے، کہ اگر ایک پردیسی شخص، انگلستان کی کسی عورت کے ساتھ نکاح سے قبل کوئی معاہدہ کرتا ہے، اور بعدہ اس معاہدہ کی بنا پر نکاح ہوتا ہے، اور معاہدہ ایسی جائداد کے انتظام سے متعلق ہے، جو اس ملک کے قوانین کے حد اختیارات میں واقع، اور انکے تابع ہے، تو ایسی صورت میں، عدالت ہذا اسکے متعلق، اسیطرح حکم کرے گی، کہ گویا تمام معاملہ انگریزی قانون کے مطابق تصفیہ ہونے کے قابل ہے، (صفحہ ۵۶۷)۔ اس کا مقابلہ اس حوالہ سے کیا جاسکتا ہے، جو اسی جج نے اپنی عدالت کے اختیار متعلقہ رقوم کی نسبت، ایسے مقدمہ میں دیا تھا، جس میں رقم کا تذکرہ معاہدہ نکاح میں نہیں ہوا تھا، اور اسی کو اپنے فیصلہ کی بنیاد قرار دی تھی (مقدمہ ڈائس بنام شرمپٹن دیکھو صفحہ گزشتہ ۲۰۷)، بقیاس غالب، دونوں مقدمات میں، رقوم پر اختیار ہونے سے یہ مقصد نہ تھا، کہ اس امر کے انتخاب میں، کہ کونسا قانون نافذ ہونا چاہیے، وہ کوئی جزو قرار پائے، بلکہ اس کا حوالہ صرف اس غرض سے دیا گیا تھا، کہ اس سے عدالت کو اپنی رائے کے مطابق، انتخاب قانون کے متعلق، ایک موقعہ ملتا تھا۔

مقدمہ ڈیٹیز بنام او ہاگن (۱۸۹۹) ۲ سی۔ ایچ ۵۶۹ میں جج، کوزنز ہارڈی میں، مقدمہ وان گروٹن بنام ڈگبی کی پیروی کی گئی، باوجودیکہ یہ امر شہادت سے ثابت تھا، کہ توطن آسٹریا کے قانون ازدواج کی رو سے شرائط نکاح، جن پر عدالت نے عمل کیا، عدم تصدیق کی وجہ سے بیکار تھے۔ اور اگر صحیح بھی تسلیم کر لئے جائیں، تو نکاح کے بعد کے تصدیقی عمل سے کلیتاً باطل کر دیئے گئے تھے؛ مقدمہ مینکر۔ رینالڈ بنام الیس (۱۹۰۲) ۲-سی-ایچ ۲۴۲- جج بکلے میں، عدالت نے اس تملیک نامہ پر عمل کیا، جو ایک انگلستان کی عورت کے نکاح کے وقت، ایسے شخص کے ساتھ، جو قومیت اور توطن کے لحاظ سے اٹلین تھا، انگریزی طریقہ پر لکھا گیا تھا؛ اگرچہ جج مذکور نے یہ بھی

کہا کہ "شہادت یہ ہے کہ جہاں تک وہ دستاویز اس قانونی سلسلہ توریث
کو جو قانون اٹلی سے قائم ہوتا ہے، درہم برہم کرتا ہے، اس کا کوئی اثر اٹلی میں
نہیں ہو سکتا"، برخلاف اس کے ایسی صورت میں کہ توطن ازدواجی، انگلستان
کا تھا، عدالت نے ایسے تملیک نامہ کو نافذ قرار دیا، جو اسکاٹ لینڈ کے طریقہ
پر لکھا گیا تھا، اور ایسی عورت کی جائداد سے متعلق تھا، جس کا توطن قبل نکاح
اسکاٹ لینڈ میں تھا، مقدمات برناڈ۔ برناڈ بنام وائٹ (۱۸۸۷) ۵۶۔
ایل۔ ٹی۔ ۹ ج، کے اور فٹز جرلڈ سرمن بنام فٹز جرلڈ۔ ۱۔ سی۔ ایچ ۲، ۵۔
ج اکوزنز ہارڈی۔ اسٹرلنگ و وبگھام و لیمس میں، ان لوگوں نے نیت کی
مخالف علامات پر اپنی اپنی تجویزوں کی بنیاد رکھی۔ موخر الذکر مقدمہ میں صرف
لارڈ چیف جسٹس، اسٹرلنگ نے، اپنے شرکا سے بہ اتفاق رائے جسٹس جوائس
اختلاف کر کے یہ تجویز کی کہ جو تملیک، اسکاٹ لینڈ کے قانون کے مطابق،
زوج کے خورد و نوش کے انتظام کیلئے، اسکے حق میں کی جائے، وہ اس کی
خواہش تصرف کے اختیار کو محدود نہیں کر سکتی، کیونکہ وہ انگریزی قانون،
جو ایک بالغ مرد کے حق میں قبل از قبل مزاحمت کرنے سے انکار کرتا ہے،
ایک مصلحت عامہ کا معاملہ ہے، مگر میرے نزدیک عدالت مرافعہ نے جو فیصلہ
بغلبہ آرا کیا ہے صحیح تھا۔ کیونکہ ایک منتقل الیہ اسکاٹ لینڈ کے انتظام خورد نوش
کی نوعیت کے لحاظ سے اسکا دعوی نہیں کر سکتا، اور اس انتظام سے شوہر کا
متمتع ہونا، جو اس کے نوعیت کے مطابق ہے اور اسی غرض سے وہ اس کو
دیا گیا تھا، انگلستان کے مصلحت عامہ کے خلاف نہیں متصور ہو سکتا۔ ایک
انگلستان کی عورت کی تملیک، جو انگریزی طریقہ پر ایک ہسپانیہ کے
رہنے والے مرد کے حق میں، آئندہ نکاح کے خیال سے کی گئی تھی، نافذ قرار
پائی، مقدمہ ہرنانڈو۔ ہرنانڈو بنام سائل (۱۸۸۴) ۲۷۔ سی۔ ایچ۔ ڈی
ج، پیرسن، جس مقدمہ میں ایک اسکاٹ لینڈ کے متوطن مرد نے، ایک
انگلستان کی متوطنہ عورت سے نکاح کیا تھا، اور تملیک انگلستان اور
اسکاٹ لینڈ دونوں ملکوں کے طریقہ پر عمل میں آئی تھی، یہ تجویز ہوئی کہ زوجین

یہ چاہتے تھے کہ وہ تملیک انگلستان اور اسکاٹ لینڈ دونوں ممالک کے قوانین کے تابع رہیں گا اور انکی اس خواہش کی پیروی کی گئی۔ مقدمہ میکنزی۔ میکنزی بنام ایڈورڈ ماس (۱۹۱۱) ا۔سی۔ایچ ۸، ۵، ۵۹۶ سنج سوتھن اپڈیک۔

ایک مقدمہ میں ایک انگریز مرد نے جو اسکاٹ لینڈ میں رہتا تھا، اور ایک اسکاٹ لینڈ کی عورت کے ساتھ نکاح کے قبل، اسکاٹ لینڈ کے طریقہ پر ایک معاہدہ کیا تھا، اس شرط کے ساتھ کہ عورت کا سرمایہ اس کی وفات کے بعد اس کے قریب ترین رشتہ داروں کی طرف منتقل ہوگا۔ نکاح کے بعد دونوں منتقل ہو کر انگلستان میں رہنے لگے اور وہیں عورت کا انتقال ہوگیا، تجویز ہوی کہ فریقین کی نیت یہی متصور ہونی چاہیے کہ قریب ترین رشتہ داروں کا تعین، اسکاٹ لینڈ کے قانون سے کیا جائے۔ لسٹرز جوڈیشل فیکٹر بنام سائمنس (۱۹۱۴) ایس۔سی۔۲۴۔

ایک مقدمہ میں شوہر کا توطن اسکاٹ لینڈ کا اور عورت کا توطن انگلستان کا تھا ان میں نکاح ہوا اور ایک تملیک نامہ بطریق انگلستان مرتب ہوا، جس میں یہ شرط تھی کہ جو لوگ اس تملیک نامہ کی بنا پر دعویدار ہونگے ان کے حقوق کا تصفیہ انگلستان کے قانون کی رو سے کیا جائے گا۔ ازدواجی توطن اسکاٹ لینڈ کا تھا، اور شوہر نے وہیں طلاق کی ڈگری حاصل کی تھی۔ قرار پایا کہ اسکاٹ لینڈ کے قانون کے مطابق شوہر کو ایک سرمایہ کی آمدنی سے تمتع حاصل کرنے کا حق نہ تھا، صرف انگلستان کے قانون کے مطابق سلسلہ ازدواج کی جائداد کے متعلق تصفیہ ہوگا۔ مونٹگمری بنام ظریفی آیچ۔ایل۔(فیلے۔ہالڈین و شاہ ۱۹۱۷ء) ایل۔جی۔پی۔سی۔۲۰ ۱۹۔

ایک انگلستان کے متوطن مرد اور ایک اسکاٹ لینڈ کی متوطنہ عورت کے نکاح کے موقعہ پر ایک تملیک ازدواجی کے متعلق جو انگلستان میں عمل میں آئی تھی، مگر اسکاٹ لینڈ کے طریقہ پر تھی، یہ قرار پایا کہ وہ اسکاٹ لینڈ کی تملیک متصور ہوگی۔ ہیوٹ بنام ہیوٹ (۱۹۱۴) ۳۱۔ٹی۔ایل۔آر۔۱۴۳ جج، آیو ٹر

جن صورتوں میں اصول مقدمات متذکرۂ بالا کی بنا پر کسی تملیک ازدواجی کا نفاذ

انگلستان میں ہوتا ہے، تو جس شخص کا اسکے تحت میں کوئی حق مقرر ہوتا ہے، وہ اس کو اس طریقہ پر منتقل وغیرہ کرنیکا مجاز نہیں ہو سکتا ہے جس طریقے پر وہ اپنے ازدواجی قانون کے لحاظ سے اپنی جائداد کے انتقال کا مجاز ہو سکتا تھا۔ یوی بنام ہورٹن (۱۹۰۰) سی۔ آیچ ۴۹۲ جج، فارول، مقدمہ گریٹ و ٹوئیڈی بنام ٹوئیڈی (۱۹۰۱) ۱۔ سی۔ ایچ ۔ ۴۷۵۔ جج، کوزنز ہارڈی، نیز دیکھو مقدمہ بالڈ۔ بالڈ بنام بالڈ (۱۸۹۷) ۷۶۔ ایل۔ ٹی ۴۶۲۔ جج، بائیرن، عدالت مجاز ہے کہ طلاق ہو جانے کی حالت میں اس تملیک ازدواجی کو بدل دے جو زوجہ کے توطن ازدواجی کے قانون کے مطابق عمل میں آئی ہو، نبلے بنام نبلے (۱۸۹۰) ۱۵ پی۔ ڈی ۱۸۶۔ جج ہینن، جب توطن ازدواجی ملک غیر کا ہو گر طلاق کے وقت انگلستان کا ہو تب بھی یہی عمل ہو سکتا ہے۔ فارسٹھ بنام فارسٹھ (۱۸۹۱) پی ۲۶۳۔ جج، جیوین۔

مبادیات تعبیر کے متعلق مختصراً بیان کر دینے کا یہی موقعہ مناسب معلوم ہوتا ہے، کیونکہ شخصی قانون بین الاقوام کا تعلق اس مضمون سے بھی ہے۔ تعبیر ایک مسئلہ متعلق بہ واقعات ہے، بادی النظری طور سے فریقین کے مقصد کا سب سے بہتر شارح اس مقام کا قانون ہے جہاں معاہدہ وقوع میں آیا، اگر انھوں نے ایسے الفاظ استعمال کیئے ہیں جو وہاں مصطلحات میں شمار ہوتے ہیں، یا ایسے سکوں، اوزان، یا پیمانوں کا ذکر کیا ہے جن کا نام ایک ہے مگر وہاں اور دوسرے مقامات پر ان کی قیمتیں مختلف ہیں، تو یہی سمجھا جائے گا کہ فریقین نے بقیاس غالب ان الفاظ کو اصطلاحی طور سے استعمال کیا ہے اور وہیں کی قیمتیں ان کے پیش نظر تھیں جس امر کا ذکر انھوں نے نہیں کیا گر جن کا پیش نظر رہنا لازمی طور سے ضرور ہے، انکی نسبت سمجھا جائے گا کہ وہ بقیاس غالب وہیں کے قانون یا وہیں کے مروجہ رسم و رواج کی پابندی کرنا چاہتے تھے۔ یہ سب قیاسات ہیں اور اسی بنا پر ان کی تردید ہو سکتی ہے۔ اگر معاہدہ میں بصراحت تمام یہ شرط موجود ہو کہ معاہدہ کی تعمیل کسی دوسرے مقام پر کیجائے گی، تو یہ سمجھا جائے گا کہ بہ نسبت مقام معاہدہ کے اس دوسرے مقام کے مصطلحات اور رسم و رواج کم از کم تمام امور متعلقہ تکمیل میں، ان کے پیش نظر تھے۔ اگر مقام تعمیل ایسا ملک ہے جو فریقین کے ذاتی

80

قانون کا ماخذ ہے تو یہ قیاس اور زیادہ قوی ہو جائے گا۔ اٹلی کے کوڈ کے ابتدائی مراتب کی دفعہ ۹ میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بالکل درست ہے، یعنے یہ کہ فریقین کا مشترکہ ذاتی قانون بغیر اس شرط کے بھی کہ اس کی تعمیل اس ملک میں کی جائے گی جہاں وہ قانون نافذ ہے، ان کے معاہدہ کے مفہوم کو سمجھنے میں بہ نسبت اس مقام کے قانون کے جہاں اتفاقیہ طور سے معاہدہ ہوا زیادہ تر معین اور مفید متصور ہوگا۔ شخصی قانون بین الاقوام کے معتبر مصنفین نے ان تمام امور کے متعلق ایسے قطعی قیاسات قائم کرنے سے احتراز کیا ہے، جو ہر قسم اور ہر نوع کی شرائط پر صادق آسکیں لیکن اس میں شک اور شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ تملیک ازدواجی یا معاہدہ کی تعبیر انگلستان میں توطن ازدواجی کے قانون کے مطابق کیجائے گی، وہی ایسا مقام ہے جہاں معاہدہ کا عمل میں آنا پیش نظر تھا اور جو کم از کم ایک فریق کے ذاتی قانون کا ماخذ ہے۔

اس دستاویز کی تعبیر اور تعمیل کے متعلق جس کے ذریعہ سے نکاح کے وقوع میں آنے کی حالت میں ایک سالانہ رقم اراضی موقوعہ آئرلینڈ پر عائد ہوتی تھی، اور توطن انگلستان کا تھا، یہہ لکھا گیا کہ "اگر یہ مقدمہ صرف اراضی موقوعہ آئرلینڈ پر تین ہزار پونڈ سالانہ کے بار کا ہوتا تو مقام معاہدہ، توطن فریقین، مقام ادا اور دوسرے حالات پر غور کرنے کی ضرورت واقع ہوتی، اور اسی بنا پر مقدمہ کا فیصلہ کیا جاتا، مگر اس مقدمہ میں خود دستاویز سے فیصلہ کا قاعدہ نکلنا چاہیئے، یہہ ایسی تملیک ہے جس میں مختلف انتظامات کئے گئے ہیں، کچھ شرائط زیر بحث کے مطابق اور کچھ اسکے مخالف ہیں" ایلڈن مقدمہ لینڈون بنام لینڈون (۱۸۲۰) ۲ بلائی ۶۰-۸۷۔ دو اشخاص میں جن کا توطن اسکاٹ لینڈ میں تھا ایک نکاح کا معاہدہ ہوا جو رقم معاہدہ میں شریک تھی اس کی نسبت بعدہ یہہ بیان کیا گیا کہ اس میں سے کچھ حصہ ایسا تھا جو کسی دوسری تملیک کیلئے مخصوص تھا؛ قرار پایا کہ ایسے معاہدہ کی تعمیل سے اسکاٹ لینڈ کا قانون متعلق ہوگا۔ مقدمہ اینسٹر دتھر بنام آڈیر (۱۸۳۴) ۲-ایم و کے ۵۱۳ جج پرو ہام۔ ایک تملیک نامہ ازدواج کی تعبیر کچھ قانون انگلستان کی اور کچھ قانون اسکاٹ لینڈ کے مطابق کی گئی۔ تملیک نامہ کا صریح منشا

81

یہی تھا۔ مقدمہ چیمبرلین بنام نیپیئر (۱۸۸۰) ۱۵ سی۔ ایچ۔ ڈی ۶۱۴ - نج، ہال؛ انگلستان میں شوہر اپنی زوجہ کی جائداد کا، جو علیحدہ طور سے اس کو، غیر ملک کی تملیک ازدواجی کے ذریعہ سے پہنچی ہو، امین ہے بشرطیکہ اس کا کوئی دوسرا امین موجود نہ ہو۔ مقدمہ سی تھو بنام سی تھو (۱۸۸۵) ۱۴ - کیو۔ بی۔ ڈی ۱۷۱ نج، پرتیٹ کاٹن۔ لینڈے؛ ایک تملیک نامہ کے الفاظ کے معنے کے متعلق جو اسکاٹ لینڈ کے طریقہ پر مرتب ہوا تھا؛ اسکاٹ لینڈ کے ماہرین فن میں بحث تھی؛ اگرچہ توطن ازدواجی اسکاٹ لینڈ کا تھا، مگر انگریزی عدالت میں تعبیر کے انگریزی قواعد کام میں لائے گئے۔ مقدمہ کیبل (۱۹۱۴) ڈبلو۔ این ۲۵۴ نج ایو؛ ممالک غیر کے قانون کا منشا صاف ہونے کی حالت میں انگلستان کا قانون، جہاں مقدمہ دائر ہوا تھا نافذ قرار پایا؛

یہ سمجھ میں آنا مشکل ہے کہ تبدیل توطن، اگرچہ وہ معاملات متذکرہ دفعہ ۳۶ الف سے متعلق مختلف اہم سوالات پیدا کرتا ہے کس طرح ایک صریح معاہدہ کی تعمیل پر موثر ہو سکتا ہے؛ لیکن مقدمہ ڈنکن بنام کینن (۱۸۵۴) ۱۸ - بیو ۱۲۸ - نج، اور میلے۔ و (۱۸۵۵) ۷ - ڈی۔ ایم۔ جی ۸۷ نج، نائٹ بروس وٹرنر میں؛ ازدواجی توطن اسکاٹ لینڈ کا تھا اور اسکاٹ لینڈ ہی کا قانون نافذ قرار پایا؛ اس قانون کی رو سے معاہدہ مذکور کی تحت میں ایک رقم متعلقہ معاہدہ کی رسید میں زوجہ کا اتفاق لازمی قرار پایا۔ اگر وہ لازم اور لابد تھا تو اس کا کافی ہونا بھی ضرور ہے؛ زوجہ نے انگلستان میں توطن تبدیل کرنے کے بعد اس رسید سے اتفاق کیا تھا؛ انگلستان کے قانون کے مطابق اس کی رسید غیر کافی تھی؛ ازدواجی معاہدہ کے الفاظ ایسے تھے کہ اگر رقم مذکور کے علیحدہ مصرف کا ذکر معاہدہ میں ہوتا تو اس کی رسید انگلستان کے قانون کے لحاظ سے بھی کافی قرار پاتی۔ بحث یہ کی گئی کہ قانون اسکاٹ لینڈ میں شخصی قانون بین الاقوام کا قاعدہ اختیار کر لیا گیا ہے، جو حقیقت توطن کے لحاظ سے قابلیت کا تعین کرتا ہے۔ زوجہ اپنے حقیقی توطن کے قانون کے لحاظ سے رسید دینے کی قابلیت حاصل کرنا چاہتی تھی۔

اور اس بنا پر اسکی رسید غیر کافی تھی مگر تینوں ججوں نے اس کو کافی قرار دیا۔ لفظ "قابلیت" کوئی طلسم نہیں ہے، جس امر کی ایک انسان میں قابلیت ہے وہ صرف وہی ہے جس کو وہ کافی طور سے انجام دے سکتا ہے، اور جب اسکی مجموعی قابلیت کا ذکر کیا جاتا ہے، اس کا مفہوم یہی ہوتا ہے کہ مختلف امور کو انجام دینے کی کافی قابلیت موجود ہے۔ اس مقدمہ میں معاہدہ ازدواج کی رو سے عورت کو ایک مالی منفعت حاصل ہوئی تھی، اور یہ سوال کہ آیا وہ تبدیل توطن کے بعد بھی اس سے مستفید ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس سوال سے جو اس کی قابلیت کے متعلق پیدا کیا گیا تھا، جدا نہ تھا۔ یہ دونوں سوال ایک ہی تھے۔ موخرالذکر سوال کے جواب کی مدد سے، مقدم الذکر سوال کا حل ہو جانا ممکن تھا۔ مقدمہ گیوریٹ بنام ینگ (دیکھو صفحہ ۴۴) میں قابلیت کا سوال جدید معاہدہ کرنے کے متعلق تھا۔

دفعہ ۴۰ جب نکاح، اس شرط کے بھروسہ پر ہوتا ہے، کہ شوہر، توطن، کسی دوسرے ملک میں اختیار کرے گا، تو اس دوسرے ملک کا قانون، صریح معاہدۂ ازدواجی متعلقہ جائداد کے بارہ میں قانون توطن ازدواجی متصور ہوگا۔

کالس بنام ہر (۱۸۷۵) لا رپورٹ ۱۹۔ ایکیوٹی ۳۳۴ ج، ا ل۔

دیکھو، دفعہ ۳۶ —— توطن ازدواجی کے حقیقی معنی کیلئے۔

دفعہ ۴۱ اگر بروقت نکاح، ایسی تملیک، یا صریح معاہدہ ہوا ہے جو زمین کی تمام جائداد منقولہ پر، حاوی نہیں ہے، تو اس سوال کا تصفیہ، کہ۔ آیا وہ ان حقوق میں مزاحم ہے، جو دوسرے طریقہ سے، اس جائداد کے حصہ میں پیدا ہوتے، جو تملیک یا صریح معاہدہ میں شریک نہیں ہے؟ قانون توطن ازدواجی سے کیا جائے گا، جو تملیک یا معاہدہ کی تعمیل، اور اس جائداد کے تقرر ورثاء (Destination) کے لئے، جس پر وہ موثر نہیں ہے، زیادہ تر مناسب اور حسب حال ہے۔ البتہ عام طور سے، فریقین کی نیت کا ضرور لحاظ رکھنا پڑے گا، جیسا کہ اب دفعہ ۳۹ میں قرار پایا ہے۔

دیکھو مقدمہ واٹس بنام شریٹن صفحہ ۷۳۔

دفعہ ۴۲ یہ امر اصولاً تسلیم شدہ ہے، کہ زوجین میں سے کسی کے انتقال

سے بعد، اس کی جائداد کی توریث میں، نکاح کا کوئی اثر باقی نہیں رہے گا؛ اور اس کا تصفیہ، اس مقام کے قانون سے کیا جائے گا، جو متوفی کا آخری مقام توطن تھا۔ اس میں شک نہیں، کہ بعض اوقات، عملاً، اس کے فرق اور تمیز کرنے میں، وقت پیش آئے گی؛ کہ کونسا امر، توریث سے؛ اور کونسا امر، نکاح کے مالی اثرات سے؛ تعلق رکھتا ہے [1]۔

مقدمہ فوربرٹ بنام ٹرسٹ (۱۷۰۲) پری-چا، ۲۰۱ و (۱۷۰۲) ۱-برو-پی-سی-۳۸-

۱۲۹ میں زوجین، ایک معاہدۂ قبل نکاح کے ذریعہ سے معاہد تھے؛ بہ استثناء ایک رقم کے جس کی مقدار ۰۰...۸ لیور تھی؛ اور جو زوجہ، اور اس کے ورثہ، کی مخصوص جائداد قرار دی گئی تھی۔ اس معاہدہ کے علاوہ، ایک معاہدہ، نکاح کے بعد کا بھی تھا؛ لیکن وہ غیر نافذ قرار پایا۔ زوجہ نے، پیرس کے رسم و رواج کو ترک کر کے، انگلستان کا توطن اختیار کیا؛ اور بعد، لاولد، شوہر کی زندگی میں، مرگئی۔ اس کے ورثاء، بربنائے معاہدہ، حسب دستور ۰۰...۸ لیور کے مستحق تھے؛ لیکن شوہر نے، حسب قانون انگلستان، اپنی زوجہ کے وارث ہونیکی حیثیت سے، البقیہ رقم معاہدہ میں سے، اپنی زوجہ کے حصہ کا دعوی کیا۔ زوجہ کے، دوسرے ورثاء بھی اس کے دعویدار ہوئے؛ بظاہر اس بنا پر کہ، جو معاہدہ، قبل نکاح کے ہوا تھا، وہ، زوجہ کی ماں کی شرکت سے ہوا تھا؛ گویا معنوی طور سے، اس نے، ان ورثاء کیلئے، یہ شرط کر لی تھی، اور اسوقت، وہ، اس جہیز کے معاوضہ میں، جو اس نے، اپنی بیٹی کو دیا تھا، معاہدۂ ازدواج پر راضی ہوئی تھی —— لارڈ کیپر رائٹ نے، اس بالکنایہ استنباط کو، ناقابل لحاظ قرار دیا، اور یہ تجویز کی، کہ: معاہدہ، دستور پیرس کے مطابق ہے؛ اور اس سے یہہ سمجھنا چاہیے، کہ وہ دستور، اختیار کر لیا گیا تھا؛ مگر اس تجویز اور معاہدہ ازدواج میں، جو حصہ، زوجہ کا، ورثا کو دیا گیا تھا؛ دونوں کو، ہوس اوف لارڈز نے منسوخ کر دیا —— ان کے وکیل نے، یہ بتایا، کہ بعض امور میں، جو شرائط معاہدہ ازدواج کے ہمسر تھے؛ یہ معاہدہ، پیرس کے دستور سے مختلف تھا؛ اور اس بنا پر، کسی جز کے لحاظ سے بھی، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بجنسہ اختیار

---

[1] دیکھو سوگیجی صفحہ

کر دیا گیا تھا۔ عدالت مرافعہ نے معاہدہ کی جو تعبیر کی، وہ بقیاس غالب بالکل
درست تھی؛ اگر معاہدہ قبل نکاح، صرف زوجین کے درمیان میں ہوتا، اور اس میں
زوجہ کے رشتہ داروں کے حق میں، مخصوص شرط کی ضرورت نہ واقع ہوتی؛ یا زوجین
کا نکاح، پیرس کے دستور کے مطابق، بغیر کسی صریح معاہدہ کے ہوا ہوتا، تو بظاہر
کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی، کہ ہاؤس اوف لارڈز، حسب قانون اس مقام کے،
جہاں اس کا آخری توطن تھا، شوہر کو، اپنی زوجہ کے وارث ہونے کی حیثیت سے
اس کا وہ حصہ، جو حسب معاہدہ یا قانون مذکور، زوجہ کے مرجانے کے بعد، ملنا
چاہیئے تھا، کیوں نہ دلاتا؛ مقدمہ بیشلے بنام ہاگ (۱۸۰۴) ۱۰ رابرٹسن کے مقدمات
مرافعہ ۴ میں؛ جج، لارڈ ایلڈن نے، مقدمہ فوبرت بنام ٹرسٹ، کے متعلق یہ کہا۔
اگر اس مقدمہ میں، معاہدہ نہ موجود ہوتا، تو حسب قانون انگلستان، جو بروقت
فسخ نکاح، ان کا وطن تھا، شوہر اور زوجہ کے حقوق کا فیصلہ کیا جاتا —— یہ اصول
جدید توطن ازدواجی کی تائید میں، پیش کیا جاتا ہے، بمقابلہ اس توطن ازدواجی کے،
جس کے متعلق، معاملات متذکرہ دفعہ ۳۶ (الف ۹ بالا) میں، کوئی سوال پیدا ہوتا ہے۔
گر یہ امر قرین قیاس نہیں، کہ لارڈ ایلڈن کا ایسا منشا ہوگا؛ دیکھو صفحہ ۴۷ و اور
مقدمہ گرگینش۔ گریگنش بنام ہیوٹ (۱۸۹۲) ۳ چانسری ۱۰۰؛ و مقدمہ
ہرمینڈو۔ ہرمینڈو بنام سالٹل (۱۸۸۴) ۲۸ - چانسری ڈویژن ۴۹۸؛ جج پیئرسن
میں، بلحاظ شرائط تملیک ازدواجی کے، بحق توریث کا سوال پیش آیا؛ و نیز دیکھو
مقدمہ مانٹگمری بنام ظرلیفی مندرجہ صفحہ ۷۹ و

83

طلاق

قانون کلیسا میں، قدیم زمانے سے، تعلقات نکاح میں، دو اسباب، موثر سمجھے جاتے تھے: اول، ازدواج کا غلط دعویٰ، اور ناجوازیِ ازدواج[1] (Jactitation and nullety of marriage) دوسرے زن و شوہر کے قیام کی حالت میں افتراق فراش[2] (Divorce *a mensa et toro*) اور اعادہ حق شوہری۔ ان معاملات میں، کلیسائی عدالتوں کو، اختیارات حاصل تھے، جس کے عہدہ دار، آپس میں، ایک دوسرے کو تسلیم کرتے تھے؛ اور ان ممالک کی، غیر مذہبی حکومتیں بھی، ان کو مانتی تھیں۔ جو قوانین، اُن عدالتوں سے، صادر ہوتے تھے؛ ان سب کا مرافعہ، پوپ کے پاس ہوتا تھا؛ جو ان قوانین کو، یکساں حالتیں رکھنے کا ایک ذریعہ تھا۔ انہی قوانین کے احکام کے ذریعہ سے، مقدمات کی تقسیم، بلحاظ حدود اختیارات، مختلف عدالتوں میں ہوتی تھی؛ جیسا کہ اب علی الترتیب، انگلستان اور فرانس کے قوانین کی رو سے، مقدمات، اضلاع کی مختلف عدالتوں اور عدالتہائے ابتدائی میں، تقسیم کئے جاتے ہیں۔ جب تک اور جن ممالک میں، یہ حالت قائم رہی، ان میں، اسبابِ زیر بحث کے متعلق، کبھی، ایسے سوالات پیش نہیں آ سکتے، جو شخصی قانون بین الاقوام کے مسائل سے ہیں،

---

[1] کسی شخص کا غلط، یہ بیان کرنا، کہ: اس کا نکاح، کسی دوسرے شخص (مرد یا عورت) سے ہو گیا ہے۔ مترجم

[2] چونکہ یورپ کی، عیسائی مذہبی عدالتیں، طلاق کو، ایک ناجائز عمل، تصور کرتی تھیں، اور فطرت انسانی، اور تمدنی ضروریات، اس پر مجبور کرتی تھیں؛ اسلئے، یہہ ترکیب اور یہ اصطلاح، وضع کی گئی: اس کے ذریعہ سے، زوجین میں، علحدگی تو ہو جاتی تھی، مگر نکاح قائم رہتا تھا؛ یہہ، ایک طرح کی جزئی طلاق تھی؛ اور اس کے لفظی معنی، میز اور بستر، یعنے: معاشرت اور مباشرت سے علحدگی کے ہیں: مترجم۔

مماثل کہے جاسکیں لیکن اصلاح (Reformation) کے بعد، انگلستان کے پیر پادری، (Bishops) اس کلیسا کے عہدہ دار نہیں رہے، جس کا تعلق، یورپ کے دوسرے ممالک کے پیر پادریوں سے تھا؛ اور ان عدالتوں کے فیصلہ جات کا مرافعہ، بجائے پوپ کے پاس ہونے کے، سلطنت کے سامنے پیش ہونے لگا؛ اور قطعی طلاق، (Divorce a Vinculo) جو کلیسا میں کسیطرح نہیں منظور ہوسکتی تھی، پارلیمنٹ کے، ایک خانگی ایکٹ کی بنا پر، منظور کیجانے لگی۔ مگر اس کے حصول میں، ضابطہ کا ایسا التزام رکھا گیا کہ طلاق مذکور، بہترین مصنفین کی رائے میں، منجملہ چارہ کارہائے قانونی کے، ایک چارہ کار قرار پائی۔ جو ایکٹ ۱۸۵۷ء میں، دفعہ ۸۵ قانون ۲۰ و ۲۱ عہد وکٹوریہ کے ترمیم کی غرض سے جاری ہوا، اسکی رو سے، کلیسا کو، جو اختیارات، ازدواجی مقدمات میں حاصل تھے؛ وہ سلطنت کی طرف منتقل ہوگئے؛ اور افتراق فراش کا نام "عدالتی افتراق" سے بدل دیا گیا؛ اور قطعی طلاق کی کارروائی، بجائے پارلیمنٹ کے، معمولی عدالتوں کے، سپرد کردی گئی۔ اسی زمانہ میں، اسکاٹلینڈ میں بھی، اصلاح کا عمل دخل ہوا؛ جس کی بنا پر، انگلستان سے پہلے، وہاں ازدواجی معاملات میں، کلیسا کے اختیارات، سلطنت کی طرف منتقل ہوگئے؛ اور قطعی طلاق کیلئے، ایک ضابطہ قرار دیدیا گیا؛ اور اسیطرح کی تبدیلیاں، مختلف اوقات میں، تقریباً، تمام مہذب ممالک میں، واقع ہوتی گئیں۔ نتیجہ یہہ ہے کہ ازدواجی مقدمات میں بھی، وہی قانونی اور حدود اختیارات کے مباحث، پیش آنے لگے، جو دوسرے معاملات میں، پیش آتے تھے؛ اور یہی شخصی قانون بین الاقوام کی بنیاد ہیں۔ بظاہر، آسانی اسی میں معلوم ہوتی ہے، کہ پہلے، حدود اختیارات کے مسائل کسے، اور آخر میں، ان اسباب سے، بحث کیجائے؛ جن کی بنا پر طلاق کی منظوری دیجاسکتی ہے: ۱۸۵۷ء کے ایکٹ میں، اس امر کی صراحت نہیں ہے، کہ پارلیمنٹ کو کن صورتوں میں، ان معاملات میں، اختیار حاصل تھا، جن کی سماعت کی، وہ قبل ازیں مجاز تھی؛ جس سے میری مراد، اگر اس کے خلاف ظاہر نہ ہو، قطعی طلاق ہے۔ مقدمہ نیوئٹ بنام نیوئٹ (۱۸۷۸) ۴ پی۔ ڈی۔ آئی کے مرافعہ میں، جیمس اور کاٹن نے، بہ اختلاف رائے لارڈ چیف جسٹس بریٹ کے، یہہ تجویز کی:۔ ان شرائط کا تعین، اُن کلیسائی قواعد سے ہونا چاہیے، جن سے افتراق فراش کے مقدمات میں، کام لیا جاتا تھا۔ لیکن ایک عرصہ کی کشمکش کے بعد، یہ رائے قائم ہوگئی؛ کہ قطعی طلاق، جس سے

84

حیثیت پر اثر پڑتا ہے، قدیم کلیسائی افتراق فراش سے، جو محض روحانی آسائش کی غرض سے تھی، اور جس کا حقیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا، بالکل جدا ہے؛ اور اسکیلئے علیحدہ قواعد وضع ہونے چاہئیں؛ اور انگلستان میں، اس جدت سے فائدہ اٹھاکر، اس کیلئے، ایسے قواعد وضع کرنے چاہئیں، جو صحیح ترین اصول پر مبنی ہوں۔ یہہ رائے، مقدمہ لامیرز بنام لامیرز (۱۸۹۵) اے۔سی ۵۱۷، ۵۱۸ دیں، جو سیلون کا ایک مرافعہ تھا، اور جس میں، لارڈ واٹسن نے، فیصلہ صادر کیا تھا، غالب اور کامیاب ثابت ہوئی۔ اس کے بعد سے، اس امر میں، کوئی شک اور شبہہ، نہ باقی رہا اور نہ ہے کہ،

دفعہ ۴۳ انگریزی عدالتوں کے اختیارات، منظوری طلاق میں، وہ مقام، جہاں نکاح ہوا تھا، کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔

اس میں، اسقدر اور اضافہ ہونا چاہیے کہ اس میں بھی کسی قسم کا شک و شبہہ نہیں ہے، کہ انگریزی عدالتوں کے، اختیارات منظوری طلاق پر، اس مقام کا، کوئی اثر نہیں ہے، جہاں زنا، اور اگر مقدمہ میں، شوہر مدعی علیہ ہے، تو جہاں زنا اور بیرحمی اور چھوڑ دینے کا فعل وقوع میں آیا اور نہ نکاح کے وقت فریقین کے توطن کا، اگر وہ توطن اس سے مختلف ہے جو مقدمہ کے دائر کرنے کے وقت تھا کوئی لحاظ ہوگا۔

مگر جو مقدمات فیصل ہوئے، اُن سے، یہ اصول قایم ہوگیا، کہ انگلستان میں، طلاق کی منظوری، اسی صورت میں دیجائے گی، جبکہ شوہر کا توطن، خواہ، وہ مدعی ہو یا مدعی علیہ انگلستان کا ہو (دفعہ ۴۴)، یا وہ، انگلستان میں بود و باش رکھتا ہو، نہ بطور مہمان یا مسافر کے، اور نہ طلاق حاصل کرنے، یا اس میں آسانی پیدا کرنیکی غرض سے (دفعہ ۴۵)۔ برخلاف اس کے، جس طلاق کی منظوری، ملک غیر کی کسی عدالت نے دی ہے، وہ انگلستان میں، تسلیم کیجاتی ہے، اگر صرف اسی صورت میں، کہ فریقین، مقدمہ دائر کرنے کے وقت، اس عدالت کے حدود اراضی کے، متوطن ہوں (دفعہ ۵۰)۔ طلاق کی منظوری دینے، اور ملک غیر کی طلاق کو، تسلیم کرنے، کی شرائط میں، جو فرق رکھا گیا ہے، وہ قابل افسوس ہے۔ پہلی صورت میں، انگلستان کی عدالتیں، ایسے نکاح کو، فسخ کردینے کی، اجازت دیتی ہیں، جس کی، دوسری صورت کی شرائط کو پیش نظر رکھ کر، ہرگز یہ امید نہیں کی جاسکتی، کہ وہ غیر ملک میں بھی، منسوخ متصور ہوگا۔ مگر یہ ایک لازمی امر تھا، جبکہ قطعی طلاق، اور

افتراق فراش، دونوں مل ملا کر، ایک کر دیئے گئے تھے — اس کی تائید، بعض اسکاٹ لینڈ کے، فیصلوں سے بھی، ہوتی رہی؛ جن میں، قطعی طلاق کیلئے، توطن کے مرتبہ سے، کم قیام بھی، جائز قرار پایا تھا؛ اور اسی قیام کو "ازدواجی توطن" کے نام سے، موسوم کیا تھا، جو "توریثی توطن"، سے علٰحدہ تھا۔ لفظ "ازدواجی توطن" جن معنوں میں، یہاں مستعمل ہوا ہے، وہ، اس لفظ کے معمولی استعمال سے علٰحدہ ہے؛ اس کا استعمال، عام طور سے، اس حقیقی توطن کے اظہار کے لئے، کیا جاتا ہے، جو بروقت نکاح تھا، یا قرار دیا گیا تھا (دفعہ ۳۶)۔
مگر یہ اصول، مقدمہ لامیرز بنام لامیرز میں ٹوٹ گیا؛ جس کے فیصلہ نے، معاملہ کو، خواہ وہ انگلستان کا ہو، یا اسکاٹ لینڈ کا، یا بین الاقوامی، واحد اور معقول بنیاد پر قائم کر دیا۔ اس اصول کی تائید، حال میں، نہایت زور اور پریشان کن طریقہ سے، مقدمات کیز بنام کیز، اور گرے (۱۹۲۱) پی ۲۰۵ - جج، ٹوپوکٹ کے فیصلوں میں، کی گئی؛ جن میں یہ قرار پایا، کہ جو عدالتیں، ازروئے قانون، ہندوستان میں مقدمات ازدواج کی سماعت کے لئے، قائم کی گئی ہیں؛ وہ، ایسے زوجین کے، نکاح کو، فسخ کر دینے کی مجاز نہیں ہیں، جن کا توطن، ہندوستان کا نہو؛ اگرچہ نکاح، ہندوستان میں ہوا ہو، اور زوجین وہیں رہتے ہوں؛ اور زنا کا فعل، انھیں کے حدود اراضی کے اندر، واقع ہوا ہو۔ ہندوستان کی کونسل کے ایکٹ، بابتہ ۱۸۶۱ء میں، گورنر جنرل کو باجلاس کونسل، قانون اور قواعد وضع کرنے کا، اختیار دیا گیا ہے؛ اور ہندوستان کے ایکٹ طلاق، بابتہ ۱۸۶۹ء کی رو سے، ہندوستان کی عدالتیں، ایسے لوگوں کی طلاق کی منظوری، دینے کی مجاز ہیں؛ جو مذہب عیسوی کے متبع، اور ہندوستان میں، رہتے ہوں؛ مگر باوجود اس کے، عدالت نے، یہ تجویز کیا، کہ جو اصول، بعدہ قرار پائے ہیں؛ انکے مدنظر، ۱۸۶۱ء کا قانون، گورنر جنرل کو، اس کا مجاز نہیں قرار دیے سکتا، کہ وہ، برطانی رعایا کے لئے، جو عارضی طور سے، ہندوستان میں مقیم ہو، کوئی ایسا قانون وضع کریں؛ جو ان کے مقام توطن میں ان کی ازدواجی حیثیت پر، موثر ہو۔ مقدمہ لامیرز بنام لامیرز کے فیصلہ کے مفصلۂ ذیل انتخابات میں، اصول قانون بیان کئے گئے ہیں؛ اور وہ کتاب ہذا کے قدیم ایڈیشن کے دفعات ۴۴ و ۴۵ و ۵۰، کی جگہ، قائم کئے جاتے ہیں۔
جب اس معاملہ پر، کامل طور سے، غور کیا جاتا ہے، تو معلوم ہوتا ہے کہ ان فاضل

ججوں کی رائے میں، انگلستان اور اسکاٹ لینڈ کے فیصلے، اس امر کے ثابت کرنے کیلئے، مطلق کافی نہیں ہیں، کہ ان دونوں ممالک کے عام قانون میں، کوئی ایسا قاعدہ موجود ہے، جس کی رو سے، وہ قاعدہ، جو ازدواجی توطن کے نام سے موسوم ہے، تنسیخ نکاح کا مجاز کرتا ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس سے، فاضل جج، یہہ نتیجہ نکالتے ہیں: کہ قانون بین الاقوام، کے لحاظ سے، صرف زوجین کا حالیہ توطن ہی، ان کے فسخ نکاح کے اختیارات کا صحیح معیار ہے۔ لارڈ پیزانس نے، جو رائے، مقدمہ شسن بنام ولسن[1] میں ظاہر کی ہے، اس سے ان کو کلیتہً اتفاق ہے: رائے مذکور، بظاہر، ان مسائل کے متعلق نہ تھی، جو زوجین کے حقوق کی نسبت، پیدا ہوتے ہیں، بلکہ اس کا تعلق، معاملات طلاق کے اختیارات سے تھا۔ میری ذاتی رائے کا قوی رجحان، اسطرف ہے کہ اس اختیارات کے معاملہ میں، جو منصفانہ اور قابل اطمینان قاعدہ، اختیار کیا جاسکتا ہے؛ وہ یہی ہے کہ فریقین بہر صورت اس امر پر مجبور کئے جائیں، کہ وہ، اپنے تمام ازدواجی تنازعات، اس ملک کی عدالتوں میں، رجوع کریں، جہاں وہ متوطن ہوں۔ ازدواجی فرائض کے متعلق، مختلف جماعتوں میں، مختلف رائیں، اور مختلف قوانین ہیں، اور ان اسباب کا اندازہ بھی، مختلف ہے، جنکی بنا پر، طلاق جائز متصور ہوسکتی ہے: اسلئے قرین انصاف اور عقل یہی ہے، کہ زوجین کے تنازعات کا فیصلہ، خود ان کی جماعت کے، قوانین کے لحاظ، اور ان عدالتوں کے، ذریعہ سے عمل میں آئے، جو تنہا، ان قوانین کے برتنے کے مجاز ہیں۔ اس کے علاوہ، اس اصول کو، مضبوطی سے، اختیار کرنے میں، یہہ بدنمائی دور ہوجاتی ہے، کہ وہی مرد و عورت ایک ملک میں، زن و شو اور دوسرے ملک میں، باہم نامحرم ٹھہرتے ہیں[2]۔

---

[1] ۲، ۱۸ ایل۔ آر۔ ۲۔ پی وایم ۵ ۲۳ صفحہ ۲۴۴ مقدمہ مِرناک بنام جیننگ (۱۸۶۱) ایل۔ آر۔ ۲۔ پی۔ ایم ۲۲۳ صفحہ ۲۲۶، میں لارڈ پیزانس نے یہہ لکھا تھا کہ: جب اس مقدمہ کے فیصلہ کی تردید ہوچکی، اور جب اس ملک کی عدالتوں نے، اس پر غور کر لیا، کہ وہ لوگ، جو انگلستان کے متوطن ہیں، کس حد تک، ملک غیر کی عدالتہائے ازدواجی کی ڈگریوں کے پابند ہونگے، تو رائے کا رجحان اسطرف پایا گیا، کہ عدالتہائے ملک غیر کے، اس اختیار کی تردید کیجائے: کہ وہ ان حالات میں، انگلستان کے منعقدہ نکاح کی تنسیخ کی مجاز ہیں ۔۔۔ اس ملک کی عدالتوں کو، اسکے خلاف کوئی طریقہ اختیار کرنا قابل افسوس ہوگا، جبکہ وہ اس امر پر غور کر رہی ہیں کہ انکو کس حد تک ممالک غیر کے باشندوں کے مقدمات ازدواج کی سماعت کرنی چاہیئے۔

[2] لامیرز بنام لامیرز ریویو لارڈ واٹسن (۱۸۹۵) اے سی صفحات ۵۱۷ و ۵۲۶۔

86

لارڈ پیز آنس اور لارڈ ووڈسن نے، جس طور سے توطن کا حوالہ دیا ہے، اس سے فی الحقیقت یہہ سمجھا جائیگا، کہ ان دونوں کا مقصد، ان ذاتی حدود اختیارات (Personal jurisdiction) سے تھا، جو حیثیت کے معاملات میں، فیصلہ کن ہوتے ہیں؛ اور طلاق کا اثر حیثیت پر پڑنا لازمی ہے۔ محض زوجین کے، توطن انگلستان ہونے یا نہونے کی بنا پر، انگریزی عدالتیں، ان کی طلاق کی منظوری کے اختیار کی، دعویدار ہوں یا نہوں؛ مگر یہہ امر ضرور ہے، کہ وہ، اس طلاق کو منظور کریں، جو ان عدالتوں سے، صادر ہوئی ہو؛ جو زوجین کی قومیت کی بنا پر، ان پر حکومت کا دعوی رکھتی ہیں؛ خواہ ان کا توطن، کہیں کا ہو؛ اور ان کو، وہ طلاق بھی منظور کرنی پڑے گی، جو ایسی عدالت سے صادر ہوئی ہو، جس کے محکوم، فریقین، ذاتی طور سے نہ تھے، مگر وہ، ایسے ملک میں، جائز متصور ہوتی ہے، جس کے ماتحت، بروقت آغاز کارروائی، شوہر، توطن یا قومیت کی بنا پر تھا؛ بشرطیکہ، اس ملک میں، ماتحتی کیلئے؛ یہہ وجہ کافی متصور ہوتی ہو۔ مقدمہ آرمیٹیج بنام اٹارنی جنرل؛ وگنگ بنام گلک (۱۹۰۶) پی ۱۳۵ جج، گورل بارنس ٹو

مگر انگریزی عدالتیں، اس طلاق کی منظوری نہیں دیسکتیں، جو ایک مسلمان، ہندوستان میں، اپنی انگریزی بیوی کو دے، جس کے ساتھ، اس نے، انگلستان میں نکاح کیا ہو؛ اگرچہ طلاق مذکور، ہندوستان کی اسلامی جماعت میں، جس کا شوہر ایک فرد ہے، جائز متصور ہوتی ہو۔

87

یکطرفہ، میر انور الدین (۱۹۱۷) ا۔ کے۔ بی ۶۳۴ عدالت مرافعہ (سونیکن آیڈی۔ بینگر۔ لارنس۔ اے۔ ٹی جنھوں نے چیف جسٹس ریڈنگ اور جسٹس ڈارلنگ، اور بریٹ کے فیصلہ کو بحال رکھا)۔

اس مقدمہ میں، ایک مسلمان باشندہ ہندوستان نے، جس کا توطن وہیں کا تھا، ایک انگلستان کی عورت کے ساتھ، ایک انگلستان کے رجسٹری کے دفتر میں نکاح کیا۔ نکاح کے بعد، وہ اپنی زوجہ سے علٰحدہ ہوکر، ہندوستان چلا گیا۔ عورت نے وہاں، اس کے پاس جاکر رہنے سے، انکار کیا۔ شوہر نے، اعادہ حق شوہری کی ایک ڈگری، ہندوستان میں حاصل کی، جس کی تعمیل نہیں ہوئی۔ اسکے بعد اس نے، مسلمانوں کے قانون کے مطابق، اپنی زوجہ کے پاس، ایک تحریری طلاقنامہ بھیجدیا۔ انگلستان میں، دوبارہ واپس ہونے پر، اس نے، طلاق کی درخواست

پیش کی، جو اس بنا پر، نامنظور ہوئی، کہ اس کا توطن، انگلستان کا نہ تھا۔ اس لئے اس نے، انگلستان کے ایک رجسٹرار سے، پھر نکاح کرنے کی غرض سے، ایک اجازت نامہ کی درخواست کی؛ یہہ درخواست، اس بنا پر نامنظور ہوئی، کہ اس کے نکاح میں، جائز موانع موجود تھے۔

ڈویژن اور مرافعہ کی عدالت نے، رجسٹرار کے فیصلہ کو، بحال رکھ کر، یہہ تجویز کیا، کہ نہ کوئی ایسا اصول پایا جاتا ہے اور نہ کوئی اجازت ہے کہ وہ نکاح، جو انگلستان میں منعقد ہوا ہو، انگریزی قانون کے مطابق، بغیر کسی عدالتی ڈگری کے، محض شوہر کے مذہبی قانون کی بنا پر، منسوخ ہو سکے۔ ایک انگلستان کی عورت، نکاح کی بنا پر، اپنے شوہر کے توطن کی تبیع، اور وہاں کے قانون کی پابند، ہو جاتی ہے؛ لیکن اگر وہ عیسائی ہے، تو وہ نکاح سے، اپنے شوہر کا غیر عیسوی مذہب، نہیں اختیار کر لیتی، اور نہ، اس مذہب کے، مخصوص قانون کی، پابند ہوتی ہے۔ اگر مسلمان شوہر نے، طلاق کی منظوری کسی ہندوستان کی عدالت سے، حاصل کرائی ہوتی، تو انگلستان کی عدالت، مقدمہ اٹارنی جنرل بنام ارشیع کے حوالہ سے، اس کو تسلیم کر کے، نکاح کو منسوخ تصور کرتی؛ مگر ہندوستان کی عدالتیں، صرف اسی صورت میں، طلاق کی منظوری، دیسکتی ہیں، جبکہ زوجین، ایک مذہب کے پابند ہوں؛ اور اس مقدمہ میں، تو کسی ڈگری کی، درخواست ہی نہیں کیگئی تھی۔

مقدمہ اسکنر بنام اسکنر (ائی۔ا۔ے ۲۵ صفحہ ۲۴۹) میں لارڈ واٹسن نے امور زیر بحث مقدمہ سے علحدہ یہہ ریمارک کیا، کہ ایک مسلمان شوہر، جو اپنی زوجہ کو، طلاق دینا چاہتا ہے، وہ اپنے مذہبی قاعدہ سے دیسکتا ہے؛ مگر یہہ طلاق، خواہ وہ، اسلامی ملک میں جائز ہی کیوں نہ متصور ہو، انگلستان کی عدالتوں میں ایسی عورت کی تنسیخ نکاح کیلئے، کافی نہ سمجھی جائے گی؛ جس کا نکاح، انگلستان میں، اس معنوی قرارداد کے ساتھ ہوا ہو، کہ وہ، اس کی تنہا اور مستقل زوجہ رہے گی؛ اور ایسی زوجہ نہیں متصور ہوگی، جس کو، شوہر، جس وقت چاہے علحدہ کر دے۔

طلاق کے مقدمہ میں، مرافعہ علیہ کے، کسی عدالت میں، بلا عذر و اعتراض، حاضر ہو جانے سے، اس عدالت کو، اختیارات نہیں حاصل ہو جاتے۔ اگر طلاق، ایسی ہے، جو شوہر سے

ملک توطن میں تسلیم نہیں کی جاتی، تو انگریزی عدالتیں مطلقہ کے عقد ثانی کو شوہر کی رجوع پر منسوخ کردیں گی، بشرطیکہ وہ برطانیہ کا متوطن رعایا ہو گا۔ مقدمہ کاکس بنام کاکس (۱۹۱۰) ۱۰۸۔ ایل۔ ٹی۔ ۳۹۷۔ ج، بکنگھام ؎

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ مقدمہ لسن بنام ولسن میں، نکاح اور زنا بیرون ملک واقع ہوا تھا، اور شوہر نے، جو کہ درخواست گزار تھا، زنا کے واقع ہونے کے بعد انگلستان کا توطن اختیار کیا تھا، اور زوجہ کا انگلستان میں، کسی وقت بھی، توطن ظاہر نہ ہوتا تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ اس مقدمہ نے، انگلستان کیلئے، جیسا کہ مقدمہ وارنڈر بنام وارنڈر نے، اسکاٹ لینڈ کے لیے، یہ فیصلہ کر دیا، کہ زوجہ کے خلاف، اختیار طلاق کے معاملہ میں، اس امر کا امکان ہے، کہ اس کا توطن، ایک قانونی قاعدہ کی بنا پر، قرار دیا جائے۔ جب اس قانون میں، جس کے تحت میں طلاق دی گئی ہے، اس امر کی ممانعت ہو، کہ زوجین میں سے کوئی شخص، ایک مدت معینہ کے اندر، نکاح نہیں کر سکے گا، تو ان کا نکاح اس مدت کے ختم ہونے تک، پوری طور سے منسوخ نہیں متصور ہو گا؎ وارٹر بنام وارٹر (۱۸۹۰) ۱۵ پی ڈی ۱۵۲ ج ہینین۔ میں، یہ کہا جا سکتا ہے، کہ معینہ مدت کے اندر، انکی ناقابلیت نکاح، انکی حیثیت کا، ایک جز ہے، اور وہ، دوسری حدود اراضی میں بھی، ان کے ساتھ لگی رہتی ہے، لیکن جس حالت میں، صرف خاطی فریق کے لئے، ایسی ممانعت کی گئی ہو، تو وہ، ممانعت تعزیری متصور ہو گی، اور اس فریق کے ساتھ، انگلستان میں، قائم نہیں رہ سکے گی؎ اسکاٹ بنام اٹارنی جنرل (۱۸۸۶) ۱۱۔ پی۔ ڈی ۱۲۸ اسن جج ہینین... فیصلہ کی توضیح مقدمہ وارٹر بنام وارٹر میں ہو چکی ہے؎

دفعہ ۱۴۶ اس اصول میں کہ "اب (انگریزی) عدالتیں، تنسیخ نکاح کی ڈگری، ایسی حالتوں میں نہیں صادر کرینگی، جن میں، فریقین، اس ملک کے متوطن نہوں" اسقدر اضافہ ہونا چاہیئے ۔۔ "بجز ایسی زوجہ کے حق میں، جس کو اسکے شوہر نے چھوڑ دیا ہو، یا جس کے شوہر نے اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہو، کہ اس کو علیحدہ رہنے کا حق پیدا ہو گیا ہو، اور جو چھوڑنے یا علیحدہ رہنے کی مستحق ہونے کے وقت تک، اپنے شوہر کے ساتھ اس ملک کی متوطن ہو" جسٹس گورل بارنس، بمقدمہ آرمیٹج بنام آرمیٹج (۱۸۹۸) پی

ڈی ۸۰۷، صفحہ ۱۸۵ - لکھتے ہیں کہ :- مقدمہ متذکرہ میں" امریکہ کے اس اصول سے، مدد لئے بغیر، کہ ایسے حالات میں، زوجہ کو، ایسے ملک میں، جس میں اس کا ازدواجی گھر تھا، توطن کا حق، پیدا ہو جاتا ہے۔ بہ نظر تحفظ و ترمیم کرنے کے لئے، جو عورت کو شوہر کے ساتھ ساتھ، ایک ملک سے دوسرے ملک میں، منتقل ہونے سے، عائد ہو سکتا ہے، یہہ کہا جا سکتا ہے، کہ شوہر کو، بہ اغراض مقدمہ، اس عذر کی اجازت نہیں دیجا سکتی، کہ اس نے، اس ملک کا، توطن چھوڑ دیا ہے"۔ اور نیز دیکھو ان کے ریمارک، بمقدمہ بارٹر بنام بارٹر (۱۹۰۶) پی ۲۱۶ پر و مقدمہ اگڈن بنام اگڈن (۱۹۰۸) پی ۸۰۷ ملاحظہ ہو یہہ قاعدہ اختیار کر لیا گیا ہے، اور بعد کے مقدمات، استاتھاتوس بنام استاتھاتوس (۱۹۱۳) پی ۴۶ - نج، ڈین پر و مقدمہ ڈبی مانینگ بنام مانینگ (۱۹۱۳) پی ۱۵۴ - نج، ایوانس، میں، اس کی توسیع ہوئی :- مقدمہ اول الذکر میں، یہہ تجویز ہوی کہ "مناسب حالات میں، یہاں کی عدالتوں کو، لازم ہے، کہ ایسے مقدمہ میں، جو بغرض طلاق، زوجہ کی طرف سے، دائر ہوا ہو، اختیارات عدالتی، اپنے ہاتھ میں لے؛ اور اسکو بجائے خود، اس ملک کا متوطن قرار دیکر، مقدمہ کی سماعت کرے"۔ زوجہ، نکاح کے وقت، جو ایک ملک غیر کے، باشندہ کے ساتھ ہوا تھا، انگلستان کی متوطن تھی۔ شوہر نے، ملک غیر کے توطن کی حالت میں، تنسیخ نکاح کی ڈگری، حاصل کی، جو زوجہ کے حق میں، ملتوی طلب چارہ کار تھی؛ بعدہ وہ، انگلستان میں واپس آکر، متوطن ہوئی، اور وہاں کی عدالت نے، اس کے حق میں، تنسیخ نکاح کی ڈگری منظور کی۔

انگلستان کی، اس عورت کے حق میں، جو ایک بیرونی متوطن کی منکوحہ ہو، طلاق کا منظور کرنا، اصولاً قابل اعتراض ہے۔

ازدواجی مقدمات کے مسودہ میں، جو سنہ ۱۹۲۳ء میں، اس غرض سے، ہوس اوف لارڈز میں پیش ہوا تھا، کہ اس شاہی کمیشن کی، سفارشوں پر عمل ہو سکے، جو جنگ کے قبل، قانون طلاق کی اصلاحات کے متعلق، رپورٹ کر چکا تھا؛ تجویز ہوی تھی، کہ دفعہ ۵ میں ایک محدود استثنا حسب ذیل قائم کیا جائے :-

دفعہ ۵ ہائیکورٹ کے اختیارات، طلاق کے معاملات میں،

ان مقدمات تک محدود رہی گئے، جن میں زوجین، انگلستان اور ویلز کے متوطن ہوں؛ لیکن، اگر زوجہ کو، شوہر نے چھوڑ دیا ہے؛ یا اس کا شوہر کسی قانون کی رو سے، جو ممالک غیر کے باشندوں کو، ملک سے خارج کر دینے کیلئے، نافذ الوقت ہو، ملک سے خارج کر دیا گیا ہو — اور قبل چھوڑنے یا خارج کئے جانے کے، اس کا توطن، انگلستان یا ویلز کا تھا؛ تو زوجہ کا توطن، اس ایکٹ کے اغراض کے لئے، وہی سمجھا جائے گا، جو چھوڑ دینے یا خارج کئے جانے کے قبل تھا۔ اس میں شک نہیں، کہ لارڈ چیف جسٹس بریٹ نے مقدمہ نیبوٹ بنام نیبوٹ میں، جو مقدمہ لا میرز بنام لا میرز سے پہلے کا تھا اسی استثنا کو نہایت زور کے ساتھ پیش کیا تھا۔ گر یہ انکو اپنے شرکا سے توطن کے بارہ میں جو بالاشرکت غیرے مقدمہ موخر الذکر میں امر قابل لحاظ قرار پا چکا تھا، سخت مخالفت کرنی پڑی تھی۔ قدیم نظائر میں ایک عورت کو طلاق کی منظوری، انھیں حالات میں دیگئی تھی، جن کی صراحت استثناء متذکرہ بالا میں موجود ہے مگر اسکی بنیاد اسکی ملکی قومیت (Political nationality) پر قائم کیگئی تھی، جو برطانیہ کی تھی۔ مقدمہ ڈک بنام ڈک (۱۸۹۰) ۲۰۲ ایس ڈی ۹۰ - جج، کرس ویل۔ مارٹن - ولسن جنھوں نے اسیدن مقدمہ ڈک بنام ڈک کو، اس مقصد کیلئے، کار آمد ہونیکی نسبت، اپنا شک ظاہر کیا، اور یہ لکھا کہ مقدمہ بانڈ بنام بانڈ ۲- ایس وی ٹی ۹۳ بعینہ یہی مقدمہ تھا، اگرچہ اس میں صرف زوجہ کی انگلستان کی سکونت یا توطن موجود نہ تھا؛ اور مقدمہ سیٹو تھیو ڈور بنام سیٹو تھیو ڈور (۱۸۷۶) ۵ پی۔ ڈی ۹۷ جج فلمور میں اگرچہ از ابتدا تا انتہا، توطن بیرونی تھا، مگر عورت کو طلاق کی منظوری دیگئی، جو شوہر کے انگلستان سے چلے جانے کے بعد بھی، انگلستان میں قیام پذیر رہی، جس صورت میں، عورت چھوڑ دیجانے کے بعد آکر انگلستان میں رہی، طلاق کی منظوری سے انکار کر دیا گیا۔ مقدمہ لی سور بنام لی سور (۱۸۷۶) اپیل۔ ڈی۔ ۱۳۹ جج فلیمور۔

دفعہ ۴۶ (الف) جس صورت میں، انگلستان میں نکاح جائز متصور ہوتا ہو؛ مگر شوہر کے ملک میں تسلیم نہ کیا جاتا ہو، جس کی وجہ سے زوجہ وہاں طلاق نہیں حاصل کر سکتی۔

اور یہ صورت بآسانی واقع ہو سکتی ہے جبکہ ایک بیرونی شخص، ایک انگلستان کی عورت سے نکاح کے مراسم ادا کرتا ہے۔ پس اگر نکاح کی قابلیت کا انحصار ذاتی قانون پر اس ملک میں نہیں تسلیم کیا جاتا تو (انگلستان میں) زوجہ کو ایسے نکاح کی تنسیخ کے لئے جو یہاں تسلیم کیا جاتا ہے" دعویٰ کی اجازت دینا معقول اور مناسب ہوگا۔۔۔۔۔۔
بشرطیکہ مقدمہ میں ایسے وجوہ موجود ہوں جن کی بنا پر وہ طلاق کی اس صورت میں مستحق ہوتی، جبکہ اس کا شوہر اپنی زوجہ سے ملک کا متوطن ہوتا۔" سر گورل برنس (لارڈ گورل) بمقدمہ اگڈن بنام اگڈن [۱۹۰۸] پی ۴۶۔

دفعہ ۲۶ (ب) عدالت کا اختیار سماعت شریک مدعی علیہ (نالش طلاق میں ملزم زنا) پر ہرجہ اور اخراجات کے بارہ میں ایسے مقدمات میں جو اس ملک میں باضابطہ طور سے دائر کئے جائیں توطن یا اتباع (Allegiance) یا قیام پر منحصر نہیں ہے اگر بیرونی شریک مدعی علیہ پر سمن کی تعمیل انگلستان میں ہوئی ہے، تو محض اس بنا پر عدالت ہذا کو اس پر اختیار سماعت حاصل ہے۔ اس پر سمن کی تعمیل بیرون ملک بھی بلا لحاظ قومیت کے ہو سکتی ہے۔ جو قانون بیرون ملک سمن کی تعمیل کی اجازت دیتا ہے، وہی عدالت ہذا کو اس کے متعلق اختیار سماعت بھی عطا کرتا ہے۔ مناسب مقدمات میں عدالت ہذا اس بارہ میں اختیار تمیزی کو کام میں لاکر ایسے شریک مدعی علیہ کو، جو بیرون ملک کا توطن رکھتا ہو، مقدمہ سے خارج یا اس کی حاضری معاف کر سکتی ہے، لیکن خود اس کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مقدمہ سے خارج کئے جانے کا دعویٰ کرے۔

سر سموئیل ایوانس بمقدمہ ریمنٹ بنام ریمنٹ و اسٹورٹ، و مقدمہ چیپ مین بنام چیپ مین و لسٹ [۱۹۱۰] پی ۱۷، صفحہ ۲۹۲، مقدمہ رش بنام رش و پائمنٹا (ڈیوک پی) میں یہ فیصلہ پسند کیا گیا، اور سی۔ اے۔ اسٹرنڈیل ایم آر نے اس کی تائید کی ہے، نیز ملاحظہ ہو مقدمہ فلپ بنام باتھو [۱۹۱۳] ۳ کے۔ بی ۲۵۔ جج اسکروٹن جس میں وہ ہرجہ جو ہندوستان کی ایک عدالت نے ایسے شریک مدعی علیہ سے دلوایا تھا، جو اس کے حدود ارضی سے باہر تھا، ایک کارروائی میں، جو ایسے ہی ہندوستانی فیصلہ پر مبنی تھی، انگلستان میں واجب الوصول قرار پایا۔ اس سے قبل کے مقدمات میں یہ تجویز ہوئی تھی کہ عدالت کو ایسے شریک مدعی علیہ پر، جس کی سکونت ملک غیر میں ہو، کوئی اختیار نہیں ہے۔

90

اور اس لئے مدعی کو اپنا مقدمہ بغیر اس کی شرکت کے چلانا چاہیے۔ مقدمہ لیوی بنام لیوی وڈی روس [۱۹۰۸] پی ۲۵۶ و بوجر بنام بوجر ایضاً ۳۰۰۔ لیکن بعد کے فیصلوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدالتیں اپنے حدود و اختیارات کو ایسی حالتوں میں کہ اصل فریقین مقدمہ ان کے ماتحت ہوں ضمنی کارروائیوں میں توسیع دینے کی طرف مائل ہیں۔

دفعہ ۴۷ اگر اس معاملہ پر بجائے قانونی اصول کے تمدنی لحاظ سے نظر ڈالی جائے تو اس میں شبہ عائد ہو سکتا ہے کہ آیا یہ امر ضروری ہے کہ عدالتی افتراق اور طلاق کے اختیارات میں کوئی فرق نہ کیا جائے اور وہ ایک ہی ہوں۔ عدالتی افتراق (judicial separation) کی ڈگری میں فریقین میں زوج اور زوجہ کے تعلقات بدستور قائم رہتے ہیں، صرف فریق متضرر کو ان مضرات سے جو ان تعلقات کی بنا پر عائد ہوتے ہیں تھوڑا سا امن ملجاتا ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو جو اس ملک میں رہتے ہیں اس سے بحالت قیام ملک متمتع ہونے کی اجازت دینا قرین عقل معلوم ہوتا ہے۔ گو یہ امر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ان کے نکاح کی تنسیخ کا اختیار صرف ان کے ملک یا توطن کی عدالتوں کو حاصل ہے؛ اس کے اظہار میں جس کو جسٹس گورل بارنس نے مقدمہ آرمیٹج بنام آرمیٹج [۱۸۹۸] پی۔ ڈی ۸۶ صفحہ ۱۹۱ میں پسند کیا تھا مجھ کو بطور اصول قانون کے اس وجہ سے تامل تھا کہ لارڈ جسٹس برٹ نے مقدمہ نیوٹ بنام نیوٹ میں یہ تجویز کی تھی کہ توطن کا قاعدہ کلیتاً عدالت کے ایسے چارہ کار کی منظوری کے اختیارات سے متعلق ہے جو کسی طرح بھی فریقین کے ان تعلقات میں خلل انداز ہوں جو بوجہ قانون انکے باہمی ازدواج سے پیدا ہوتے ہوں: اور اس لئے میرے نزدیک قاعدہ مذکورہ عدالتی افتراق اور اعادہ حقوق شوہری کے مقدمات پر بھی حاوی ہے۔ البتہ میرا یہ خیال نہیں ہے کہ نکاح کی ناجوازی کے اعلان یا نکاح کے متعلق غلط بیانی کے مقدمات سے بھی وہ متعلق ہے " ۴۔ پی۔ ڈی۔ ۱۹۔ لیکن جوڈیشل کمیٹی نے ذریعہ لارڈ واٹسن لامیر بنام لامیر میں اس سے بالکل مختلف رائے اختیار کی۔ انھوں نے لکھا کہ اس میں کچھ کلام نہیں ہو سکتا کہ ازدواجی تنازعات اور عوارض کا علاج تنسیخ نکاح کے علاوہ یہ بھی ممکن ہے جو قانون بین الاقوام (Jusgentium) کے اصول پر اس ملک کی عدالتیں ایسے زوجین

کے مقابلہ میں استعمال کر سکتی ہیں جن کا توطن کہیں اور کا ہو مگر وہ فی الوقت اس ملک میں رہتے ہوں۔ فرض کرو کہ ایک شوہر اپنی زوجہ کو چھوڑ دیتا ہے اگرچہ ان کا قیام اس ملک میں عارضی ہی کیوں نہ ہو مگر یہاں کی عدالتیں شوہر کو نفقہ دینے پر مجبور کر سکتی ہیں۔ اور ایسی صورتوں میں کہ ان کا قیام اس ملک میں زیادہ تر مستقل طریقہ کا ہو اور شوہر اپنی زوجہ کے ساتھ ایسا بیرحمانہ برتاؤ کرے کہ اس کا شوہر کے ساتھ رہنا محال ہو جائے تو قانون بین الاقوام کے ماہرین کا غلبہ آرا اور عام عملدرآمد یہی ہے کہ اس مقام کی عدالتیں جہاں زوجین مقیم ہیں بلا لحاظ ان کے توطن کے عدالتی افتراق کا چارہ کار دینے کی مجاز ہیں۔

مقدمہ آرمیج بنام آرمیج وبعدہ بمقدمہ انگھیلی بنام انگھیلی [۱۹۱۸] پی ۲۴۷ - سی اے۔ بنچ سونفن ایڈی ایم آر ڈیوک و دار نگٹن میں اس اصول کے مطابق عمل کیا گیا اور اب اس کو انگریزی عدالتوں کا قانون سمجھنا چاہیے۔ موخرالذکر مقدمہ میں شوہر کا توطن اصلی کا تھا مگر زوجین آغاز کارروائی مقدمہ کے وقت انگلستان میں مقیم تھے اور زوجہ کا نکاح سے قبل انگلستان میں توطن تھا۔ عدالت نے افتراق کی ڈگری دی اور اس کو طلاق کے مقدمہ سے اس بنا پر تمیز کیا کہ بظاہر عدالتی افتراق سے حیثیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ہے۔

نیز دیکھو مقدمہ کرچمین بنام کرچمین [۱۸۹۷] ۶۶ ایل۔ بی ۸۶ پنج جیمین و

و یرا بنام ویرا [۱۹۱۴] ۱۱۲ ایل۔ بی ۲۲۳ پنج ڈویژن و

دفعہ ۹۸ انگریزی عدالتیں اعادہ حقوق شوہری کی ڈگری دینے کی مجاز ہیں جبکہ آغاز کارروائی مقدمہ کے وقت، فریقین انگلستان میں بود و باش رکھتے ہوں۔

اس سوال کے متعلق کہ آیا توطن اس اختیار کی بنیاد قائم کرنے کیلئے لازم ہے؟ سب کا اتفاق ہے کہ اس معاملہ میں اسی طریقہ پر کارروائی ہونی چاہیئے جیسی کہ عدالتی افتراق میں ہوتی ہے۔ مقدمہ نیبوٹ بنام نیبوٹ میں لارڈ چیف جسٹس بریٹ نے ان دونوں مسائل کو طلاق کے مماثل قرار دیا (صفحہ ۴۷) مقدمہ لامیرز بنام لامیرز میں لارڈ واٹسن نے ان میں سے کسی ایک کا بھی بصراحت تذکرہ نہیں کیا اور مقدمہ آرمیج بنام آرمیج میں جسٹس گورل بارنس نے اگرچہ ان کے سامنے جو مقدمہ پیش تھا وہ صرف عدالتی افتراق کا تھا، بدلائل یہ ظاہر کیا کہ ان کے نزدیک اعادہ حقوق شوہری کے مقدمات بھی صرف بود و باش کی بناء پر مسموع ہو سکتے ہیں [۱۸۹۸] پی صفحات ۱۹۲، ۱۹۳) مقدمہ ڈکس بنام ڈکس

[۱۸۹۹] پی۔ ۲۷۵ - و مقدمہ ہٹمین بنام ہٹمین [۱۹۱۰] پی - ۱۳۶ میں اس جج کی یہہ رائے تھی۔ اور مقدمہ پیرن بنام پیرن [۱۹۱۴] پی - ۱۳۵ میں اس کا اتباع جج آیو انس نے کیا۔

اسی بارہ میں قدیم مقدمات یہ ہیں؛ نیوٹن بنام نیوٹن (۱۸۸۵) ۱۱ - پی ڈی ۱۱ - جج ہینن و تھارنٹن ۱۸۸۳ء پی - ڈی - ۱۷۶ - جج کاٹن - یوین و فسترائی جنھوں نے بٹ کی رائے کی تائید کی۔ ان مقدمات کی نسبت یہہ کہا جاسکتا ہے کہ اس زمانہ میں طلاق بحوالہ مقدمہ نیوٹ بنام شیوکٹ محض بربنائے بود و باش اندرون اختیار سماعت عدالت متصور ہوتی تھی۔

دفعہ ۴۸ میں جس دوسرے امر کا ذکر ہے یعنے یہہ کہ اختیار عدالت کو قائم کرنے کیلیئے صرف ایک فریق کی بود و باش کافی نہیں ہے اسکے متعلق مقدمہ فائر برسیس بنام فائربریس ہے (۱۸۷۸) ۴ - پی - ڈی ۹۳ - جج ہینن اس مقدمہ میں ان مشکلات کی بنا پر ـــ جو عدالتی ڈگریوں کو ایسے مرافعہ علیہم کے خلاف تعمیل کرانے میں پیش آئی ہیں، جو نہ اس ملک کے متوطن اور نہ ساکن ہوں اور یہ مشکلیں بعض صورتوں میں محالات کی حد کو پہنچ جاتی ہیں ـــ یہہ لکھا گیا تھا کہ یہی وجہ ہے کہ اس شوہر کے مقابلہ میں جس نے اپنی زوجہ کے ازدواجی حقوق اس ملک کے زمانہ قیام میں ادا نہیں کیئے اختیار سماعت کا دعوی نہیں کیا جاسکتا تاہم اگر وہ زوجہ، جو انگلستان میں چھوڑ دی گئی ہو وہیں رہے تو بظاہر وہ اس کی مجاز معلوم ہوتی ہے، کہ اعادہ حقوق ازدواجی کیلیئے اپنی بود و باش کے لحاظ سے ان قطعی قواعد کے استثنا کے اصول پر جو دفعات ۴ - ۴۶ الف اور ۴۷ میں بیان کیئے گئے ہیں، دعوی دائر کرے۔ مقدمہ ہٹمین بنام ہٹمین (حسب سابق) اس کا موید ہوتا، اگر اس مقدمہ میں یہہ صاف طور سے معلوم ہوتا کہ شوہر نے اپنا توطن تبدیل کردیا تھا۔ اور یہہ اصول مقدمہ بلورٹن بنام بلورٹن (۱۸۵۹) آئی - ایس و ٹی ۲ ء ۵ - جج کرسول کے خلاف نہیں ہے اس میں یہہ قرار پایا تھا کہ زوجہ اعادہ حقوق ازدواجی کی ڈگری نہیں پاسکتی کیونکہ شوہر نہ اس ملک کا متوطن ہے اور نہ یہاں بود و باش رکھتا ہے اگرچہ زوجہ چھوڑ دیئے جانے کے بعد سے یہیں اقامت گزیں ہے۔

جس حالت میں زوجین میں سے نہ کسی کی بود و باش انگلستان کی ہو،

اور نہ توطن تو یہہ امر صاف ہے کہ انگریزی عدالتیں کوئی ڈگری اعادہ حقوق ازدواجی کی صادر نہیں کرسکتیں۔ مقدمہ ڈی کاسٹے جمیس بنام میکلسبرگ [۱۹۱۴] پی۔ ۴۳۔ ۵ - جج ایوانس۔

مقدمہ پیرن بنام پیرن (حوالہ سابق) میں جج ایوانس نے مفصلہ ذیل عملی قواعد تعمیل سمن وغیرہ کے متعلق قائم کئے۔

اعادہ حقوق ازدواجی کے مقدمات میں جب عرضی دعوی میں یہہ بیان کیا جائے کہ بروقت ارجاع نالش فریقین انگلستان کے متوطن تھے یا بروقت علیحدگی انکی ازدواجی سکونت انگلستان کی تھی یا بروقت ارجاع نالش دونوں انگلستان میں مقیم تھے۔ تو عرضی دعوی اور سمن کی تعمیل ہر فریق پر ممالک محروسہ انگلستان کے اندر اور باہر ہوسکے گی۔

جب کوئی مقدمہ اعادہ حقوق ازدواجی کا باضابطہ طور سے دائر ہو اور اس میں کوئی ڈگری صادر ہو، تو اسکی تعمیل ممالک محروسہ انگلستان کے اندر اور باہر دونوں جگہہ ہوسکے گی۔

اگر ڈگری کی عدم تعمیل کیوجہہ سے کوئی مزید کارروائی کرنی پڑے تو مدعیہ پر لازم ہوگا کہ وہ عدالت کو اس امر کا اطمینان دلائے کہ مدعی علیہ پر تعمیل ایسے مقام پر ہوئی ہے جہاں سے وہ ڈگری کی مدت مقررہ کے اندر اپنی زوجہ کے پاس باسانی پہنچ سکتا تھا۔ مقدمہ سٹیمین بنام سٹیمین [۱۹۰۱] پی۔ ۱۲۶۔ جج گورل بارنس۔ نیز دیکھو ڈکس بنام ڈکس [۱۸۹۹] پی۔ ۲۷۵۔ جج گورل بارنس۔

اعادہ حقوق ازدواجی کی ڈگری کی تعمیل قائم مقامی (Substitued Service) ایسی حالت میں کہ مدعی علیہ کا پتہ نہ تھا کافی تصور ہوئی۔ مقدمہ بامر بنام بامر [۱۹۲۱] ڈبلو۔ این ۲۴۷۔ جج ہارج۔

دفعہ ۹۴ نکاح کی ناجوازی کے استقرار اور ازدواج کے متعلق جھوٹے دعوی کے مقدمات میں انگریزی عدالتوں کا اختیار سماعت مدعی علیہ کے قیام انگلستان سے کافی طور پر قائم ہوجاتا ہے، بشرطیکہ وہ قیام بغرض ملاقات یا مسافرانہ طریقہ پر نہ ہو، اور نہ اس مقدمہ کی اغراض سے اختیار کیا گیا ہو۔

مقدمہ لیمیس بنام ڈارمر (۱۸۵۱) ج، فسخ د (۱۸۵۲) ج، ڈاڈسن ۲ رآبرٹسن ۵۰۵ "مصنوعی نکاح کی ناجوازی کی ڈگری اسی درجہ عام ہے (in rem) جیسی طلاق کی؛ اور اس کے ساتھ وہی تمام نتائج لگے ہوے ہیں - ایسے مقدمہ میں توطن کس طرح معیار اختیار سماعت قرار دیا جاسکتا ہے؟ فرض کرو کہ جو عورت جو زوجہ بیان کیجاتی ہے، مدعیہ ہے، اس کا توطن اسی امر پر منحصر ہوگا جو مقدمہ میں زیر بحث ہے۔ اگر فی الحقیقت اس کا نکاح ہوا ہے، تو اس کا توطن وہی ہوگا جو اسکے شوہر کا ہے اگر نکاح نہیں ہوا ہے تو اس کا توطن وہی قرار پائے گا جو سابق میں تھا" لارڈ جسٹس جیمس بمقدمہ نیوٹن بنام نیوٹن ۴ پی - ڈی - ۹ ؛ اور ایسے مقدمہ میں لارڈ جسٹس تربیٹ کی رائے کا انتخاب دیکھو زیر دفعہ ۴۲، اس طور سے بحث متذکرہ صفحہ ۹۰ کی دونوں صورتیں اس معاملہ میں متفق ہوجاتی ہیں لیکن اگر وہ عورت جو زوجہ کہی جاتی ہے، مدعی علیہا ہے اور نکاح کی منکر ہے تو وہ خود اپنے بیان سے مدعی کے توطن کی عدالت کا زیر حکم ہونا تسلیم کرتی ہے جیسے بنام ڈونیگل (۱۸۲۱) ۱- اڈمس ۵ صفحہ ۱۹ - نج نیکال مقدمہ رابرٹس بنام برنیس [۱۹۰۲] پی ۱۴۳ نج جس میں یہ لکھا گیا کہ ایک عورت کے مقدمہ میں، جو ناجوازی نکاح کے متعلق ہو، اختیار سماعت ہاتھ میں لینے کیلئے بجز اس کے کوئی دوسری بنا نہیں ہو سکتی کہ نکاح ہونے کے بعد فریقین نے کچھ عرصہ تک انگلستان میں باہم زندگی بسر کی تھی مگر یہ مقدمہ ایسا تھا جس میں فریق ثانی کی طرف سے کوئی پیروی نہیں ہوئی تھی۔

مقدمات استقرار یا اعلان ناجوازی نکاح میں بھی انگلستان کی عدالتوں نے، اختیار سماعت کو اس بنا پر اپنے ہاتھ میں لیا ہے کہ وہ نکاح جس کا وقوع پذیر ہونا زیر بحث ہے اس ملک میں واقع ہوا تھا۔ مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا محض اس بنیاد پر اب بھی ایسے اختیار کا جائز ہونا تسلیم کیا جائیگا۔ مقدمہ ڈی گاسیکے جیمیں بنام ہیکلنبرگ (حوالہ حسب سابق)

ایوانوں نے استقرار جواز نکاح سے اس بنا پر انکار کردیا کہ فریقین میں سے، نہ کسی کا توطن اور نہ سکونت انگلستان کی تھی اور یہ کہا کہ محض اس واقعہ سے کہ نکاح،

انگلستان میں ہوا تھا اور درخواست گزار بروقت ارجاع کارروائی یہاں مقیم تھا، اس عدالت کو یہ اختیار نہیں حاصل ہوجاتا کہ وہ نکاح کے جائز ہونے کی ڈگری صادر کرسکے۔" نکاح کی صحت کے استقرار کیلئے غالباً اسی ملک کی عدالت موزوں ہے جہاں انکا ازدواجی توطن ہو۔ اس مقدمہ میں شوہر کے توطن کی عدالت نے نکاح کو کالعدم قرار دیا تھا۔ اگر عدالت مذکور نے ایسا فیصلہ نہ کیا ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ اختیار سماعت جو نکاح کے انگلستان میں منعقد ہونے کی وجہ سے حاصل ہوجاتا ہے تسلیم کرلیا جاتا، مگر اس فیصلہ کے بہ نظر استقرار ناجوازی کے مقدمہ میں جو عدالت مقام معاہدہ پر مبنی ہو کسی اختیار کا کام میں لایا جانا نہایت مشتبہ ہے۔"

مقدمہ سموئن بنام مالک (۱۸۹۰) ۲-ایس و ٹی ۶۷ میں جج کرسول نے، اختیار سماعت کو ایسے مدعیٰ علیہ کے معاملہ میں ثابت قرار دیا جو نہ انگلستان کا متوطن اور نہ ساکن تھا اور نہ انگریزی رعایا تھا، سمن کی تعمیل بھی اُس پر بیرون ملک ہوئی تھی۔ محض اس بناء پر کہ جب فریقین انگلستان میں معاہدہ کرنے کا اقرار کرتے ہیں، تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ باہم اس پر متفق ہوگئے تھے کہ اس معاہدہ کی تعمیل اور اثرات کے تصفیہ کا حق انگریزی عدالتوں کو حاصل رہے گا (صفحہ ۷۵)۔ جج موصوف نے قدیم نظریہ عدالت مدعیٰ علیہ (Forum reigestae) کی تائید میں پیش کئے، انکے خیال میں اسکی تائید کامن لا کے ضابطہ کے ایکٹ سنہ ۱۸۵۲ء کی دفعہ (۱۹) سے بھی ہوتی ہے۔ مگر چونکہ ان مقدمات میں جن سے سپریم کورٹ کے قواعد سنہ ۱۸۸۳ء متعلق ہوئے ہیں، عدالت مقام انعقاد معاہدہ (Forum cotractus Celebrati) کا لحاظ نہیں کیا جاتا تو کیا وہ عدالت ان مقدمات پر بھی حاوی ہوگی جن میں اس معاہدہ کا وجود زیر بحث ہوگا۔ ان کے متعلق جو دلیل مقدمہ سموئن بنام مالک میں بیان ہوئی ہے وہ مشکل سے قائم رہتی ہے مگر جو اختیار مقدمات ناجوازی نکاح میں اس بناء پر کہ نکاح زیر بحث انگلستان میں ہوا تھا، تسلیم کیا گیا تھا، اسکا مقدمات اسکاٹ میر بنام ڈی بارروز (۱۸۷۷) ۲ - پی ڈی ۱۴ - جج فلیمور۔ ولکس بنام وان آر-ڈی (۱۸۹۴) ٹائمس رپورٹ ۳۰ - ۶۱۸۹۳ - جج۔ گور آل بارنس عرف اسپرول بنام ہاپکنس (۱۹۰۳) ۲-آئی - آر -

۱۲۳ – ج، انڈر روز میں بھی اعادہ کیا گیا ہے۔

دفعہ ۴۹ الف – جو فیصلہ ناجوازی نکاح کے متعلق مقام توطن میں کیا جائے وہ لازمی طور سے انگلستان میں قابل پابندی نہ ہوگا۔ اگڈن بنام اگڈن [۱۹۰۸] پی – ۴۶ – ج۔ گورل بارنس کوزنز ہارڈی۔ کنیڈی۔ سوال نمبر ۲ صفحہ ۸۶۔

یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ازدواجی مقدمات کے مسودہ کی دفعہ ۶ میں جو ۱۹۲۰ء میں ہاؤس آف لارڈز میں پیش ہوا تھا یہ تجویز کی گئی تھی، کہ انگریزی عدالتیں ان طلاق، عدالتی افتراق، اور ناجوازی نکاح کی ڈگریوں کے نفاذ کی مجاز رہیں جو کوئی انگریزی رعایا متوطن انگلستان کسی انگریزی مقبوضات کے زمانہ قیام میں حاصل کرے، بشرطیکہ وہ ڈگری ایسے وجوہ پر صادر ہوئی ہو جو انگلستان میں اُن ڈگری کے صدور کیلئے کافی متصور ہوتے ہوں۔

دفعہ مذکور میں قاعدہ ذیل سے ان شبہات کے رفع کرنے کی بھی تجویز کیگئی تھی جو مقدمہ اگڈن بنام اگڈن میں پیدا کئے گئے تھے:

"(۲) اگر ایک عورت انگریزی رعایا متوطن انگلستان یا ویلز، ایک ملک غیر کی رعایا کے ساتھ نکاح کرتی ہے، اور بعدہٗ اس نکاح کو ملک غیر کی وہ با اختیار عدالت جہاں کی رعایا میں شوہر شریک ہے، ناجائز قرار دیتی ہے تو ہائیکورٹ کو یہ اختیار حاصل ہوگا، کہ وہ ایک مشروط حکم، فسخ نکاح کے متعلق جاری کرے، باوجودیکہ نکاح مذکور قانون مقام انعقاد کی رو سے جائز ہو۔ ایسی ڈگریوں سے ایکٹ ہذا کے اس جز کے احکام متعلق ہونگے"۔

دفعہ ۵۱ گو کہ شوہر نے زوجہ کو چھوڑ دیا ہو یا اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا ہو، کہ وہ علیحدہ رہنے کی مستحق ہوگئی ہو، اگر وہ طلاق، جو زوجہ نے ایسے ملک میں حاصل کی ہے جو نہ اس کے حقیقی توطن کا مقام ہے، اور نہ وہ مقام ہے جہاں وہ شوہر کے تبدیل مقام کرنے، اور اسکے ساتھ وجبی طور سے نہ جانے کے بعد، مقیم رہی، انگلستان میں جائز متصور ہوگی۔

اس دفعہ کا آخری جز اس واقعہ پر مبنی ہے کہ انگریزی عدالتیں اس عورت کے حق میں طلاق کی منظوری دیں گی، جس کو اپنے شوہر کے ساتھ نہ جانے کی، جبکہ شوہر انگلستان کا توطن ترک کرے، کافی وجہ ہو (دیکھو دفعہ ۴۶ – گزشتہ) اس میں نہ صرف منصفانہ بلکہ اسو قیمت کا

بظاہر مسلمہ اصول شریک ہے کہ ممالک غیر کی طلاق کا تسلیم کیا جانا اور اس ملک میں طلاق کی منظوری دینا دونوں ایک ہی قواعد کے تحت ہونے چاہئیں۔ بقیہ جز دفعہ کے لئے دیکھو مقدمہ شا بنام اٹرنی جرنل (۱۸۷۰) لاء رپورٹ ۲- پی ڈ ایم ۱۵۶ ۔جج پینزانس۔ ڈگرین بنام گرین [۱۸۹۲] پی ۸۹- جج گورل بارنس-

دفعہ ۵۱ الف - البتہ (طلاق مذکور) اس صورت میں جائز متصور ہو گی؛ جبکہ وہ طلاق جو زوجہ نے حاصل کی شوہر کے حقیقی توطن کے مقام کے قانون کے لحاظ سے قابل تسلیم ہو۔ آرمیج بنام اٹرنی جرنل گلگ بنام گلگ [۱۹۰۶] پی ۱۳۵- جج گورل بارنس نیز دیکھو مقدمہ یکطرفہ میرانورالدین (حوالہ حسب سابق)

دفعہ ۵۲ طلاق کا حکم صرف ایسی وجوہ پر صادر ہو سکتا ہے جو اس مقام کے قانون کے لحاظ سے جہاں مقدمہ دائر کیا گیا ہے، اس کے لئے کافی متصور ہوتے ہوں جب حسب قواعد متذکرہ بالا اختیار سماعت ثابت ہو جائے تو طلاق کی منظوری سے اس بنا پر انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس کو قانون مقام معاہدہ ازدواج یا زوجین کا وہ ذاتی قانون جو نکاح کے وقت تھا یا اس مقام کا قانون جہاں وہ واقعہ پیش آیا جس کی بناء پر طلاق کی درخواست پیش ہوئی ہے یا زوجین کا وہ ذاتی قانون جو اس واقعہ کے پیش آنے کے وقت تھا اس کو تسلیم نہیں کرے گا۔ یہ اصول انگلستان میں طلاق کی منظوری دینے اور ملک غیر کی دی ہوئی طلاق کو تسلیم کرنے، دونوں میں مان لیا گیا ہے۔

ایک طلاق فلوریڈا میں سخت بدمزاجی کی بنا پر ایسے زوجین کے درمیان منظور کی گئی تھی جو دونوں وہیں کے متوطن تھے دیکھو مقدمہ پمبرٹن بنام ہیوز [۱۸۹۹] چانسری ۱۸۱، جج لنڈلے۔ دیکھاں ڈیمیتس ور گیبے ہو

ایسے مقدمات میں جن میں طلاق کی کسی طور سے بھی منظوری دیجا سکتی ہے طلاق کو کلیتہً اس مقام کے قانون پر منحصر کر دینا جہاں مقدمہ دائر ہوا ہو انگلستان میں اس حکمت عملی کی حفاظت کی غرض سے ہے جس کی سختی کے ساتھ پابندی کیجاتی ہے اور جو شخصی قانون بین الاقوام میں مسلمہ ہے دیکھو صفحہ ۱۵ گزشتہ۔ جہاں مقدمہ دائر کیا جائے اس مقام کے قانون کے علاوہ دوسرا قانون جو تصفیہ سبب طلاق میں قابل لحاظ ہونے کا دعویٰ کسی معقول وجہ کے ساتھ کر سکتا ہے وہ زوجین کا ذاتی قانون ہے جس کا ماخذ ان کا ازدواجی

توطن ہوتا ہے۔ اگر یہ مان لیا جائے کہ ازدواج ایک ایسا معاہدہ ہے کہ وہ ایک مقام پر
اس خیال کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ اسکی تعمیل ازدواجی توطن کے مقام میں ہوگی، تو یہ کہنے
کی گنجائش ہے کہ نفس نکاح (Substance of marriage) اور اس کی تنسیخ کے
امکانی اسباب پر اس مقام کا جہاں تعمیل پیش نظر تھی، اسی حد تک اثر ہونا چاہیے جس حد تک
مقام نکاح کے عمل یا کسی اسی قسم کے دوسرے معاہدہ کا جائداد پر ہوتا ہے۔ اس کا جواب
یہ ہے کہ نفس نکاح مثل نکاح کے ان اثرات کے جو جائداد پر پڑتے ہیں، فریقین کا اختیاری
نہیں ہے۔ فریقین معاہدۂ نکاح کرنے میں آزاد ہیں، مگر نفس نکاح میں کوئی تبدیلی نہیں
کرسکتے۔ نکاح کا وجود معاہدہ کا نتیجہ ہے مگر اس کے شرائط معاہدہ کا نتیجہ نہیں ہیں۔ زوجین
باہمی تعلقات کے متعلق ایک معاہدہ کرتے ہیں، جسکے بعض تفصیلات کے متعلق مختلف
ممالک میں مختلف رائیں ہیں، مگر تمام قومیں اس امر پر متفق ہیں کہ یہ ایسا اہم تمدنی معاملہ ہے کہ
اس کے تمام تفصیلات کا تصفیہ قانون کے توسط سے ہونا چاہیے۔

انگلستان میں ہمارے ضابطہ تنسیخ نکاح کی صحت پر کبھی اس بنا پر شبہ نہیں کیا گیا کہ
ممالک غیر کا قانون جس کو کسی طرح معاملہ سے تعلق پیدا ہو گیا ہو، اس وجہ کو طلاق کے لیے
کافی نہ تصور کرے گا، یا قطعاً طلاق کی منظوری دینے سے انکار کر دے گا۔ البتہ ایسے نظائر
موجود ہیں جن میں یہ قرار پایا ہے کہ ایسے نکاح جن کو نظائر مذکورہ میں "انگریزی نکاحوں" کے
نام سے موسوم کیا گیا ہے، کسی ایسے سبب کی بنا پر، جو انگلستان میں قابل تنسیخ نکاح نہ متصور ہوں،
کسی غیر ملک کی عدالت کی ڈگری سے منسوخ نہ ہوسکیں گے۔ اور یہ نظائر اس دلیل کی
بنا پر، جو اس زمانہ میں عام طور سے پیش کیجاتی تھی، جبکہ انگلستان میں طلاق کا ضابطہ
پارلیمنٹ کے ایک خانگی (Private) ایکٹ پر قائم تھا، اور زیادہ پیچیدہ ہوگئے
ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ اگر انگلستان کا قانون، بغرض بحث، محدود مفہوم میں لیا جائے، تو وہ
مطلق طلاق کو تسلیم نہیں کرتا، اور اس بنا پر کوئی انگریزی نکاح، کسی غیر ملک کی عدالتی
ڈگری سے منسوخ نہیں ہوسکتا۔ آگے چلکر واضح ہوگا کہ کس حد تک نظائر سے اس بیان کی
تائید ہوتی ہے، جو دفعہ ہذا میں کیا گیا ہے، یعنی یہ کہ اب اس ملک میں تنسیخ نکاح کو جائز قرار
دینے کیلئے اس سبب کے متعلق کوئی قید نہیں لگائی جاتی جس کی بنا پر عدالت مجاز نے
اس نکاح کو فسخ کیا ہو۔ البتہ یہاں یہ ظاہر کر دینا چاہیے کہ مقدمات محولہ میں جن نکاحوں کا

تذکرہ ہے، اور جن کے ممالک غیر کی تنسیخ کے متعلق شبہ پیدا ہوا ہے، اس سے مقصود انگریزی نکاح ہیں۔ نکاح کے معاملات میں، توطن کو جس قدر وقعت ہماری عدالتوں میں، اس وقت دیگئی ہے (دیکھو دفعات ۲۱ و ۲۵) اس کے لحاظ سے یہ قرار دینا زیادہ تر مناسب ہوتا کہ انگلستان کے قانون میں بسبب طلاق کے کافی یا غیر کافی ہونے کا منشا، ان اشخاص کی

96

طلاقوں سے متعلق ہے، جو ملک غیر کی صدور ڈگری کے وقت، انگلستان میں توطن رکھتے تھے۔ ازدواجی توطن جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، اس مسئلہ میں کسی طرح دخیل نہیں ہو سکتا۔ البتہ توطن، جس کے تابع، بتبدیل حیثیت کے تمام معاملات خواہ وہ نکاح یا اس کے فسخ کی بنار پر ہوں، ہونے چاہئیں، وہی قرار پائے گا، جو مبینہ تبدیلی کے وقت تھا۔ جن نکاحوں کے متعلق ازدواجی دفعات کے ایکٹ کے نافذ ہونے کے قبل، یہ بحث کیجاتی تھی، کہ وہ ممالک غیر کی ایسی ڈگری سے جو ان وجوہ پر مبنی نہ ہو، جسے انگریزی قانون کافی سمجھتا ہو، یا ممالک غیر کی کسی ڈگری سے بھی منسوخ نہیں ہو سکتے، وہ وہی تھے جو انگلستان میں منعقد ہوے تھے۔ نکاح کی بین الاقوامی حیثیت کے متعلق، جو پریشان خیالی، انگلستان کے قدیم مقدمات میں ظاہر ہوتی ہے، یا جس وسعت سے، مقام معاہدہ کے قانون کے حوالے مقدمہ ڈالرمپل بنام ڈالرمپل (دیکھو زیر دفعہ ۱۹) سے اخذ کر کے دیئے گئے ہیں، اس سے ان لوگوں کو جنہوں نے، اس معاملہ پر غور کیا ہے، زیادہ تعجب نہیں ہو سکتا۔

لالی کے مقدمہ (۱۸۱۲) رسل ورائین، ۲۲۳، میں تمام جج متفق الرائے تھے، کہ ملک یا سلطنت غیر کا کوئی حکم یا فعل کسی ایسی وجہ کی بنا پر، جو انگلستان میں قطعی طلاق Vinculu matrimoni کیلئے کافی نہیں ہے، کسی انگریزی نکاح کو قطعی طور سے منسوخ نہیں کر سکتا۔ لالی کا پہلا نکاح، انگلستان میں ہوا تھا، اور اس کا توطن، اس زمانہ میں، انگلستان کا تھا؛ تجویز بالا میں جو لفظ "انگریزی نکاح" استعمل ہوا ہے، اسکی نسبت ہمیشہ یہ سمجھا گیا ہے، کہ وہ محض بربنائے توقع نکاح کے تھا، اور حقیقت بھی یہی معلوم ہوتی ہے۔ طلاق، اسکی زوجہ کی درخواست پر، بربنائے ارتکاب زنا، اسکاٹ لینڈ میں واقع ہوئی؛ جہاں لالی کا قیام، عارضی طور سے تھا۔ مقدمہ میں سنگین واقعات نہ تھے، اور ایسی صورتوں میں، پارلیمنٹ نے بہت ہی کم مقدمات میں پرائیوٹ ایکٹ کی رو سے، زوجہ کی درخواست پر،

طلاق کی منظوری دی تھی۔ تجویز میں یہ لکھا جانا کہ طلاق ایسی بنا پر جو انگلستان
میں تنسیخ نکاح کیلئے ناکافی ہو، بظاہر اسی وجہ سے تھا جس احتیاط کے ساتھ
الفاظ کا استعمال ہوا ہے، اس سے یہ رائے مستنبط ہوتی ہے، اور اسی کو صریح طور
سے علماءِ فن نے اختیار کر لیا ہے، کہ جو طلاق پارلیمنٹ کے پرائیوٹ ایکٹ سے
دیجاتی تھی، وہ فی الحقیقت عدالتی کارروائی ہوتی تھی، اور ۱۸۱۲ء میں بھی، یہ
خیال کرنا غلط تھا کہ انگریزی قانون قطعی طلاق سے ناواقف تھا۔ دیکھو تجویز
لارڈ ویسٹ بری و کوٹنسے بمقدمہ شا بنام گولڈ (۱۸۶۸) ایل-آر ۳ - ای
وآئی واے ۸۶ و ۹۱؎ لالی نے دوسرا نکاح انگلستان میں کیا، اور ایک زوجہ کی
موجودگی میں دوسری زوجہ کرنے کا مجرم قرار پایا، بحث کے بعد تمام ججوں نے سزا کو
بحال رکھا اور وہ تجویز کی جو اوپر نقل کیجا چکی ہے۔ یہ تجویز اس وجہ سے کہ طلاق
کے وقت اس کا توطن انگلستان کا بدستور قائم تھا، تصفیہ مقدمہ کیلئے غیر ضروری تھی:
لالی ایک یا دو سال کے لیئے ایک پرانے جہاز پر نظر بند کر دیا گیا اور باقی سزا
معاف کر دی گئی؎ مقدمہ مکارتھی بنام ڈی کیکس (۱۸۳۱) ۲ رسل و ملنی ۶۱۴
جج، بروہام میں، ایک جائداد کی بحث میں، یہ سوال، اتفاقی طور سے پیش آگیا، طلاق
بمقام توطن، منظور کی گئی تھی، وجہ طلاق ظاہر نہ ہوتی تھی، فاضل چانسلر نے تجویز
صدرہ مقدمہ لالی کی پابندی اپنے اوپر لازم تصور کی، اگرچہ اس نے تجویز مذکور
پر سخت اعتراض کیئے مگر غالباً بخیالی سے اس کی تعبیر میں، یہ فیصلہ کر کے کہ جو
نکاح انگلستان میں ہوا ہو وہ ملک غیر کی کسی کارروائی سے منسوخ نہیں ہو سکتا،
اور اسلیئے کارروائی زیر بحث میں جو طلاق خواہ کچھ بیان کیجائے نتیجہ واحد ہے۔ اس
فیصلہ کو اور زیادہ وسیع کر دیا۔ لالی کے مقدمہ میں جو فیصلہ ہوا وہ کسی زمانہ میں بھی
پوری طور سے تسلیم نہیں کیا گیا ہے؎ لارڈ ایلڈن نے جن کے سامنے مکارتھی
بنام ڈی کیکس کا مقدمہ لارڈ بروہام کی سماعت سے پہلے پیش ہوا تھا، انھوں نے
ایسی طلاق کو جو ملک غیر میں منظور ہوئی تھی، بغیر کسی مزید مدد کے تسلیم کرنے سے
انکار کر دیا تھا؎ ۲ رسل و ملنی ۶۱۹؎ مقدمہ کانوے بنام بیزلے (۱۸۳۱) ۳ ہیگ
مذہبی ۶۳۹ میں لوشنگٹن جج اور مقدمہ ہارمی بنام میکسویل (۱۸۵۳) ۱ [illegible]

چانسری ۴ . ۶ میں بلیک برن آئرلینڈ کے لارڈ چانسلر؛ اور مقدمہ ڈالفن بنام رابنس (۱۸۵۹) ۷ ایچ ۔ ایل ۔ ۳۹۰ میں کرینورتھ اور کنگسڈاون نے ـــ لالی کے مقدمہ میں ملک غیر کی طلاق کے متعلق جو کچھ طے ہوا تھا، اسکو قطعی نہیں قرار دیا؛ اگرچہ مقدمہ نمبر ۱ اور نمبر ۳ میں اس طلاق کی صحت نہیں تسلیم کی گئی جس کی منظوری سے ملک غیر میں انکار کر دیا گیا تھا۔ ولسن کے امانات کے مقدمہ (۱۸۶۵) ایل آر (۱) ۷ ۴ ۲ میں کنڈرسلے نے اس توسیع کو جو بروہام نے لالی کے مقدمہ کے فیصلہ کو دی تھی، دوبارہ زندہ کیا؛ اور اس پر بھروسہ کر کے ایسے نکاح کے تنسیخ کا، جو انگلستان میں ہوا تھا، ملک غیر کی عدالت کو غیر مجاز تسلیم کیا۔ یہ اسوقت کا واقعہ ہے جبکہ ازدواجی قضایات کا ایکٹ نافذ نہیں ہوا تھا؛ لیکن جب ان کی تجویز تبدیل نام، مقدمہ شا بنام گولڈ (۱۸۶۸) ایل ۔ آر ۔ ۳ ۔ ۱ ای ۔ آئی و ا ۷ ۵ ۵ میں منظور ہوئی تو کرینورتھ، چیمسفورڈ، ویسٹبری اور کولرج نے صحیح تعبیر کے ساتھ بھی اس فیصلہ کو منظور کرنے سے دوبارہ انکار کیا؛ اور لارڈ ویسٹبری (صفحہ ۸۴) نے نہایت زور کے ساتھ ان دقتوں کا اظہار کیا جو طلاق کے معاملات کو قانون مقام معاہدہ ازدواج پر محمول کرنے سے پیش آسکتی ہیں؛ مقدمہ شا بنام اٹرنی جنرل (۱۸۷۰) میں لارڈ پنزانسی نے لکھا کہ لالی کے مقدمہ کی نظیر کبھی وقت کبھی منسوخ نہیں ہوئی، اور ان وجوہ طلاق کی تصریح کی جو اس ملک میں تسلیم کیجاتی ہیں؛ اور جو انگریزی رعایا کے، انگریزی نکاحوں میں، اس طلاق کے معاملہ میں جو نہیں ہے کہ حقیقی توطن کی عدالتیں منظور کریں کارآمد اور نتیجہ ثابت ہو سکتی ہیں؛ انگریزی رعایا کے انگریزی نکاحوں سے غالباً انکی مراد وہ نکاح ہیں جن میں مقام معاہدہ اور ازدواجی توطن دونوں انگلستان کا ہو ۔ ایل ۔ آر (۲) پی و ایم ۱۶۱۔

لالی کی نظیر اور ان وجوہ کے متعلق جن کے لحاظ سے ملک غیر کی منظور کردہ طلاق کی بنا پر انگلستان میں نکاح فسخ ہو سکتا ہے جو مباحث تھے انکی نسبت، سمجھا جاتا ہے کہ ان کا قطعی خاتمہ مقدمہ ہاروی بنام فارنی (۱۸۸۰) ۵ ۔ پی ۔ ڈی ۳ ۱۵ ۔ جج ہمیشن سے ہو گیا؛ جیمس، کاٹن، اور لوتشن نے (۱۸۸۰) ۶ پی ۔ ڈی ۔ ۳۵ ۔ اور سلبورن نے

بلیک برن اور واٹسن[۱] نے (۱۸۸۲ء) ۱۰ اپیل کیسز ۴۲ میں اس کی تائید و توثیق کی ہے نیز دیکھو مقدمہ برگس بنام برگس (۱۸۸۰) ۵ پی۔ ڈی۔ ۱۶۳ اجج، ہنین[۲]۔ ان میں سے بعض مقدمات کے فیصلوں میں اس امر کی کوشش کی گئی تھی کہ اس مشہور نظیر کی وقعت قائم رکھی جائے اور ان میں جو الفاظ "انگریزی نکاح" کے واقع ہوئے تھے انکی تعبیر کیجائے کہ اس سے مراد ازدواجی توطن ہے نہ کہ مقام انعقاد؛ اور نیز اس میں اس خیال کا اضافہ کر دیا جائے کہ انگلستانی توطن ملک غیر کی صدور ڈگری کے وقت تک قائم تھا۔ یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ جو ماہرین فن اس عہد سے قریب تھے، وہ بخوبی سمجھتے تھے کہ اس سے کیا مقصد ہے اور ازدواجی توطن کا اس زمانہ میں حوالہ دیا جانا زمانہ حال کے خیالات سے بالکل بعید ہے۔ علاوہ بریں اس تعبیر سے جو دقت پیش ہے وہ رفع نہیں ہوتی بلکہ اس کا مقام تبدیل ہو جاتا ہے۔ ہاروی بنام فارنی اور برگس بنام برگس کے مقدمات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان آخری مقدمات میں اصلی مقصد یہ ہے کہ جو طلاق حقیقی توطن کے مقام میں دیجائے خواہ کسی وجہ سے ہو، اور خواہ ازدواجی توطن اور مقام انعقاد کہیں کا ہو، اسکی تائید کیجائے۔ بظاہر لارڈ جسٹس جیمس نے اس امر کی نسبت، شبہ ظاہر کیا کہ آیا لالی کے مقدمہ کا فیصلہ صحیح طریقہ سے درج رپورٹ ہوا ہے؛ انکے خیال میں تجویز مذکور کو بہ نسبت ۱۸۱۲ء کے لارڈ کوک کے زمانہ سے زیادہ تر مناسبت اور مشابہت ہے۔ ۶۔ پی۔ ڈی ۳۴۔ ۴۴۔ لارڈ کوک کے

---

[۱] مقدمہ بارٹر بنام بارٹر [۱۹۰۶] صفحہ ۲۰۹؛ لیکن وجہ طلاق کی بحث جس کو مکس ہے کہ معاہدہ نکاح سے تعلق ہو، پھر مقدمہ اسٹرلنگ اسٹرلنگ بنام اسٹرلنگ [۱۹۰۸] ۲ چانسری ۳۴۴ جج، سوفن ایڈی میرشپ آئی اگر صرف سال نہ تھی؛

[۲] آسٹریلیا کی عدالتوں نے یہ تصفیہ کیا ہے کہ شوہر، زوجہ کو چھوڑ دینے کے وقت، زوجین کے مقام توطن کا قانون عدالتی تفریق کرا دینے کا مجاز ہو لیکن بعدہ شوہر نے ایسے ملک میں توطن اختیار کیا ہو جہاں کی عدالت طلاق کی مجاز ہو تو اس ملک کی عدالت کو تنسیخ نکاح کی ڈگری دینی چاہیئے (دیکھو کریمر بنام کریمر [۱۹۰۵] وی۔ ایل۔ آر۔ ۵۳۲)۔ جو چارہ کار منظور کیا جاتا ہے اسکو ایسا چارہ کار نہیں کہہ سکتے جو ملک غیر کی عدالتیں منظور کرتی ہیں؛ بلکہ وہ مخصوص چارہ کار ہے جو حسب قانون عدالت مرجوعہ مخصوص جرائم کے ساتھ لگا ہوا ہے؛

زمانے اور زمانہ حال میں جو فرق ہے، اس کا تعلق بہ نسبت ججوں کے جو ہمیشہ اپنی
رائے کے دلائل لکھتے رہے ہیں، زیادہ تر رپورٹروں سے ہے۔ رپورٹر اس زمانہ میں دلائل کو
مختصراً لکھا کرتے تھے، مگر اب جو بحث وکلا کی طرف سے ہوتی ہے اسکی رپورٹ اسیطرح
کیجاتی ہے جسطرح مقررین اور خطیبوں کی تقریروں اور خطبوں کی رپورٹ ہوا کرتی ہے۔
اسمیں کوئی شک نہیں کہ لالی کا مقدمہ ایک غیر مقدمہ ہے جو بطریق قدیم باختصار کیساتھ رپورٹ کیا گیا ہے، مگر
اس بنا پر یہ شبہ کرنیکی کوئی وجہ نہیں ہوسکتی کہ فیصلہ مذکور میں بحالت موجودہ جن امور پر ججوں
نے اپنے فیصلہ میں زور دیا ہے وہ صحیح طریقہ سے رپورٹ نہیں کئے گئے۔ صرف اتنا اور
بیان کردینا باقی ہے کہ مقدمہ ہاردی بنام فارنی کے فیصلہ سے اس امر کا ثبوت ملیگا،
کہ لارڈ بروہام نے مقدمہ میکارتھے بنام ڈی کیئس میں جو اصول قائم کیا وہ بلحاظ
معاملہ زیر بحث کے، بالکل غیر ضرورت تھا۔ مقدمہ لالی میں جو غلطی رپورٹر کی طرف
منسوب کیجاتی ہے اسکے بالکل برعکس یہ غلطی ہے: لالی کے مقدمہ میں رپورٹر
واقعات سے باہر نہیں گیا، اس پر جو الزام ہے وہ یہی ہے کہ اُسنے منجملہ واقعات
کے اس واقعہ کا تعین کردیا جس پر ججوں نے بھروسہ کرکے اپنا فیصلہ صادر کیا تھا۔

طلاق کے جواز کی بحث میں قانون مقام معاہدہ ازدواج کا کم و بیش حوالہ
مقدمات ذیل میں بھی دیا گیا، مگر نہ وہ حوالہ بہ صراحت تھا اور نہ اس سے کوئی قاعدہ
اخذ کیا جاسکتا ہے۔ مقدمہ ٹوی بنام لنڈسے (۱۸۱۳) ۱- ڈی او ڈبلیو ۱۱۷
بج، ایلگن ورینڈسٹیل، مقدمہ رٹیان بنام رٹیان (۱۸۱۶) ۲ فلپ۔ مذہبی
۳۳۲ بج، نیکال و کانلے بنام کانلے (۱۸۵۱) ۷- مو- پی- سی ۴۲۸
بج، وسٹنگٹن، جس میں مسئلہ افتراق فراش کے جواز کی بحث تھی؛ وارجنٹ
بنام ارجنٹ (۱۸۶۵) اا جے- یو- آر (جدید سلسلہ) ۴۰۶- بج، دائیلڈ، و مقدمہ
برٹ بنام بوٹینیر (۱۸۶۸) ایل- آر (۱) پی وایم ۸۰۴ بج بنزانسی۔
شخصی قانون بین الاقوام کے وہ قواعد، جو انگلستان میں اختیار کئے گئے ہیں اور
جو دنیا میں عام طور سے قبولیت کا مرتبہ حاصل نہیں کرسکے، وہ بطور خاص بہ نسبت اس قانون
کے دوسرے اجزا کے زیادہ تر طلاق سے متعلق ہیں۔ اس کی توضیح کی غرض سے میں ہیگ
کے معاہدہ ۱۲ جون سنہ ۱۹۰۲ء متعلقہ طلاق کا خلاصہ ذیل میں درج کرونگا: اس معاہدہ میں، بارہ

سلطنتیں متذکرہ صفحہ ۲۷ شریک تھیں۔

طلاق یا عدالتی افتراق (Separation de corps) کی، اس وقت تک منظوری نہ دیجائے گی، جبتک کہ اسکی اجازت، قانون مقام عدالت مرجوعہ اور فریقین کے ذاتی قانون، دونوں سے نہ ہوگی۔ اور نیز یہ کہ عام طور سے، دفعہ (۱)، اور خاص صورتوں سے، دفعہ (۲)، متعلق ہوگی۔ صرف قومی قانون سے، اسی حالت میں کام لیا جائے گا، جبکہ قانون مقام عدالت مرجوعہ، اس کی ہدایت کرتا یا اجازت دیتا ہو، (دفعہ ۳)۔ زوجین کا قومی قانون، ایسے واقعہ کو، بنائے طلاق یا عدالتی افتراق، نہیں قرار دیسکتا، جو ایسے وقت میں ظہور پذیر ہوا ہو، جبکہ زوجین، یا ان میں سے کوئی ایک فریق، دوسری قومیت رکھتا تھا (دفعہ ۴)۔ طلاق یا عدالتی افتراق کا مقدمہ، ان عدالتوں میں دائر ہوسکتا ہے، جو:۔ (۱) زوجین کے قومی قانون کی رو سے، مجاز سماعت ہوں۔ (۲) اپنے مقام توطن کے لحاظ سے، مجاز ہوں؛ اگر ان کے قومی قانون کے لحاظ سے، فریقین کا توطن، ایک نہیں ہے، تو مدعی علیہ کے توطن کے مقام کی عدالت، مجاز سماعت متصور ہوگی۔ اگر سبب طلاق یا افتراق کے واقع ہونے کے بعد، توطن تبدیل یا ترک کردیا گیا ہے، تو مقدمہ، آخری مشترکہ توطن کی عدالت مجاز میں بھی دائر ہوسکیگا؛ مگر فریقین کی قومی عدالتوں کا اختیار سماعت، محفوظ رہے گا، جس حد تک کہ تنہا وہی، طلاق یا افتراق کے مقدمات کی، مجاز سماعت ہیں۔ جن نکاحوں میں، طلاق یا افتراق کا استغاثہ، باضابطہ قومی عدالتوں میں نہیں ہوسکتا، ان کی سماعت کی مجاز، ملک غیر کی عدالتیں رہتی ہیں (دفعہ ۵)۔ ایسی حالت میں کہ زوج اور زوجہ، طلاق یا افتراق کا دعوی، اس ملک کی عدالتوں میں، نہ کرسکتے ہوں، جہاں ان کا توطن ہے، تب بھی، فریقین میں سے، ہر ایک اس امر کا مجاز ہوگا، کہ وہ اس ملک کی عدالت مجاز میں، ایسے عارضی انتظام کیلئے درخواست پیش کرے، جو وہاں کے قانون میں محکوم ہو، اس غرض سے، کہ وہ علحدہ علحدہ زندگی بسر کرسکیں۔ یہ عارضی انتظامات، قائم رکھے جائیں گے، اگر ایک سال کے اندر، فریقین کی قومی عدالت نے، اس کو منظور کرلیا۔ وہ، اس سے زیادہ عرصہ تک، قائم نہیں رہ سکتے، جس کی اجازت ملک توطن کے قانون میں دیگئی ہے (دفعہ ۶)۔ جس طلاق اور افتراق کی منظوری، حسب دفعہ (۵)، کسی عدالت مجاز نے دی ہو، وہ ہر جگہ تسلیم کی جائے گی، بشرطیکہ معاہدہ ہذا کے دفعات کی پابندی کی گئی ہو، اور اگر تجویز بربنائے غیر حاضری، صادر ہوئی ہے، تو

مدعی علیہ کی طلبی، اس مخصوص طریقہ سے عمل میں آئی ہو، جو اس کے قومی قانون کی رو سے ملک غیر کے فیصلوں سے تسلیم کئے جانے کیلئے مطلوب ہو۔ اسی طرح، وہ طلاق اور افتراق بھی، ہر جگہ تسلیم کیا جائے گا، جس کا حکم، انتظامی اختیارات کے لحاظ سے، صادر کیا گیا ہو، بشرطیکہ فریقین کا قانون، ایسی طلاق اور افتراق کو جائز رکھتا ہو (دفعہ) ۔ اگر فریقین کی قومیت، ایک نہ ہو، تو وہ آخر قانون، جو دونوں پر حاوی تھا، دفعات متذکرۂ بالا میں استعمال کئے جانے کے لئے، ان دونوں کا قومی قانون متصور ہوگا (دفعہ)۔

صحیح النسبی

صحیح النسبی، ایک ایسا مضمون ہے جس میں تعین حیثیت کے قانونی مسئلہ کا
کامل تصفیہ بغیر فریق متعلقہ کے ذاتی قانون سے ہونا محال ہے، خواہ اس کا سیار، توطن قرار
پائے، خواہ پولٹیکل قومیت ۔ اگر اولاد صحیح النسب ہے، تو اس کا ذاتی قانون، وہی ہوگا،
جو اس کے باپ کا ہے، اگر اولاد غیر صحیح النسب ہے، تو اس کا ذاتی قانون بھی وہی ہوگا، جو
اس کی ماں کا ہے، یا اس مقام کا ہوگا، جہاں وہ پیدا ہوا ہے، اس حالت میں تقریباً تمام
مقدمات میں، ذاتی قانون کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے، پہلے صحیح النسبی کا فیصلہ کرنا
پڑے گا، اور ہر صحیح النسبی کے مسئلہ میں، نکاح کے جائز یا ناجائز ہونے کی بحث پیش 100
آئے گی، اور اگر فریق متعلقہ، نکاح سے پہلے پیدا ہو چکا ہے، تو یہ مزید بحث پیش آئے گی،
کہ آیا وہ قاعدہ، جو بعض اقوام کے قانون میں صحیح النسبی مابعد کے متعلق رکھا گیا ہے،
اس سے متعلق ہو سکتا ہے یا نہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود نکاح کے جواز کا معاملہ، فریقین میں
سے کسی فریق کے، پہلے نکاح کی طلاق پر منحصر ہو، اس طرح صحیح النسبی کے مضمون پر، نکاح
و طلاق کے نتیجہ کے طور سے بحث کیجا سکتی ہے، اور بطور ضمیمہ مسائل متعلقہ صحیح النسبی بذریعہ
ازدواج مابعد Per subsequens matrimonium، شریک کئے جا سکتے ہیں۔
جن لوگوں میں، طلاق کے ذریعہ سے علیحدگی واقع ہوتی ہو، انکے دوسرے نکاح کے متعلق، انکے
سابق زوج یا زوجہ کی زندگی میں مختلف مقدمات پیش آسکتے ہیں، اگر مرد بذریعہ طلاق کے علیحدہ
کیا گیا ہے، اور وہ دوسرا نکاح کرتا ہے، اور دوسرے نکاح کے وقت، اس کا ذاتی قانون،
ایسے ملک کا ہے جس میں، اور نیز عقد ثانی کے قانون مقام وقوع (Locus actus)
میں، وہ تمام سلسلہ افعال جائز سمجھا جاتا ہے، تو ایسی حالت میں، اس بنا پر اعتراض کیا جاتا کہ
طلاق کے وقت، اس کا ذاتی قانون ایسے ملک کا تھا، جس کی عدالت منظور کنندہ

طلاق، بین الاقوامی طور سے مجاز نہیں متصور ہو سکتی تھی، ضرورت سے زیادہ باریک بینی سے کام لینا ہوگا۔ اس نے اپنا توطن یا پولیٹیکل قومیت، طلاق اور عقد ثانی کے درمیانی زمانہ میں، تبدیل کر دی، جس کا اس کو حق حاصل تھا، طلاق خواہ جائز ہو یا ناجائز: ایسی حالت میں، یہ بالکل نامناسب ہوگا، کہ اس کی اولاد کی صحیح النسبی، اس کے ایسے ذاتی قانون پر منحصر کر دیجائے جو اس نکاح کی تاریخ سے پہلے تھا جس سے یہ اولاد پیدا ہوئی۔ اگر عورت، بذریعۂ طلاق کے علحدہ کی گئی ہے، اور وہ عقد ثانی کرتی ہے، تو اس عرصہ میں اس کا تبدیل توطن یا پولیٹیکل قومیت کا اختیار، طلاق کے جواز اور صحت پر منحصر ہوگا؛ اس لئے، اگر اس کا ذاتی قانون، طلاق کے وقت، اس ملک کا تھا، جو ایسی طلاق کو تسلیم نہیں کرتا، تو اس میں اپنے ذاتی قانون کے لحاظ سے، عقد ثانی کی قابلیت ہی نہیں پیدا ہوئی؛ اور اس اصول کے لحاظ سے، کہ نکاح کے ہر فریق میں، اس کے ذاتی قانون کے لحاظ سے، عمر اور حرمت وغیرہ کے متعلق قابلیت کا ہونا ضرور ہے، جیسا کہ دفعہ ۲۱ میں بیان کیا جا چکا ہے؛ یہ بحث، مطلق کارآمد نہیں ہو سکتی، کہ طلاق اور عقد ثانی، عورت کے قانون مقام انعقاد (Locus actus) اور زوج ثانی کے ذاتی قانون کی بنا پر، جائز متصور ہونا چاہیئے۔

چونکہ اس کتاب میں، صرف انگلستان کے نظائر کا پیش کرنا مقصود ہے، اس لئے، ایسے مقدمہ سے بحث کرنا جو ابتک ہماری عدالتوں میں پیش نہیں ہوا ہے، بالکل غیر ضروری ہے؛ یعنے ایسا مقدمہ جس میں عدالتی افتراق کے حکم میں، جو ایسے ملک کی عدالت سے صادر ہوا، جو یقیناً زوجہ کا ملک ہو، زوجہ کو یہ اجازت دی گئی ہو کہ وہ اپنے شوہر کے توطن سے، قطع نظر کر کے، اپنا توطن تبدیل کر لے، اور اس طور سے بغیر کسی ایسی طلاق کے، اس میں، دوسرے نکاح کی قابلیت پیدا ہو جائے جو تبدیل توطن کے علاوہ بھی، اس کے سابق ملک میں جائز قرار پاتی — دفعہ آئندہ سے یہ ظاہر ہوگا کہ جو صورت یہاں واقع ہوئی ہے، اس پر انگلستان کے ماہران فن نے، جو رائے قائم کی ہے، وہ تقریباً وہی ہے جو اوپر لکھی جا چکی ہے۔

101

دفعہ ۳۲ جن صورتوں میں، عورت کے عقد ثانی کی قابلیت، ایسی طلاق کی صحت پر منحصر ہو جس کا اعتبار انگلستان میں، بین الاقوامی طور سے، کافی نہ متصور ہوتا ہو، تو ایسے عقد ثانی کی اولاد، انگلستان میں غیر صحیح النسب قرار پائے گی، اگرچہ عقد ثانی

قانون مقام انعقاد (Locus actus) اور زوج ثانی کے ذاتی قانون میں جائز سمجھا جاتا ہو۔

مقدمہ وِلسن (۱۹۶۵) ایل آر آئی ۷، ۴۴-جج اکنڈرسیلے جس کی تائید، مقدمہ زیر اہم شا بنام گولڈ (۱۹۶۹) ایل۔آر۔۳-ای وآئی۔۱۰۷ (۵۵) میں کی گئی۔ جج، کرتیوریتھ جمسفورڈ۔ وینسٹبری وکوآلنز نے کی۔

دفعہ ۵۴ عقد ثانی کی اولاد کی صحیح النسبی میں، مقام پیدائش، اور اس مقام کو جہاں عقد ثانی منعقد ہوا، کوئی دخل نہیں ہے۔ ان کی صحیح النسبی اس وقت تک نہیں ثابت ہوتی، جب تک کہ ان کے باپ کا وہ ذاتی قانون، جو نکاح کے وقت تھا، اس کی اجازت نہ دیتا ہو۔

چونکہ صحیح النسب اولاد، اپنے باپ کے ذاتی قانون کے تابع ہوتی ہے، اسلئے ان کا، اپنے باپ کے ذاتی قانون کے خلاف صحیح النسب قرار پانا، بجائے خود، ایک متناقض امر ہوگا۔

مقدمہ ڈلہوزی بنام میکڈویل (۱۸۴۰)، ۷-سی ایل وایف، ۸۱۷، ومقدمہ منرو بنام منرو (۱۸۴۰)، ۷-سی ایل وایف، ۸۴۲، جن کا ایک ساتھ فیصلہ کاٹن ہام وبرو ہام نے کیا۔ ان مقدمات میں تجویز ہوئی کہ پیدائش اور نکاح کے درمیانی زمانہ میں، باپ کے توطن میں کوئی تبدیلی نہیں واقع ہوئی مگر اس امر کو ہاؤس کے سامنے بیان کرتے وقت، برو ہام نے باپ کے توطن کا ذکر نہیں کیا، جو مقدم الذکر واقعہ کے وقت تھا، بصرف موخرالذکر واقعہ کے وقت کا توطن بیان کیا (صفحہ ۸۶۲)۔ اسکے بعد انھوں نے بعض اسکاٹ لینڈ کے ججوں کی رائے نقل کی جن کی تجویز سے مرافعہ دائر ہوا تھا۔ رائے یہہ تھی کہ "جو اولاد پہلے پیدا ہو چکی تھی۔۔۔۔۔۔ انکی حالت کا تعین اس ملک کے قانون سے کیا جائے گا، جہاں اولاد کی پیدائش اور نکاح کے وقت، والدین کا توطن تھا، اگر ان دونوں اوقات میں، والدین کا توطن، ایک نہ تھا، تو ہمارے نزدیک، والد کے اس توطن کو جو نکاح کے وقت تھا ناخذ قاعدہ قرار دینا چاہئے۔ اس مقدمہ میں چونکہ والدین کا توطن ایک ہی ہے اسلئے یہہ سوال نہیں پیدا ہوتا۔" اس رائے کو نقل کرکے انھوں نے لکھا اس طور سے قانونی مسئلہ میں،

فاضل ججوں کے غلبہ آرا کے ساتھ پورا اتفاق ہے اگرچہ وہ نج خود واقعات کے متعلق مختلف الرائے ہیں" (صفحہ ۸۴۴) آخر میں انھوں نے یہہ بتایا کہ ان کو اسکاٹ لینڈ کے تقریباً تمام ججوں کی رائے کے ساتھ مسئلہ قانونی میں اتفاق ہے (صفحہ ۸۹۳)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ بروہام اس سے وسیع تر رائے کی تائید کیلئے تیار تھے جس کے اظہار کی دفعہ ہذا میں جرأت کیگئی ہے۔ یعنے یہ کہ ازدواج مابعد سے صحیح النسبی، صرف باپ کے اس مقام توطن کے قانون پر منحصر ہے جو نکاح کے وقت تھا۔ لارڈ کاٹن ہام نے صرف اسی پر اکتفا کیا، کہ "اہل اسکاٹ لینڈ کی اولاد اگرچہ وہ انگلستان میں پیدا ہوئی ہو اسکاٹ لینڈ میں تمام تمدنی و معاشرتی حقوق کے لحاظ سے والدین کے انگلستان میں ازدواج مابعد کی بنا پر صحیح النسب ہوجاتی ہے بشرطیکہ باپ کا توطن اسکاٹ لینڈ کا تھا اور اسی عرصہ میں وہیں کا رہا" (صفحہ ۸۷۵) یہودی والدین کے انگلستان میں ازدواج مابعد سے انکی وہ اولاد جو ملک غیر میں پہلے پیدا ہوچکی تھی صحیح النسب نہیں ہوجاتی، یہودیوں کا قانون صحیح النسبی انکا ذاتی قانون نہیں تسلیم کیا جاتا۔ لیوی بنام سالومان (۱۸۷۷) ۲۵ ڈبلیو آر ۳۴۲ نیز دیکھو لاء ڈر ڈیل پیریج (۱۰) اے بی ۲۰۹۶ صفحہ ۷۳۹ جج سلبورن ہٰو

دفعہ ۵۵ والدین کے ازدواج مابعد سے بھی اولاد کی صحیح النسبی اسوقت تک ثابت نہیں ہوتی جبتک کہ اس کی اجازت باپ کا وہ ذاتی قانون نہ دے جو ان کی ولادت کے وقت تھا۔

102

مقدمہ رائٹ (۱۸۵۶) ۲ کے و جے ۵۹۵ میں یہ فیصلہ ہاؤس چانسلر وڈ نے کیا تھا، انھوں نے لارڈ بروہام کی رائے کا جو بالکل اس کے مخالف تھی، اور جو گذشتہ دفعہ میں ظاہر کیجاچکی ہے کوئی لحاظ نہیں کیا، اور لارڈ کاٹن ہام کے ادعا کا غلط حوالہ دیکر، یہ سمجھے کہ مقدمہ مسز و بنام مسز و میں لارڈ مذکور نے یہہ کہا ہے کہ "ایسی صورتوں میں سوال یہ ہونا چاہیے کہ آیا اولاد کی صحیح النسبی اس ملک میں عمل میں آسکتی ہے جہاں باپ کا توطن انکے تولد کے وقت ہے" (صفحہ ۶۱۴) ہوڈی فنج نے لارڈ ہیڈرلے کے خطاب سے مخاطب ہونے کے بعد مقدمہ اڈنی

بنام اڈنی (۱۸۶۹) ایل۔ آر (۱۱)۔ ایس وڈی و ا ے ۷ ۴ ۴ ۴
میں اسی مسئلہ کا اعادہ کیا،؏ اور مقدمہ گڈمین بنام گڈمین (۱۸۶۲) ۳۔ گف۔
۳ ۴ ۶ ۴ میں، جج اسٹورٹ نے اس کا اتباع کیا،؏ اور اسکے بعد بھی مقدمہ
گریووداچر بنام سالسٹر خزانہ، ۱۴ چانسری ڈویژن ۲۱۶ ج، کاٹن،
فرای، لوپس (۱۸۸۰) میں اس کا اعادہ ہوا ہے جس میں جج اسٹرلنگ کی
تجویز بحال رکھی گئی (۱۸۸۰)؏

اسکاٹ لینڈ کے ججوں کی جو رائے مقدمہ منرو بنام منرو میں قرار پائی،
اور جو کچھ لارڈ بروہام نے کہا، اسی کے مطابق سوگنی کی بھی یہ رائے تھی کہ "ازدواج
مابعد کی بنا پر جو صحیح النسبی ہوتی ہے اس کا انحصار بروقت نکاح باپ کے مقام توطن
پر ہوتا ہے اور اس لحاظ سے اولاد کے تولد کا وقت مطلقاً اہم نہیں ہے۔ اس میں شک
نہیں کہ یہ بھی کہا گیا ہے، کہ اسوقت کا بھی لحاظ ہونا چاہیئے؛ کیونکہ اولاد کا پیدا
ہوتے ہی ایک خاص قانونی تعلق قائم ہو جاتا ہے جس کا پورا اثر والدین کے ازدواج
مابعد سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ باپ قبل ازدواج ایسے مقام کا
توطن اختیار کر سکتا ہے جو اولاد کے حق میں مضر ثابت ہو۔ لیکن ایسی اولاد کی نسبت،
کسی طرح میں کہا جا سکتا کہ ان کے حقوق ہیں، یا ان حقوق کی خلاف ورزی ہوئی؛ کیونکہ
ان کی ماں کے ساتھ نکاح کرنا اور نکاح کے بعد بھی ان کو اپنی اولاد تسلیم کرنا محض
باپ کی آزاد مرضی پر منحصر ہے۔ ان دونوں صورتوں میں، اولاد کو صحیح النسبی کا کوئی حق
نہیں پیدا ہوتا؛ کیونکہ اولاد کے اقرار بالنسب (Filiation) کا صحیح ثبوت بغیر حالت
ازدواج کے بلا محال ہے اور بنائے علیہ، اولاد کی صحیح النسبی کے حقوق، اسی وقت مسلم
ہو سکتے ہیں جبکہ بلا جبر و اکراہ، باپ کے مستقل اقرار کے ساتھ ساتھ ازدواج بھی عمل میں آئے۔"[۱]

مفصلہ ذیل مقدمات صحیح النسبی کے متعلق ہیں مگر ان سے کوئی قاعدہ نہیں اخذ
کیا جا سکتا۔ اسٹراتھمور پیریج (۱۸۲۱) ۶ پیٹین ۶۴۵۔ ج، ایلڈن، ریڈشیلڈ
منرو بنام ساندرس یا راس بنام راس (۱۸۳۰) ۶ بلگ۔ این۔ آر ۴۶۸۔ ۴ ویلسن و شا

۲۰۹-بج، ایڈن، لنڈ ہرسٹ، ولمورڈ، بلیگ کی رپورٹ مقدمہ راس بنام
راس میں ۱۸۳۲ء غلط لکھا گیا ہے، اور جو مدعی علیہ راس بتایا گیا ہے، وہ بھی
غلط ہے ؏

103

دفعہ ۵۶ جو اولاد اپنے ایسے باپ کے ازدواج مابعد کی بنا پر صحیح النسب
قرار پائی ہو، جس کا توطن ملک غیر کا ہو، وہ انگلستان کے ہبہ بالوصیت اور توریث کے
محصولات کے ایکٹوں میں اس کی اولاد تسلیم کی گئی ہے۔

اسکاٹو بنام بیگ - ایل ۔ آر ۔ ۴ ، ۴ ۔ بج، اسٹورٹ، دیکھو یہی اصول قانون،
تقسیم اور تعبیر وصیت متعلقہ ذات متذکرہ دفعہ ۱۲۹ میں مستعمل ہوا ہے، جس کے اظہار
کا یہی مناسب موقعہ تھا، مگر اس کا اظہار یہاں، اور نیز ذاتی توریث کے سلسلہ میں،
دونوں جگہ مناسب سمجھا گیا ؏

دفعہ ۵۷ لیکن اگر وہ اولاد، جو ایسے ملک میں پیدا ہوئی ہو، جو سیاسی
لحاظ سے غیر سمجھا جاتا ہے، اپنے والدین کے ازدواج مابعد کی بنا پر صحیح النسب قرار
پائے، تو اس کو اس بنا پر زیر ایکٹ ۴ جارج فصل ۲ دفعہ ۲۱، حقوق باشندگی
(Naturalization)، حاصل نہیں ہو جاتے، اگرچہ اس کا باپ سرکار انگریزی کی رعایا تھا:
کیونکہ اس ایکٹ سے صرف وہی اولاد استفادہ کر سکتی ہے، جس کے باپ اس کی پیدائش
کے وقت سرکار انگریزی کی رعایا ہوں۔ یہ اولاد پیدائش کے وقت نہ صرف غیر ملکی بلکہ
اولاد ناجائز (Filius nullius) تھی، اور قانونی مفہوم میں ان کا باپ ایسا شخص نہ تھا،
جو سرکار انگریزی کی رعایا سمجھا جاتا ہو۔

شیڈن بنام پیٹرک (۱۸۵۴) ایمیک ۵۳۵ بج، کرنیورتھ ۔ برہام
سینٹ لیونارڈس کو

دفعہ ۵۸ جب والدین میں مطلق نکاح نہ ہوا ہو، اور ملک غیر کا قانون،
ایسی غیر صحیح النسب اولاد کو توریث کا حق دیتا ہو، تو وہ اولاد انگلستان کے محصولات
توریث کے ایکٹ میں، بالکل اجنبی متصور ہوگی۔

ایلکنس بنام انڈرسن (۱۸۵۲) ۲۱ چانسری ڈویژن (۱۰۰) بج، ہال
نواب ناظم بنگالہ کے بچوں ہی کا ایک عجیب مقدمہ ہے:-

نواب ناظم نے جو کہ مسلمان انگریزی رعایا متوطن برٹش انڈیا تھے، اور جن کی کم سے کم ایک زوجہ اس ملک میں موجود تھی، انگلستان آکر ایک عیسائی انگلستان کی رہنے والی عورت کے ساتھ جس کو یہ نہ معلوم تھا کہ ان کے کوئی اور عورت بھی موجود ہے نکاح کے مراسم ادا کئے۔ جو اولاد اس نکاح سے پیدا ہوئی اس کو ہندوستان کی انگریزی حکومت نے نواب ناظم کی اولاد تسلیم کیا۔ نکاح کے مراسم کے اثرات کے متعلق، خواہ کچھ خیال کیا جائے، مگر اولاد کے متعلق جو رائے قائم کی گئی، بظاہر اس سے چارہ نہ تھا۔ کیونکہ باپ نے انکو تسلیم کر لیا تھا، اور جیسا کہ مسٹر جسٹس چیٹی نے لکھا کہ "اسلامی قانون میں اقرار سے صحیح النسبی قائم ہو جاتی ہے" اور یہ امر ان حوالوں سے جو مسٹر میگناٹن نے اپنی بحث میں دئے ہیں، بالکل صاف ہے" انگلستان میں ان بچوں کی حیثیت کے متعلق بھی بحث ہوئی، مگر اس کے متعلق تصفیہ کی ضرورت نہ تھی۔ اگر اس کی ضرورت ہوتی، تو انکی صحیح النسبی کی تائید میں مسٹر (بعدہ لارڈ) میگناٹن کی یہ بحث، کہ اولاد کی صحیح النسبی کے قیام میں، باپ کے ذاتی قانون کے اقرار بالنسب کا وہی اثر ہونا چاہیے جو ازدواج مابعد کا ہوتا ہے، بالکل مسکت تھی؛ اور مسٹر جسٹس چیٹی کا رجحان بھی اسی طرف معلوم ہوتا تھا۔ اگر ایسے حالات میں اس امر کے تصفیہ کی ضرورت واقع ہو کہ نکاح کے جو مراسم ادا کئے گئے، ان سے بطریق اسلام جائز نکاح منعقد ہوا یا نہیں؟ تو پہلا سوال یہ ہوگا کہ آیا عورت، اس قسم کے نکاح کی نیت رکھتی تھی یا نہیں؟ اگر اس کی نیت یہ ہی تھی تو حسب اصول مذکورہ دفعہ ۶ صفحہ ۳۶ اور بلحاظ اس کے کہ مرد کا توطن برٹش انڈیا کا تھا، یہ کہا جا سکتا ہے، گو وہ ایسی حالت میں کہ قانون مقام معاہدہ میں اسکے لئے کوئی خاص صورت نہیں بتائی گئی تھی، اپنے ذاتی قانون کے طریقہ پر نکاح کر لینے کا مجاز تھا (دیکھو دفعہ ۲۳۴ الف صفحہ ۹۶)۔ لیکن جو نکاح ہندوستان کے مسلمان کا انگلستان میں رجسٹرار کے سامنے منعقد ہوگا، وہ نکاح بطریق عیسوی سمجھا جائے گا۔ دیکھو مقدمہ بیگم بطرفہ میر انورالدین (حوالہ حسب سابق)۔

یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ جو اصول صحیح النسبی کے اس دفعہ میں انگریزی حوالوں سے بھی بیان کئے گئے ہیں ان سے انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کی توریث کے

حق کا تصفیہ نہیں ہو جاتا۔ ہم کو آگے چل کر معلوم ہوگا کہ انگلستان کی اراضی کے حق توریث کیلئے علاوہ صحیح النسبی کے بحالت ازدواج پیدا ہونا بھی ایک لازمی شرط ہے۔

دفعہ ۵۸ الف۔ یہ سوال کہ آیا اولاد غیر صحیح النسب (bastard) ہے، کلیتاً اس مقام کے قانون پر منحصر ہے، جہاں اولاد کی پیدائش کے وقت، والدین کا توطن تھا، اور یہ واقعہ کہ اولاد بیرون ملک پیدا ہوئی حیثیت کے بارہ میں غیر موثر ہے۔ مقدمہ سرکار بنام ہمفریز [۱۹۱۴] ۳ کے۔ بی۔ ۱۲۳۰ جج، ہنکلیز و توش، حقبس اور کی مختلف الرائے۔ اور اسی طرح باپ کی ذمہ داری متعلقہ نفقہ اولاد کا تصفیہ صرف باپ کے قانون مقام توطن سے کیا جاتا ہے۔ مقدمہ کیو لڈر نگجام پیرشس کونسل بنام اسمتھ [۱۹۱۸] ایل۔ جے نیو بمبئی سیریز ۱۸۱۰ ۔ ۔ ۔

فصل پنجم

بحالتِ وفات جائداد منقولہ کی توریث

105

حیثیت، قابلیت، اور خاندانی تعلقات کے بعد ہم ان بقیہ صورتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جن میں جائداد کا مخصوص تعلق، انسان کی ذات کے ساتھ خیال کیا جاتا ہے، تاکہ اسی مضمون کے ضمن میں، ذاتی قانون کے استعمال کئے جانے کی سب صورتیں ختم ہو جائیں۔ اس قانون کا استعمال معاملات نکاح کے بعد زیادہ تر وفات کے معاملات میں ہوتا ہے۔ انگلستان کے عملدرآمد کے مطابق، یہ استعمال، صرف جائداد منقولہ تک محدود رہے گا، کیونکہ انگلستان کی اراضی ہمیشہ قانون مقام وقوع (Lex situs) کی تابع ہیں، اور کسی صورت میں، ذاتی قانون کی تابع نہیں ہو سکتیں۔

انگلستان اور ان ممالک اور نوآبادیوں میں جہاں کے قوانین کا ماخذ انگلستان کا قانون ہے، متوفی کی ذاتی (یا جائداد منقولہ) پر قبضہ صرف سرکاری منظوری سے، جو عموماً عدالتی ہوتی ہے، حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس منظوری کی انگلستان میں تین شکلیں ہیں:-

(۱) "پروبیٹ" یا "نقل مصدقہ وصیت نامہ" جو ایسے شخص یا اشخاص کو دیجاتی ہے جو وصیت نامہ میں تعمیل کنندہ (وصی) مقرر کئے جاتے ہیں۔

(۲) "اجازت نامہ اہتمام ترکہ معہ نقل وصیت نامہ" جس حالت میں وصیت نامہ کے ذریعہ سے کوئی تعمیل کنندہ (وصی) نہ مقرر ہوا ہو۔

(۳) "اجازت نامہ اہتمام ترکہ" جس حالت میں متوفی نے کوئی وصیت نامہ نہ چھوڑا ہو، اوصیا یا مہتممان ترکہ کا یہ کام ہے، کہ وہ متوفی کی ذاتی جائداد حاصل کر کے، اس کا قرضہ ادا کریں:

اور جو کچھ باقی رہے، وہ ان لوگوں میں تقسیم کر دیں، جو بموجب وصیت اور اگر وصیت نہ ہو تو حسب قانون اس کے مستحق ہوں۔ یہ سب فرائض لفظ "ایڈمنسٹریشن" (Administration) = اہتمام ترکہ) کے تحت داخل ہیں، اسلئے اس کے دو معنی ہیں:۔ اولاً اس کا استعمال بمقابلہ "پروبیٹ" کے ایک خاص قسم کی سرکاری منظوری کیلئے ہوتا ہے۔ ثانیاً جائداد منقولہ کے متعلق بطریق خاص عمل کے اظہار کے لئے جس کی امید منتقل الیہ سے کیجاتی ہے، منظوری کی نوعیت خواہ کسی قسم کی ہو۔

جن صورتوں میں متوفی، ایکٹ انتقال جائداد بابتہ ۱۸۹۷ء ۶۰ و ۶۱ وکٹوریہ فصل ۶۵ کی تاریخ یکم جنوری ۱۸۹۸ء کے بعد مرے، تو حقیقی یا غیر منقولہ جائداد بھی، منقولہ جائداد کیطرح، وصی یا مہتمم کے اختیار میں آجاتی ہے۔ ان ممالک میں جن کا قانون توریث بہ نسبت انگریزی قانون کے زیادہ تر قانون روما سے اخذ کیا گیا ہے، متوفی کی جائداد منقولہ غیر منقولہ جائداد کی طرح ان ورثاء کو پہنچتی ہے، جن کے حق میں وصیت کی گئی ہے، یا جو از روئے قانون، اس کے مستحق ہوں (جیسی صورت ہو)، اور بعض صورتوں میں وصیتی موہوب لہ کو بھی پہونچتی ہے مگر شرط یہ ہے کہ ورثاء اور موہوب لہ اس کو منظور کریں۔ یہ لوگ ذاتی طور سے متوفی کے تمام قرضوں کے ذمہ دار ہیں، لیکن اگر انھوں نے توریث بقید فہرست (With benifit of in-ventory) منظور کی ہے، تو انکی ذمہ داری، بقدر جائداد محصلہ کے رہے گی، اور اسی مناسبت سے، دو ایسے مخصوص ہبہ بالوصیت کے بھی ذمہ دار ہونگے، جو وصیت نامہ میں بتایا گیا ہو کہ اس کے اور قرضہ کے ادا ہو جانے کے بعد، حق تصرف (Benificial interest) انہیں کو رہے گا۔ موصی کو وصی کے تقرر کا حق، ایک استثنائی شکل ہے، اور عام طور سے یہ اختیار محدود ہوتا ہے، مثلاً نپولین کے کوڈ کی دفعہ ۱۰۲۶ میں صرف جائداد منقولہ کے قبضہ کا حق دیا گیا ہے، اور وہ بھی صرف ایک سال اور ایک دن سے زیادہ کیلئے نہیں ہے۔

قدیم یا انگلستان، کے ضابطہ کی رو سے جائداد منقولہ (اور ۱۸۹۸ء کے بعد سے غیر منقولہ) کے بھی، اس حصہ میں جو بعد ادا قرضہ باقی رہجائے، صرف حق تصرف یا استفادہ، وفات پر منتقل ہوتا ہے، خواہ وصیت عمل میں آئی ہو، خواہ نہ آئی ہو۔ خود جائداد منقولہ، سرکاری منظوری سے بعد وفات کے منتقل ہوتی ہے، اور وہ حق استفادہ یا تصرف پر حاوی ہے:

اگرچہ ایسی صورت میں کہ متوفی نے کسی کو وصی نہ مقرر کیا ہو، تو تعمیل کنندہ، عام طور سے وہی مقرر کیا جاتا ہے جس کو جائداد مذکور میں حقِ استفادہ یا تصرف حاصل ہوتا ہے۔ موخر الذکر اور یورپ کے دوسرے ممالک کے ضابطہ میں، وفات کے بعد، خود جائداد منقولہ منتقل ہو جاتی ہے خواہ وصیت عمل میں آئی ہو، خواہ نہ آئی ہو اور اس میں حقِ استفادہ یا تصرف شامل ہے، اگرچہ وہ صرف قرضہ اور وصیتی ہبہ کی ادا سے مشروط ہو۔ یہ ضابطہ، اس ضابطہ کے مماثل ہے، جو انگلستان میں، مختلف رد و بدلِ قانونی کے بعد، جائداد غیر منقولہ کے متعلق، ۱۸۹۷ء سے ایکٹ انتقال جائداد کے نفاذ سے قبل، قائم ہو گیا تھا، دونوں ضابطوں کی مشترکہ بنیاد، قانون روما کا وہ قدیم اصول ہے جس کی رو سے، وارث، متوفی کے وجود کا قائم اور باقی رکھنے والا اور اس لحاظ سے، اس کے تمام حقوق اور ذمہ داریوں کا قائم مقام متصور ہوتا تھا۔ انگلستان میں، جائداد منقولہ کے متعلق، اس اصول میں کسقدر تبدیلی ہو گئی ہے:۔ اولاً متوفی کی ہر صورت میں، قائم مقامی کیلئے، سرکاری منظوری لازم کر دی گئی ہے۔ ثانیاً استفادہ یا تصرف کی قائم مقامی کو، نفس قائم مقامی سے، جدا کر دیا گیا ہے، اور اس طور سے، وصی یا مہتمم ترکہ، جو انگلستان میں، متوفی کے ذاتی قائمقام کہے جاتے ہیں، متوفی کی کامل ذات کے، قائم اور باقی رکھنے والوں سے مختلف ہو گئے ہیں۔ یورپ کے دوسرے ممالک کے ضابطہ میں، صرف قید۔ فہرست کی بنا پر تبدیلی ہوئی ہے جس کا جاری کرنے والا جسٹینین تھا۔

ان ضابطوں کی بنا پر جو مسائل، قانون بین الاقوام کے متعلق پیدا ہوتے ہیں، ان کا فیصلہ، یورپ کے دوسرے ممالک میں، جائداد منقولہ کی توریث میں، خواہ وہ وصیتی ہو، خواہ غیر وصیتی، متوفی کے ذاتی قانون سے کیا جاتا ہے۔ اٹلی کے کوڈ نے جب راسے سوگئی، اس کو متوفی کی اس جائداد غیر منقولہ پر بھی حاوی کر دیا ہے جو اس ملک کے علاوہ، دوسرے ممالک میں واقع ہو۔

جائداد غیر منقولہ کی توریث میں، جو اصول انگلستان کے ججوں کے فیصلہ جات کی بنیاد ہے، وہی فی الحقیقت، انگلستان کے قانون میں، بطور قاعدہ کے اختیار کر لیا گیا ہے۔ اور جو اسطرح بیان کیا جا سکتا ہے:۔

دفعہ ۵۹ متوفی کی ذاتی جائداد جو قرضہ تجہیز و تکفین، اور اہتمام ترکہ یعنے اس پر قابض ہونے اور اس کی تقسیم کے مصارف کے بعد باقی بچ جائے اس سے استفادہ

یا تصرف کا تصفیہ متوفی کے آخری مقام توطن کے قانون سے کیا جائے گا، خواہ وصیت
عمل میں آئی ہو، خواہ نہ آئی ہو۔ یہاں قانون سے مراد آخری مقام توطن کا مجموعی قانون
ہے، نہ کہ صرف وہ قانون جو قانون اندرون ملک (Internal law) کے نام سے
موسوم کیا جاتا ہے۔ دیکھیے مسئلہ "رینوائے" کی بحث فصل دوم میں، اور خصوصاً مقدمات
ڈروفورٹ و جانسن متذکرہ صفحات ۳۶ و ۳۷۔ موخر الذکر مقدمہ میں جسٹس فارویل نے
اس کی تصریح کی کہ بیڈن کے قانون میں "ڈی کوجس" (Decujus) کی انگریزی قومیت
کے حوالہ دینے سے کیا مقصد تھا؟ انھوں نے لکھا کہ "تقسیم حسب قانون قومیت" کے
معنی "تقسیم حسب قانون انگریزی" ہیں، اگر اس قانون کے مطابق جو خاص صورتوں کے متعلق استعمال
ہوتا ہے کہ تمام انگریزوں کے متعلق، بلحاظ ان کے اصلی توطن کے" (۱۹۰۳
ا چانسری ۵۲۵)۔ لفظ "اصلی" کو مخصوص حالت کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ اگر مس جانسن،
بیڈن جانے سے پہلے مالٹا سے کسی دوسرے انگریزی توطن میں منتقل ہو گئی ہوتیں، تو
فیصلہ اس انگریزی توطن کے لحاظ سے عمل میں آتا جو اس نے منتخب کر لیا تھا۔

اور چونکہ ملک کے نافذہ قانون کی توضیح اور استعمال ان عدالتوں سے بہتر
کوئی عدالت نہیں کر سکتی جہاں وہ رائج ہے، اسلئے آخر دفعہ سے یہ نتیجہ صحیح طور سے اخذ
کیا جا سکتا ہے کہ وہ۔

دفعہ ۶۰ — اگر متوفی کے آخری توطن کی عدالت کو اس امر کے تصفیہ کا موقع
ملا ہے کہ متوفی کی ذاتی جائداد میں، دیون کی ادائی، تجہیز و تکفین، اور اہتمام ترکہ کے مصارف کی
منہائی کے بعد، حق استفادہ یا تصرف کس شخص کو حاصل ہے، تو اس کا فیصلہ انگلستان
میں قطعی متصور ہوگا۔ خواہ وہ سوال، اہتمام ترکہ کی منظوری کے دعوی میں پیش آیا ہو، خواہ
وصیت نامہ کی مجوزہ نقل مصدقہ کے دیئے جانے کی تردید کے دعوی میں، یا کسی اور طور پر۔
ایسے سرمایہ کی تقسیم کے متعلق (بعد منہائی دیون و دیگر مصارف متذکرہ بالا کے) جو
انگلستان میں موجود ہو۔ دفعہ ۵۹ کے پہلے فقرہ سے یہ نتیجہ ان لوگوں کی رائے میں نہیں
مستنبط ہو سکتا، جو مسئلہ "رینوائی" اور مسائل متذکرہ فصل دوم کو تسلیم نہیں کرتے۔ ان کے
نزدیک انگلستان کی عدالتوں کو آخری مقام توطن کے اندرونی قانون کا اتباع کرنا لازم
ہے، گو کہ اس ملک کی عدالتیں اپنا مجموعی قانون کام میں لائیں گی۔ انگلستان میں اسدفعہ

108

مطابق پوری طرح سے عملدرآمد ہے اور یہ منجملہ دوسرے دلائل کے ایک دلیل اس بینہ خیال کی تردید میں ہے کہ شخصی قانون بین الاقوام کے جو قواعد ہم نے اختیار کئے ہیں، وہ، دوسرے ممالک کے صرف ان قوانین کا حوالہ دیتے ہیں، جو قانون اندرون ملک کے نام سے موسوم ہیں۔

مقدمہ گرسپن بنام ڈاگلیونی (۱۸۶۳) ۳-ایس و ٹی ۹۶-جج، کرسول کیا (۱۸۶۶، ایل-ار (۱) ای و آئی ۱۰-۱۷۱-۳۰۱-جج پیسنفورڈ-کرنیو رتھ کو و مقدمہ ٹرو فورٹ متذکرہ سابق صفحہ ۳۹ کو اور جسٹس فارول کا حوالہ مقدمہ جانسن زیر دفعہ ۵۹ کو۔

دفعہ ۶۱ جس حالت میں متوفی کے آخری توطن کا قانون اسکی توریث جائداد منقولہ کو اسکے قومی قانون پر محول کرتا ہے تو دفعہ ۶۰ کا اصول اس ملک کی عدالت سے متعلق ہوگا، جہاں کا باشندہ شخص متوفی بلحاظ قومیت کے تھا۔

مقدمہ ٹرو فورٹ وٹرافورڈ بنام بلینک (۱۸۸۷) ۳۶ چانسری ڈویژن ۶۰۰-جج، اسٹرلنگ میں یہ امر زیر بحث تھا، سلطنت ترکی اور دوسرے ایسے ممالک کے توطن کی بحث جن کے ساتھ ہمارے بین الاقوامی تعلقات قائم نہیں ہیں، توطن کے ضمن میں کیجائے گی۔

دفعہ ۶۲ متوفی کے آخری توطن کے قانون سے ہر دو دفعات متذکرہ بالا میں، وہ قانون سمجھا جانا چاہیے، جو متوفی کی وفات کے وقت نافذ تھا، ایسا قانون جو متوفی کی وفات کے بعد جاری ہو اور جس کا اثر زمانہ گزشتہ پر پڑے، وہ تمام مسائل متعلقہ توریث میں، عدالتہائے انگلستان میں، ناقابل لحاظ متصور ہوگا۔

مقدمہ لنچ بنام پروونشل گورنمنٹ پراگی (۱۸۷۱) ایل-آر، (۲) پی ایم ۲۶۸-جج، ہینزانسی کو و مقدمہ او قاف، اگانور [۱۸۹۵] ۶۴-ایل-جے (سلسلہ جدید) چانسری ۵۲۱-جج، رومر کو۔

جائداد منقولہ کی توریث میں، جو تفصیلی مسائل بین الاقوامی، انگلستان میں پیدا ہوتے ہیں، ان کا ذکر اسی سلسلہ میں کرنا موجب آسانی ہوگا، جس سلسلہ میں عموماً مقدمات میں کارروائی ہوا کرتی ہے۔ پہلے، ان اشخاص کے متعلق قواعد بیان کئے جائیں گے، جن کے حق میں پروبیٹ یا اہتمام ترکہ کی منظوری دیجا سکتی ہے، اور نیز یہ کہ کون سے

109

وصیت نامے ایسے ہیں جن کے نقول مصدقہ عطا ہو سکتے ہیں منظوری کے دینے میں، ان دونوں امور پر لحاظ کیا جاتا ہے۔ مگر مقدم الذکر قواعد کو زیادہ تر کام میں لانا پڑتا ہے کیونکہ وہ وصیتی اور غیر وصیتی دونوں صورتوں پر حاوی ہیں۔ ان کے بعد وہ قواعد ہیں جن کے ذریعہ سے یہ متعین ہوتا ہے کہ پروبیٹ یا اہتمام ترکہ کی منظوری سے کس قسم کی جائداد منتقل ہوتی ہے۔ آخر میں وہ قواعد ہیں جن سے ان سوالات کا تصفیہ ہوتا ہے جو دوران اہتمام ترکہ میں پیش آتے ہیں۔ یہاں "اہتمام" کا لفظ ان دو معنوں میں سے جن کا ذکر صفحہ (۱۰۵) پر کیا گیا ہے، دوسرے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

پروبیٹ یا اہتمام ترکہ کی منظوری

دفعہ ۶۳ متوفی کا توطن یا پولیٹکل قومیت، خواہ کچھ ہو، اس کی ذاتی جائداد (جائداد منقولہ) موجودہ انگلستان پر قبضہ ہو سکتا ہے اور نہ ایسی جائداد واجب الوصول کی بابتہ دعویٰ ہو سکتا ہے، بغیر اسکے کہ پروبیٹ یا اجازت اہتمام ترکہ کی منظوری دیجائے، بشرطیکہ جائداد مذکور، وہ رقم ہو جو شخص متوفی کی زندگی کے بیمہ کی بابتہ واجب الادا ہو۔

ٹورٹن بنام فلاور (۱۷۳۵) ۳۔ پی۔ ڈبلیو ۳۶۹۔ جج ٹالبوٹ کو تو یارک بروارز کمپنی بنام اٹرنی جنرل [۱۸۹۹] اے۔ سی ۶۲۔ جج، ہالسبری، تواٹن، شینڈ و ڈیوی جنھوں نے اسمتھ رگبی اور کولنس کی رائے سے اتفاق کیا۔ اور انھوں نے ایک انگریزی کمپنی کے حصص اور ڈبنجر کے مقدمہ میں جسٹس وسٹ گرتہام کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا تھا۔ مقدمہ پر اٹس بنام ڈیوہرسٹ (۱۸۳۸) ۴۔ یم وسی ۷۶۔ جج، کا طرز تام سے دفعہ ہذا کے لازمی نتائج کا اظہار ہوتا ہے؛ یعنے یہ کہ متوفی کی ذاتی جائداد کے ایسے اہتمام میں (یہاں اہتمام دوسرے معنوں میں ہے جس کا ذکر صفحہ ۱۰۵ میں ہو چکا ہے) جو زیر ہدایت عدالت عمل میں آرہا ہو، عدالت کسی ایسے وصیت نامہ پر لحاظ نہیں کر سکتی جو انگلستان میں ثابت نہ کیا گیا ہو۔ فرنانڈیز کے مہتمان ترکہ کے بحکم مقدمہ (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۵ چانسری اپیل ۳۱۴ میں جسٹس گگارڈ نے روملے کی رائے کو منسوخ کر دیا۔ اس دفعہ میں جو استثنا قائم کیا گیا ہے،

دو ایکٹ مالگزاری ۱۸۸۱ء کی دفعہ ۹ کے قانونی حکم پر مبنی ہے جس میں یہ حکم ہے
کہ اگر کوئی شخص جس نے اپنی زندگی کا بیمہ کرایا ہو سلطنتہائے متحدہ سے باہر توطن
کی حالت میں مر جائے تو رقم بیمہ کے مستحق قرار دیئے جانے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ
سلطنتہائے متحدہ کی عدالتوں میں سے کسی عدالت کی منظوری حاصل کی جائے۔
مقدمہ ماس بنام اٹلس انشورنس کمپنی [۱۹۱۲] ۲ کے۔ بی ۲۹۰ جج اسکروٹن
مقدمہ سمتھ ویبٹ بنام فیری (۱۸۴۰) اے۔ ایم وجر ۱۵۹۔ میں جسٹس ٹنڈل،
بوسانکیے، کولٹمین اور ارسکین نے ایک مہتمم ترکہ کو جو بہ منظوری عدالت آئرلینڈ مقرر
ہوا تھا ایک دیسی دستاویز کی بنا پر نالش کرنے کی اجازت دی جو آئرلینڈ میں
بروقت وفات جائداد مالیتی (bona notabilia) متصور ہوتی تھی، لیکن
یہ یقیناً ایک غلط کارروائی تھی۔ دیکھو دائٹ بنام ترورز زیر دفعہ آئندہ۔ مقدمہ وینکولیٹ
بنام بوآرڈ (۱۸۶۳) ۵ سی۔ بی۔ (سلسلہ جدید) ۲۴۱ میں فقرہ ۲۔ عذر نمبر ۱۹ کے
متعلق ارل۔ ولیمس اور کیٹنگ نے یہ طے کیا کہ جس فطرتی وارث کو متوفی کے توطن
کے قانون کے مطابق یہ حق حاصل ہو کہ وہ متوفی کے ان دیون کی بابت بہ ارث میں
شریک ہوں اپنے حق کی بنا پر دعوی کر سکتا ہے، وہ انگلستان میں ان کا اپنے نام
سے دعوی دائر کرنے کا مجاز ہے، گو کہ انگریزی عدالت سے اس کی منظوری نہ لیگئی ہو۔
ان ججوں نے اگرچہ یہ فیصلہ کیا مگر ساتھ ہی ایسے وہ اس قاعدہ کو بھی محفوظ رکھنا
چاہتے تھے جو اس دفعہ میں قائم کیا گیا ہے۔ بظاہر ان کا خیال یہ معلوم ہوتا ہے، کہ
ان کی تجویز مخصوص مقدمہ سے متعلق تھی۔ جو مقدمہ انکے سامنے پیش تھا اس کو وہ
دوسرے ممالک یورپ کے قانون کا عام مقدمہ نہیں سمجھتے تھے۔

فرض کرو کہ مسئلہ کا تعلق براہ راست متوفی کی ذاتی جائداد سے نہیں ہے بلکہ ایسی جائداد
سے ہے جس پر وصی بربنائے وصیت نامہ بطور امین قابض ہونے کا اقبال کرتے ہیں،
تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا انگریزی عدالتیں غیر ملک کی پروبیٹ کو اسی نظر سے
نہیں دیکھیں گی جس نظر سے، شرائط امانت کے متعلق کسی دوسری پیش شدہ دستاویز
کو دیکھتی ہیں۔ مقدمہ اوتاف ٹوٹل (۱۸۸۳) ۲۳ چانسری ڈویژن ۵۳۲ (صفحہ ۲-۵۳۱)
جج، چٹی اس وجہ کے علاوہ جس سے مقدمہ ولنسن (۱۸۸۲) ۲۲ - چانسری ڈویژن

''۱۷۱۔ بج ایڈیشن میں بحث کی گئی ہے'۔ اس وجہ کی بنا پر بھی مستند سمجھا جا سکتا ہے ٭

دفعہ ۶۴ انگلستان میں متوفی کی جائداد منقولہ کے متعلق' مقدمہ چلانے کے واسطے' کسی غیر ملک کی عدالت کی منظوری کی ضرورت نہیں ہے۔

مقدمہ وائٹ بنام روز (۱۸۴۲) ۳۔ کیو۔ بی ۴۹۶۔ بج ہنڈل' اینجر' کولتھین' مال' پارکی' اینڈرسن۔ رولف نے ایسی مقدمہ (۱۸۴۰) کیو۔ بی ۴۹۲۔ بج' ڈینمن' لیٹل ڈیل' پیٹین' وکو آرج کو منسوخ کر دیا ٭

دفعہ ۶۵ اس اہم اصول کے قرار دینے کیلئے کہ انگلستان میں منظوری کس شخص کو دی جائے گی' اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہو سکتا کہ انتخاب ذیل بجنسہ نقل کر دیا جائے۔

''میں قبل ازیں' اس عام اصول پر کاربند رہا ہوں' کہ جب متوفی کے توطن کی عدالت' کسی شخص کو منظوری عطا کرتی ہے' اور وہ عدالت ہذا میں حاضر ہو کر' اس امر کا اطمینان دلاتا ہے' کہ وہ اپنے ملک کے باضابطہ حکم کی رو سے متوفی کی جائداد کے اہتمام کا مجاز ہے' تو مجھ کو' بلا کسی مزید غور کے شخص مذکور کو یہ اختیار عطا کرنا چاہیے کہ وہ اس سرمایہ کا بھی اہتمام کرے' جو انگلستان میں موجود ہو'' لارڈ پنزانسے بمقدمہ ل (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۲۔ پی وایم ۹۰۔ صرف اس استثنا کے ساتھ کہ عدالت ہذا ملک غیر کے قانون کی پابندی' اس حد تک نہیں کر سکتی' کہ وہ ایسے شخص کو اہتمام ترکہ کی منظوری دیدے' جو ذاتی طور سے اس منظوری کے لینے کے ناقابل ہو مثلاً یہ کہ عدالتہائے ملک غیر' اس امر پر کتنا ہی زور کیوں نہ دیں' کہ نابالغوں کو منظوری دی جانی چاہیے' لیکن اس ملک کی عدالتیں' ان کے اتباع میں' ایسے اشخاص کو منظوری نہیں دے سکتیں'' بج جین۔ بمقدمہ ہیارڈ [۱۹۰۳] پی صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۰۔ اس مقدمہ میں' اجازت نامہ اہتمام ترکہ معہ نقل وصیت نامہ' ان ریسیورل کو دیا گیا' جن کو عدالت توطن نے' اوصیائے مقررہ وصیت نامہ کو ترک کر کے مقرر کیا تھا۔ مقابلہ کرو مقدمہ ڈی۔ الیٹس متذکرہ سابق صفحہ ۱۴۱۔

لارڈ پنزانسے کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انھوں نے ایک دوسرے موقع پر اسی اصول کو اس طرح بیان کیا تھا' ''یہ اصول عام ہے' جس کے مطابق میں قبل ازیں عمل کر چکا ہوں' کہ جب کوئی شخص بحالت توطن ملک غیر فوت ہو' اور اس ملک کی عدالت کسی شخص کو (خواہ وہ کوئی ہو)' اہتمام ترکہ کا حق دیتی ہے' تو عدالت ہذا کو عدالت مذکور کا

اتباع کرنا چاہئے، صرف اس بنا پر کہ وہ عدالت ملک غیر کی منظوری ہے بلا دریافت ان اصول کے جن کی بنا پر وہ منظوری دی گئی، اور بلا لحاظ ان اصول کے جن کی بنا پر اس ملک میں ایسی منظوریاں دیجاتی ہیں"۔ مقدمہ اٹکنسن (۱۸۶۸، ۱۶۔ ڈبلیو۔ آر ۳۰ ۱۱، نج، وائیکلڈ، یہ اصول جن الفاظ میں بیان کیا گیا ہے وہ زیادہ تر محتاط نہیں ہیں کیونکہ یہ امر ظاہر ہے کہ اختیار اہتمام ترکہ ایسے شخص کو دیئے جانے کی حالت میں، جس کو عدالت توطن نے مجاز کیا ہو، یہ ضرور نہیں ہے کہ اس کی شکل بھی وہی ہو۔ (زیر دفعہ ۶۹ نمبر ۲ موجودہ دفعہ کی تائید میں، دیکھو مقدمہ اجرسٹن (۱۸۴۰) ۲ کر ۶۵۶ جج جینر منظوری خواہ بہ اتباع (منظوری ملک غیر ہو یا نہ ہو) ایسی شکل میں ہونی چاہئے کہ منظوری حاصل کرنے والا ان فرائض کو جو حسب قانون توطن اس پر عائد ہوں، انجام دے سکے۔ مقدمہ بریسین [۱۸۹۴] پی ۲۶۰، نج گورنیل؛ نیز دیکھو مقدمہ ون لنڈن [۱۸۹۶] پی ۱۴۸، نج جیون؛ و مقدمہ میری موفٹ [۱۹۰۰] پی ۱۵۲ نج جیون؛ و مقدمہ وانیخا [۱۹۰۱] پی ۲۳۰، نج جیون؛ مقدمہ برن بنام کول امیال ۵ ۱۴۱۵ نج جنیس فیلڈ میں ۱۷۶۲ء ہی میں پرائیوی کونسل نے ایک قاعدہ، دفعہ ۶۵ کے قاعدہ کے برعکس قائم کر دیا تھا جس میں یہ محکوم تھا کہ جب متوفی کا توطن انگلستان کا ہو، تو نوآبادیات میں اس کی جائداد کے اہتمام کا اختیار ایسے شخص کو ملنا چاہئے جس کو یہ اختیار انگلستان میں دیا گیا ہو۔ مقدمہ برڈن بنام فلیمنگ (۱۷۲۷) جس کا حوالہ مقدمہ بالا میں دیا گیا تھا، پرائیوی کونسل نے یہ خیال کیا کہ یہ قاعدہ اس صورت پر حاوی نہیں ہے جس میں عدالت توطن نے اہتمام ترکہ قرضخواہ کے سپرد کیا ہو؛ اور یہ بھی یقینی نہیں ہے کہ لارڈ ہینسفیلڈ نے اس قید کو ناپسند کیا، گرچہ خود ان کے الفاظ، مقدمہ برن بنام کول میں اس کا اعادہ نہیں کرتے۔ البتہ مقدمہ ٹیمس بنام — (۱۷۴۷) نج پی سی، لی کے حکم کی جو وجہ قائم کی گئی تھی، اس کو ناپسند کیا یعنی یہ کہ "باغ، لنڈن کے مذہبی مستطیع میں واقع ہو نیکے حقوق کنٹربری کے ماتحت ہے"۔ اس تجویز کیلئے زیادہ تر قوی اور بہتر بیسیل وہ "قیام" تھا کہ

جب موصی کی بعض جائداد غیر ملک کی عدالت نے منجملہ ورثا کے کسی ایک

111

وارث کو دی تھی تو اس کا اہتمام اسی جائداد کی حد تک اس وارث کے حق میں منظور کیا گیا تھا۔ مقدمہ دوست علی خاں (۱۸۸۰ء) ۶ پی۔ ڈی ۶ جج بیبن صاحب

اجازت نامہ اہتمام ترکہ معہ نقل وصیت نامہ اس شخص کے استعمال اور فائدہ کیلئے جس کو غیر ملک کے وصی نے باضابطہ طریقہ سے اپنا قائمقام قرار دیا تھا، بنام وکلا منظور کیا گیا۔ مقدمہ بلیک (۱۸۸۸ء) ۱۳ پی۔ ڈی۔ ۵ جج بٹ صاحب

دفعہ ۶۵ (الف)۔ اگر ملک غیر کے توطن کی عدالت نے کوئی حکم مہتمان ترکہ کے تقرر کی نسبت صادر نہیں کیا ہے تو انگریزی عدالت مناسب مقدمات میں مہتمان ترکہ کو جو انگریزی وصیت نامہ کے ذریعہ سے مقرر ہوئے ہوں پروبیٹ عطا کرے گی۔ یہ قاعدہ کہ انگریزی عدالت کوئی پروبیٹ اس طرح نہ دے گی کہ وہ کسی ایسے تقرر میں مزاحم ہو جو متوفی کے ملک غیر کے توطن کی عدالت سے عمل میں آیا ہو، صرف اس صورت سے متعلق ہوگا جبکہ عدالت ملک غیر سے فی الحقیقت حکم صادر ہو چکا ہو نہ یہ کہ صرف کارروائی شروع ہوئی ہو۔ مقدمہ کاکرل [۱۹۱۸] پی۔ ۴ جج ایو انس صاحب

دفعہ ۶۶ قاعدہ متذکرہ دفعہ ۶۵ اس شخص سے متعلق ہوگا جس نے توطن کی عدالت سے منظوری عندالضرورت (de bonis non) یا اصلی منظوری حاصل کی ہو۔

مقدمہ مل (۱۸۷۰ء) ایل۔ آر ۲۰ پی و یہم ۹۹ جج ہیرآنسی صاحب

دفعہ ۶۷ اور قاعدہ مذکور اس شخص کے بھی متعلق کیا گیا ہے جو ملک توطن میں عدالت کی طرف سے اس تحقیقات کے اثنا میں کہ منجملہ دو وصیت ناموں کے کونسا وصیت نامہ صحیح ہے، عدالتی مہتمم مقرر کیا گیا ہو۔

مقدمہ واٹس کرابنام ڈی ارہبرو (۱۸۳۹ء) ۲ کر ۲۷۷ جج جینر صاحب

دفعہ ۶۸ نیز اس شخص سے جو مہتمم مقررہ وصیت نامہ کی ناقابلیت کے زمانہ میں ملک توطن میں عارضی مہتمم مقرر کیا گیا ہو، ایسے اہتمام ترکہ کی منظوری اسوقت تک کیلئے ہوگی جبتک کہ ملک توطن میں عارضی مہتمم کا اختیار قائم رہے۔

مقدمہ سینگر والڈ (۱۸۶۴ء) ۱۰ جور (سلسلہ جدید) ۱۶۹ جج وائیلڈ صاحب

مقدمہ لیوی [۱۹۰۸] پی ۱۰۸ جج گورل بارنس میں ملک غیر کی عدالت نے

ذاتی جائداد پر بھی حاوی ہو، انگلستان کی خاص عدالت پروبیٹ میں پیش ہو اور اُس کی ایک نقل یا درمیانی کارروائی کی نقل مصدقہ کہ اس امر کی تصدیق ہے کہ شخص متوفی بحالت توطن اسکاٹ لینڈ فوت ہوا، رجسٹرار کے سامنے پیش کی جائے؛ تو عدالت مذکور ایسی تصدیق پر اپنی مہر ثبت کر کے پیش کرنے والے کو واپس کر دے گی؛ اور اس کے بعد سے انگلستان میں اس کا وہی عمل اور اثر ہو گا گویا کہ وہ پروبیٹ (نقل وصیت نامہ) یا سند اہتمام ترکہ جیسی صورت ہو اسی عدالت پروبیٹ سے جاری ہوئی تھی۔ (حسب حوالہ سابق) دفعہ ۱۲ –

اس قانون نے فی الحقیقت انگریزی منظوری اور ثبوت کی ایک جدید شکل مہیا کر دی ہے اور اس لئے انگلستان میں جائداد کے قبضہ یا ارجاع دعوی یا کسی وصیت نامہ پر لحاظ کئے جانے کے واسطے انگلستان کی عدالت اہتمام ترکہ کے سامنے انگریزی ثبوت کے پیش کئے جانے کی جو ضرورت حسب دفعہ ۱۴۳ بیان ہوئی ہے اس میں کوئی فرق نہیں آتا۔

> جب اسکاٹ لینڈ کے ایک وصیت نامہ کی توثیق بحق مہتمان ترکہ ہو چکی ہو، تو انگلستان میں انگلستان کی عدالتہائے پروبیٹ اس کی تصدیق مہری منظور کریں گی؛ اگرچہ تصدیق مذکور ایسے شخص کے حق میں ہو جو انگریزی قانون کے مطابق مہتمم ترکہ ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا ہو۔ مقدمہ جائداد رنکین [۱۹۱۸] پی ۱۳۴ – عدالت مرافعہ نے جج ہشتمن اید تی عینکیز، اتھ جیسے جنہوں نے کورٹ کے فیصلہ کو منسوخ کیا۔ اسکاٹ لینڈ کے ایک وصیت نامہ میں ایک جماعت سند یافتہ (Corporation) مہتمم مقرر کی گئی تھی، تجویز ہوئی کہ وصیت نامہ کی مہری تصدیق باضابطہ انگلستان میں ہونی چاہئے؛ اگرچہ انگلستان کے قانون کے لحاظ سے جماعت سند یافتہ مستحق پروبیٹ نہیں ہو سکتی تھی۔

اسی ایکٹ کی دفعہ ۱۳ مثل دفعہ ۱۲ کے ہے، صرف بجائے الفاظ انگلستان کے آئرلینڈ لکھا گیا ہے۔ اور دفعہ ۱۴ میں ایسا ہی انتظام اسکاٹ لینڈ کے لئے کیا گیا ہے؛ تاکہ وہ پروبیٹ و اسناد اہتمام ترکہ جو ان لوگوں کے اوصیا یا مہتمان ترکہ کو انگلستان یا آئرلینڈ میں دیئے گئے ہوں، جو ان ممالک کے توطن کی حالت میں فوت ہو گئے ہوں،

113

اسکاٹ لینڈ میں نافذ قرار پاسکیں۔

مگر انگلستان کی عدالتیں ایسی حالت میں بھی پروبیٹ یا اسناد اہتمام ترکہ دینے کی مجاز ہیں جبکہ آئرلینڈ کی منظوری کی مہری تصدیق نہ کی گئی ہو۔ مقدمہ اربوتن بنام کارتھ [۱۹۱۶] پی۔ ۲۳۰۔ جج، ہارنج کؤ

دفعہ ۷۰ (الف) انگریزی منظوری کی ایک جدید صورت، نوآبادیات کے پروبیٹ ایکٹ ۱۸۹۲ء سے پیدا ہوگئی ہے جس کی رو سے، وہ پروبیٹ اور اسناد اہتمام ترکہ، جو ایسے انگریزی مقبوضات سے ملے ہوں جن سے باہمی مساوات عمل کا معاہدہ ہو یا جن کو ایسی انگریزی عدالتوں نے منظور کیا ہو جو ممالک غیر میں واقع ہوں، سلطنتہائے متحدہ میں مصدق بمہر ہو سکتی ہیں۔ انگریزی عدالتیں موقوعہ ممالک غیر، سفارت خانوں کی عدالتیں ہیں، جو حقیقی غیر ملک میں واقع ہوں یا ان ممالک میں واقع ہوں، جو انگریزی نوآبادیات کی حفاظت میں ہیں۔

نوآبادیات کی منظور کردہ اسناد اہتمام ترکہ انگلستان میں مصدق بمہر ہو سکتی ہیں اگرچہ متوفی بعد وصیت کے مرگیا ہو اور اسکی کوئی جائداد انگلستان میں نہ ہو۔ مقدمہ سانڈرس [۱۹۰۰] پی۔ ۲۹۲۔ جج، گورل کؤ

دفعہ ۷۰ (ب) گورنمنٹ آئرلینڈ کے ایکٹ ۱۹۲۰ء نے آئرلینڈ کی منظوریات اہتمام ترکہ کی تصدیقی کارروائی پر کوئی اثر نہیں ڈالا ہے اور نوآبادیات کے پروبیٹ ایکٹ بابتہ ۱۸۹۲ء کو آئرلینڈ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مقدمہ رابرٹ گالٹ [۱۹۲۲] ڈبلیو این صفحہ ۱۱۶ جج، پی ڈیوک کؤ

دفعہ ۷۱ جبکہ متوفی کا انتقال، بیرون ملک، اپنے توطن کے مقام میں، ہوا اور وہاں کی عدالت نے کسی شخص کو اس کی ذاتی جائداد کا اہتمام سپرد نہیں کیا، خواہ اس وجہ سے کہ اس ملک کے قانون کی رو سے ایسی اجازت کی ضرورت نہیں، خواہ کسی دوسری وجہ سے، ایسی حالت میں انگریزی عدالتیں منظوری دینے کی مجاز ہونگی:۔

اوّل ان اوصیا کو اگر کوئی ہوں، جو وصیت نامہ کے ذریعہ سے مقرر کئے گئے ہوں، یا اس کے مضمون سے ان کے تقرر کا منشا معلوم ہوتا ہو جب ایسے شخص کے وصیت نامہ میں جو بحالت توطن ملک غیر فوت ہوا، مہتممان ترکہ کے عام تقرر کی منظوری مندرج ہو، تو

114

انگریزی عدالتوں پر لازم ہے کہ وہ مہتمان مقرر شدہ کے حق میں بلا اس دریافت کے کہ آیا وصیت نامہ کا کوئی اثر متوفی کی ذاتی جائداد موقوعہ انگلستان پر پڑتا ہے یا نہیں، پروبیٹ کی منظوری اسی طرح صادر کریں جس طرح انگلستان کے ایک موصی کے وصیت نامہ کی منظوری دیجاتی ہے۔

لارڈ چیمسفورڈ نے مقدمہ ایوہن بنام ویلی (۱۸۶۲) ۱۰ ایچ۔ ایل۔ آئی صفحہ ۲۲ اور لارڈ ویسٹبری نے اسی مقدمہ صفحہ ۱۴ میں اس مزید حالت کا اضافہ کیا کہ مہتمان ترکہ نے ملک توطن کی عدالت مجاز میں وصیت نامہ کی تصدیق کرالی ہو لیکن اس باب میں اس قسم کی کسی شرط لگانے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔

دفعہ ۷۲ لیکن اگر موصی نے ایک ہی وصیت نامہ کے ذریعہ سے اپنی جائداد موقوعہ انگلستان اور ملک غیر کیلئے مختلف مہتمان ترکہ مقرر کئے ہیں تو یہ سمجھنا غلط نہ ہوگا کہ ملک غیر کے مہتمان ترکہ انگلستان میں پروبیٹ حاصل کرنے کے مستحق نہ ہونگے۔

مقدمہ ونٹر مندرجہ تحت دفعہ ۴۸ میں سر سیسی کرسول نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ جب موصی کا عام مہتمان ترکہ اور ایک خاص مہتمم ترکہ کو چھوڑ جاتا ہے تو حسب ضابطہ تقرر حالات میں سے ہر ایک کو پروبیٹ دینے کا عملدرآمد جاری ہے مگر میں اس اصول کو پوری طور سے نہیں سمجھ سکا جس کی بنا پر یہ عملدرآمد جاری ہوگیا ہے۔ میں اسقدر عرض کرنے کی معافی چاہتا ہوں کہ یہ عملدرآمد صحیح ہے اور اس سے یہ نتیجہ مستنبط ہوتا ہے کہ ایسے مہتمم ترکہ کے حق میں جو بطور خاص ایسی جائداد کیلئے مقرر کیا گیا ہو جو عدالت کے حد اختیار سے باہر ہو کوئی پروبیٹ منظور نہیں ہوسکتی تھی۔

جس حالت میں کہ وصیت نامہ اسی حد تک صحیح مانا جائے جہانتک کہ اس کا تعلق تقرر کے اختیار کی تعمیل سے ہے تو منظوری ایسی جائداد تک محدود رہے گی جسکے انتقال کا متوفی کو اختیار تھا مگر اس نے وصیت نامہ کے ذریعہ سے اس کو منتقل نہیں کیا، جب تک کہ اس سے وسیع تر منظوری کی تائید ضروری رضامندی سے نہ ہو۔ مقدمہ ٹرفنونڈ [۱۸۹۹] پی ۲۴۷ جج جیون نے جب ایک موصی متوطن ملک غیر نے دو وصیت نامے لکھے، ایک شخص کو اس اراضی کی بابت جو انگلستان میں واقع ہے اور باشندگان

انگلستان ہی کو مہتمم مقرر کرے، اور دوسرا ملک غیر کی جائداد اور اس ذاتی جائداد
کے متعلق جو انگلستان میں واقع ہے، اور اسکے لئے ملک غیر کا مہتمم مقرر کرے، تو عدالت ہائے
وصیت نامہ مقدم الذکر کے مہتموں کے حق میں اراضی موقوعہ انگلستان کی حد تک
منظوری عطا کرے گی، اور بقیہ کی منظوری (Cœterorum) ملک غیر کے مہتموں کو
دیجائے گی۔ مقدمہ وان برینو (۱۹۱۱) صفحہ ۱۷۴۔ ج، ایوانس [۳]

دفعہ ۳۔ جو مہتمم ترکہ بروے وصیت نامہ مقرر کیا گیا ہو، اور موصی کے
آخری ملک توطن کے قانون کی رو سے اس کی مدت ختم ہو گئی ہو، وہ انگلستان میں
کسی منظوری کا مستحق نہیں قرار پا سکتا۔

مقدمہ لیرنی دیلی بنام اندرسن (۱۸۶۰) ۲۔ ایس، وٹی ۲۴۔ ج، کریسول [۴]
متوفی کے آخری ملک توطن کے قانون کے لحاظ سے مہتمم ترکہ صرف ایک سال
قابض رہنے کا مستحق تھا۔ پروبیٹ وقت وفات سے ایک سال تک کیلئے
محدود عطا کی گئی تھی۔ مقدمہ گروس (۱۹۰۴) پی ۲۶۹۔ ج، گورل بارنس [۵]

دفعہ ۴۔ ملک غیر کے وصیت ناموں کے متعلق جن میں بصراحت مہتمان ترکہ
نہ مقرر کئے گئے ہوں، انگلستان کا عملدرآمد یہ ہے کہ جب وصیت نامہ میں کسی وارث کا ذکر
ہو تو بلحاظ استنباط بحیثیت مہتمم ترکہ اس کو پروبیٹ دی جاتی ہے، مگر موہوب لہ حقیقی کل
جائداد (Univesal legatee) کو صرف اجازت نامہ مع نقل وصیت کے ملتا ہے۔

مقدمہ ادلی فیئٹ (۱۸۶۰) ۳۰۔ ایل۔ جے (سلسلہ جدید) پی وایم ۸۲۔ ج،
کریسول [۶] مقدمہ گروس اور نیز دیکھو زیر دفعہ ۵ نسبت اس شکل کے جس میں
منظوری دیجائے گی [۷]

دفعہ ۵۔ بہ نظر دفعہ ۴ اگر کوئی وصیت نامہ نہیں ہے، یا وصیت نامہ کے
ذریعہ سے کوئی مہتمم مقرر نہیں ہوا ہے، اور نہ اس کے مضمون سے کسی کے تقرر کا منشا
ظاہر ہوتا ہے، تو دوسرے درجہ کے اشخاص مستحقین منظوری ہیں (جو ایسی حالت میں اہتمام ترکہ
کی ہو گی نہ کہ پروبیٹ کی) یعنی وہ لوگ شامل ہوں گے جو کہ بحیثیت ورثا، رشتہ داران قریب
یا موہوب لہ وصی کی توریث کے حق استفادہ (lienaficial successim) سے
غرض رکھتے ہیں، یعنی اس جائداد سے، جو بعد ادائے قرضہ و مصارف تجہیز و تکفین و اہتمام ترکہ

نج رہے۔ جن کو منظوری دیجائے گی ان کا انتخاب انگلستان کے عملدرآمد کے مطابق عمل میں
آئے گا؛ اس شرط کے ساتھ کہ حق استفادہ یا تصرف کا مسئلہ متوفی کے آخری توطن کے
ملک کے قانون کی طرف رجوع کیا جائے گا، جیسا کہ دفعہ ۵۹ کا منشا ہے۔

مقدمہ اسٹورٹ (۱۸۴۸) ۱۔ کر ہم ۔ ۹۰ ورجسٹر نیکال و نیز دیکھو مقدمہ
ایلیفینٹ زیر دفعہ ماقبل ۔

دفعہ ۷۶ اور جو شخص متوفی کے آخری توطن میں ان لوگوں کا نمایندہ
ہے جن کو توریث حق استفادہ سے تعلق ہے، مثلاً متوفی کی اولاد کا ولی، وہ انگلستان میں
اہتمام ترکہ کی اجازت کا مستحق قرار پائے گا۔

مقدمہ ہیاٹیکے (۱۸۶۰) ۱۰ ایس وی ۔ ۱۹ ۔ ج مکرنتل ۔

دفعہ ۷۷ تیسرے: اگر دفعات ماسبق کے مطابق کوئی شخص بھی مستحق نہ قرار
پائے تو منظوری بحق قرضخواہ دیجائے گی۔

مقدمہ ماژور (۱۸۲۸) ۱۔ ہیگ وانکلا ۔ ۹۴ ۔ ج نیکال ۔

دفعہ ۷۸ موصی، خواہ انگلستان کے توطن کی حالت میں فوت ہوا خواہ
ملک غیر کے توطن کی حالت میں، اجازت اہتمام ترکہ، بہ نقل وصیت نامہ یا ضمیمہ وصیت نامہ
جس کا تعلق صرف جائداد ملک غیر سے ہو، نہیں دیجا سکتی؛ اور نہ ایسے وصیت نامہ یا ضمیمہ
وصیت نامہ کی پروبیٹ مل سکتی ہے؛ جبتک کہ کسی دوسرے ایسے وصیت نامہ میں اس کا
شریک کرلیا جانا نہ ظاہر ہوتا ہو، جو انگلستان میں قابل پروبیٹ ہو۔ ایسی صورت میں
نہ صرف دونوں ایک دستاویز ہو جاتے ہیں، بلکہ انگلستان کے مہتمان ترکہ کی آگاہی
کیلئے بھی لازم ہو جاتا ہے کہ وصیت نامہ یا ضمیمہ وصیت نامہ متعلقہ پروبیٹ میں شریک
کر دیا جائے، تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان کو اس جائداد سے جس کا تصفیہ
دستاویزات مذکورہ سے ہو چکا ہے کوئی تعلق نہیں ہے۔

مقدمہ مرسے (۱۸۹۶) پی ۔ ۶۵ ۔ ج گورل بارنس میں صراحۃً یہ بیان
ہوا ہے کہ برخلاف اس کے وہ یہ ممکن ہے کہ ملک غیر کا وصیت نامہ انگلستان کے
وصیت نامہ کو شریک کرلے؛ اس صورت میں ملک غیر کا وصیت نامہ بلحاظ اپنے
اثر کے صرف جائداد ملک غیر تک محدود نہ رہے گا؛ اور پروبیٹ میں دونوں

شریک کر لئے جائیں گے۔ مقدمہ کوڈ (۱۸۶۷) ایل - آر - آئی - پی ڈی ایم ۴۴۹ میں جج وائلڈ نے مقدمہ اسپریٹ بنام ہیرس (۱۸۳۳) ۴ - ہیگ ٹنڈ اسسبی ۴۰۵ - جج نیکال کو منسوخ کر دیا۔ اور مقدمہ ونٹر (۱۸۶۱) ۳۰ - ایل - جے - (سلسلہ جدید) پی ڈی ایم ۵۶ - جج کراسویل۔ مقدمہ ہارس (۱۸۷۰) ایل آر ۲۰ - پی - ایم ۹۳ - جج ہیرآنسے۔ مقدمہ ڈی - لا ساسی (۱۸۷۳) ایل آر - ۳۰ - پی ڈی ایم ۲۴۲ جج ہنین۔ مقدمہ ہاڈون (۱۸۷۴) ۴۳ ایل - جے (سلسلہ جدید) پی ڈی ایم ۲۶ - جج ہنین۔ ان سب مقدمات میں دستاویزات متعلقہ انتقال جائداد ملک غیر بربنائے شمول قابل عطائے پروبیٹ متصور ہوئیں۔ اور آخر مقدمہ میں جج نے دوسری وجہ متذکرہ دفعہ ہذا ظاہر کی۔ جن صورتوں میں شمول کا عمل نہیں ہوتا، ایک حلف نامہ معہ نقل مصدقہ کے داخل کیا جاتا ہے، اور اس کا حوالہ اس وصیت نامہ کی پروبیٹ میں دیا جاتا ہے جو جائداد موقوعہ انگلستان کے متعلق ہوتی ہے۔ مقدمہ اسٹر (۱۸۷۶) ا - پی - ڈی - ۱۵۰ - جج ہنین۔ مقدمہ کالوے (۱۸۹۰) ۱۵ پی - ڈی ۱۴۷ - جج ربٹ نونیز ملاحظہ ہو۔ مقدمہ ڈیلاروا (۱۸۹۰) ۱۵ - پی - ڈی ۱۸۵ - جج ہنین۔ مقدمہ سٹیمین (۱۸۹۱) پی ۲۵۳ - جج جین۔ جس میں ایک ایسا حلف نامہ چاہا گیا جس سے معلوم ہو سکے کہ جو جائداد منقولہ کینیڈا کے وصیت نامہ میں درج تھی، وہ موصی کی وفات کے وقت کینیڈا میں موجود تھی، اور جو جائداد منقولہ انگریزی وصیت نامہ میں بتائی گئی تھی، وہ انگلستان میں موجود تھی۔ مقدمہ سر پی - اے - فریزر [۱۸۹۱] پی - ۲۸۵ - جج جین۔ مقدمہ ہیٹیلٹن [۱۸۹۴] پی ۲۹ - جج گورل بارنس۔

مقدمہ بولٹن (۱۸۸۷) ۱۲ پی - ڈی ۲۰۲ - جج ہنین میں دونوں وصیت ناموں کی جن کا تعلق جدا جدا انگلستان اور بلجیم کی جائداد سے تھا، پروبیٹ دیگئی، اگرچہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔ بلجیم کے مہتمم ترکہ نے وصیت برداری کر کے منظوری سے اتفاق کر لیا تھا۔

دفعہ ۷۹ قانون ۲۴ و ۲۵ وکٹوریہ کی فصل ۱۲۱ دفعہ ۴ میں یہ حکم ہے، کہ ملک غیر کی حکومت کے ساتھ باہمی معاہدہ، اور اس کے متعلق کونسل کا حکم ہو جانے کے بعد،

"جب کسی ایسی غیر سلطنت کی کوئی رعایا، ہز مجسٹی کے ممالک محروسہ میں مرجائے گی، اور اسکے مرنے کے وقت، وہاں کوئی ایسا شخص موجود نہ ہوگا، جو بربنائے حق متوفی کے متروکہ کا اہتمام کرسکتا ہو، تو سلطنت مذکور کے سفیر، نائب سفیر یا مختار سفارتخانہ، جو ہز مجسٹی کے اس حصہ ملک میں مقیم ہوں، جہاں کہ شخص مذکور فوت ہوا، مجاز ہونگے کہ متوفی کی ذاتی جائداد پر قابض ہوں، اور اس کو اپنی حفاظت میں لیں، اور اس کو متوفی یا متوفیہ کے دیون، اور مصارف تجہیز و تکفین کے ادا کرنے کے بعد، جو کچھ باقی رہجائے، وہ مستحقین کیلئے محفوظ رکھیں، بشرطیکہ ایسے سفیر، نائب سفیر یا مختار سفارتخانہ کو لازم ہوگا کہ فوراً عدالت مجاز میں متوفی مذکور کی جائداد سے کیلئے سند اہتمام ترکہ کی درخواست پیش کرے، جو اس طور سے اور اس عرصہ کیلئے، جس کو عدالت مناسب تصور کرے، ان کو دیجائے گی۔"

دفعہ ۶۹ الف - یورپ کی بڑی لڑائی کے زمانہ میں، عام امین کو یہ اختیار دیا گیا تھا کہ وہ غیر ملک کے دشمنوں کی اس جائداد کو اپنی حفاظت میں لے، جو بذریعہ وصیت یا غیر وصیت کے ان کو پہونچی ہو، اور اس کو اختیار دیا گیا تھا کہ وہ، دشمن کے قریب تر رشتہ دار کیلئے اجازت اہتمام ترکہ حاصل کرے۔ مقدمہ جے سف (۱۹۱۵) پی ۶۸۔ نج، وتین کا مقدمہ گرنٹ و اوڈل (۱۹۱۵) پی ۱۲۶۔ نج، ایوانس کا مقدمہ سامان رلف (۱۹۲۰) نج لارڈ جسٹس بیک کا آرڈر صلح ہوجانیکے بعد، عام امین کی نسبت یہ قرار پایا کہ اس کو یہ حق بھی ہے کہ وہ ایسی رعایا جرمنی کی جائداد موقوعہ انگلستان سے متعلق جو جرمنی میں متوطن ہو، بلا لحاظ مہتمان و ورثا وحق استفادہ beneficiaries مقیم جرمنی کا کل اجازت نامہ اہتمام ترکہ حاصل کرے۔ اس جملہ جائداد پر مصارف حساب خانہ Clearing House عائد کئے جائینگے۔ مقدمہ وان ڈم بوشی (۱۹۲۱) ڈبلیو وایں ۷۵۹ نج، ڈویک ٹو

صحت وصیت ناموں جات متعلقہ جائداد شخصی

دفعہ ۷۰ دستاویز کی وصیتی حیثیت اور اس کے بطور وصیت نامہ یا ضمیمہ وصیت کے جواز کے بارہ میں، نہ صرف تکمیل شکل، بلکہ ہر حالت کے متعلق جس پر

وصیت نامہ کی صحت کا انحصار ہو۔ انگریزی عدالتیں اس فیصلہ کا اتباع کریں گی جو اس ملک میں حاصل کیا گیا ہو جو موصی یا بینہ موصی کا آخری مقام توطن تھا۔ دفعہ ۱۶ الف کی صورت میں یہی ملک اس کی قومیت کا ملک سمجھا جائے گا۔

پروبیٹ یا سند اہتمام ترکہ مع دستاویز،[a] ایسے فیصلے کی بنا پر عطا کی گئی ہو جو ملک توطن میں حاصل کیا گیا تھا۔ مقدمہ میر بنام نسبتھ (۱۸۱۹) ۲ - ایڈ - ۲۵ - جج، نیکال؛ ومقدمہ کوسناہن (۱۸۶۹) ایل آر، آئی - پی وایم ۳ ۱۸ ۱ - جج واٹیلڈ؛ ومقدمہ طر بنام جمیس (۱۸۷۲) ایل - آر - ۳ - پی وایم - ۴ - جج، ہتینن کو آخر مقدمہ میں فوز عقل اور داب ناجائز کا عذر کیا گیا تھا مگر عدالت نے اپنے آپ کو اس فیصلہ کا پابند رکھا جو ملک توطن میں بہ تائید وصیت نامہ حاصل کیا گیا تھا۔ یہ عذرات اس ملک کی عدالت میں نہیں کئے گئے تھے۔؛

پروبیٹ یا سند اہتمام ترکہ مع دستاویز کے ایسے فیصلہ کی بنا پر جو ملک توطن میں حاصل کیا گیا تھا، نامنظور یا منسوخ کیا گیا۔ مقدمہ میر بنام نسبتھ (۱۸۲۱) ۲ - ایڈ - ۲۵ - جج نیکال، پروبیٹ منسوخ ہوا۔ مقدمہ مور بنام ڈارل (۱۸۳۲) ۴ - ہیگ مذہبی ۳۴۶ - جج نیکال؛ لینی ویلی بنام اینڈرسن (۱۸۶۰) ۲ - ایس وٹی - ۲۴ - جج، کراستول؛

انگلستان کا یہ قاعدہ کہ ازدواج سے وصیت منسوخ ہو جاتی ہے، قانون ازدواج کا ایک جز ہے نہ کہ قانون وصیت کا، اور اس کا استعمال ایسی حالت میں ہو گا جبکہ ازدواجی توطن، انگلستان کا ہو بلا لحاظ آخری توطن کے۔ مقدمہ مارٹن و لوشالن بنام لوشالن [۱۹۰۰] پی - ۲۱۱ - میں تمام جج، یعنی، لنڈلے رگبی و اگہان و ریمس سب اس بارہ میں متفق الرائے تھے۔ ایک انگلستان کی متوطن عورت نے بحالت توطن انگلستان، ایک وصیت نامہ لکھا، اور ایک ایسے مرد سے نکاح کیا جس کا توطن اسکاٹ لینڈ کا تھا۔ اسکاٹ لینڈ کے قانون میں وصیت نامہ نکاح سے منسوخ نہیں ہوتا، اسلئے اس کا لکھا ہوا وصیت نامہ منسوخ نہیں ہوا۔ مقدمہ ویسٹر مین بنام شوب [۱۹۰۵] ۴۲ - اسکاچ لا رپورٹر ۱۹۱؛

دفعہ ۱۸ - بایں ہمہ، یہ کہا جاتا ہے کہ جب عدالت ملک توطن نے،

کسی دستاویز کی نسبت یہ فیصلہ کیا ہو کہ وہ وصیتی اغراض سے مرتب ہوئی ہے، تو جو اعتبار اس فیصلہ کا حسب دفعہ بالا کیا جاتا ہے، وہ محض اس بنا پر ہوتا ہے کہ وہ قانون توطن کا قطعی ثبوت ہے، اور اسلئے محض فیصلہ کا پیش کر دینا کافی نہیں ہے، بلکہ تکمیل کنندگان دستاویز کا یہ بیان ہونا چاہیئے کہ اس کی تکمیل، قانون توطن کے مطابق عمل میں آئی ہے۔

مقدمہ ایشر ووڈ بنام بیتھیم (۱۸۶۲) ۷۔ ایل۔ ٹی۔ (سلسلہ جدیدہ) ۲۵۰۔

ج، اکراصول ۵

دفعہ ۸۲ برخلاف اس کے، جب اصل دستاویز انگریزی میں ہو اور اس کا ترجمہ، عدالت ملک توطن میں ثابت ہو چکا ہو تو اگر دفعہ ۸۰ کے اصول پر اعتبار کیا جائے، تو جو کچھ حاصل ہو سکتا ہے، وہ صرف اہتمام ترکہ کا اجازت نامہ معہ ترجمہ نسخے ہوگا؛ اگرچہ اصل کی بابتہ اس امر کے ثابت کرنے پر، کہ وہ قانون ملک توطن کے مطابق جائز ہے، پروبیٹ دیا جائیگا۔

مقدمہ ڈی ویگنے (۱۸۶۵) ۴۔ ایس و ٹی۔ ۱۴۰۔ ج اور انگلینڈ؛ مقدمہ کلارک (۱۸۶۷) ۳۶۔ ایل۔ جے (سلسلہ جدیدہ) پی و ایم ۷۲۔ ج، و انگلینڈ؛ استدراک (۱۸۷۸) ۳۔ پی۔ ڈی ۷۶۔ ج بینن ۵

اس کو دفعہ ۸۱ سے مطابق کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اگر ملک غیر کا فیصلہ، صرف اس امر کا ثبوت ہے کہ اس کی تکمیل، قانون توطن کے مطابق ہوئی ہے، تو جس کی صحیح تکمیل کی تصدیق ہوتی ہے، وہ اصل دستاویز ہے، اور اس بنا پر یہ حجت کیجا سکتی ہے کہ ملک غیر کے فیصلہ کی بنا پر، انگلستان میں اصل کی پروبیٹ یا اجازت اہتمام ترکہ معہ نقل اصل کے دیا جانا چاہیئے تھا۔

اگر اصل وصیت نامہ غیر زبان میں ہو تو انگریزی عدالتیں اس کے ترجمہ کی پروبیٹ نہیں دیں گی؛ مقدمہ ٹچی ۱۴۔ ایل۔ ٹی۔ ۵۲۹۔ ج بینن ۵

دفعہ ۸۳ اگر دستاویز کی وصیتی حیثیت یا اس کا وصیت نامہ جائز ہونا، موصی کی آخری توطن کے ملک میں زیر بحث ہو تو انگلستان میں پروبیٹ کا دیا جانا اس کارروائی کے نتیجہ کے انتظار میں ملتوی رکھا جائیگا۔

مقدمہ میر بنام نسبتھ (۱۸۳۱) ۲۔ ایڈ۔ ۲۵۰۔ ج نیکال؛ مقدمہ ڈی بونول

118

بنام ڈی بونیوال (۱۸۴۸) ۱۔کر۔ ۸۵۶۔ ج جینر

دفعہ ۸۴ انگریزی عدالتیں ملک توطن کی عدالتوں کا اس مسئلہ میں بھی اتباع کریں گی کہ آیا دو دستاویزیں بحیثیت وصیت نامہ اور ضمیمہ وصیت نامہ کے پروبیٹ میں قبول کیئے جانے کے قابل ہیں یا دونوں ملکر متوفی کی وصیت کا اظہار کرتی ہیں؟

لارینٹ بنام سنڈری (۱۸۲۸) ۱۔ہیگ۔ نمبر ۳۸۲ ج ، نیکال

دفعہ ۸۴ الف اگر موصی کا توطن انگلستان کا ہو تو انگریزی عدالتیں قانون ملک غیر کے متعلق شہادت لیکر خود اس امر کا فیصلہ کریں گی کہ آیا دستاویز پر اس مقام کے قانون کی رو سے جہاں وہ مرتب ہوئی جائز وصیت نامہ کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں؟

مقدمہ لن بنام ڈی لافریٹی [۱۹۱۰] ۲ ۱۰۔ ایل۔ ٹی ۱۴۲ ج ، آیو

دفعہ ۸۵ جب انگریزی عدالتوں کو موصی کے آخری توطن کے ملک کے کسی فیصلہ سے کوئی مدد نہ ملتی تھی تو اس کی نسبت قدیم قاعدہ یہ تھا کہ دستاویز مرتبہ کی وصیتی حیثیت اور اس کے جواز کا تصفیہ توطن کے ملک کے قانون سے کیا جانا چاہیئے مگر اب قانون وکٹوریہ ۲۴ و ۲۵ فصل ۱۱۴ دفعہ ۳ کی رو سے جو عموماً لارڈ کنگس ڈاؤن کے ایکٹ کے نام سے موسوم ہے یہ قرار پایا ہے کہ "کوئی وصیت نامہ یا دوسری وصیتی دستاویز کاتب دستاویز کے بعدہ تبدیل توطن سے منسوخ یا ناجائز نہیں قرار پائے گی ، اور نہ اس کی تعبیر میں کوئی تغیر کیا جائے گا۔" اور دفعہ ۴ کی رو سے "یہ ایکٹ صرف ان لوگوں کے وصیت ناموں اور دوسری وصیتی دستاویزوں تک محدود رہے گا جو اس ایکٹ کے نفاذ (۶ر اگست سنہ ۱۸۶۱ء) کے بعد فوت ہوئے ہیں۔" اس لئے آئندہ موصی یا ان لوگوں کی لکھی ہوئی دستاویز جو تاریخ متذکرہ بالا کے بعد فوت ہوں جائز وصیتی دستاویز متصور ہو گی بشرطیکہ وہ موصی کے آخری توطن یا اس توطن کے مقام کے قانون کے مطابق ہو جو تحریر دستاویز کے وقت تھا۔ اور یہ امر ضرور ہے کہ وہ ان دونوں قوانین میں سے کسی ایک قانون کے مطابق ہو بشرطیکہ مقدمہ ان مستثنیات میں نہ داخل ہوتا ہو جن کا ذکر دفعات ۷۸ و ۸۹ میں کیا گیا ہے۔[1]

[1] دفعہ ۳ کی اس تعبیر پر تیمی نے (پولرائزر ڈ لا صفحہ ۹) بحث کی ہے لیکن یہ قرار دینا قرین عقل نہیں معلوم ہوتا کہ ایک وصیت نامہ محض شکل کی بناء پر جو تبدیل توطن کی وجہ سے واقع ہونا جائز ٹھہرے اور جو کہ اسکے مضمون میں السی تبدیل توطن سے کوئی تغیر نہ ہوا ہو۔

قدیم قاعدہ کیلئے دیکھو، مقدمہ اسٹینلی بنام برنس (۱۸۳۱) ۳ ہیگ۔ مذہبی
۴۸۴ عدالت نمایندگان جس کے صدر نشین بظاہر پارکے تھے جن کو بعدہ
لارڈ وینسلے ڈیل کا خطاب ملا تھا۔ اسی مقدمہ (۱۸۴۰) ۲ ہیگ۔ مذہبی ۲، ۳
کو جسٹس نیکال نے منسوخ کر دیا؛ انھوں نے مخلوط اور مختلف وجوہ کی بنا پر ایسے
ضمیمہ وصیت نامہ کے متعلق جو حسب قانون ملک توطن نہیں مرتب ہوا تھا،
پروبیٹ کا دینا منظور کر لیا؛ اور موصی کی پولٹیکل قومیت اور جائداد متروکہ (زر نقد
انگلستان کے سرمایہ میں) کے وقوع اور اس فرضی تفریق سے جو قانون ملک
توطن کی توقیر میں وصیتی اور غیر وصیتی مقدمات میں کیجاتی ہے، بحث کی۔ سر جان
نیکال نے مقدمہ کرلنگ بنام تھارٹن (۱۸۲۳) ۲ ایڈ۔ ۶۰ میں اسی کے قریب
قریب رائے کا اظہار کیا تھا۔ نیز ملاحظہ ہو مقدمہ ڈی زیکی تیرارتس بنام ہارٹفورڈ
(۱۸۴۳) ۳ کرہ ۴۸۶ جس میں جج جینر فسٹ نے (۱۸۴۴) مقدمہ موسومہ کروکر بنام
ہارٹفورڈ ۴ مو۔ پی وسی ۳۳۹ جج لوشنگٹن کی تائید کی؛ اس مقدمہ میں مقام
تکمیل اور جائداد منقولہ کے مقام وقوع کو وصیت نامہ کی شکل کے متعلق بنیاد فیصلہ
قرار دینے سے انکار کیا گیا تھا؛ اور مقدمہ بیج بنام ڈونوان (۱۸۵۷) ڈین ۲۷۰
جج ڈاڈسن جس میں قانون مقام تکمیل Lex loci actus کا حوالہ تک نہیں
دیا گیا۔ مقدمہ شاہزادہ۔ پی۔ جی اولڈنبرگ (۱۸۸۴) ۹ پی۔ ڈی ۲۳۴ جج بٹ
میں شاہی خاندان کے مخصوص قانون کی رو سے یہ قرار پایا کہ اس خاندان کے ایک
رکن کی کونسی دستاویز بحیثیت وصیت نامہ پروبیٹ میں قبول ہو سکتی ہے۔
لارڈ کنگسڈاون کے ایکٹ کی دفعہ ۳ صرف انگریزی رعایا تک محدود
نہیں ہے، باوجودیکہ ایسی رعایا کا ذکر ایکٹ کی تمہید میں کیا گیا ہے؛ مقدمہ گروس
[۱۹۰۴] پی۔ ۲۶۹۔ جج اگورل بارنس۔

دفعہ ۸۶ دفعہ ۸۵ کا قدیم اور جدید قاعدہ شکل تکمیل تک محدود نہیں ہے؛
بلکہ ہر اس کیفیت پر حاوی ہے جس پر وصیت نامہ کی صحت کا انحصار ہو سکتا ہے، بہ استثناء
موصی کی قابلیت کے جس کا تصفیہ جدید قاعدہ سے بھی اس کے اس ذاتی قانون سے
ہوتا رہیگا جو بروقت وفات تھا۔ اس طور سے جدید قاعدہ کے مطابق اگر موصی نے،

تبدیل توطن کے بعد نکاح کیا ہے، اور اس کے آخری توطن کے قانون کے لحاظ سے، اس کا نکاح ناسخ وصیت ہے، لیکن اس قانون توطن کے لحاظ سے، جو بروقت تکمیل وصیت نامہ تھا، ایسا نہیں ہے، تو وصیت نامہ منسوخ نہ ہوگا۔

مقدمہ ریڈ (۱۸۶۶) ایل آر آئی - پی - ایم - ۴ - ۷۰ جج بوائلٹ؛ و مقدمہ گروس [۱۹۰۴] ۲۶۹ جج، گورل برنس اور نیز ملاحظہ ہو مقدمہ مارٹن و مقدمہ ویسٹر بین بنام شوب، جس کا ذکر زیر دفعہ ۸۰ ہو چکا ہے؛

دفعہ ۸۶ (الف) جب موصی، وصیت نامہ مرتب کرنیکے بعد اپنا توطن بدل دیتا ہے، اور جدید توطن سے اسکی وصیتی قابلیت میں توسیع ہو جاتی ہے، اور وہ اپنی کل ذاتی جائداد منتقل کر سکتا ہے، تو اس کی کل جائداد کا انتقال، بہ استثناء اس جائز حصہ کے جس کے بروقت انتقال، رشتہ دار مستحق ہو سکتے ہیں، جملہ جائداد شخصی کے متعلق جائز متصور ہوگا۔ مقدمہ گروس نمبر ۲ [۱۹۱۵] اے چانسری ۲، ۵۰ جج سرجنٹ۔

اس موقعہ پر، جو بحث تھی، وہ وصیت نامہ کی تعبیر کے متعلق نہ تھی اگر ایسا ہوتا تو توطن کا وہ قانون، جو کہ تکمیل وصیت نامہ کے وقت تھا، نافذ قرار پاتا (دیکھو صفحہ ۱۸۱ آئندہ) بلکہ بحث، وصیت نامہ کے ذریعہ سے منتقل کرنے کی قابلیت سے متعلق تھی، جس کا تصفیہ، اس ذاتی قانون سے ہوتا ہے، جو وفات کے وقت تھا؛

دفعہ ۸۷ ہر وصیت نامہ اور ہر دوسری وصیتی دستاویز، جس کی تکمیل کسی انگریزی رعایا نے سلطنتہائے متحدہ میں کی ہو، خواہ تکمیل دستاویز کے وقت یا کاتب دستاویز کی موت کے وقت اس کا توطن کسی مقام کا ہو، جہاں تک اس کا تعلق ذاتی جائداد سے ہوگا، صحیح طور سے مرتب شدہ قرار پائے گی، اور انگلستان اور آئرلینڈ میں پروبیٹ اور اسکاٹ لینڈ میں تصدیق کے لئے قبول کیجائے گی، بشرطیکہ وہ اس قانون کے مطابق مرتب ہوئی ہو، جو اس وقت سلطنتہائے متحدہ کے اس حصہ میں نافذ ہو، جہاں دستاویز مذکور مرتب ہوئی"۔ قانون ۲۴ و ۲۵ وکٹوریہ، فصل ۱۱۴، دفعہ ۲ یہ قانون ان مقدمات میں جن میں وہ کام میں لایا جاتا ہے، دفعہ ۸۵ کے قاعدہ میں مقام تعمیل کی ایک تیسری صورت alternative کا اضافہ کر دیتا ہے، جو تکمیل نمونہ تک محدود ہے، نہ کسی اور امر کے متعلق، جس پر وصیت نامہ کی صحت کا انحصار ہو۔ اس کے نفاذ کی تاریخ کے لئے ملاحظہ ہو دفعہ ۸۵،

جس کا حوالہ دفعہ ۸۵ میں دیا جا چکا ہے۔

دفعہ ۸۸ "ہر وصیت نامہ اور ہر وصیتی دستاویز جس کی تکمیل کسی انگریزی رعایا نے بیرون سلطنتہائے متحدہ کی ہوگی، خواہ تکمیل دستاویز کے وقت یا کاتب دستاویز کی موت کے وقت اس کا توطن کہیں کا ہو، جہاں تک کہ اس کا تعلق، ذاتی جائداد سے ہوگا، انگلستان اور آئرلینڈ میں پروبیٹ اور اسکاٹ لینڈ میں تصدیق کی غرض سے قبول کئے جانے کے لئے صحیح مرتب شدہ قرار پائے گی، بشرطیکہ وہ حسب نمونہ محکومہ قانون مقام تکمیل دستاویز یا قانون توطن جو تکمیل دستاویز کے وقت تھا یا اس قانون کے مطابق ہو جو ہز مجسٹی کے ممالک محروسہ کے اس حصہ میں جہاں اس کا پیدائشی توطن Domicile of origin ہے نافذ تھا، مرتب ہوئی ہو" قانون ۲۴ و ۲۵ وکٹوریہ فصل ۱۱۴ دفعہ ۱: اس ایکٹ کے اجزا سے ان مقدمات میں جن میں وہ کام میں لایا جاتا ہے، دفعہ ۸۵ کے جدید قاعدہ میں دو اور صورتوں یعنے "قانون مقام تکمیل" اور "قانون مروجہ توطن پیدائشی بر وقت تکمیل دستاویز" کا اضافہ ہوگیا ہے اس کا تعلق صرف دستاویز کی شکل سے ہے، نہ کسی دوسری حالت سے جس پر وصیت نامہ کی صحت کا انحصار ہو۔

قانون متذکرہ دفعات ۸۷، ۸۸ و ۸۹ ان لوگوں کے وصیت ناموں سے متعلق کیا گیا جنھوں نے انگریزی رعایا ہونے کے حقوق حاصل کر لئے تھے۔ مقدمہ گالے (۱۸۷۶) ۱۔ پی۔ ڈی ۴۲۰۔ جج ہینن (متعلقہ دفعہ ۸۷)۔ و مقدمہ لیکراسک (۱۸۷۷) ۲۔ پی۔ ڈی ۹۔ جج ہینن (متعلقہ دفعہ ۸۸)؛ مقدمہ مقدم الذکر کا فیصلہ دفعہ ۸۵ کے جدید قاعدہ کی رو سے اور موخر الذکر کا فیصلہ بھی اسی قاعدہ سے بشرکت قاعدہ متذکرہ دفعہ ۸۹ ہو سکتا تھا، جو ایکٹ سنہ ۱۸۷۰ء میں حقوق باشندگان ملک، غیر اشخاص کو دیئے جانے (Naturalization) کے متعلق جاری ہوا، اسکے دفعہ ۲ کی رو سے یہ قوانین ملک غیر کے اشخاص کے وصیت ناموں سے متعلق نہیں کئے گئے؛ مقدمہ بولاکرم بنام فیوری (۱۸۸۲) ۸۔ پی۔ ڈی ۱۰۱۔ جج ہینن جس کی تائید، ہیلسبورن۔ کالرج اور کاٹن نے (۱۸۸۴) ۹۔ پی۔ ڈی۔ ۱۲۰ میں کی۔ اور نہ یہ قواعد ضمنی تجویز ہے (انگریزی قومیت کے ایکٹ سنہ ۱۹۱۴ء کی دفعہ ۱۷ کی رو سے اُن سے متعلق ہو سکتے ہیں، کیونکہ وہ حق ان کو بصراحت نہیں عطا ہوا ہے)، اور لارڈ کنگس ڈاؤن کے ایکٹ

کے دفعہ میں بصراحت انگریزی رعایا ہونا مشتہر ہوا ہے۔ نہ تو قاعدہ کو ان لوگوں کے
وصیت ناموں سے تعلق ہے، جو بپیدائش کے لحاظ سے انگریزی قومیت رکھتے
تھے مگر بعدہٗ وہ انسے زائل ہوگئی مقدمہ وال بورگس (۱۸۸۱) ۶ پی۔ ڈی ۲۱۱۔
نج ہینن۔ بنا برعلیہ ان لوگوں کے وصیت ناموں کا جسب قانون توطن جو ترتیب
دستاویز کے وقت یا کاتب کی موت کے وقت تھا، مرتب ہونا ضرور ہے۔

دفعہ ۸۹ دفعات ۸۵، ۸۶، ۸۷ و ۸۸ کی تعبیر میں ملک غیر کے اس قانون
میں جس کی روسے ایک وصیت نامہ کا جواز ثابت ہوتا ہے قانون بین الاقوام جیسا کہ اس
ملک میں اختیار کیا جاتا ہے شریک ہے۔ اس طور سے اگر ملک مذکور میں ایک وصیت نامہ
اس بنا پر جائز قرار پائے کہ وہ کسی دوسرے قانون مثلاً قانون مقام تکمیل یا توطن کے سیاسی
قومیت کے قانون کی محکومہ شکل میں مرتب ہوا ہے تو ایسی تکمیل ان اشکال کے لحاظ سے
قانون توطن کے مطابق متصور ہوگی، اگرچہ وہ قانون توطن کی محکومہ شکل میں نہ ہو۔

دیکھو وہ مقدمات جن کا ذکر صفحہ ۲۹ پر ہوا ہے، مقدمہ کالیر بنام ریواز۔
وفریر بنام فریر۔ وبریمر بنام فریمین، و مقدمہ براون سیکوارڈ جس میں قرار پایا کہ یہ
تعبیر دفعہ ۸۵ کے قدیم قاعدہ اور مقدمہ لیکرائس اور دفعہ ۸۸ سے بھی متعلق ہے۔

دفعہ ۹۰ ان تمام صورتوں میں جن میں دفعات ۸۵، ۸۶، ۸۷ کے لحاظ سے
اشکال علی سبیل البدل بتائے گئے ہیں، عدالت ایک وقت میں صرف ایک ملک کے قانون پر
لحاظ کرے گی، اور دو ممالک کے قانونی اصول کو مخلوط نہ ہونے دیگی۔

مقدمہ میشیل بنام بلڈر (۱۸۶۹) ایل آر۔ آئی۔ پی و ایم ۲ ۶۲۳۔ نج، نیز آنسے۔

دفعہ ۹۱ جب ایک دستاویز کا یہ مقصد ہو کہ اس کے ذریعہ سے حسب
وصیت تقسیم جائداد کے اس اقتدار Power[1] کا نفاذ ہو، جو خود کاتب دستاویز کو

---

[1] لفظ پاور Power جو اس دفعہ اور اسکے مابعد دفعات میں استعمال ہوا ہے۔ انگریزی قانون
کی ایک مخصوص اصطلاح ہے۔ "پاور" وہ طریقہ ہے جس کے ذریعہ سے ایک مخصوص شخص بلا معمولی طریقہ عطا یا
انتقال، یا وصیتی انتقال کے کسی جائداد کا مالک قرار دیا جاتا ہے۔ دیکھو اصطلاحات قانونی مولفہ مسٹر ریلی
نزدیکم۔ مترجم۔

کسی دوسری ایسی دستاویز کی بنا پر جو انگریزی قانون میں جائز سمجھی جاتی ہے، حاصل ہوا ہو، تو ایسی دستاویز پر پروبیٹ کیلئے منظور ہونی چاہیئے، یا اس کے متعلق، اجازت نامہ اہتمام ترکہ مع دستاویز کے دیا جانا چاہیئے؛ باوجودیکہ ان صورتوں میں سے کسی صورت میں بھی کاتب دستاویز کو کوئی وصیتی قابلیت بجز اس کے کہ وہ اس اقتدار کا موہوب لہ ہے، حاصل نہ ہو۔

پروبیٹ اس صورت میں دیجائے گی جبکہ دستاویز اس نمونہ کے مطابق ہوگی، جو نمونہ جائز وصیت نامہ کی حیثیت پیدا کرنے کیلئے از روئے قانون مذکور یا دوسرے قوانین کی رو سے جو حسب دفعات سابق، معمولی موصی پر نافذ ہوتے ہیں، لازم قرار پایا ہو۔

بارنس بنام وِنسنٹ (۱۸۴۶) ۵ مو۔ پی۔ سی ۲۰۱ نج، بروہام۔ بکلا۔ کاٹن ہام۔ کمبل۔ نائٹ بروس، پرائیوی کونسلر کا اتفاق جنھوں نے بحث سماعت کی ہے اور اینسٹی ہرسٹ، دسگاٹن کی بحث جس پر فیصلہ صادر ہوا، بروہام نے صفحہ ۲۱۰ پر نقل کی ہے۔

شخصی قانون بین الاقوام کا کوئی سوال اس مقدمہ میں پیدا نہیں ہوا، مگر قرار یہ پایا کہ انگلستان کی ایک منکوحہ عورت کا وصیت نامہ، جو انگلستان کے وصیتی نمونہ کے مطابق ہو، بلا دریافت اس امر کے کہ آیا ان مخصوص ضوابط کی پابندی بھی کیگئی ہے یا نہیں، جو اس اقتدار سے عائد ہوتے ہیں، جس کی تعمیل میں وہ مرتب ہوا ہے، پروبیٹ کے لئے منظور ہونا چاہئے۔ اور نیز یہ کہ جو تاریخ وصیت نامہ کی ہے، وہ اس کے فیصلہ میں، وصیت کے ایکٹ سے مدد لیجانے کی مانع ہے۔ اس ایکٹ سے اب انگلستان کے قانون کا یہ قاعدہ قرار دیا گیا ہے کہ انگلستان کے عام وصیتی نمونے ان مخصوص ضوابط کے قائم مقام ہو جاتے ہیں، جو وصیت کے ذریعہ سے اقتدارات کی تعمیل میں عائد ہوتی ہیں۔ فیصلہ کا اصول یہ تھا کہ پروبیٹ دینے سے دستاویز کے نمونہ کی بنا پر انکار نہ کیا جانا چاہیئے؛ ایسی صورت میں کہ اسی نمونہ کے ساتھ، معمولی وصی کو پروبیٹ کا دیا جانا لازم ہو، اس اصول کا جو اثر شخصی قانون بین الاقوام پر پڑتا ہے، اس سے بھی لارڈ بروہام نے بحث کی ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۱۷ دی ہوم آفس بنام ہارکنس (۱۸۶۵) ۲۴ مرسو۔ ہم ۳۲۴ نج، رائلے مقدمہ مذکور میں اسی اصول کے

بین الاقوامی استعمال کا موقعہ پیش آیا۔ ایک منکوحہ عورت کا وصیت نامہ جو ایکٹ وصیت کے نفاذ کے بعد بر بنائے ایک انگریزی اقتدار کے مرتب ہوا تھا، انگریزی نمونہ کے مطابق نہ تھا۔ اگرچہ اسکے آخری توطن کے قانون کے لحاظ سے باضابطہ تھا۔ وہ بظاہر بغیر کسی عذر کے مُصدق Proved ہوچکا تھا اور اقتدار کی صحیح تعمیل قرار پاچکا تھا لیکن مقدمہ ڈالفن بنام رابنس (۱۸۵۹) ۷۔ ایچ۔ ایل ۴۱۹ - میں لارڈ کرینورتھ نے اپنی رائے میں اس اصول سے اختلاف کی طرف رجحان ظاہر کیا؛ اس میں مقدمہ بارنس بنام ونسنٹ کا حوالہ دیا جانا ظاہر نہیں ہوتا ہے تو ایسی دستاویز میں جس سے اقتدار کا خواہ وہ عام ہو یا خاص وجود میں آنا پایا جاتا ہو، وصیت نامہ کی تعریف میں ہر ایسا نوشتہ داخل ہے جو انگلستان کے قانون میں وصیت نامہ تسلیم کیا جاتا ہو، اگرچہ اس کی تکمیل انگلستان کے قانون کے مطابق نہ ہوئی ہو۔ (مقدمہ تھیک وکنس [۱۹۱۷] ۱۔ چانسری ۶۲۰ جج، سارجنٹ) کو بعض لوگوں نے اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ ایکٹ وصیت کی دفعہ ۱۰ کا لحاظ کرتے ہوئے اقتدار کی صحیح تعمیل اسوقت تک نہیں متصور ہوسکتی ہے جبتک کہ اقتدار کے مندرجہ شرائط یا ایکٹ وصیت کے بینہ ضوابط کی تکمیل نہ ہوگئی ہو۔ مقدمہ اوقاف کووان (۱۸۸۳) ۲۵۔ چانسری ڈویژن ۲۷۲ جج، کے ئے، مقدمہ ہول بنام ہول [۱۸۹۰] ۱۔ چانسری ۲۴۲۔ جج، کیکویچ لیکن بعد کے اکثر مقدمات میں ان رایوں کی صحت کی نسبت شبہہ ظاہر کیا گیا ہے، اور اس لئے وہ صحیح نہیں قرار دیجاسکتیں جس صورت میں وصیت نامہ آخر توطن کے قانون کے لحاظ سے باضابطہ ہوگا تو اس سے مقدمہ ڈی ہوراسٹ بنام بارنس کا اصول متعلق کیا جائیگا — نہ صرف عدالت پروبیٹ کی کارروائی میں بلکہ دستاویز کو حسب وصیت نامہ تقسیم جائداد کے سادے اقتدار کی صحیح تعمیل قرار دینے میں بھی؛ مقدمہ پرائس ومقدمہ توطن بنام لٹیر (۱۹۰۰) ۱۔ چانسری ۴۴۲ جج، اسٹرلنگ؛ قبل ازیں یہ قرار پایا تھا کہ وصیت نامہ صرف بلحاظ تعمیل کے جائز متصور ہوتا ہے، جبکہ وہ ایکٹ وصیت کے دفعہ ۲۷ کی مدد کے بغیر ایسا سمجھا جاسکتا ہو۔ دفعہ مذکور کی رو سے عام ہبہ وصیتی کرنا عام اقتدار کی صحیح تعمیل قرار پاتی ہے۔ ڈی ایسٹ کے تملیک نامہ

امانت کا مقدمہ، ویوالٹر بنام ڈومی ایسٹ [١٩٠٣] ١- چانسری ٥٠٩ - جج بکلے،
جس کا اتباع مقدمہ شولفیلڈ وشولفیلڈ بنام سینٹ جان [١٩٠٥] ٢ چانسری
٥٠٨ جج کیکوچ میں کیا گیا جس میں صرف شرائط پر اتفاق کیا گیا تھا [١٩٠٧]
١- چانسری ٣٤٦ لیکن اگر اس صورت میں وہ دستاویز جس کی بنا پر
اقتدار دیا گیا ہے بخصوص ضوابط کی ہدایت کرتی ہے جن کی تعمیل نہیں ہوئی ہے،
تو عدالت اس نقص تعمیل کو اقتدار وصیت دینے والے کی اولاد کے فائدہ
کے لئے معاف کردیگی۔ مقدمہ واکر یکال بنام بروکس [١٩٠٨] ١- چانسری -
٥٦٠ - جج جوائس مگر یہ شرط اب قائم نہیں ہے"

آخری فیصلہ جات کا رجحان اس طرف ہے کہ اقتدار ذریعہ وصیت کی تعمیل میں،
جہاں تک ممکن ہو مدد دیجائے۔ جو اصول مقدمہ سمسن و کاٹس و کمپنی بنام چرچ مشنری
سوسائٹی [١٩١٦] ١- چانسری ٦٢ ٥ جج نیول میں قائم ہوا اور جس کا اتباع مقدمہ
ولکنسن کی تملیک [١٩١٧] ١- چانسری ٦٢٠ - جج اسارجنٹ میں کیا گیا، وہ یہ ہے
کہ ایسی عطا (gift) جو موصی کے قانون توطن کے لحاظ سے جائداد منقولہ
کی عام وصیتی bequest متصور ہوتی ہو، عام اقتدار تقسیم جائداد کا نفاذ بھی سمجھی جائیگی جب تک کہ
وصیت نامہ سے اس کے خلاف منشا نہ ظاہر ہوتا ہو۔ علاوہ ازیں جب قانون
ملک غیر میں اس امر کا اختیار ہو کہ کوئی موصی ایسی جائداد کو جو اس کی ملک نہ ہو وصیت
کے ذریعہ سے تقسیم کر سکے" تو جس طرح ایک انگریزی وصیت کی تعبیر کیجاتی ہے اسی طرح
اس ملک غیر کی وصیت کی تعبیر کی جائے گی، اگر وصیت مذکور بلحاظ اقتدار کے
جائز ہے"۔

اس طور سے ایکٹ وصیت ١٨٣٧ء کی دفعہ ٢٧ کی رو سے ایسے وصیت نامہ
میں جو کہ موصی کے سرعی توطن کے قانون کے لحاظ سے جائز ہو، عام وصیتی ہبہ کا
کرنا، عام اقتدار کی صحیح تعمیل متصور ہوگی، دیکھو بیال کے تملیک امانات کا مقدمہ
[١٩١٠] ٢ - چانسری ٢٩١ - جج پیٹرسن اس مقدمہ میں موصی نے جو انگلستان کی
عورت تھی، ایک فرانس کے مرد سے جو فرانس ہی میں توطن رکھتا تھا، نکاح کر لیا، اس
عورت نے بہ اعمال کی عمر میں ایک غیر مصدقہ وصیت نامہ اپنے ہاتھ سے لکھا تھا،

جس میں اپنے شوہر کو جملہ جائداد کا موہوب لہٗ قرار دیا ۔ تملیک نامۂ نکاح کی رو سے جو کہ انگلستان میں مرتب ہوا اور زیر تملیک نامہ اطفال بابتہ ۱۸۵۵ء منظور ہو چکا تھا اس کو اقتدار تقسیم جائداد حاصل تھا۔ اپنے توطن یعنے فرانس کے قانون کے لحاظ سے یہ دستاویز جائز وصیت نامہ تھی۔ اگر اس کو وصیت کے ذریعہ سے صرف اپنی نصف جائداد کے انتقال کا اختیار تھا، جملہ جائداد کا موہوب لہٗ قرار دینا، اس اقتدار کی جائز تعمیل قرار پائی ۔ اسبارہ میں ایکٹ وصیت کے دفعہ ۲۷ سے فرانیسی وصیت نامہ کی تعبیر میں مدد لی گئی۔ چونکہ فرانس کے قانون کے لحاظ سے موصی کو صرف اپنی جائداد کے نصف حصہ کے انتقال کا حق حاصل تھا، اسلئے نصف سرمایہ جو زیر اقتدار تھا، وصیت کے ذریعہ سے منتقل ہو گیا، اور بقیہ اس بنا پر اس کو پہنچا کہ تقسیم کامل نہیں ہوا۔ گر مقدمات ڈی ایسٹ (حوالہ حسب سابق) اور بشو تفصیلات میں عدالت نے اس دلیل کے منظور کرنے سے انکار کر دیا۔

دفعہ ۹۲ دوسری صورت یہ ہے جبکہ دستاویز انگلستان کے نمونہ وصیتی کے مطابق ہو ۔ اگرچہ وہ ان نمونہ جات کے مطابق نہ ہو جن کی بنا پر زیر دفعات اسبق، اس کا جواز بحیثیت ایک معمولی موصی کے وصیت نامہ کے تسلیم کیا جا سکتا ہو۔

ٹیشنال بنام ہنکیے (۱۸۳۰) ۲۔مو۔پی۔سی۔۲۴۲۔بج، بر تمام اس مقدمہ کی رپورٹ کی تکمیل ذریعہ ضمیمہ ہوئی اور اس کا اتباع مقدمہ الگزنڈر (۱۸۶۰) ۲۹۔ایل۔جی۔(سلسلہ جدید) پی وایم ۹۲ و آئی ایس و ٹی ۴۵۴ میں کیا گیا۔ دیکھو کر اسول کا اختلاف، اپنی پہلی رائے سے جو اس فاضل جج نے مقدمہ کروکنڈن بنام فلر (۱۸۵۹) آئی ایس و ٹی ۴۴۱ میں ظاہر کی تھی، مقدمہ ٹیشنال بنام ہنکیے کا پھر باختلاف آرا ۔ مقدمہ الیبرٹن (۱۸۶۶) ایل۔آر۔۶۔پی وایم ۹۰۔بج، واتلڈ میں اتباع کیا گیا۔ اور اب وہی قانون سمجھے جانے کے قابل ہے۔ مقدمہ مرفی بنام ڈیکلر [۱۹۰۹] ۱۔سی ۴۴۶ بج، لور برن۔ بیشبرن۔ ٹیکنس۔ شا آف ڈنفرمیلن میں بھی مقدمہ مذکور قابل اتباع قرار پایا۔

جو مقدمات اس دفعہ میں داخل ہوتے ہیں انہیں انگریزی عدالتیں اجازت نامہ اہتمام ترکہ صرف اس جائداد کے متعلق دیتی ہیں جس کے انتقال کا متوفی کو حق تھا اور اس نے

ذریعہ دستاویز اس کو منتقل کیا۔ مقدمہ سہرر [۱۸۹۹] پی ۲۰۹۔ بیج چٹینی (دیکھو سنہ ۱۸۹۹ صفحہ ۲۵۰) مقدمہ تریفونڈ [۱۸۹۹] پی ۲۴۷۔ بیج جین بجز اس صورت کے کہ عطا میں اشخاص متعلقہ کی رضامندی سے اضافہ ہو سکتا ہو۔

مقدمہ ویانی [۱۹۰۱] پی ۳۰۰۔ بیج جین۔

دفعہ ۹۳ جب دستاویز بہر دو صورتہائے متذکرہ بالا میں نہ داخل ہو یا اگر داخل ہو مگر ان مخصوص صورتوں کی تکمیل نہ کرتی ہو جو اقتدار میں بتائی گئی ہیں تو وہ اقتدار کی صحیح تکمیل نہیں متصور ہوگی۔

مقدمہ ڈیلے (۱۸۸۵) ۲۵۔ بیو۔ ۴۵۶۔ بیج ہروٹلے۔ ہریٹیو بنام نیگ [۱۹۰۰] ۲۔ چانسری ۲۲۹۔ بیج۔ بائیرن۔

دفعہ ۹۴ یہ امر کہ دستاویز بہر دو اشکال متذکرۂ بالا میں سے کسی ایک شکل میں داخل ہوتی ہے، انگلستان میں ثابت کیا جانا چاہیئے۔

مقدمہ وانس (۱۸۸۳) ۲۴۔ چانسری ڈویزن ۱۷۷۔ بیج پیرسن جیمس
مقدمہ امانت ٹوٹل (۱۸۸۳) ۲۳۔ چانسری ڈویزن ۵۲۲۔ بیج چیٹی کی توضیح یا تصحیح کیسگی۔

دفعہ ۹۴ (الف) جب انگریزی اقتدار تقسیم کی دستاویز اس طور سے مرتب ہوئی ہو کہ سرمایہ fund وصی appointer کا اثاثہ assets قرار پاتا ہو، تو اس کے منتقل کرنے کی جو قابلیت وصی کو حاصل ہوگی، اس کا اندازہ اسکے توطن کے اس قانون سے کیا جائے گا، جو موت کے وقت تمابنہ تملیک کرنے والے کے قانون توطن ہے۔

مقدمہ پرائس ولانفورڈ بنام پرائس [۱۹۱۱] ۲۔ چانسری ۲۸۶۔ بیج ہارڈی۔ بکنے کنندے جنہوں نے پارکر کی تجویز کو منسوخ کیا۔ مقدمہ امانت لیوال (حسب حوالۂ سابق)۔

ایسے سرمایہ کو منتقل کرنے کی قابلیت کا اندازہ جو مخصوص اقتدار کے تحت میں بربنائے تملیک نامہ نکاح حاصل ہوا ہو، وصی کے قانون سے نہیں کیا جائے گا، بلکہ اصلی تملیک کنندہ کے قانون سے کیا جائیگا (دیکھو صفحہ ۹۷ گزشتہ)۔

124

یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ جو کچھ دفعات ۹۰ تا ۹۴ الف میں لکھا گیا ہے، اس کا تعلق، ان وصیت ناموں کی صحت سے نہیں ہے، جو انگلستان کی اراضی کے متعلق ہوں، اگر ذاتی یا جائداد منقولہ میں، اس سرمایہ تملیکی کا محاصل، داخل ہے جو اراضی میں لگایا گیا ہو، اور وہ امانتاً بغرض فروخت قبضہ میں ہو، دیکھو بین کی تملیک امانتی کا مقدمہ [۱۹۱۹] ۱۔ چانسری ۸۰ - سی ۱۰ - اے - بج، سونفن آئیڈ ہی - ڈیوک - ایو - جنہوں نے جسٹس پیٹرسن کے فیصلہ کو منسوخ کیا، اسلئے انگلستان کی اراضی سے ایسا استفادہ، اس وصیت نامہ سے منتقل ہو جائے گا جو فرانس میں مرتب ہوا ہو اور جو وہاں کے قانون کے لحاظ سے جائز متصور ہو۔

کونسی ذاتی جائداد، عطائے پروبیٹ یا اجازت نامہ اہتمام ترکہ، سے منتقل ہو جاتی ہے، یا جس کا حساب، انگلستان کے تعمیل کنندہ یا مہتمم ترکہ سے لیا جا سکتا ہے۔

انگلستان اور دوسرے ممالک میں جن میں، وفات کے بعد، جائداد منقولہ کی توریث، انگریزی قانون کے ان طریقوں کے مطابق جاری ہوتی ہے، جن کی توضیح صفحہ ۱۰۵ پر کی جا چکی ہے، ہر عطائے پروبیٹ یا اجازت نامہ اہتمام ترکہ کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے، کہ اس کے ساتھ متوفی کا تمام ایسا مادی اثاثہ منتقل ہو جاتا ہے، جو عطائے منظوری کی تاریخ پر، عدالت عطا کنندہ کی حدود اختیارات میں ہو، یا بعدہٗ اس میں آ گیا؛ بشرطیکہ وفات کے بعد، اس پر بطریق جائز، کسی شخص کا قبضہ نہ ہو گیا ہو۔ ایسا جائز قابض، وہ مہتمم ترکہ ہو سکتا ہے، جس کی منظوری، کسی دوسری عدالت سے جاری ہوئی ہو؛ یا وہ ایسا وارث یا جملہ جائداد کا موہوب لہٗ ہو، جو یورپ کے دوسرے ممالک کے مروجہ ضابطہ کے مطابق، جس کی تصریح صفحہ ۱۰۶ پر کی جا چکی ہے، بغیر کسی منظوری کے اس کا مستحق سمجھا جاتا ہے۔ جو اثاثہ اس قسم میں داخل ہوتا ہے، اس کا حق ملکیت، مجہول[1] vacant property ہوتا ہے اور جب عدالت کے حدود اختیارات میں وہ واقع ہوتا ہے، وہ اس تعمیل کنندہ کو، جس کو وہ منظور کرتی یا اس مہتمم ترکہ کو جس کو

[1] توریث مجہول وہ توریث ہے جس کا وارث نامعلوم ہو۔ مترجم۔

وہ مقرر کرتی ہے، ایسا حق عطا کرنے کی مجاز ہے، لیکن اگر اثاثہ اس حدود میں ایسے وقت آتا ہے، جبکہ اس پر بعد وفات بطریق جائز قبضہ ہو چکا ہے، تو اس پر جو حق ملکیت ہے، وہ کسی وقت بھی مجہول نہیں متصور ہو سکتا، اور نہ اسپر خانگی منظوری کا کوئی اثر ہو سکتا ہے، اس لئے لازم ہے، کہ وہ ملک غیر کے وارث یا موہوب لہٗ یا وصی یا مہتمم ترکہ کا مال متصور ہو۔ ملک غیر کے وارث یا مہتمم ترکہ میں (اگر مہتمم ترکہ کا لفظ جیسا کہ عام طور سے ہوتا ہے۔ وسیع معنوں میں لیا جائے) وصی بھی شامل ہے۔ اگر اثاثہ خواہ اس کی نسبت وصیت ہوئی ہو خواہ نہ ہوئی ہو، متوفی کی وفات کے بعد ملک غیر کے ایسے اختیار میں رہا ہے، جس میں منظوری عطا ہوئی ہے، یا کوئی وارث مستحق قبضہ موجود ہے، اگر مہتمم ترکہ منظور شدہ یا اس وارث نے اسپر قبضہ نہیں کیا ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں واقع ہوتا۔ اثاثہ جب خانگی حدود اختیارات Domestic jurisdiction میں داخل ہوگا، وہ مجہول متصور ہوگا۔ ایک نیویارک کے مقدمہ میں، کرایہ کی گاڑیاں اور گھوڑے، ایک ایسی کمیٹی کی ملک تھے، جو روزانہ ڈاک، ایک ریاست سے دوسری ریاست میں لیجاتی تھی — چانسلر والورتھ نے لکھا، کہ اگر دو ریاستوں میں اہتمام ترکہ کی منظوری دو مختلف اشخاص کو دیگئی ہے، تو حق ملکیت، میرے خیال میں، اس مہتمم ترکہ کا ہونا چاہیے، جس نے اپنی ریاست کے حدود میں جائداد پر پہلے قبضہ حاصل کر لیا۔ مقدمہ ارکٹ بنام آرمس ۱۸۴۲ء ۴۱ تیج ۴۵۹ و ۴۶۵۔ اور اسٹوری کا بیان ہے کہ "تاجرانہ کاروبار کے عام رواج کے مطابق، وہ جہاز معہ سامان اور محاصل کے جو ملک کے انتقال کے وقت، ملک غیر کے حدود میں ہوتے ہیں، ہمیشہ اپنے وطن کے بندرگاہ کی طرف، سفر اختیار کرتے ہیں، اور کوئی شخص متعلقہ، یہ خیال نہیں کرتا کہ وہ ایسے فعل کا قانوناً مجاز نہیں ہے۔ واپسی پر ایسے مقام توطن کی عدالت کا مقرر کردہ مہتمم، اس پر قبضہ حاصل کرتا اور اس کا اہتمام کرتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ وہ نہ صرف بطور استحقاق، ایسے عمل کا مجاز ہے، بلکہ اس کا اہتمام، اسپر اسیطرح لازم ہے جسطرح دوسری جائدادوں کا، جو بطور جائز اس کے اہتمام میں ہیں"۔ اختلاف قوانین دفعہ ۵۲۰ بنائے علیہ

دفعہ ۹۵ متوفی کی مادی اشیاء (اثاثہ) اس وارث یا مہتمم ترکہ کی ملک میں آجاتی ہیں، جو اس ملک میں، جس کے قانون یا اختیارات کی بنا پر، وہ اپنا حق یا منظوری حاصل کرتا ہے، ان پر پہلے قابض ہو جاتا ہے۔

"اگر اشیاء بعد وفات کے انگلستان میں آئیں تو کیا ملک غیر کی حکومت انکے متعلق حق دے گی"۔ رولٹ بمقدمہ وائٹ بنام روز (۱۸۴۲) ۲ کیو۔ بی۔ ۵۰۶۔ فرض کرو کہ "ایک شخص کی وفات کے بعد اس کی گھڑی ایک تیسرا شخص لیکر انگلستان میں آگیا؛ انگریزی مہتمم ترکہ کے دعوی قبضہ ناجائز (Trover) کے جواب میں کیا شخص مذکور یہ حجت کر سکتا ہے کہ متوفی کی وفات کے وقت، یہ گھڑی آئرلینڈ میں تھی؟" پارکر ایضاً۔ ان سوالوں سے بظاہر یہ مقصد تھا کہ ان کا جواب نفی میں دیا جائے اور اس جائداد کی طرف اشارہ کیا جائے جس پر انگلستان میں آنے سے قبل قبضہ نہیں ہوا تھا۔ میری رائے میں انکی حجت حد سے بڑھی ہوئی ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انگلستان کی کوئی عدالت اسکی مجاز نہیں ہے، کہ وہ کسی ایسی شے کے متعلق کوئی حق دے جو حدود انگلستان سے باہر ہو۔ یہاں ایک شخص اپنے آپکو ملک غیر کی پروبیٹ یا اجازت کی بناء پر وصی یا مہتمم ترکہ ظاہر کرکے دعوی کر سکتا ہے؛ اگر کیا کبھی کسی شخص نے ایسے پروبیٹ یا منظوری کی بناء پر بحیثیت وصی یا مہتمم ترکہ کے دعوی کیا ہے۔ ابن حجر ایضاً صفحہ ۵۰۴۔ اس موقعہ پر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لارڈ لانجر کے ذہن میں وہ اشیاء تھیں، جو ان حدود میں جہاں سے منظوری صادر ہوئی، قبضہ میں آچکی تھیں۔ اگر اختیار منظوری انگلستان کی عدالت کا ہے، تو اسکے بعد انگلستان کے مہتمم ترکہ کو ان اشیاء پر حق حاصل ہو جائیگا جو انگلستان سے باہر ہیں۔ برخلاف اسکے اگر اختیار منظوری ملک غیر کا ہے، تو اسکے بعد اشیاء موجودہ انگلستان ملک غیر کے مہتمم کے متعلق ہو جائیں گی، اور وہ اس امر کا مجاز ہوگا کہ اپنے حق کی بناء پر دعوی دائر کرے اور محض توضیح کیلئے اپنے آپ کو "مہتمم ترکہ زیر منظوری ملک غیر" کے نام سے موسوم کرے۔ مقدمہ کری بنام برکام (۱۸۲۲) ۱۰ ڈی۔ و۔ رامی۔ ۳۵ عدالت شاہی میں یہ تجویز ہوئی کہ انگلستان کا مہتمم ترکہ اس امر کا مجاز نہیں کہ وہ اس غیر منقولہ جائداد کی آمدنی جو بمبئی کے مہتمم ترکہ کے قبضہ میں آچکی تھی، اور جو اس نے وصول کر کے اپنے ایجنٹ موجودہ انگلستان کے پاس بھیجدی تھی، ایجنٹ مذکور سے وصول کرلے۔ جائداد کے مادی یا حقوق قابل نالش (choses in action) کے ہونے کی بناء پر بظاہر اس میں کوئی فرق

126

نہیں ہو سکتا تھا۔

جہاز کی صورت میں یہ بتایا ہے کہ تقاضا کیا ہے لیکن بجائے عائد ہونے محصول
پروبیٹ کے پیش ہو سکتی ہے۔ قانون گورنمنٹ ۱۸۹۴ء کی فصل ۹۱ کی دفعہ
کی رو سے ایک جہاز مملوکہ متوفی کی قیمت یا اس کے ایک حصہ کی قیمت پر جو
سلطنتہائے متحدہ کی کسی ایک بندرگاہ میں رجسٹر ہو باوجودیکہ جہاز مذکور متوفی کی وفات
کے وقت (خواہ اس نے کوئی جمعیت کی ہو یا نہ کی ہو) اس بندر یا کسی دوسری جگہ
سلطنتہائے متحدہ کے باہر ہو محصول پروبیٹ عائد کیا گیا ہو

دفعہ ۹۵ الف۔ متوفی کے وصول دیون کے متعلق جن حدود اراضی میں دعوی کرنا لازم یا ممکن ہے، الگ تھا۔ دوسرے لفظوں میں دین کا انتظام ترکہ سے کوئی تعلق نہیں۔ دائن کی موت کا اس مسئلہ پر کوئی اثر مترتب ہوتا بجز اس کے کہ بلحاظ مخصوص قوانین سے استفادہ کی بنا پر وہ خود دعوی کا مستحق ہو اور اس کا وارث یا مہتمم ترکہ اس کا غیر مستحق قرار پا سکتا ہے جیسا کہ پنولین کے کوڈ کی دفعہ ۱۴ الف۔ جس میں اہل فرانس کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ وہ ان تمام وجوبات کے متعلق جو انھوں نے ممالک غیر کے لوگوں سے قائم کئے ہیں، فرانس میں نالش کریں۔ مگر مقدمات کے حالات کے لحاظ سے دین کا دعوے جن حدود اراضی میں پیش ہونا چاہیے یا پیش ہو سکتا ہے، انہیں حدود میں مہتمم ترکہ کی طرف سے جس نے انہیں حدود میں اجازت حاصل کی ہے یا صرف وارث کی طرف سے جو وہیں کے قانون سے اس کا مستحق ہے، دائر ہو سکتا ہے۔ یا اگر دین قابل انتقال ہے تو اس کا حق دعوی منتقل کیا جا سکتا ہے۔ دیکھو دفعہ ۹۳۔

دفعہ ۹۶ لیکن جو قاعدہ دفعہ ۹۵ الف میں بتایا گیا ہے اس سے وہ دیون جو دستاویزات قابل بیع وشرا پر واجب الادا ہیں مستثنیٰ ہیں کیونکہ انپر کاغذات متعلقہ کے ذریعہ سے قبضہ ہو سکتا ہے۔ انکی حیثیت فی الحقیقت مادی اشیا کی ہے۔ اس لئے متوفی کی دستاویزات قابل بیع وشرا اور اس کے وثیقہ جات یا صداقت نامجات بحالی کو واجب الادا ہوں، اس وارث یا مہتمم ترکہ کی ملک میں آجاتے ہیں، جو ان حدود اراضی میں جہاں کے قانون یا اختیارات کی بنا پر اس کو حق یا منظوری ملی ہے، پہلے قبضہ کر لے اور اگر وہ متوفی کے حکم کی بنا پر واجب الادا ہیں تو وہ ان پر عبارت ظہری ثبت کر سکتا ہے۔

اور جس شخص کے حق میں ایسی عبارت ظہری لکھی جائے وہ ان کے متعلق ہر حد و ارضی میں بغیر کسی دوسری منظوری کے دعویٰ کا مجاز ہے۔

اٹرنی جنرل بنام بونس (۱۸۲۰) ۴۔ ایم و ڈبلیو ۱۷۱ ۔ ان جج انجز۔ پارکی وغیرہ؛ اس مقدمہ میں جس امر کا فیصلہ ہوا وہ یہ ہے کہ جب ایسے تمسکات متوفی کے انتقال کے وقت انگلستان میں پائے جائیں، تو ان پر پروبیٹ کا محصول واجب الادا ہے۔ ارڈوانجر نے عدالت کا فیصلہ صادر کرتے ہوئے اس قسم کے تمسکات کو "از قسم اثاثہ جو اس ملک میں کسی عمل کی وجہ سے قابل انتقال ہوں یا اس ملک میں بمعاوضہ زر نقد فروخت کئے گئے ہوں" ظاہر کیا۔ حکومت کے محصول کے واجب الادا ہونے کی نسبت یہی قاعدہ جاری ہے؛ مقدمہ وینوانش بنام اٹرنی جنرل [۱۹۱۰] اے۔ سی۔ ۲۷۔ جج لوز برن۔ اٹیکنسن۔ گورل۔ وشا آف ڈنفرم لائین، جو مہتمم ترکہ ایک ملک میں متوفی کے کسی وثیقہ قابل بیع و شرا پر بطریق جائز قابض ہو جاتا ہے اسکے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اس ملک میں جہاں مدیون رہتا ہے، دعویٰ کی غرض سے اجازت اہتمام ترکہ حاصل کرے۔ یہ اسٹوری کی رائے ہے: دیکھو دفعہ ۵۱۷ اختلاف قانون؛ وائیٹ بنام روز کے مقدمہ میں جو کچھ طے ہوا، وہ یہ تھا کہ وہ مقام جہاں ایک تمسک ناقابل بیع و شرا بروقت وفات پایا گیا، اس مسئلہ میں کہ کس منظوری کی تحت میں اسکے متعلق دعویٰ ہونا چاہیئے؟ مطلق اہم نہیں ہے۔ (۱۸۴۲) جج، ٹنڈل۔ انجز۔ کوتلین۔ تال۔ پارکی۔ الڈرسن۔ رولف، جنھوں نے ڈلیتن۔ لٹل ڈیل۔ پٹیسن اور کولرج کے فیصلہ کو منسوخ کیا؛ یہ اصول ان صداقت ناموں جات سے بھی متعلق کیا گیا جو حامل کو واجب الادا نہ تھے، مگر جن کا قبضہ عملی طور سے قیمتی تھا۔ وذریعہ مقدمہ اشٹرن بنام ملکہ (۱۸۹۶) ا کیو۔ بی ۲۱۱۔ جج، رائیٹ وکنڈی (محصول پروبیٹ)؛ مقدمہ انگیز [۱۹۰۰] پی ۔ ۹۰ جج، جیتن (منظوری پروبیٹ)؛ مقدمہ کلارک میگکنی بنام کلارک [۱۹۰۴] ا جانسری ۲۹۴ جج، فارویل (ہبہ وصیتی کی تعبیر)؛ اور نیز نوآبادیات کے وثیقہ جات کے متعلق جو حامل کو واجب الادا ہوں، اگرچہ جائداد موقوعہ نوآبادیات پر اس کا بار ہو۔ وذریعہ اٹرنی جنرل بنام گیلنڈنگ [۱۹۰۴] ۹۲ ۔ ایل۔ ٹی ۔ ۸۷ ۔ جج فلیمور (محصول کورٹ)؛

127

مقابلہ کرو، مقدمہ اسٹین کا ہپ [۱۹۲۲] ڈبلیو این ۱۲۰، ح ازل، جرمنی کے ایسے وثیقہ جات کے متعلق جو حال کو واجب الادا تھے، اور ایسے شخص کی جائداد کے جز تھے، جس کا توطن انگلستان میں تھا، قرار پایا کہ وہ جرمنی کے موقوعہ نہیں ہیں؛

دفعہ ۹۷ دیون کو قبضہ میں لانے کا دوسرا ذریعہ فیصلہ عدالتی ہے؛ اسلئے جب ملک غیر کے وارث یا مہتمم ترکہ نے متوفی کے قرضہ کی بابت ملک غیر میں ایک عدالتی فیصلہ حاصل کر لیا ہے تو وہ ایسے فیصلہ کی بنا پر انگلستان میں دعویٰ دائر کر سکتا، یا عدالت دیوالیہ یا کسی دوسری عدالت انتظام ترکہ میں، اس کو بغیر انگلستان کی منظوری کے ثابت کر سکتا ہے۔

مقدمہ وینکولن بنام بوارڈ (۱۸۹۳) ۱۵ سی۔ بی۔ این۔ ایس ۳۴۱۔ مداول ح، ازل۔ ویمس۔ کیٹنگ؛ مقدمہ میکنی کول (۱۸۷۴) ایل وآر ۱۹ ایکوئیٹی ۸۱۔ ماسٹر؛

دفعہ ۹۸ اگر متوفی کے دین کی بابت بغیر مقدمہ دائر کرنے کے مہتمم ترکہ کو کوئی رقم وصول ہو، تو آیا اس کی رسید مدیون کو بری الذمہ قرار دینے کے لئے کافی ہوگی؟ فرض کرو کہ جس عدالت سے اس کو منظوری ملی ہے وہ ایسی ہے کہ اس میں مدیون سے دین وصول نہیں کیا جا سکتا تھا، اور دوسرے مہتمم نے بعد وصول قرضہ کیلئے عدالت مجاز میں دعویٰ دائر کیا، اصولاً رسید مذکور برائت ذمہ کے لئے کافی متصور نہ ہونی چاہیے۔

مقدمہ ڈینیل بنام لکر (۱۷۰۱) ڈائرہ ۳۰۵ وڈائیسن ۶، میں یہ قرار پایا کہ ایک مہتمم ترکہ کا ایسے مقدمہ میں، جو دوسرے حدود اراضی میں دائر ہو، مدیون کو بری الذمہ کر دینا، دوسرے مقدمہ میں جو دوسرا مہتمم ترکہ ایسی عدالت میں دائر کرے جہاں سے وصول قرضہ کا زیادہ تر صحیح تعلق ہو، جواب دہی کیلئے کافی نہیں متصور ہو سکتا۔ دو مہتمان ترکہ کے درمیان میں جو سوال پیدا ہو، اس کا انحصار اس مقام پر سمجھا گیا تھا جہاں وفات کے وقت دستاویز موجود تھی، مگر اس خیال کو مقدمہ والکٹ بنام ہوڈز نے باطل کر دیا، جس کا حوالہ زیر دفعہ ۹۶ دیا گیا ہے؛ مقدمہ شاپ بنام اسٹاگٹن (۱۷۰۱) ۲ کیبل ۱۹۳ میں یہ خیال کیا گیا تھا، کہ یہ سوال کہ آیا ایک مہتمم کا قرضہ وصول کر لینا، دوسرے مہتمم کے دعویٰ میں کافی جواب ہو سکتا ہے؟ اس امر کے تعین پر منحصر ہے کہ قرضہ کا ان دونوں میں کس شخص سے زیادہ تر تعلق ہے۔

128

اگرچہ جائداد اس اصول کے تحت میں جس کی تشریح اس حد تک ہو چکی ہے ابتداءً انگریزی منظوری سے منتقل ہوتی ہے۔ اگرچہ وسعت اس ملک میں مہتمم ترکہ کی ذمہ داریوں اور متوفی کے اثاثہ کے عدالتی اہتمام ترکہ کو دی جاتی ہے، اس کا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ آخر کار جائداد مذکور اسی منظوری میں شامل خیال کیجائے جس پر متوفی کی وفات کے بعد ملک غیر کے استحقاق یا کم از کم ایسے استحقاق کی بنا پر جو انگلستان کا عطا کیا ہوا نہ ہو قبضہ ہو چکا ہو

دفعہ ۹۹ اگر ملک غیر کا مہتمم ترکہ متوفی کا کوئی ذاتی اثاثہ انگلستان میں اس غرض سے لاتا یا بھیجتا ہے کہ اس کا اہتمام عمل میں لائے اور اس نے اس وقت تک اس کا کوئی حساب کتاب اس عدالت میں داخل نہیں کیا ہے جہاں سے اس کو یہ حق اہتمام عطا ہوا ہے اور نہ اس نے کوئی ایسا مخصوص تصرف کیا ہے جس سے اس اثاثہ کی حیثیت ایسی تبدیل ہو گئی ہے کہ وہ متوفی کی جائداد کا ایک جز نہیں سمجھا جا سکتا تو متوفی کے قرضخواہ یا وارث مابعد عدالتی اہتمام کیلئے اس ملک میں دعویٰ دائر کرنے کے مجاز ہونگے۔ اور بحالت ضرورت حکم امتناعی کا اجرا اور ریسیور کا تقرر کیا جائے گا، تاکہ اثاثہ مذکور عدالت کے حدود اختیار سے باہر نہ منتقل کیا جا سکے لیکن دفعہ ۹۳ کی رو سے، ایک انگلستان کے مہتمم کا تقرر اور اس کا فریق مقدمہ بنایا جانا ضرور ہے اور اثاثہ زیر اہتمام کی نسبت، یہ متصور ہوگا کہ وہ بذریعہ منظوری اس کی طرف منتقل ہو چکا ہے۔

مقدمہ لو بنام فیرلی (۱۸۱۷) ۲- ماڈ- ۱۰۱ - جج، پلیمر، مقدمہ لگ بنام فیرلی (۱۸۲۰)
۲- ایس ای ایس ٹی، ۲۰- جج، لیچ آر و مقدمہ سیڈی لیڈس بنام انس (۱۸۲۹)
۲- سم- ۲۶۳- جج شاڈول، آنڈ بنام گریہام (۱۸۴۲) ۱- بیر ۲۸۴- جج، دیگریم و مہروی بنام فنز پیٹرک، تحریک اولی۔ (۱۸۵۴) کے ۴۲۱- جج ہوڈ میں ریسیور کی منظوری دیکھئے۔

مقدمہ مانڈرس بنام کانز (۱۸۳۳) ا مے وکے ۶۲، یہ ایک ایسا مقدمہ تھا جو ایک دائن نے مدیون کے ہندوستان کے مہتمم کی مقرر کردہ مہتمم ترکہ کے مقابلہ میں دائر کیا تھا، کہا یہ جاتا تھا کہ اسکے قبضہ میں مدیون کا اثاثہ ہے۔ جج لیچ نے یہ تجویز کی کہ اس مہتمم کے اہتمام ترکہ کیلئے انگلستان کے مہتمم کا وجود غیر ضروری ہے کیونکہ اس مقدمہ میں اسکی جائداد کا اہتمام زیر بحث نہ تھا لیکن مقدمہ ٹیلر بنام

بل ۔ (۱۸۳۷) ۲ ۔ ے وکر ۹۰۹ ۔ ۱۱۰ میں لارڈ کاٹن ہام نے بتایا کہ جو کچھ اس میں طے ہوا ہے اسکی مطابقت اس رائے سے نہیں ہو سکتی جو جج موصوف نے مقدمہ لوگن بنام فیرلی میں ظاہر کی تھی۔"

مقدمہ ارتھر بنام ہیوز (۱۸۴۱) ۴ ۔ بیو ۔ ۵۰۶ ۔ جج لینگڈیل میں ایسا مخصوص تصرف ہو چکا تھا کہ مقدمہ اس دفعہ کی تحت میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ مقدمہ بانڈ بنام گریہام میں جسٹس ونگرم نے اصول کو ان الفاظ میں بیان کیا:
"اگر وصی یا مہتمم ترکہ نے اثاثہ سے متعلق ایسا عمل کیا ہے کہ اسکی بنا پر اس سے وصیتی ہبہ یا حصہ باقیماندہ کی حیثیت زائل ہو گئی، اور اس نے ایک امانتی سرمایہ کی صورت اختیار کر لی، اس سے مختلف مفہوم میں جس مفہوم کے ساتھ وہ وصی یا مہتمم ترکہ کے قبضہ میں تھا۔ یعنی اگرچہ وہ موصی کی جائداد سے علیحدہ کر لیا گیا، اور اس میں تصرف ہوا یا وہ مامون لہٗ (Cestui que trust) کی جائداد ہو گیا ہے تو ایسی حالت میں یہ ضرور نہیں ہے کہ مامون لہٗ موصی کے ذاتی نمائندہ کو ایسے مقدمہ میں جو جائداد کے اس حصہ کے حاصل کرنے کیلئے دائر ہوا ہو عدالت میں لائے۔"

دفعہ ۱۰۰ — اسیطرح متوفی کے اثاثہ کے امانتی معاملہ میں اگر بربنائے نقض امانت کسی پر شخصی ذمہ داری عائد ہوتی ہو اور انگریزی عدالت اپنے معمولی قواعد اختیارات کی رو سے اس کی سماعت کی مہتمم ملک غیر کے مقابلہ میں مجاز ہو تو متوفی کے انگریزی مہتمم کے ذریعہ سے یا اس کی موجودگی میں کارروائی عمل میں آئے گی، اور اس مقدمہ سے جو کچھ وصول ہوگا وہ فی الحقیقت متوفی کا اثاثہ متصور ہوگا جو اس ملک میں قابل وصول تھا۔

129

مقدمہ اینڈرسن بنام کانٹر میں اس معاملہ کا جہاں تک تعلق ہے وہ مقدمہ ٹیلر بنام بل سے منسوخ نہیں ہوا۔ دیکھو وہ مقدمات جن کا حوالہ دفعہ سابق میں دیا گیا ہے۔ ٹائیفورڈ بنام ٹریل (۱۸۲۴) ۲ میسم ۹۲ ۔ جج شاڈول میں ہال اور جے اے میسن کی جائداد کے مقابلہ میں ڈگری ہوئی۔ موخرالذکر مقدمہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ملک غیر کے مہتمم کا انگلستانی مہتمم اصل موصی کی جائداد کا مہتمم

نہیں ہے؛ برخلاف اس کے انگلستان سے مہتم کا انگلستانی مہتم اصل موصی کا مہتم سمجھا جاتا ہے۔

دفعہ ۱۰۱ لیکن ایک ایسے ملک غیر کے مہتم ترکہ کا جو اس اثاثہ کی بابت، جو اس کے قبضہ میں آیا ہے، اس عدالت میں جوابدہ ہے جس نے اس کو یہ حق عطا کیا ہے؛ اور جس نے اس اثاثہ کی نسبت کوئی ایسا عمل نہیں کیا ہے جس کی بنا پر وہ ذاتی طور سے نقض امانت کا مرتکب قرار پا سکے، اس شخص کا محض انگلستان میں موجود ہونا اس کیلئے کافی نہیں ہے کہ اسکے مقابلہ میں یہاں عدالتی اہتمام ترکہ کا دعویٰ دائر ہو سکے، اگرچہ اسی غرض سے، مدعی نے، انگلستان میں، اجازت نامہ اہتمام ترکہ حاصل کر لیا ہو۔

مقدمہ جانسی بنام سیلی (۱۶۸۹) ۱۰ ورن ۲۹ ج جیفریز؛ ہروی بنام فٹز پیٹرک، تحریک ثانی (۱۸۵۴) کے ۴۲۴ نج ڈ

دفعہ ۱۰۲ اور اگرچہ ایک ملک غیر کے وارث پر جس نے بلا تحدید فہرست وراثت کو منظور کر لیا ہے، غالباً انگلستان میں اس بنا پر دعویٰ ہو سکتا ہے کہ وہ، اس منظوری سے متوفی کے دائنوں کا ذاتی طور سے ذمہ دار ہو گیا ہے۔ اگر فی الحقیقت ایسا ہے، تو اس غرض کیلئے انگلستان کے اجازت نامہ اہتمام ترکہ کی ضرورت نہیں ہے، مگر اس ملک میں، عدالتی اہتمام کیلئے اس کے مقابلہ میں دعویٰ نہیں ہو سکتا، کیونکہ اس کی ذمہ داری مال متروکہ Assets [۱] کی بابت نہیں ہے۔

مقدمہ بیون بنام ہسٹنگ (۱۸۵۶) ۲ کے وجے ۲۴۲، ج، ڈ

دفعہ ۱۰۳ اگر ایک انگلستان کا مہتم ترکہ بغیر ملک غیر کے اجازت نامہ اہتمام ترکہ کے متوفی کے متروکہ پر ملک غیر میں قبضہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے، تو وہ ملک ہذا کے عدالتی اہتمام یا متروکہ کے متعلق امر تنقیح طلب کے جواب میں جو دائنین کے رجوع کردہ مقدمہ میں جس کو عدالتی اہتمام سے کوئی تعلق نہ ہو قائم کیا گیا ہو، اسیطرح

---

[۱] Assets کا لفظ انگریزی میں چند معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور اس لحاظ سے اس کا ترجمہ ہر مقام پر مختلف الفاظ سے کیا گیا ہے۔ اس لفظ کے مختلف معنی یہ ہیں:- (۱) مال متروکہ جو تابع دیون متوفی ہو - (۲) محض مال متروکہ (۳) دیوالہ کا مال (۴) جملہ جائداد متعلقہ جماعت منضبطہ یا حیثیت یعنی اثاثہ۔ مترجم (از لغت قانونی مولفہ درگا پرشاد)

حساب دینے کا ذمہ دار ہوگا، گویا کہ وہ متروکہ اس کو انگلستان سے اجازت نامہ اہتمام ترکہ کے ذریعہ سے دستیاب ہوا ہے۔

مقدمہ ڈوڈیل (۱۹۰۴) ۶۔کوک۔ ۴۹۰ (ب) زیر نام رچرڈسن بنام ڈوڈیل کرو۔ بیجے۔ ۵۵۔ عدالت اعلیٰ دیوانی انگلستان متعلقہ تنقیح بست متروکہ جسٹس بوائے مختلف الرائے کہ مقدمہ ایٹکنس بنام اسمتھ (۱۷۴۰) ۲۔ اٹیکس ۹۲ نیز ہارڈوک میں ایک نوٹ سے جو صاف طور سے سمجھ میں نہیں آتا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس اصول سے ایک مقدمہ عدالتی اہتمام ترکہ میں کام لیا گیا۔ اسٹوری کا یہ خیال ہے کہ انگلستان کے مہتمم کو جو ڈوڈیل کے مقدمہ میں اس متروکہ کی بابت ذمہ دار قرار دیا گیا جو اس کو آئرلینڈ میں ملا تھا، ودفی الحقیقت بربنائے اجازت اہتمام ترکہ منظورہ آئرلینڈ تھا، اور اس لحاظ سے وہ فیصلہ زمانہ حال کے فیصلہ جات سے مطابق نہیں ہوتا۔ کتاب اختلاف قوانین دفعہ ۵۱۴ الف۔ اگر واقعات یہی تھے تو یہ فیصلہ دفعہ ۱۰۱ کے اصول کے مطابق نہ متصور ہوگا، کیونکہ یہ قرار دینا دشوار ہے کہ ایک شخص کی حیثیت میں جو ملک غیر کی منظوری حاصل کر چکا ہے محض اس بنا پر کہ اسکے پاس انگلستان کی منظوری بھی موجود ہے کوئی فرق ہے، مگر ڈوڈیل کے کسی مقدمہ میں بھی مجھ کو آئرلینڈ کی منظوری کا ذکر نہیں ملا۔ اسٹوری کا یہ خیال ہے کہ جس مہتمم ترکہ نے متوفی کا متروکہ ایسے ملک میں پایا ہو، جہاں کی منظوری اسکے پاس نہیں ہے، وہاں وہ بحیثیت مہتمم ناجائز (Executor de son tort) کے ذمہ دار ہوگا۔ اختلاف قوانین دفعہ ۵۱۴۔ ممکن ہے کہ یہ بھی درست ہو، مگر وہ اس ملک کی عدالت کا بھی ذمہ دار ہوگا جہاں سے اس کو منظوری ملی ہو۔

130

مقدمہ اسٹرلنگ میکسول بنام کارٹ رائٹ (۱۸۷۹) ۱۱۔ چانسری ڈویژن ۵۲۲۔ جج جیمس۔ بیگلے۔ براٹول میں عدالت مرافعہ نے جسٹس ہال کے فیصلہ (۱۸۷۸) ۹۔ چانسری ڈویژن ۱۷۳ کو بحال رکھا، جس میں انہوں نے یہ تجویز کی تھی کہ اگر انگریزی پروبیٹ یا اسناد اہتمام ترکہ بصراحت انگلستان کے اثاثہ تک محدود نہ ہوں تو اہتمام ترکہ کی ایسی عدالتی تجویز میں جو ان پر مبنی ہو کوئی قید قائم نہیں

کیجائے گی۔ اگر چہ متوفی کا توطن ملک غیر کا ہو تا وقتیکہ ملک غیر میں عدالتی اہتمام
ترکہ کی ڈگری نہ ہو چکی ہو اور اس صورت کے متعلق جج نے اپنی رائے محفوظ رکھی۔
جسٹس جیمس نے یہ تجویز کی کہ اگر اسکاٹ لینڈ میں کوئی کارروائی ہوئی ہوتی
تو عدالت ہذا اسکاٹ لینڈ کی عدالت کی اس کارروائی کو جو وہاں اس معاملہ
میں کی گئی تسلیم کر لیتی۔ ہم کو یہ فرض کر لینے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسکاٹ لینڈ میں
کوئی کارروائی ہوئی تھی۔ مقدمہ آرایونگ بنام آرایونگ (۱۸۸۲) ۲۲-
چانسری ڈویژن ۴۵۶ میں نظیر پیش کی۔ کاٹن و بوون نے جسٹس مینشی کے
فیصلہ کو منسوخ کیا، اور اس انفصال کی تائید (۱۸۸۳) زیر نام آرایونگ بنام
آرایونگ ۹ مرافعہ ۳۴ میں ججان سلبورن، بلیکبرن و واٹسن نے کی اور یہ قرار
دیا کہ جس صورت میں ایک حکم اسکاٹ لینڈ میں تعمیل کی غرض سے ایسے شخص
کے نام صادر ہو چکا ہو جو انگلستان اور اسکاٹ لینڈ دونوں جگہہ مہتمم ترکہ ہو
اور اس وقت اسکاٹ لینڈ میں کوئی کارروائی زیر عمل رہی ہو اور شخص مذکور کسی
شرکے کے جانب عدالت ہو جائے تو جو فیصلہ اس مقدمہ میں صادر ہو سکتا ہے وہ بجز
اسکے نہیں ہو سکتا کہ وہ مشترکہ تمام جائداد و تمام ترکہ کے متعلق ہوگا۔ یہی معاملہ تھا
جس پر اسکاٹ لینڈ کے مرافعہ کا مقدمہ ایونگ بنام آرایونگ (۱۸۸۵) ۱۰-
مرافعہ ۴۵۳ میں بحضور ججان سلبورن، بلیکبرن، واٹسن، فٹز جیرالڈ چلا۔ مقدمہ سینڈی لینڈ
بنام اینس (۱۸۲۹) ۲-سم-۲۹۳ (دیکھو زیر دفعہ ۹۹) میں جسٹس شاڈویل
نے کہا کہ جائداد کا جو حساب انگلستان میں لایا جائے اسکے ضمن میں یہ ممکن
ہے کہ کل جائداد کے حساب لینے کی ضرورت واقع ہو جو ملک غیر کے اجازت نامہ
اہتمام ترکہ کی بنا پر قبضہ میں آئی ہو۔ ان مقدمات سے یہ ثابت ہونا مشکل
معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان کے ایسے مہتمم ترکہ میں جس نے ملک غیر کی جائداد
پر بربنائے منظوری ملک غیر قبضہ حاصل کیا ہے اور اس مہتمم ترکہ میں جس نے ایسی
جائداد پر بغیر ملک غیر کی منظوری کے قبضہ کیا ہے کوئی فرق نہیں ہے۔
یا اگر ایک ملک غیر کے مہتمم کی ایسی جائداد کی بابت جو اس کو ملک غیر کی اجازت
کی بنا پر ملی ہو انگلستان میں حساب دینے کی ذمہ داری اس امر پر منحصر ہے کہ

ایسکے پاس انگلستان کی منظوری تجویز ہے یا نہیں ؟

اصلی و ضمنی اہتمام ترکہ اور وہ مسائل جو اہتمام ترکہ میں قبل از تقسیم جائداد باقیماندہ پیش آتے ہیں

جب متوفی کی جائداد منقولہ و جائداد و انگلستان اور دوسری جگہہ کی جائداد پر مشتمل ہو اس طور سے کہ مختلف ممالک میں اس کے اہتمام کا انتظام ساتھ ہی ساتھ ہوا ہو یا ہو سکتا ہو تو جو انتظام متوفی کے ملک توطن میں ہوگا وہ اصلی اہتمام ترکہ کہلائیگا اور جو دوسرے ممالک میں ہوگا وہ ضمنی اہتمام ترکہ کے نام سے موسوم ہوگا۔ مضمون مندرجہ صفحہ ۱۰۰ سے ظاہر ہے کہ جو اہتمام ترکہ انگلستان میں ہوتا ہے وہ دو اجزا پر مشتمل ہے۔ اول متوفی کی جائداد منقولہ کا بہم پہنچانا اور اسکے دیون کا ادا کرنا۔ دوسرے بحیثیت کو ان لوگوں میں تقسیم کرنا جو ازروئے وصیت یا اگر وصیت نہو تو حسب قانون اس کے مستحق ہوں۔ پہلے جز کا تعلق ضمنی اور اصلی اہتمام ترکہ دونوں سے ہے کیونکہ انگریزی عدالتیں بوجہ نفس جائداد پر (باقیماندہ جائداد کے حق استفادہ سے جدا) مقام وقوع (Situs) کے اختیار کو تسلیم کرتی ہیں اور اسی اصول پر انگلستان کی جائداد پر قبضہ کیلئے انگلستان کی منظوری کو ضروری قرار دیتے ہیں ــــ جیسا کہ ہم کو معلوم ہو چکا ہے ــ جہوراً یہ قاعدہ قسم ار دے لیا ہے کہ وہ انگلستان کی جائداد کے متعلق قرضخواہوں کو انگلستان میں چارہ کار حاصل کرنے کی اجازت دیتی ہیں باوجودیکہ اس ملک میں اہتمام ترکہ کا انتظام ضمنی ہو۔

دفعہ نمبر ۱۰۲ انگلستان میں جو پروبیٹ یا اجازت نامہ اہتمام ترکہ دیا جائے اس کی روسے وصی یا مہتمم ترکہ اس کا ذمہ دار ہے کہ وہ متوفی کے قرضخواہوں کو اس جائداد کے متعلق جو اس منظوری کے ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے انگریزی عدالت میں حساب دے۔ اس صورت میں اگرچہ متوفی کا توطن ملک غیر کا ہو ایسے وصی یا مہتمم ترکہ سے یہ خواہش نہیں کی جا سکتی اور نہ وہ بلا اندیشہ ایسا کر سکتا ہے کہ بغیر تمام دیون کے تصفیہ کے جائداد کا کوئی حصہ وارث یا ملک توطن کے مہتمم ترکہ کے حوالہ کر دے۔

پرسٹن بنام ملول (۱ ام ۱۸۴۱) ۸ ایسی اینڈ ایف صفحہ ۱ مقدمہ نمبر

لیکن یہ امر اسقدر صاف نہیں ہے کہ اہتمام ترکہ کا دوسرا جز یعنی تقسیم جائداد باقیماندہ کس حد تک انگلستان کے ذاتی نمایندہ پر لازم ہے جبکہ متوفی بحالت توطن ملک غیر

فوت ہوا ہو۔ چونکہ یہ امر تسلیم کیا جاتا ہے کہ ملک توطن کے قانون، اور ملک توطن کی عدالت کے اختیارات، سے جبکہ اس کی طرف رجوع کیا جائے، جائداد باقیماندہ کے متعلق حقوق کا تصفیہ کیا جاتا ہے (دفعات ۶۰ و ۵۹)، تو زیادہ تر آسانی اسی میں نظر آتی ہے کہ جسقدر مسائل، ان حقوق کے متعلق ہوں، وہ سب ملک توطن کی عدالت میں پیش کئے جائیں: ایسی حالت میں بھی، اگر کوئی وصیت عمل میں نہ آئی ہو۔ قانون توریث کا علم، اسی ملک کی عدالتوں کو زیادہ تر ہو سکتا ہے، جہاں وہ قانون نافذ ہو؛ اور وصیت کی حالت میں، تو اسکی اور زیادہ ضرورت ہے کہ ایسے ملک کی عدالتوں سے استمداد کیجائے، جہاں کے قوانین سے، انکی تعبیر اور ان کے انتقالات کا جواز دریافت ہو سکتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے، کہ وصیت نامے، ایسی دستاویزیں ہیں، کہ ان سے زیادہ کسی اور قسم کی دستاویزوں میں، قانونی مباحث پیش نہیں آتے، یہ ممکن ہے کہ خاص صورتیں، ایسی پیش آئیں، جن کی وجہ سے، دوسرے ملک کی عدالت، وصیت نامہ کی بہتر تعبیر کر سکتی ہو (دیکھو مقدمہ بونی فائیو صفحہ ۱۲۲)۔

دفعہ ۱۰۵ جس حالت میں، اہتمام ترکہ کی کوئی کارروائی، انگلستان میں، نہ چل رہی ہو، اور متوفی کے ملک توطن میں، اس کا ذاتی نمایندہ، انگریزی مفہوم میں، ایسا موجود ہو جس کے ذمہ، جائداد کی تقسیم کا کام ہو، یا کوئی ایسا وارث یا موہوب لہ کل، ہو، جو جائداد پر، اپنے فائدہ کے لئے، ہو، کرے موہوب لہم کے دعاوی کے تصفیہ تک قابض ہو، تو انگلستان کے وصی یا مہتمم ترکہ کا، انگلستان کے دیون ادا کرنے کے بعد اثاثہ میں سے جو کچھ بچ رہے، وہ شخص مذکور الصدر کے حوالہ کر دینا، انگلستان میں، اسکے بری الذمہ ہونے کے لئے کافی متصور ہو گا۔

مقدمہ میان بنام میان (۱۸۴۴) ابیل ۲۵ میں، جج، آر ڈوک نے، اس دعوی کو جو ایک شخص ساکن جرنسی کے قرابتداروں (Next-of-kin) نے، جو بلا وصیت مر گیا تھا، انگلستان کی باقیماندہ جائداد کے متعلق پیش کیا تھا، لینے سے انکار کر دیا، نہ صرف اس بنا پر کہ عام مہتمم، عدالت میں پیش نہ تھا، بلکہ اس عجوبہ کے ساتھ، کہ مدعیوں نے، ایک جز حساب کیلئے اس عدالت میں آنے میں غلطی کی، کیونکہ حسب قانون [تقسیم] جملہ حساب کے متعلق ڈگری ہونی چاہیے۔ اور "اگر میں جملہ حساب کی ڈگری دوں، تو جرنسی کی عدالتیں اسکے خلاف کریں گی؛ اور اس سے

لوگ بیجد مشکلوں میں پھنس جائیں گے"۔ یہ صحیح ہے کہ رپورٹر کے بیان کے مطابق، لارڈ ہارڈوک نے یہ بھی لکھا کہ "یہ مقدمہ اس مقدمہ سے مختلف ہے جس میں ایک مخصوص اور معین حصہ انگلستان کے موجودہ اثاثہ پر مشتمل ہو"۔ لیکن یہ اصول بقیہ فیصلہ سے مطابق نہیں ہوتا اور میرے خیال میں حقیقی الفاظ یہ ہیں کہ "یہ مقدمہ انگلستان کے مخصوص اثاثہ کے ہبہ سے مختلف ہے"۔ مقدمہ اینوہن بنام ویلے (۱۸۶۲) ۱۰-ایچ-ایل-سی میں لارڈ ویسٹبری نے یہ قرار دیا کہ جب متوفی کا توطن ملک غیر کا ہو تو نہ صرف انگلستان کے وصی یا مہتمم بلکہ انگلستان کی عدالتوں کو بھی اگر جائداد عدالتی اہتمام میں ہو لازم ہے کہ انگلستان سے باقیماندہ اثاثہ کو ان لوگوں کے حوالے کر دیں جو ملک توطن میں اہتمام جائداد کے واسطے مقرر کئے گئے ہوں تاکہ وہ ان لوگوں میں تقسیم کیا جا سکے جو متوفی کی وصیت کے مطابق یا از روئے قانون اسکے مستحق ہوں۔ لارڈ کرینورتھ اور لارڈ چیمسفورڈ اس بارہ میں مختلف الآرا تھے، مگر یہ مسئلہ ایسا نہ تھا جس کا تصفیہ مقدمہ میں ضرور تھا۔ جو مسئلہ اس دفعہ میں بیان ہوا ہے وہ اس اصول کی بحث میں آ جاتا ہے جو فرائی اور جسٹس نے مقدمہ ایکنس بنام ہاکنس (۱۸۸۰) ۱۶- چانسری ڈویژن ۴۰ میں قائم کیا تھا، فرائی کی رائے کی تائید مقدمہ (۱۸۸۱) ۱۸- چانسری ڈویژن ۳۴۲ میں کی گئی جج جیسل، بیگلے اور لوش۔ مگر اس مقدمہ میں فیصلہ دوسرے وجوہ پر بھی مبنی تھا۔

دفعہ ۱۰۶ لیکن جس صورت میں کہ اہتمام ترکہ کی کارروائی انگلستان میں چل رہی ہو، اس وقت یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا عدالت، اس مقدمہ کو ختم کرنے اور باقیماندہ جائداد کو، اس علم کی مدد سے، جو وہ متوفی کے ملک توطن کے قانون کے متعلق حاصل کر سکتی ہے، تقسیم کر دینے پر اصرار کرے گی، یا باقیماندہ جائداد کو متوفی کے نمائندہ ملک توطن کے سپرد کر دے گی۔

مقدمہ ویدربانی بنام سینٹ گرجیو (۱۸۴۳) ۲-ہیر-۶۲۴ میں جسٹس ویگرام نے یہ خیال کیا کہ دیون کے ادا ہو جانے کے بعد ملک توطن کا مہتمم ترکہ ان لوگوں کا جو جائداد باقیماندہ کے مستحق استفادہ ہیں، صرف امین ہو جاتا ہے اور اس صورت میں جائداد باقیماندہ کا اسکے حوالہ کر دینا اس قاعدہ کے خلاف ہوگا کہ "اگر جائداد

مامون لہ کیلئے امین کو دیجاتی ہے تو عدالت اس کو مامون لہ کے حوالے کرے گی،
نہ کہ امین کے"۔ اور یہ ایک مقدمہ میں ہوا جس میں موصی نے بصراحت اپنے انگلستان
کے وصی کو ہدایت کی تھی کہ باقیماندہ جائداد اسکے اٹلی کے مہتمان ترکہ کے سپرد
کر دیجائے۔ مقدمہ میکلین بنام کیمپبل (۱۸۵۷) ۲۴-بیو۔ ۱۰۰ میں جسٹس رومیلے
کا صریح رجحان اس طرف تھا کہ باقیماندہ جائداد وہ خود تقسیم کریں اور صرف
اس کارروائی کو جو ملک توطن کی عدالت میں ہو رہی ہو اختیار کرلیں۔ اسی رائے
سے لارڈ کرینورتھ اور چیمسفورڈ کو بھی اتفاق تھا جیسا کہ دفعہ ماسبق میں بیان
ہو چکا ہے۔ دوسری طرف لارڈ ویسٹبری کی رائے تھی جس کا ذکر اسی مقام پر
کیا گیا ہے اور جو دلیل انگلستان کی عدالت کے طرز عمل سے بحالت توطن انگلستان
پیدا ہوتی ہے اس کیلئے آئندہ دفعہ دیکھنی چاہیے۔ مقدمہ ان بنام مچل
(۱۸۵۷) ۲۔ ڈی آر ۱۸۱-۱۔ ڈی ای۔ جی و جے ۴۲۳ میں ایک موصی،
متوطن اسکاٹ لینڈ کی انگلستان کی منقولہ جائداد کا حق استفادہ زیر بحث
تھا، اور اسکے متعلق اسکاٹ لینڈ میں ایک دعوی دائر تھا جس میں اس کا
تصفیہ ہو سکتا تھا۔ جسٹس کنڈرسلے اور نائٹ بروس اس میں متفق الرائے تھے کہ
بعض مدعی علیہم کے نام جو اسکاٹ لینڈ میں تھے طلب نامہ جاری ہونا چاہیے،
تاکہ جو کارروائی انگلستان میں چل رہی ہے وہ چلتی رہے۔ جسٹس ٹرنر کو اسمیں شبہ تھا۔
مقدمہ بولی نائیو سرہی بنام ریٹ [۱۹۱۲] پی ۲۳۴۔ سی۔ آئی۔ میں جج،
کوزنس ہارڈی، ایم۔ آر۔ فارول، اور لارڈ چیف جسٹس کینڈی نے جسٹس ایونس
کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا۔ ایک انگریز ایک اٹلی کی عورت سے نکاح کرکے انگلستان
سے چلا گیا، اور اٹلی میں توطن اختیار کر لیا۔ اس نے کوئی وصیت نامہ نہیں لکھا
تھا، بلکہ انگلستان میں صرف ایک خط پر دستخط کیے تھے جسکی نسبت کہا جاتا تھا،
کہ وہ خود اسکے ہاتھ کا لکھا ہوا وصیت نامہ حسب قانون اٹلی ہے، اس کی
بہن نے انگلستان میں بحیثیت قرابتدار قریبہ کے اہتمام ترکہ کا دعوی
دائر کیا، دوسرے اشخاص نے اس دستاویز کی بنا پر اٹلی میں کارروائی شروع
کی ـــ قرار پایا کہ۔

(۱) انگلستان کی عدالت کو اہتمام ترکہ کے حکم دینے کا اختیار تھا اور اس لحاظ سے وہ انگلستان کے متروکہ کے متعلق تمام سوالات کے تصفیہ کی مجاز تھی
(۲) چونکہ سوال صرف انگریزی الفاظ کی تعبیر کے متعلق تھا اس لئے اس کا تصفیہ انگلستان کی عدالت میں ہونا لازم ہے نیز ملاحظہ ہو ضمیمہ مقدمہ لاریارڈ) ٹو

دفعہ ۱۰۶ (الف) جب تک کہ دائنوں کے دعاوی انگلستان یا ملک غیر کے مہتمان جائداد کے پاس سے تصفیہ نہ ہو جائیں اس وقت تک قانون توطن کے مطابق متروکہ ورثاء مستحقین میں تقسیم نہ ہو سکے گا۔ لیکن اگر ملک غیر کے دائن انگلستان کے مہتمان جائداد کے سامنے حاضر ہونے اور اپنے دعاوی کے ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہیں یا انکے دعاوی خارج المیعاد ہوں (اگرچہ متوفی کے مقام توطن کے قانون سے خارج المیعاد نہ ہوں) تو انگلستان کے مہتمان جائداد کے پاس جو متروکہ بچ رہے گا اس کو انگریزی عدالتیں متوفی کے مقام توطن کے قانون کے مطابق ورثاء مستحقین میں تقسیم کر دیں گی۔

مقدمہ لاریارڈ (اگریفتہ بنام کٹ نورتھ) ڈبلیو۔ این ۱۹۲۰۔ پی ۵۷ بج آر ٹو (مندرجہ ضمیمہ کتاب) ٹو

دفعہ ۱۰۷ برخلاف اسکے اگر متوفی کا توطن انگلستان کا ہے جہاں اہتمام ترکہ کی کارروائی جاری ہے اور انگلستان کے اوصیا یا مہتمان ترکہ یہ نہیں ظاہر کرتے کہ اس متروکہ کے متعلق جس کا اسکو ممالک خارجہ سے وثیقہ حاصل ہے، انگریزی عدالتیں بمقابلہ دائنین کے بطور جائزہ بری الذمہ نہیں کر سکتیں تو انگلستان سے ایک حکم امتناعی اس مضمون کا جاری ہوگا کہ جو عدالتی کارروائی ملک غیر میں وہاں کی موجودہ جائداد منقولہ کے متعلق چل رہی ہے وہ ملتوی رکھی جائے۔

مقدمہ ہوپ بنام کارنے (۱۸۶۶ء) ایل۔ آر۔ ا۔ چانسری مرافعہ ۳۲۰۔ جج، نائٹ بروس اور ٹرنر جنہوں نے اسٹورٹ کے فیصلہ کو بحال رکھا۔ بحث صرف ان لوگوں میں تھی جن کو حق استفادہ حاصل تھا۔ بیلی بنام بیلی (۱۸۶۷ء) ایل آر۔ ۵۔ ای کیو۔ ۵۷۔ ا منج الیشس۔ ملک غیر کے متدایرہ مقدمہ میں جو شخص مدعی تھا اس کا دعوی یہ تھا کہ اس کو باقیماندہ متروکہ میں حق استفادہ حاصل تھا اگرچہ یہ امر تسلیم کیا جاتا تھا کہ اس امر کی دریافت کے لئے کہ آیا فی الحقیقت کوئی بیت

ہے پہلے حساب کا داخل ہونا لازم ہے۔ تاہم مہتمان ترکہ نے یہ نہیں ظاہر کیا کہ
انکی حفاظت کے لئے بمقابلہ دائنین کے ملک غیر کی برأت ضروری تھی، بلکہ برخلاف
اسکے منجملہ مہتمان مذکور کے، ایک شخص حصول حکم امتناعی کی کارروائی میں شریک تھا۔

اس دفعہ میں یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ جس شخص کے مقابلہ میں حکم امتناعی چاہا جاتا
ہے وہ انگلستان کے حدود اختیار کے تحت میں ہے۔ "پہلا سوال، جو اس معاملہ میں
پیش آتا ہے، وہ یہ ہے کہ آیا عدالت چانسری کا کوئی قاعدہ یا اصول ایسا ہے،
جس کی بنا پر وہ ایک موصی کے متروکہ کے اہتمام کی ڈگری دینے کے بعد ایک
ملک غیر کے دائن کو جو اسی ملک میں رہتا ہوا اپنے قرضہ کی بابت اپنے ملک کی
عدالت میں چارہ جوئی سے باز رکھنے کا محرک ہو سکے۔ یقیناً کوئی ایسا قاعدہ یا
اصول نہیں ہے۔ ایسے دائن پر اس ملک کی عدالتوں کو کوئی اختیار نہیں ہو سکتا۔
یہ امر پیش نظر رکھنا چاہیے کہ ہم ملک غیر کے ایک شخص بلکہ ایک سند یافتہ جماعت
کے متعلق کارروائی کر رہے ہیں جو اس ملک کی عدالتوں سے کوئی استمداد
نہیں کرتی۔ اگر مرافعان ڈگری میں شریک ہوتے اور اس طور سے کچھ حصہ
انگلستان کے متروکہ سے پاتے، تو صورت حال دوسری ہو جاتی۔" لارڈ
کرینورتھ، مقدمہ کیرن آیرن کمپنی بنام میکلارن (۱۸۵۵) ۵- ایچ - ایل
۴۱۶ و ۴۴۲۔ بروہام کی رائے بھی تقریباً یہی تھی۔ سینٹ لینارڈ کو البتہ اس
حد تک اختلاف تھا کہ آیا جماعت سند یافتہ ملک غیر کی تھی یا نہیں۔ اس کا
اتباع مقدمہ بواٹس و کرافٹن بنام کرافٹن (۱۸۸۰) ۱۵- چانسری ڈویژن
۵۹۱- جج تیلنس میں کیا گیا۔ مقدمہ گریہام بنام میکسول (۱۸۴۹) ا میک و گار
نج بکالت ہام ہے تائید فیصلہ شاڈول میں اسپر غور نہیں ہوا کہ آیا دائن ملک غیر کا
تھا یا نہیں، جو انگلستان کے مقدمہ میں بحیثیت فریق کے حاضر تھا۔

دفعہ ۱۰۸ لیکن اگر وہ لوگ، جو ایسے متوفی کے متروکہ موقوعہ بیرون ملک
پر قابض ہیں، جو بحالت توطن انگلستان فوت ہوا ہو، اس برأت پر جو انگریزی عدالت
سے بمقابلہ دائنینان متوفی دی گئی، بھروسہ کرنے پر معترض ہوں، تو اس صورت میں یہ امر
مشتبہ ہے کہ آیا عدالت مذکور بذریعہ حکم امتناعی ملک غیر کی کارروائی اہتمام ترکہ کو

روک دے گی، بجز ایسی صورت کے، کہ کارروائی مذکور تقسیم جائداد باقیماندہ سے تعلق ہو۔ اس سے زیادہ روک ٹوک، اس رائے سے مطابق ہوگی، جو کہ مقام وقوع کو مال متروکہ پر اختیار رکھنے کی نسبت قائم کی گئی ہے، اور جس پر دفعہ ۱۰۳ مبنی ہے۔

دفعہ ۱۰۹ اگر ملک غیر کے مہتمم سے انگلستان کی عدالت میں حساب لیا جائے گا، خواہ حساب کے داخل کرانے سے یا کسی دوسرے طریقہ پر، تو اس کو جو کمیشن اس کاروبار پر دلایا جائے گا، جو اس نے ملک غیر کی منظوری کی بنا پر کیا ہو، وہی ہوگا، جو اس کو ان حدود ارضی میں دلایا جاتا، جہاں سے وہ منظوری جاری ہوئی تھی۔

مقدمہ چیٹیم بنام اوڈلے (۱۸۰۱) ۴۔ ویسی ۲، میں آرڈن کے فیصلہ کو لارڈ نے بحال رکھا، جس میں ہندوستان کا مروجہ (۵) فیصدی کمیشن دلایا گیا تھا، اور نیز مقدمہ کاکرل بنام باربر (۱۸۲۹) اسم ۲۲۰ نج، لیکن مقدمہ ہوی بنام طیک مین (۱۷۹۹) ۴۔ ویسی ۵۹۶۔ نج، آرڈن میں کاروبار کے واقعات کی بنا پر اس کی منظوری سے انکار کیا گیا، اور نیز مقدمہ فرین بنام فرلی (۱۸۱۷) ۳۔ میر ۲۴۰۔ نج، گرانٹ میں، کیونکہ وصیت نامہ میں مہتمم ترکہ کو اسکی محنت کا معاوضہ دلایا گیا تھا، اس کو پیش نظر رکھ کر یہ خیال کیا گیا ہوگا کہ وہ ہندوستان کی عملدرآمد کے مطابق بھی کمیشن کے پانے کا مستحق نہیں ہے۔

دفعہ ۱۱۰ ہر مہتمم ترکہ پر، خواہ وہ اصلی ہو یا ضمنی لازم ہوگا کہ جو متروکہ بربنائے منظوری اس کے قبضہ میں آئے، اس کو متوفی کے دائنین کے ادا کرنے میں صرف کرے، خواہ وہ دیون ان حدود ارضی کے ہوں، جہاں سے منظوری صادر ہوئی ہے یا اسکے باہر کے، اور خواہ وہ دائن ان حدود ارضی کے متوطن یا باشندہ ہوں، یا ان کے باہر کے، اس ترتیب تقدم کے ساتھ، جو قرضہ یا متروکہ کی نوعیت کے لحاظ سے اس ملک کے قانون میں بتائی گئی ہو، جہاں سے منظوری صادر ہوئی ہے۔

یہ قاعدہ شخصی قانون بین الاقوام کے اس اصول کا بلاواسطہ نتیجہ ہے، کہ دائنین کی ترتیب، بلحاظ تقدم و تاخر کا تصفیہ بحالت اجتماعی Lex Comcursus قانون مقام دعوی یا قانون اجتماع سے کیا جائے گا، یہ ایک ایسا اصول ہے کہ اس سے گریز نہیں ہوسکتا، کیونکہ اگر دو دین، دو مختلف قوانین کے تحت میں حاصل کئے جائیں، اور ان میں سے،

ہر وارث کو دوسرے دیس پر اس قانون کے لحاظ سے جس کی تحت میں وہ حاصل کیا گیا ہے تقدم حاصل ہو تو انکے تقدم کی ترتیب کا فیصلہ سوائے اس مقام کے قانون کے جہاں فریقین مجتمع ہوں، اور کسی قانون سے ہو سکتا ہے؛ یہ قاعدہ انگلستان کے قانون کے اس اختیار (authority) کا نتیجہ ہے، جو مقام وقوع کو نفس متروکہ پر (بمیت کے حق استفادہ سے علیحدہ) دیا جاتا ہے کیونکہ اسی اختیار کی وجہ سے انگریزی قانون میں یہ چاہا جاتا ہے کہ پہلے متروکہ پر مقام وقوع کی منظوری سے قبضہ حاصل کیا جائے، اور بعدہ دائنین اس غرض سے جمع کئے جائیں کہ جو متروکہ اس طور سے قبضہ میں آیا ہے، وہ پہلے دیون سے پاک ہو جائے، قبل اسکے کہ اسکی بحیت سے متعلق متوفی کے مقام توطن کے قانون کا نفاذ ہو۔ اگر توطن یا قومیت کے اختیار کی نسبت، یہ تسلیم کیا جاتا کہ وہ بجائے باقیماندہ جائداد کے جملہ جائداد متروکہ متوفی پر حاوی ہے جیسا کہ یورپ کے دوسرے ممالک میں ہوتا ہے، تو سلسلہ توریث جیسا کہ محاورہ ہے، وہیں کھلتا (قائم ہوتا)، اور وہیں دائنوں کا اجتماع ہوتا، اور وہیں کے قانون سے، ان میں تقدم و تاخر کی ترتیب قائم کی جاتی، جیسا کہ یورپ کے دوسرے ممالک میں ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے، کہ اس طریقہ میں جو اجتماع ہوتا ہے، وہ متروکہ کے مقابلہ میں نہیں، بلکہ وارث کے مقابلہ میں ہوتا ہے، اگرچہ وارث کی ذمہ داری بضبط فہرست کی وجہ سے محدود ہو گئی ہو، اور وارث کا تعین، تمام مراتب کیلئے، متوفی کے اس ذاتی حدود و ارضی کے قانون سے ہوتا ہے، جہاں سلسلہ توریث قائم کیا جاتا ہے۔

مقدمہ کلیسی دکر نسبور بنام نیل برٹ (۱۸۸۴) ۲۸ چانسری ڈویژن ۱۷۰۔ جج پیرسٹن نے اس دفعہ کا حوالہ دیا گیا اور اس کا مضمون پسند کیا گیا، فاضل جج نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ "اس میں کوئی شک نہیں، کہ ایسے مقدمہ میں جس میں فرانس کی بحیت کی تقسیم، اس طرح عمل میں آئی ہو کہ فرانس کے دائنوں کو بحیثیت فرانسیسی ہونے کے تقدم حاصل ہو گیا ہو، تو انگلستان کی بحیت کو تقسیم کرتے وقت، عدالت کو ہوشیاری سے کام لیکر، اس رقم کو درجہ مساوات میں لانا چاہیئے اور اس امر کا احتیاط کرنی چاہیئے کہ جب تک انگلستان کے دائنوں کو حصہ تناسب نہ پہنچ جائے کوئی فرانسیسی دائن، ان میں داخل

135

نہ ہو سکے یا جب کوئی صورت ہو تقسیم کا کیا جانا مساوات اور انصاف
کے اصول سے متغیر ہو جائے گی اور قاعدہ سے واقف نہیں ہوں جس کی
بنا پر انگلستان کے دائنوں کو بمقابلہ ملک غیر کے دائنوں کے ترجیح دی جاسکے
دیکھو دوسرے فیصلہ جو آئندہ دفعہ کے تحت میں درج ہوئے ہیں اور
مقدمہ ڈوڈنس (۱۸۹۹) ۲۔ چانسری ۳۶ ۔ جج نے عام طور سے انگلستان
کی بجیت کو انگلستان کے قانون کے مطابق تقسیم ہونا چاہیے دیتے بلحاظ
اس تقدم و تاخر کے جو اس ملک کی عدالتوں میں تسلیم کیا جاتا ہے صفحہ ۲۲۹ شرح

دفعہ ۱۱۱ اگر ملک غیر کے مہتمم کے پیش کرے یا کسی دوسرے طریقہ سے
ملک غیر کی بجیت کا عدالتی انتظام انگلستان میں کیا جاتا ہو تو عدالت اس بجیت کو
اسیطرح کام میں لائے گی جس طرح ملک غیر کا مہتمم کام میں لاتا یعنی خاص بجیت دائنوں
میں اسی ترتیب تقدم و تاخر سے تقسیم ہوگی جو اس قانون میں بتائی گئی ہے جس کی رو
سے اس بجیت پر قبضہ کیا گیا تھا۔

مقدمہ بیسن بنام واکر (۱۸۲۹) ۷۔ ایل۔ جی۔ چانسری ۱۳۵ ۔ جج نے
میں، موصی متوطن انگلستان کی اراضی ملک غیر کی آمدنی اس کے دائنوں
میں اسی ترتیب تقدم و تاخر کے ساتھ تقسیم کی گئی جو قانون مقام وقوع
میں بتائی گئی تھی۔ مقدمہ کوک بنام گریسن (۱۸۵۴) ۲۔ ڈی آر ۲۰۶۔ جج،
کے فیصلے میں اس جائداد کے متعلق جو آئرلینڈ میں پائی گئی تھی ایک دائن کو جو
آئرلینڈ کے فیصلہ کی بنا پر دعویدار تھا بمقابلہ ان دائنوں کے جو محض معاہدہ کی
بنا پر دعویدار تھے ترجیح دی گئی لیکن انگلستان کی جائداد کے متعلق وہ محض بنائے
معاہدہ دائن قرار دیا گیا۔ یہ قاعدہ کی پابندی کی بنا پر جس میں ایسی وقعت نہ
صرف ملک غیر کے فیصلہ کو دی جاتی ہے اگرچہ موصی آئرلینڈ کا متوطن تھا۔
برخلاف اس کے مقدمہ ولسن بنام ڈنسینی (۱۸۵۴) ۱۸۔ بیو ۲۹۳۔
جج کے فیصلے میں بھی موصی آئرلینڈ کا متوطن تھا اور اس بنا پر انگلستان اور آئرلینڈ
دو نو جگہ کا متروکہ آئرلینڈ کی ترتیب تقدم کے مطابق تقسیم کیا گیا۔ انگلستان
کے فیصلہ والا دائن بھی دونوں جائدادوں کے متعلق دائن بربنائے معاہدہ

قرار پایا۔ یہ مقدمہ، کوک بنام گرلیسن کے مقدمہ سے پہلے فیصل ہوا تھا، مگر
اس میں اس کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ اور مقدمہ کلے بی وکن زتیھر بنام گیشل ترٹ (۱۸۸۴)
۲۰۔ چانسری ڈویژن ۱۰۵۔ جج پیرسن میں اس کا حوالہ دیا گیا، مگر اس سے
اتفاق نہیں کیا گیا۔ مقدمہ پارڈو بنام بنگھام (۱۸۶۸) ایل۔ آر۔ ۶۔
اکیو۔ ۴۸۵ میں جج، روملے کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انھوں نے یہ معتدل
رائے ظاہر کی کہ متوفی کے ملک توطن کے قانون سے، اس ترکہ کے متعلق جو
ملک توطن کے لحاظ سے بیرونی ہو، آئین کے ترتیب تقدم کا تصفیہ نہیں
کیا جائے گا، بجز اس دائن کے حق میں جس کا توطن اسی ملک میں ہوگا جس کا
متوطن متوفی تھا۔ مگر اس کو، نہ اس اصول کے کام میں لانے کی ضرورت ہوئی اور
نہ اپنے پہلے بیان کردہ اصول کو، کیونکہ متوفی کا مبینہ توطن، بیرون انگلستان
ثابت نہیں کیا گیا تھا۔ اسٹوری نے اسی اصول کو پسند کیا ہے جس کو ہم دفعہ ۱۱
میں درج کر چکے ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ ریاستہائے متحدہ میں وہی نافذ ہے۔ اختلاف
قوانین دفعات ۵۲۵ و ۵۲۴۔ نیز ملاحظہ ہو ضمیمہ مقدمہ لاری لارڈ ٹو

186

جو فیصلے مقدمات دیوالیہ میں تقدم کی نسبت قانون مقام اجتماع
(Lex loci Concursus) کی تائید میں ہوئے ہیں ان کیلئے دیکھو مقدمہ یکطرفہ
ملبورن (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۶۔ چانسری مرافعہ جات ۶۴۔ جج میلیش
و جیمس۔ مقدمہ بھٹربرن بنام اسٹورٹ (۱۸۷۱) ایل۔ آر۔ ۳۰۔ پی۔ سی۔ ۴۷۸۔
جج، اکیرنسس۔

دفعہ ۱۱۱ (الف) جس صورت میں موصی نے امریکہ اور انگلستان، دونوں جگہ جائداد چھوڑی تھی، اور ڈگریداروں کے دعاوی میں، امریکہ کی کل جائداد صرف ہو گئی تھی، اور امریکہ کا کوئی دعویدار، انگلستان کی جائداد سے طالب ایفائے رقم نہ ہوا تھا، مگر بعدہ امریکہ کے مہتمم جائداد نے موصی کی جائداد انگلستان کی تحویل کا مطالبہ کیا، تو یہ طے ہوا کہ موصی کے امنا کو جنہوں نے، وصیت نامہ انگلستان میں داخل کیا تھا لازم تھا کہ وہ موصی کے امریکہ و انگلستان، دونوں کے دائنوں کے قرضہ کے ایفاء کے لئے جس سے وہ واقف تھے، متروکہ کے طالب ہوتے، اور اگر امریکہ کے

وائن حاضر ہوتے تو انکو امریکہ کا وہ حکم یا صداقت نامہ جو وہاں سے ملا تھا پیش کرکے یہ ثابت کرنا پڑتا کہ وہ انگلستان میں ان کے دعاوی کے ثبوت کیلئے کافی ہے، اور نیز یہ کہ ان کے دعاوی خارج المیعاد نہیں ہیں۔

مقدمہ لاریلارڈ حوالہ حسب سابق۔

دفعہ ۱۱۲ جو محصول اموات (Death duties) پر لیا جاتا ہے، اسپر بحث کا یہی موقع ہے، کیونکہ اہتمام ترکہ میں بحیثیت تقسیم کرنے سے پہلے اسکے متعلق سوالات پیش آتے ہیں۔

انگلستان کا قدیم محصول اموات دو قسم کا تھا۔ اول محصول پروبیٹ جس میں اسناد اہتمام ترکہ اور اجازت نامہ پروبیٹ، دونوں محصولوں کو ہم شامل کر سکتے ہیں۔ اور جو بعدہ بروے قوانین ۲۴ و ۲۵ وکٹوریا فصل ۱۵۔ دفعہ ۴ (الیجی) جائداد منقولہ سے بھی متعلق ہونے لگا، جس کا وصیت نامہ کی بنا پر، بذریعہ اختیار تقسیم، تصفیہ ہوا ہو۔ سرکار مال منقولہ کی جو حفاظت کرتی ہے، اس کا معاوضہ، یہ محصول سمجھا جا سکتا ہے، اس نظر سے متوفی کا توطن، غیر متعلق، لیکن اس جائداد کا، جس کی حفاظت کیجاتی ہے، مقام وقوع، متعلق، قرار پاتا ہے۔ دوسرا محصول ہبہ وصیتی، جس میں مال منقولہ کے وہ حصص، جو قرابتداروں کو پہنچتے ہیں شریک ہیں۔ اور چونکہ یہ ایک ایسا محصول تھا جو سرکار جائداد منقولہ کو متوفی اشخاص سے زندہ اشخاص کی طرف منتقل کرنے کی بابتہ لیتی تھی، اسلئے اس متوفی کا توطن، جس کی منقولہ جائداد، اس طرح منتقل کیجاتی ہے، متعلق، اور اس جائداد کے اجزا کا وقوع، غیر متعلق، ٹھہرتا ہے۔ ۱۸۵۳ء میں محصول توریث جاری ہوا، جو ہبہ وصیتی کے محصول کی طرح، محصلہ حق استفادہ پر ایک ٹکس تھا، مگر جہاں تک اس کا تعلق، قطعی مالک کی موت کے بعد، انگلستان کی جائداد غیر منقولہ سے تھا، اس کو بلحاظ ان اصول کے، جو اسبارہ میں انگلستان میں رائج تھے، توطن سے کوئی تعلق نہ تھا۔ محصول توریث کا تعلق، اس جائداد سے جس پر قبضہ قطعی نہ ہو، بلکہ جو کسی شخص کو بعد قابض حال کے دی گئی ہو (Settled) زیر دفعہ ۱۱۶ بیان کیا جائے گا۔ آخر کار ان اموات پر، جو یکم اگست ۱۸۹۴ء کے بعد واقع ہوں، محصول پروبیٹ کا لیا جانا موقوف کر دیا گیا، اور اس کی جگہہ، ایک جائدادی محصول (Estate duty) قائم ہوا، جو ان تمام جائدادوں پر حاوی تھا، جن پر محصول پروبیٹ عائد ہوتا تھا، اور اسی میں جائداد

غیر منقولہ انگلستان اور دوسری جائدادیں جن سے محصول توریث لیا جاتا تھا؛ اور تمام ایسی جائدادیں، جو سلطنتہائے متحدہ کے باہر واقع ہوں، اور جو موت واقع ہونے پر، ایسے حالات میں منتقل ہوں کہ اس قانون کی رو سے جو ۱۸۹۴ء کے قبل نافذ تھا، ان پر ہبہ وصیتی یا توریث کا محصول واجب الادا ہوتا، یا منتقل الیہ سے قرابت کی استثنائی صورت کے علاوہ لیا جا سکتا تھا، شریک ہیں۔ موخر الذکر قسم کا نتیجہ یہ ہے کہ متوفی کا توطن بھی، حفاظت جائداد کے ساتھ ساتھ، جو کہ دوسرے قسم کی جائداد کا اصول ہے محصول کا ایک اصول قرار پا گیا ہے؛ اور اس سب کا نتیجہ یہ ٹھہرا کہ جائدادی محصول، دولتمندی کے محصول کی حیثیت سے ہبہ وصیتی اور توریث کے، ان محصول کے پہلو بہ پہلو، جسے محصلہ حق استفادہ کا عکس سمجھنا چاہیے، قائم ہو گیا؛ جس طرح پروبیٹ اور ہبہ وصیتی کے محصول، اس جائداد منقولہ میں جس سے وہ متعلق ہوتے ہیں، ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ 137

پروبیٹ اور اسناد اہتمام ترکہ کا محصول جس طرح پہلے بلا لحاظ متوفی کے توطن کے، واجب الادا تھا، اسی طرح اب جائدادی محصول مفصلۂ ذیل اشیاء پر واجب الادا ہے۔

اس کے تمام مادی اثاثہ، تمسکات قابل بیع و شرا اور ان دستاویزات یا عہد نامجات پر جو حال کو قابل ادا ہوں، اس حد تک کہ وہ متوفی کی وفات کے وقت، انگلستان میں موجود تھے، یا اگر وہ اس وقت دریائی سفر یا دوسری حدود ارضی میں تھے، تو اس حد تک کہ وہ بعد وفات، پہلے مرتبہ منظور شدہ مہتمم ترکہ کے قبضہ میں آئے۔

اور نیز ان دیون پر جو متوفی کو بجز بابت تمسکات قابل بیع و شرا یا دستاویزات یا عہد نامجات کے جو حال کو قابل ادا ہوں، دوسرے طریقہ پر واجب الوصول ہوں؛ اور ایسی کمپنیوں کے حصوں اور دوسرے غیر مادی اثاثہ پر، اس حد تک کہ انکی موت کے وقت، انگلستان میں صحیح طریقہ سے انکے وصول کرنے یا ان پر قبضہ پانے کا دعویٰ ہو سکتا تھا۔

دوسرے الفاظ میں، اس کی تمام ذاتی جائداد پر، جو ابتداءً انگلستان کی منظوری کے حسب دفعات ۶۲-۹۵-۹۶ منتقل ہوتی ہے نہ کہ اور کسی ذاتی جائداد پر جس کی بابت حسب دفعہ ۱۰۲، انگلستان کا مہتمم ترکہ جوابدہ ہو سکتا ہے، یا جس کو حسب دفعہ ۹۹ یا ۱۰۰، انگلستان کا مہتمم ترکہ وصول کر سکتا، یا وہ اسکی موجودگی میں وصول ہو سکتی تھی۔

اس سوال پر کہ محصول پروبیٹ ملک غیر کی اس جائداد کی آمدنی پر جو متبسم ترکہ بربنائے منظوری حاصل نہیں کر سکتا، یا جو اسکے قبضہ میں نہیں آسکتی تھی، واجب الوصول نہیں ہے۔ اگرچہ اس کے وصول ہوجانے کے بعد وہ انگلستان میں اس کا جوابدہ اور ذمہ وار ہو۔ مقدمہ ایون (۱۸۲۰) ۱ - سی - آر - و - جے ۲۵۶ میں، الگزینڈر اور بیلی نے بحث کی تھی، اور مقدمہ اٹارنی جنرل بنام ڈوائٹ (۱۸۳۱) ۱ - سی - آر - و - جے ۲۵۶ میں لینڈہرسٹ اور بیلی وغیرہ نے اس کا فیصلہ کیا، ان دونوں مقدمات میں ملک غیر کی حکومت کا سرمایہ زیر بحث تھا۔ انگلستان کی اعلیٰ عدالت دیوانی اور ہاوس آف لارڈز میں (بروہام) بحوالہ مقدمہ اٹارنی جنرل بنام ہوپ (۱۸۳۴) ۱ - سی - آر - ایم و آر - ۵۳۰ - ۸ - بی - آئی - ایچ - آر - ۴۴۲ - سی - ایل و ایف ۸۴ - اس کا پھر فیصلہ ہوا۔ اسمیں ملک غیر کی حکومت کا سرمایہ اور روپیہ جو ملک غیر کے متوطن اور باشندہ لوگوں سے واجب الوصول تھا، اور وہ اثاثہ جو موت کے وقت ملک غیر کے مختاروں کے پاس فروخت کیلئے تھا، زیر بحث تھا، مگر اس مال کے متعلق جو موت کے وقت سمندر میں تھا، بلا عذر محصول ادا کیا گیا تھا۔ اور میرے خیال میں یہ فرض کرنے کی گنجائش ہے کہ جو مال مختاروں کے ہاتھ میں فروخت کے لئے تھا، وہ فروخت ہوگیا تھا، اور پھر وطن میں واپس نہیں لایا گیا تھا اور نیز یہ کہ اگر موت کے وقت ملک غیر کے حدود میں کوئی مال تھا جو بعد موت کے اس ملک میں لایا گیا، اور وہ متبسم ترکہ کے قبضہ میں آگیا، تو اس مال پر محصول اسی طرح واجب الادا ہوتا جیسا کہ اس مال پر جو موت کے وقت سمندر میں تھا۔ مگر اس مقدمہ کی کم سے کم متضاد صورت صحیح نہیں متصور ہو سکتی۔ مقدمہ اٹارنی جنرل بنام پریٹ (۱۸۷۴) ایل آر - ۹ ایکس ۱۴۰ میں جسٹس امفلیٹ نے ایسی جائداد پر جو موت کے وقت ایک جہاز پر موجود تھی محصول عائد کئے جانے کے متعلق اپنی رائے کو محفوظ رکھا۔ مگر جسٹس کیلی صاف طور سے اسکی تائید میں تھے اور بظاہر شبہ اور شک کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوتی۔ ایسے جہازوں کے متعلق جن کی رجسٹری سلطنتہائے متحدہ میں ہوئی ہو قوانین ۲۷ و ۲۸ وکٹوریا فصل ۵۶ دفعہ ۴ دیکھو جو زیر دفعہ ۵ درج کئے جاچکے ہیں۔

جو تمسکات قابل بیع و شرا موت کے وقت انگلستان میں پائے گئے ان پر

138

محصول پروبیٹ واجب الادا قرار پایا، مقدمہ اٹرنی جنرل بنام بولنس اور دوسرے مقدمات زیر دفعہ ۹۶، اور ریلوے کمپنیوں کے حصص پر، جو کہ حدود اراضی میں قائم ہوئی ہوں، ہر ایسے مقام پر جہاں کہ ان کا کاروبار جاری ہو۔ مقدمہ اٹرنی جنرل بنام گنیس (۱۸۵۷) ۲۔ ایچ وایت ۴۲۹۔ جج پولک۔ مارٹن۔ واٹسن، مقدمہ اوصیا فرڈیننڈ (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۵۔ چانسری مرافعہ جات ۳۱۴ میں گفارڈ نے اسی مقدمہ (۱۸۶۹) منفصلہ رولے کو منسوخ کر دیا۔ یا ایک ایسی کمیٹی میں، جو سند شاہی سے قائم ہوئی تھی، اور جس کا صدر دفتر انگلستان میں تھا، اگرچہ اس کا خاص کاروبار ہندوستان میں چلتا تھا، مقدمہ نیو یارک بریوریز کمپنی بنام اٹرنی جنرل (۱۸۹۹) اے۔ سی۔ ۶۲۔ جج، ہالسبری۔ واٹسن، شینڈ۔ ڈیوی۔ ولڈنو، جنہوں نے استھتھ۔ رگبی اور کالنس کے فیصلہ کی تائید کی (۱۸۹۸) ا کیو۔ بی۔ ۲۰۵۔ اور انہوں نے، ولس اور گرنتھام (۱۸۹۷) ا۔ کیو۔ بی۔ ۴۲۰۔ کے فیصلہ کو منسوخ کیا تھا، نیز قرضہ دستاویزی پر، جبکہ دستاویز موت کے وقت حدود اراضی میں تھی۔ مقدمہ کمشنر اسٹامپ بنام ہوپ (۱۸۹۱) اے سی ۴۷۶۔ جج فیلڈ، نیو سائوتھ ویلز کے مرافعہ پر، مگر بلا مزاحمت اس محصول کے جو اس مقام پر واجب الادا ہو جہاں قرضہ محض معاہدہ کی بنا پر ہو، مقدمہ پین بنام سرکار (۱۹۰۲) اے۔ سی۔ ۵۵۲۔ جج، میگناٹن اور دیکھو مقدمہ منٹی بنام ملکہ (۱۸۹۶) اے سی۔ ۵۶۷۔ جج، واٹسن، ہو اور ان دیولشائر، جو انگلستان کے باشندوں سے واجب الوصول ہو، مقدمہ اٹرنی جنرل بنام ریٹ (۱۸۷۴) ایل۔ آر۔ ۹۔ ای ایکس۔ ۱۴۱۔ جج، کیلی بیگٹ، ایمپلمنٹ لیکن نہ گورنمنٹ آف انڈیا کے کفالت نامجات پر جو موت کے وقت اس قرضہ کی شکل میں منتقل نہیں ہوئے تھے، جو انگلستان میں ایسٹ انڈیا سے واجب الوصول تھے۔ اگرچہ متوفی نے ایسی تبدیلی کیلئے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا، پیرس بنام پیرس (۱۸۳۸) ۹۔ سم۔ ۴۳۰۔ جج، شاڈول۔ اس امر کے متعلق کہ شرکت متوفی کی پروبیٹ کا مناسب موقعہ کہاں ہے، دیکھو مقدمات: لیڈے بنام لارڈ ایڈووکیٹ (۱۸۹۰) ۱۵۔ اے۔ سی۔ ۴۸۰۔ جج، ہرشل۔ واٹسن میگناٹن۔ بیوہ بنام ماسٹر اکیوٹی سپریم کورٹ

اوف وکٹوریہ۔ [۱۸۹۵] اے۔سی۔ ۲۵۱۔ جج، ہرشل جنہوں نے مقدمہ اسٹامپ کمشنر بنام سالٹنگ۔ [۱۹۰۷] اے۔سی ۴۴۹۔ جج لورٹبرن۔ اشبرن۔ میکناٹن۔ ولسن اور وِیس کا اتباع کیا۔

جب ایک جائداد جس کا کامل اہتمام حاصل نہ ہوا ہو کسی غیر کا موقوعہ متروکہ بھی شامل ہو اور قرابتدار کا ایک حصہ منجملہ بجیت متروکہ کے متوفی کے مقام توطن میں واقع ہو۔ دیکھو مقدمہ لارڈ ہوبیڈلے بنام اٹرنی جنرل [۱۹۰۷] اے۔سی ۱۱۔ جج ہالسبری، ہرشل۔ میکناٹن۔ شینڈ۔ ڈیوی جنہوں نے لوپس اور کے کی تائید کی (جس سے ایشر نے اختلاف کیا تھا) [۱۸۹۶] ۱۔کیو۔بی ۴۲۵ اور جنہوں نے رسل آف کیلون اور چارس کے فیصلہ کو منسوخ کیا تھا۔ [۱۸۹۵] ۲۔کیو۔بی ۵۲۵۔ مقدمہ اسمتھ ویچ بنام لیچ [۱۸۹۸] ۱۔چانسری ۹۸۸ جج رومر۔ اٹرنی جنرل بنام جانسن [۱۹۰۷] ۲۔کے۔بی ۸۸۵۔ جج برے (محصول سرکار کے بارہ میں)

مقدمہ پارنگٹن بنام اٹرنی جنرل (۱۸۶۹) ایل۔آر۔۴۔ای و آئی۔ ۱۰۰، میں اجازت نامہ اہتمام ترکہ دو شخصوں کی جائداد کی بابت حاصل کیا گیا تھا۔ اگرچہ اس اصول کو کام میں لا کر جس کا تذکرہ دفعہ ۹۵ میں ہو چکا ہے، صرف ایک اجازت نامہ لینا کافی تھا۔ جس کا اظہار لارڈ ویسٹبری نے کیا تھا۔ لارڈ ویسٹبری کی یہ رائے تھی کہ ایسے اجازت نامہ پر جو غیر ضروری طور سے حاصل کیا گیا ہو محصول نہیں لیا جانا چاہیے۔ مگر ہار بٹیلے۔ کولنزے اور کیرنس اس پر متفق تھے کہ اجازت نامہ خواہ ضروری ہو خواہ غیر ضروری، اس پر محصول لیا جانا چاہیے کیونکہ وہ حاصل کیا گیا ہے۔ چیمسفورڈ اور کیرنس نے اس اجازت نامہ کا لینا ضروری خیال کیا اسلئے انکی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اصول دفعہ ۹۵ کے خلاف تھے۔ اس دفعہ کا تعلق مقدمہ ہذا سے بظاہر انکے ذہن میں صاف نہ تھا۔

دیکھو مقدمہ بلیک ووڈ بنام ملکہ (۱۸۸۲) ۸۔مرافعہ جات۔ ۸۲۔ جج، ہاب ہاؤس جس میں نوآبادی وکٹوریہ کے قانون کی تعبیر سے بحث تھی جس کی رو سے ایک محصول پروبیٹ عائد ہوتا تھا جو تمام موہوب لہم دیتی سے بقدر ان کے حصوں کے واجب الوصول تھا برخلاف انگلستان کے محصول پروبیٹ کے

[۱۹۱۲] ۱ - چانسری ۴۰۵ - جج سوانفن (ڈیکیا)

دفعہ ۱۱۳ جب متوفی کا ترکہ مختلف حدود ارضی میں واقع ہو اور
ملک غیر کا ایسا ترکہ کہ جس پر انگریزی محصول پروبیٹ نہ لیا جا سکتا ہو انگلستان کے
مہتمم ترکہ کے ہاتھ آ گئے تو وہ اس قدر محصول ادا کرنے کا مستحق ہے جو بہ تناسب ان
جملہ ترکوں کے ہو جو اس نے ادا کئے ہیں۔ اور بظاہر یہی عمل اب جائداد کی محصول
کے متعلق بھی ہوگا۔

سرکار بنام کمشنر اسٹامپس ٹیکس (۱۸۹۷) ۱۲ - چیدہ ۴ ۲ ۹۶
[illegible] پیٹی شن کا [illegible] کو

دفعہ ۱۱۴ (الف) ایسی جائداد کے متعلق جس پر محصول پروبیٹ
نہیں لیا جاتا تھا اگر اب اس پر جائداد کی محصول لیا جاتا ہے اس حیثیت سے کہ
اسپر باوجود سلطنت ہائے متحدہ سے باہر واقع ہونے کے بر بنائے توطن متوفی کے بحصہ
وصیت یا توریث لیا جاتا تھا فنانس ایکٹ ۱۸۹۴ کی دفعہ ۲ (۲) کے الفاظ
اس امر کے مانع ہیں کہ اسکے دعویٰ کی بنا پر کوئی عذر کیا جا سکے۔

مقدمہ لاسن بنام کمشنر آف انلینڈ ریونیو [۱۸۹۶] ۲ - آئی - آر ۴۱۸
ویکلی نوٹس ۹۶ [illegible] ۴۵ - جج پالس - اینڈر [illegible] قرضے دینے یہ سوال پیدا
ہوا تھا جزائر آئرلینڈ کے سابقہ قانون کی خصوصیت کی بنا پر اور طے یہ ہوا
کہ محصول واجب الادا ہے۔ مقدمہ اٹارنی جنرل بنام جماعت نوآبادیہائے
یہودیاں [۱۹۰۰] ۱ - کے - بی ۱۲۳۰ - [illegible] واسٹرلنگ نے [illegible]
اور [illegible] کے فیصلہ کو بحال رکھا اور یہ تسلیم کیا کہ جب یہ متعین ہو جائے کہ ایک
جائداد سے محصول توریث واجب الادا تھا تو سرکار اس محصول کو قطعی طور
سے ادا کیا جائے گا۔ [illegible] مقدمہ [illegible] ڈچ [illegible]
[illegible] [۱۹۱۲] ۱ - چانسری ۴۰۵ - جج سوانفن [illegible]
میں ایک [illegible] متوطن انگلستان کے انگریزی [illegible] بمقدار اس ترکہ کے جو ان
کے ہاتھ [illegible] تھا اس محصول سرکاری کے ادا کرنے کے ذمہ دار قرار پائے تھے جو
ملک غیر کی منقولہ جائداد پر واجب الادا تھا اگرچہ وہ جائداد منقولہ بصراحت تمام

ملک غیر کے اوصیا کے سپرد کی گئی تھی، اور انھیں کے قبضہ میں رہی۔ اسیطرح مقدمہ اسکاٹ (ملک) [۱۹۱۶] ۲- چانسری ۲۶۸- جج کوزنز ہارڈے فلیمور۔ سارجنٹ نے بہ تائید فیصلہ تیوَل یہ قرار دیا کہ جو سرکاری محصول اس اثاثہ پر جس کی نسبت ملک غیر میں بطور خاص ہبہ وصیتی کیا گیا ہو، واجب الوصول ہو، وہ بجیت جائداد منقولہ سے انگلستان کے اوصیا کو ادا کرنا چاہئے کیونکہ ایسے موصی کی جو انگلستان کا متوطن ہو تمام جائداد منقولہ خواہ وہ کہیں واقع ہو اسکے اوصیا کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ سرکاری محصول اس جائداد پر بھی لیا گیا، جو ملک غیر میں واقع تھی، اور جو استمراری پٹہ دار کی موت کی بنا پر منتقل ہوئی تھی، اگرچہ تملیک کنندہ کی موت پر محصول وصیت نامہ ادا کر دیا جا چکا تھا، اور پھر واجب الوصول نہ تھا۔ اٹرنی جنرل بنام رَبسن (۱۹۲۲) ایل۔جی۔پی۔۳۶۰ جج سینگے کو مقدمہ اٹرنی جنرل بنام ربسن اب شائع ہو گیا ہے بسلسلہ ۱۹۲۲ء میں ا- کے پی-۱۰۹۴ مؤ۔

دفعہ ۱۱۴ ہبہ وصیتی، اور باقیماندہ جائداد منقولہ کے حصص پر صرف اسی صورت میں محصول واجب الادا ہوگا جبکہ متوفی کا آخری توطن سلطنتہائے متحدہ کا ہوگا؛ اور اس حالت میں محصول مذکور متوفی کے جملہ ہبہ وصیتی اور حصص باقیماندہ پر لیا جائے گا؛ خواہ وہ مقدار، اس متروکہ سے، جو کسی انگریزی اجازت اہتمام ترکہ سے ہاتھ آیا ہو، وصول ہو سکتی ہو یا نہ ہو سکتی ہو، اور خواہ موہوب لہ یا اشخاص مستحق باقیماندہ کا توطن کہیں کا ہو۔

قدیم اسناد اور نظائر کی رو سے محصول ہبہ وصیتی توطن پر نہیں بلکہ جائداد کے انگلستان میں اہتمام ترکہ پر موقوف تھا جس میں تمام اشکال زیر دفعات ۹۲- ۹۵-۹۶-۹۹-۱۰۰ اور ۱۰۲ آجاتی ہیں۔ مقدمہ اٹرنی جنرل بنام کا کریل (۱۸۱۴) ۱- پرائیس ۱۶۵- جج، طامسن۔ ریچرڈ وغیرہ اٹرنی جنرل بنام جیکسن۔ (۱۸۱۹) ۷- پرائیس ۵۶۰- عدالت اعلیٰ دیوانی انگلستان و مقدمہ لوگن بنام فیرلی (۱۸۲۵) ۲- ایس و ایس وٹی ۲۸۴- جج، بیج۔ مقدمہ ایون (۱۸۳۰) ا-سی-آر و جی ۱۵۱-۱-ٹائیر ۹۱- جج، الگزنڈر۔ بیلی۔ کارو و۔ وگھان میں متوفی کے توطن کی بحث پیش ہوئی، اور اسی بنیاد پر فیصلہ ہوا تھا۔ ایک مقدمہ میں،

متوفی کی پولیٹیکل قومیت، بنیاد فیصلہ قرار پائی؛ مگر اس میں اس معیار اور توطن کا نتیجہ واحد تھا۔ مقدمہ بروس (۱۸۳۲) ۲ سی آر وجی ۴۳۶۔ جج الینڈ برسٹ وبیلی؛ مگر اسی زمانہ میں اسی عدالت نے پھر توطن کو بنیاد فیصلہ قرار دیا، اور اس مرتبہ ایسے مقدمہ میں جس میں، سیاسی قومیت کا وہی نتیجہ نہیں نکل سکتا تھا۔ مقدمہ جکیتن۔ بنام فاربس (۱۸۳۲) ۲۔سی۔آر وجی۔۲۸۲۔ ۲ ٹائیر۔ ۴۰ ۳۵۔ جج الینڈ برسٹ بیلی۔ وپیگھاتن۔ بولنڈ۔ لارڈ بروہام نے، عدالت چانسری میں، اس صداقت نامہ پر عمل کیا، جو انگلستان کی اعلیٰ عدالت دیوانی نے موخر الذکر مقدمہ میں دیا تھا؛ اور ہاوس آف لارڈ نے اسکی تائید کی۔ مقدمہ موسومہ اٹرنی جنرل بنام فاربس (۱۸۳۴) ۸۔ بی۔ ایل۔ این۔ آر۔ ۱۵۔ ۲۔ سی۔ آئی۔ و ایف ۴۸۔ جج بروہام۔ پلنکٹ؛ لیکن جو دلائل پیش کئے گئے ان میں قدیم اسناد اور نظائر بصراحت مستثنیٰ رکھے گئے؛ تاکہ اس کا امکان باقی رہے کہ محصول ایسی صورت میں بھی لیا جاسکے، جبکہ توطن سلطنتہائے متحدہ سے باہر کا ہو؛ اگر متروکہ کا اہتمام قبل اسکے کہ اس پر وہ مخصوص عمل ہوا ہو جس کا ذکر دفعہ ۹۹ میں ہو چکا ہے سلطنتہائے متحدہ میں ہو چکا تھا؛ مقدمہ لوگن بنام فیرلی (۱۸۳۵) ۱۔ جی وسی۔ آر۔ ۵۹۔ جج پیٹیس وپوتسانکے (ایک مزید فیصلہ اس مقدمہ کا، قبل بیچ کے مقدمہ محولہ بالا کے جس میں واقعات کے متعلق مختلف رائے قائم کی گئی تھی) ومقدمہ آرنلڈ بنام آرنلڈ (۱۸۳۶) ۲۔ جی وسی۔ آر۔ ۲۵۶۔ جج، کاٹن ہام۔ جس میں یہ مسئلہ اس حد سے آگے نہیں بڑھا، جہاں اس کو مقدمہ اٹرنی جنرل بنام فاربس نے چھوڑا تھا۔ آخر کار جو اصول، اس دفعہ میں بیان کیا گیا ہے، وہ مقدمہ طامسن بنام اڈوکیٹ جنرل (۱۸۴۵) ۱۲ سی۔ ایل۔ و ایف ۱۔ ۱۲ سم۔ ۱۵۳۰۔ جج، لینڈ ہرسٹ۔ بروہام۔ کیمبل سے قائم ہوگیا۔ اس کا فیصلہ لنڈال نے لکھا، جس میں سب جج متفق الرائے تھے؛

ہبہ وصیتی کا محصول متوفی کے ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ کے حقوق پر ادا واجب الادا ہے؛ بشرطیکہ وہ زر نقد کی شکل میں بربنائے شراکت یا معاہدہ منتقل ہو جائے۔ مقدمہ فاربس بنام اسٹیونس (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۱۰ ۔ ای۔

کیو ۰ ۵۰ ۱۷ مع جج ہمیس و مقدمہ اسٹوکس بنام وکروز (۱۸۹۰) ۶۲ ۔ ایل
ٹی ۔ ۱۷۶ مع جج نارتھ۔ محصول توریث کے ایکٹ کے جاری ہونے کے بعد
یہ بحث کی گئی کہ اس ایکٹ سے ہبہ وصیتی اور ایسے باقیماندہ حصص پر جو انگلستان
میں اہتمام ترکہ سے وصول ہوں اور جن کو ایسے اشخاص چھوڑ مریں جو ملک غیر کے
متوطن ہوں وہی محصول ہبہ وصیتی مختلف نام سے عائد ہوتا ہے۔ مقدمہ ولیبی
(۱۸۶۴) ۱۔ ڈی ۔ جی ۔ جے ۔ وایس ۔ ۶۵۶ میں جسٹس ٹرنر نے اس بحث کی تائید
میں اظہار رائے کیا جو تصفیہ مقدمہ کیلئے ضرور نہ تھا۔ ملاحظہ ہو زیر دفعہ ۱۱۶
مقدمہ رکیب ڈی دیلی (۱۸۶۲) ۲۔ ایچ و سی ۹۸۵ میں جسٹس مارٹن اور جینیل
نے اس رائے کا اتباع کیا اور جسٹس پولاک بھی اس سے اتفاق کرنے پر آمادہ
تھے اگر وہ امر تصفیہ مقدمہ کے لئے ضرور ہوتا مگر یہ سب خود انکی ذاتی اور
براہ قول کی رائے کے خلاف تھا۔ یہ بحث آخر کار مقدمہ والس بنام اٹرنی
جنرل اور جیوس بنام شاڈول (۱۸۶۵) ایل ۔ آر ۔ ۱۔ چانسری مرافعہ جات ۔
جج اگنورتھ میں رد کر دی گئی ۔ دیکھو ہارڈنگ بنام کمشنر اسٹامپ کوئینس
لینڈ [۱۸۹۸] اپیل کیسز ۔ ۷۶۹ مع جج ہاب ہاوس و مقدمہ لیمب بنام گوول
[۱۹۰۲] اے ۔ سی ۔ ۶۰۰ مع جج بیگناٹن ۔

141

دفعہ ۱۱۵ ہر مہتمم ترکہ جو انگریزی منظوری سے مقرر ہوا ہو متوفی کی جملہ ذاتی جائداد کے متعلق ہو تمام بار سے پاک ہو محصول ہبہ وصیتی کے ادا کرنے کا سرکار میں ذمہ دار ہوگا مگر ایسے تمام متروکہ کی خالص بچت کی حد تک .... جو اس کو کسی انگریزی منظوری سے ملا ہوگا۔

مقدمہ اٹرنی جنرل بنام نیپیر (۱۸۵۱) ۶ ۔ ای ۔ اکس ۔ سی ۔ ایچ ۔ ۲۱۷
مع جج پارک وایلڈرسن ۔ اس مقدمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کا ایکٹ
متعلقہ وصول محصول ہبہ وصیتی تمام انگریزی عدالتوں میں واجب العمل ہے
اگرچہ اس کی رو سے یہ محصول تمام ممالک انگریزی میں واجب الوصول نہیں قرار
پایا ہے۔ یہ رائے قائم کرنا اس سے مختلف ہے کہ مہتمم ادائی محصول کا ترکہ
کی اس حد تک ذمہ دار ہے جو اسکے قبضہ میں ایک غیر ملک کی حکومت کی

منظوری سے آیا جس کا وہ جوابدہ ہے اور جس سے ممکن ہے کہ انگلستان
کے قوانین مالگزاری کی خلاف ورزی ہوتی ہو۔

دفعہ ۱۱۶ اب ہم اس محصول توریث سے بحث شروع کرتے ہیں
جو ایسی جائداد پر عائد ہوتا ہے جو بعد قابض حال کے کسی دوسرے شخص کو دیدی گئی ہو
(Settled property) اور جو انگلستان کی غیر منقولہ جائداد کے قطعی مالک کی موت
کی بنا پر نہو۔ تملیک کا جو طریقہ ہمارے یہاں رائج ہے اس کی رو سے جائداد
منقولہ بتوسط امناء اور جائداد غیر منقولہ بتوسط و بلا توسط امناء یکے بعد دیگرے مختلف لوگوں
کے مابین منتقل ہوتی رہتی ہے جو بمقدار اپنے محدود حقوق کے مالک کے نام سے
موسوم ہو سکتے ہیں۔ اگر امناء موجود ہیں تو وہ مالکان حق استفادہ اور اگر امناء موجود
نہیں ہیں تو وہ مالکان قطعی کہلاتے ہیں۔ انہی محدود ملکیت کی بنا پر ان میں اور قطعی
مالکوں میں فرق واقع ہوتا ہے اس لیے اکثر ہوتا ہے کہ جائداد خواہ وہ قطعی ملکیت کی
ہو یا صرف حق استفادہ کی ایک محدود مالک کی موت اور ساتھ ہی اس کی محدود
ملکیت کے ختم ہو جانے پر منتقل ہو جاتی ہے: یہ انتقال مالک متوفی کے وصیت نامہ
یا قانون متعلقہ جائداد کے اثر سے نہیں بلکہ اس تملیک کی شرائط کے لحاظ سے ہوتا ہے
جس کے ذریعہ سے جائداد مذکور پر قبضہ تھا۔ ممکن ہے کہ یہ تملیک کسی پہلے قطعی مالک
کی وصیت یا معاہدہ نکاح یا علاوہ نکاح کے کوئی اور انتقال درمیان اشخاص
زندہ (Inter vivos) کے ہو۔ یہ صورتیں ایسی ہیں جیسی جائداد کی تقسیم حق استفادہ
(Usufruct) اور قطعی جائداد (Nuda proprietas) میں ہوتی ہے جو یورپ
کے دوسرے ممالک میں بہت مشہور اور معروف ہیں اگرچہ ان ممالک میں ایک جائداد
سے چند اشخاص کو یکے بعد دیگرے مستفید کرنے کا عام طریقہ یہ تھا کہ پہلے شخص کو جائداد
دیجاتی تھی جو برائے نام قطعی ہوتی تھی مگر اس شخص پر یہ فریضہ عائد کیا جاتا تھا کہ وہ جائداد
کو محفوظ رکھے اور تیسرے شخص کو حوالہ کردے اور یہ عمل قائمقامی (Substitution)
کے نام سے موسوم ہوتا تھا۔ انگلستان کی تملیک کے تحت میں پہلا قابض — ایک امین
بھی ہو سکتا ہے اور اس صورت میں ایک حیثیت سے وہ استفادہ قابل اختتام سے
مستفید اور دوسری حیثیت سے امین ہوتا ہے اسلئے اس کو ایک حیثیت سے

حق استفادہ حاصل ہو جاتا ہے جس کا منتقل کرنا اس کا فرض ہوتا ہے، جو کہ قائمقامی کا اصل اصول ہے، اور اس کا وجود انگلستان کے قانون میں نہیں ہے۔ چونکہ "قائمقامی" اکثر ممالک میں ممنوع کر دی گئی ہے جیسا کہ پولین کوڈ کی دفعہ ۸۹۶ میں، اس لئے مصنفین اور عدالتوں نے، اکثر ایسے انتقالات کو بحیثیت حق استفادہ، اور قطعی جائداد کے، جائز قرار دینے کی کوشش کی جو قدیم زمانہ میں بذریعہ "قائمقامی" کے مؤثر ہوتے تھے۔

جن محصولوں سے ہم نے اب تک بحث کی ہے، وہ ایسے محصول ہیں جو قطعی مالک کی وفات پر لئے جاتے ہیں، اب ہم کو ان محصولات پر غور کرنا ہے، جو محصول توریث کے ایکٹ منظورہ ۱۸۵۳ء کی رو سے، ایسے مالک کی موت پر جس کی ملکیت موت کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے، اس کی منقولہ جائداد کے انتقال پر عائد کئے جاتے ہیں؛ وہ سب اسی فصل میں داخل ہوتے ہیں جس کا عنوان توریث جائداد منقولہ بربنائے وفات ہے؛ اور ان کا ذکر ہبہ وصیتی اور قدیم پروبیٹ کے محصولات کے بعد ہی مناسب ہے۔ اگرچہ بلحاظ اصول کے ان دونوں کا تعلق، بہ نسبت مشابہت کے اختلاف کا ہے، مگر اختلاف بھی مفید علم ہو سکتا ہے۔

پس اولاً محصول توریث کو قدیم محصول پروبیٹ سے کوئی مناسبت نہیں، محدود مالک کی موت پر، سرکار کو، جائداد فراہم کرنے کی ضرورت نہیں واقع ہوتی، کیونکہ وہ پہلے سے، امنا کے پاس جمع ہوتی ہے، یا بحیثیت جائداد غیر منقولہ کے، اس کا ظاہری وجود ہوتا ہے؛ اگرچہ اس وقت ہم کو، جائداد غیر منقولہ سے کوئی بحث نہیں ہے، اور نہ مالک متوفی کے دیون کے ادا کرنے کا کوئی سوال ہوتا ہے، کیونکہ وہ جائداد کو اپنی محدود ملکیت کے زمانہ سے زیادہ کیلئے زیربار کرنے کا مجاز نہ تھا۔ ثانیاً توریث جائداد منقولہ کا محصول، مثل محصول ہبہ وصیتی کے ہے، اور یہ ایک ایسا ٹیکس ہے، جو مال کو، مردہ اشخاص سے لیکر زندہ اشخاص کو پہونچا دینے کی بابت سرکار وصول کرتی ہے، لیکن جو مال، اس طور سے منتقل کیا جاتا ہے، وہ متوفی کا نہیں ہوتا، اور نہ اس کا حق منتقل کیا جاتا ہے، کیونکہ وہ ختم ہو چکا؛ اس لئے بظاہر، اس کا توطن، اس محصول پر مؤثر نہیں قرار پا سکتا۔ وارث کو جو حق پہونچتا ہے، نہ وہ متوفی سے پہونچتا ہے، اور نہ اس قانون کے اثر سے جو اس کی جائداد پر مؤثر ہوتا ہے، بلکہ اصل تملیک سے

143

سمجھتا ہے۔ اس لحاظ سے قرین عقل یہ ہے کہ محصول کی بنیاد یا تو وارث کا توطن ہو یا تملیک کی نوعیت قرار دیجائے اور عدالتوں کی تعبیر کے مطابق ایکٹ مذکور نے آخرالذکر امر کو اختیار کیا ہے اور محصول اسی حالت میں عائد ہوتا ہے جب کہ تملیک انگلستان کی ہو۔ انگلستان کے لفظ سے مراد سلطنتہائے متحدہ ہوں نہ کہ دوسرے انگریزی ممالک۔

جب وصیت یا معاہدہ ازدواج یا کسی دوسرے انتقال درمیان اشخاص زندہ کے ذریعہ سے جائداد منقولہ ایک سلسلہ اشخاص کیلئے ایسے امنا کے سپرد کیجائے جو ذاتی طور سے کسی عدالت موقوعہ سلطنتہائے متحدہ کے اس طرح تابع ہوں کہ عدالت مذکور اس اتباع کی بناء پر جائداد کے یکے بعد دیگرے استفادہ کے دعاوی کے تصفیہ کے لئے عدالت مجاز ہو تو حق استفادہ جائداد کے ایک شخص سے دوسرے شخص پر منتقل ہونے کے وقت اس پر محصول توریث بلالحاظ توطن اشخاص مذکور یا تملیک کنندہ واجب الوصول ہوگا۔ اس میں کچھ فرق نہیں کہ تملیک (وصیت۔ معاہدہ یا ہبہ) ایسی ہو کہ اس سے خود سلسلہ انتقالات متعین ہو جاتا ہو یا اس میں کسی شخص کو ایسے تعین کا اختیار کسی طور سے کام میں لانے کے لئے دیا گیا ہو۔ اگر وہ شخص جس کو ایسا اختیار دیا گیا ہے (موہوب لہ اختیار تقسیم یا تقرر دیکھو دفعہ ۹۱) سلطنتہائے متحدہ کے باہر متوطن ہے اور اس اختیار کو بذریعہ وصیت کے عمل میں لاتا ہے تو اس حالت میں بھی انتقال متعینہ پر محصول توریث وصول کیا جائیگا کیونکہ اب بھی یہ انتقال تحت تملیک متصور ہوگا نہ کہ ہبہ وصیتی زیر وصیت موہوب لہ۔

اگر تملیک ایسے شخص کی وصیت پر کیجائے جس کا توطن سلطنتہائے متحدہ کے باہر ہے تو سرمایہ (Fund) ہبہ وصیتی ہونے کی بنا پر امنا کے سپرد کئے جاتے وقت ہبہ وصیتی کے محصول سے محفوظ رہے گا لیکن بعدہ اس کے حق استفادہ کے منتقل ہونے کے وقت اس پر محصول توریث لیا جائے گا۔

مقدمات ذیل میں محصول توریث کا لیا جانا قرار پایا گرچہ انتقال ایسے شخص کے اختیار وصیتی کی بنا پر عمل میں آیا تھا جو ملک غیر میں متوطن تھا۔

مقدمہ لوسیس (۱۸۵۹) ۴۔ ڈی۔ ای۔ جی و جے۔ ۳۴۰۔ نائٹ بروس

ڈرز و مقدمہ البت (۱۸۶۴) ۱۰ ڈی۔ ای۔ جی۔ جے۔ و ایس ۶ ...

نائٹ بروس و ٹرنر ۔
اگرچہ تملیک ایک ایسے شخص کی وصیت پر عمل آئی تھی جو ملک غیر میں
متوطن تھا۔ مقدمہ اسمتھ (۱۸۶۴) ۱۲ ڈبلیو۔ آر ۹۳۳ و جج۔ اسٹور کے مقدمہ
ہاورڈ (۱۸۷۰) ایل۔ آر ۱۰ اکیو ۔ ۲۰۳ و جج بالسٹر اٹارنی جنرل بنام
کیمپبل (۱۸۷۲) ایل۔ آر ۵ ای اینڈ آئی ۱۰ اپیل ۵۲۴ و جج میتھیو رسالہ
جیمسٹو برو۔ ایتھری کو نشرے ۔ اگرچہ انتقال ایسے شخص کی طرف سے ہوا تھا جو
ملک غیر میں متوطن تھا۔ مقدمہ لائیل بنام لائیل (۱۸۷۲) ایل۔ آر ۱۵ ۔ اکیو
۱۔ ضمنی امر یہ تھی۔ حالت میں ایک موصی نے جس کا توطن نیویارک میں تھا وہیں
تھا اپنی نوآبادی کے اوصیا کو ہدایت کی کہ اسکی باقیماندہ جائداد امناء انگلستان
کو کام میں لاوے ۔ پہلے منتقل کردیجائے لیکن نہ تو جائداد کا کوئی حصہ امنا کے
ہاتھ میں نہیں پہنچا تھا کہ حسب شرائط امانت مقرر کردہ موصی کا تورث کا عمل
ہوگیا۔ جسٹس وکیلیت کی یہ رائے قرار پائی کہ اس تورث کی بنا پر جو جائداد بعد امنا
کے ہاتھ آئی اسپر محصول واجب الادا نہ تھا۔ اس طور سے ایک صریح فرق موجود
تھا جس پر فیصلہ کی بنیاد رکھی ہو سکتی تھی۔ مگر بادسن وضلار ڈز کے مقدمہ اٹارنی
جنرل بنام کیمبل کے فیصلہ پر ایک طویل بحث کے بعد جو اصل امر سے متعلق تھا
ضمنی امر کے نسبت انھوں نے جو کچھ کہا وہ یہ مقدمہ تھا کہ میری رائے میں اس
سرمایہ پر جو موصی کی باقیماندہ جائداد ہے کوئی محصول نہیں لیا جاسکتا۔"

اگرچہ وہ سرمایہ جس پر محصول طلب کیا جاتا تھا انگلستان کے امنا کے ہاتھ
اسی وقت پہنچا تھا جبکہ تورث واقع ہو چکی تھی مگر اس سرمایہ پر امنا کو حق اس سے
پہلے دیا جاچکا تھا۔ لائیل بنام لائیل (۱۸۷۲) ایل۔ آر ۱۵ ۔ اکیو ۱ متعلقہ
اصل امر۔ جج رولے مگر یہاں مقدمہ ہذا کا ضمنی امر قابل لحاظ ہے جو فقرہ بالا
میں مذکور ہوا ہے۔

140

اگرچہ وہ جائداد جو امناء انگلستان کے امنا کی تحویل میں دیگئی ملک غیر کی حکومت
کے سرمایہ یا ملک غیر کی کمپنیوں کے حصص پر مشتمل ہو۔ مقدمہ ہیگالا (۱۸۷۸) ۷ چانسری
ڈویژن ۳۵۱ جج جسل و اٹارنی جنرل بنام فلس (۱۸۹۴) ۱۰ ٹائمس لا رپورٹ

کہا کہ یہ جائداد غیر منقولہ نہیں ہے، بلکہ منقولہ جائداد ہے، جو انگلستان کے امنا کے ہاتھ میں ہے؛ اور ہم اس کو، بغیر اسکے کہ انگلستان میں عدالتی کارروائی کیجائے، نہیں حاصل کر سکتے، یہ معیار درست ہے، کہ ہمکو اسکے وصول کرنے کیلئے انگلستان میں آنا چاہیئے ؛

دفعہ ۱۱۷ جب کسی ایسے شخص کے متروکہ پر، جس کا آخری توطن، انگلستان تھا، کوئی محصول ملک غیر میں ادا کیا جائیگا، تو وہ صرف اسکے باقیماندہ ترکہ سے ہوگا؛ اگر وصیت نامہ میں، اس کا انتظام ہے؛ اور اس طور سے، اسکے موہوب لہ، پر کوئی بار عائد نہ ہوگا۔ دوسری صورت میں، وہ ان مخصوص موہوب لہ کو ادا کرنا ہوگا، جسپر از روئے اس ملک کے قانون کے، جہاں جائداد واقع ہے، وہ عائد ہوتا ہے۔

مقدمہ اسکاٹ (مطلہ) [۱۹۱۵] ۱۔ چانسری ۵۹۲ سی۔ اے۔ ج، کو زنش ہارڈی، فلیمور و جوائس جنہوں نے جسٹس وارنگٹن کے فیصلہ کو بحال رکھا، جس میں، ایک موصی نے جس کا توطن انگلستان کا تھا، ملک غیر میں جائداد منقولہ "ہبہ وصیتی کے محصول سے آزاد" چھوڑی؛ قانون فرانس کی رو سے، جائداد پر، موہوب لہ کو فرانس کا محصول، نام کے داخل خارج کئے جانے کے متعلق، ادا کرنا چاہیے تھا؛ قرار پایا، کہ اس فرانسیسی محصول کا ادا کرنا، موصی پر لازم نہ تھا؛ کیونکہ محصول توریث کے الفاظ، محدود معنوں میں استعمال ہوئے تھے ؛

عدالت نے، اس مقدمہ اور دوسرے دو قدیم مقدمات پیٹر بنام اسٹرلنگ (۱۸۷۸) ۱۰۔ چانسری ڈویژن ۲۷۹۔ ج، ہالس و ماکیس براون بنام ماریس (۱۸۹۶) ۵، ایل۔ ٹی۔ ۱۵۴۔ ج، ارتھ میں جن کے وصیت ناموں کے الفاظ، صریح تھے، جو فرق تھا اسکو ظاہر کیا ؛

نیز مقابلہ کرو مقدمہ ڈی سمارز [۱۹۱۲] ۲۔ چانسری ۶۲۲۔ ج، تا، کہ جب ایک موصی متوطن انگلستان نے ایک غیر ملک کی کمپنی کے حصص فروخت کیلئے امنا کے سپرد کیئے، اور امنا نے ملک غیر کا محصول توریث ادا کیا؛ تو یہ قرار پایا۔ کہ محصول کا بار حصص فروخت شدہ کی آمدنی پر پڑنا چاہیے، نہ کہ جملہ جائداد پر ؛

چونکہ متوفی کی ذاتی جائداد کی بحث میں، استفادہ کا حق، اس ملک کے قانون کے تابع ہے، جہاں اس کا آخر توطن تھا (دفعہ ۵۹)؛ اسلئے ایک ہی قانون کا اتباع کیا جائیگا؛ اگرچہ متروکہ، مختلف ممالک میں واقع ہو۔ یہ امر مطلق اہم نہیں ہے، کہ کونسا قرض، کس متروکہ سے ادا کیا گیا؛ لیکن فی الحقیقت ایسا نہیں ہے؛ فرض کرو، کہ متوفی کی غیر منقولہ جائداد، ایسے ملک میں واقع ہے، جو اس کے

مقام توطن سے علیحدہ ہے، اور وہاں، جائداد غیر منقولہ کی توریث، اس قانون کے تابع سمجھی جاتی ہے، جہاں جائداد
واقع ہو، اور متوفی کا قرضہ، اس جائداد کا وارث یا موہوب لہٗ وصیتی ادا کرے بشرطیکہ
وصیت نامہ سے یہ منشا ظاہر ہوتا ہو کہ یہ قرض، اس پر عائد کیا جائے۔ بظاہر قانون
مقام وقوع جائداد ہی ایسا قانون ہے، جس کے ذریعہ سے، یہ جائداد منقولہ کو چھوڑ کر
ابتداءً غیر منقولہ پر عائد کیا جا سکتا ہے، اس لیے اگر خود قانون مقام وقوع جائداد
کی رو سے، وارث یا موہوب لہٗ وصیتی کو، یہ حق حاصل ہے کہ وہ قرض ادا کردہ کی رقم کو
متوفی کی جائداد منقولہ سے، وصول کرنے کی کارروائی کر سکے، تو یہ قوانین کا تصادم
یا اختلاف نہیں متصور ہوگا، اور یہ ظاہر ہے کہ اس کو ہر ایسے حدود ارضی میں، جہاں
متوفی کی جائداد منقولہ ملے، ایسی کارروائی کا اختیار حاصل رہےگا، اور یہی انگلستان
میں یا ایسی بحث کے بعد، جس کا سمجھنا کچھ آسان نہیں، طے ہو گیا ہے لیکن اگر
قانون مقام وقوع جائداد کی رو سے، قرض، ابتداءً جائداد غیر منقولہ ہی پر، عائد
ہوتا ہے، تو جس مخصوص توریث سے، وارث یا موہوب لہٗ وصیتی فائدہ اٹھاتا ہے، وہ
خود، اس قانون سے، اسقدر جائداد غیر منقولہ تک محدود ہے، جو دین کے ادا کرنے کے
بعد باقی رہجاتی ہے۔ جب وہ قانون، جس سے وہ استمداد کر سکتا ہے، اور جس کے
اثر سے، وہ وارث حق استفادہ یا دین کا منتقل الیہ قرار پاتا ہے، اس کو اس امر کی
اجازت نہیں دیتا، کہ وہ بجائے اس دائن کے، جس کا دین اس نے ادا کر دیا ہے،
عام توریث کے مقابلہ میں کھڑا ہو، تو کوئی وجہ نہیں نظر آتی، کہ اس کو کسی دوسرے حدود
ارضی میں کبھی ایسی کارروائی کی اجازت دیجائے۔ یہ بھی، انگلستان میں طے شدہ ہے،
اور نتیجہ یہ ہے کہ ہر مقدمہ میں، حق دعویٰ کا تعین، مقام وقوع جائداد کے قانون
سے کیا جاتا ہے، بنائً علیہ۔

دفعہ ۱۱۸ جب وصیت نامہ سے، کوئی خاص منشا ظاہر نہ ہوتا ہو، تو
ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ کے وارث یا موہوب لہٗ وصیتی کے، اس حق دعویٰ کا، جو
وہ، اس دین کی بابت، جو اس نے ادا کیا ہے، انگلستان میں متوفی کی منقولہ جائداد
کے مقابلہ میں دائر کرے، تصفیہ، اس مقام کے قانون سے کیا جائیگا، جہاں جائداد
غیر منقولہ واقع ہے۔

183

دعویٰ کی اجازت دیگئی جہاں اسکی اجازت قانون مقام وقوع کی رو سے جائز تھی۔ دیکھو ایمن بنام ریوی (۱۷۲۱) عہدی چا۔ ۷۰۰۰۔ ۵۔ جج ارسکلس فیلڈ۔ بظاہر یہ وہی مقدمہ ہے جو بغیر نام کے ۹۔ موڈ۔ ۶۶۔ میں مورخہ ۱۷۲۳ء ظاہر کیا گیا ہے۔ مقدمہ وجیلسی بنام گارٹی (۱۸۳۸) ۲۔ کین۔ ۲۹۳۔ جج الینگ ڈیل مقدم الذکر مقدمہ میں متوفی کا توطن، مقام وقوع جائداد غیر منقولہ کا اور موخر الذکر میں انگلستان کا تھا۔ دعویٰ کی اجازت دینے سے انکار کیا گیا جس حالت میں اس کی اجازت قانون مقام وقوع میں نہ تھی (مقدمہ دستاویزات اسکاٹ لینڈ قابل توریث)۔ مقدمہ ڈرومنڈ بنام ڈرومنڈ (۱۷۹۹) ۶۔ برو۔ پی۔ سی۔ ۶۰۱ و ۲۔ ویسی و بی۔ ۱۳۲۔ اور مقدمہ ایلیٹ بنام منٹو (۱۸۲۱) ۶۔ میڈ۔ ۱۶۔ جج لیچ۔ مقدم الذکر مقدمہ میں متوفی کا توطن انگلستان کا تھا۔ مگر موخر الذکر میں توطن نہیں بتایا گیا ہے۔

دیکھو مقدمہ ہیوٹ۔ لاسن بنام ڈنکن [۱۸۹۱] ۲۔ چا۔ ۵۶۸۔ جج نورتھ اس میں جائداد غیر منقولہ مختلف حدود ارضی میں واقع تھی۔ اس امر کا تصفیہ کہ غیر منقولہ اور منقولہ جائداد کس ترتیب سے ادائی دیون میں کام میں لائی جائے، زیادہ تر وصیت نامہ کی تعبیر سے کیا گیا۔

دفعہ ۱۱۹ وصی یا مہتمم ترکہ سے جو شرح سود اس متروکہ پر دلائی جائے گی جو ان کے قبضہ میں ہو، اس کی شرح لازمی طور سے وہ نہ ہوگی جو عام طور سے مقام عدالت یا متوفی کے مقام توطن میں رائج ہے۔ بلکہ وہ ہوگی جو عام طور سے اس ملک میں دلائی جاتی ہے، جہاں مال متروکہ تھا۔ یہ فرض کر کے کہ جائداد مذکور بیجا طور سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں منتقل نہیں ہوئی، یا کسی ملک میں بیجا طور سے روک نہیں رکھی گئی۔

مقدمہ ملکام بنام مارٹن (۱۷۸۹) ۲۔ برو۔ چا۔ ۵۰۔ جج، آرڈن۔ مقدمہ ریمونڈ بنام براڈبیلٹ (۱۸۰۰) ۵۔ ویسی۔ ۱۹۹۔ جج، راسلن۔ و دیگر بنام رکٹس (۱۸۰۴) ۱۰۔ ویسی۔ ۳۲۰۔ جج، گرانٹ۔ موخر الذکر مقدمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس قاعدہ کا نتیجہ یہ ہے کہ جب متروکہ ادا دو صیا دو یا زیادہ ممالک میں ہوں، تو جو سود موصی لہٗ کو دلایا جائے گا، اس کا انحصار اس ملک پر ہوگا جہاں وہ دعویٰ کو نالش کرے

اہتمام ترکہ میں بچت کی تقسیم

ان حقوق استفادہ کا تعین جن کے لحاظ سے ایک متوفی کی جائداد کی بچت تقسیم ہوتی ہے۔ خواہ وصیت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ متوفی کے آخر مقام توطن کے قانون سے ہوتا ہے۔ یہ اصول دفعہ ۵۹ میں قائم کیا گیا تھا جو ان مضامین کے سمجھنے کیلئے جو آئندہ لکھے جانے والے تھے ضرور تھا۔ مثلاً وہ وقعت جو منظوری عطا کئے پروبیٹ و اجازت نامہ اہتمام ترکہ و جوازِ وصیت ناموں کے معاملات میں مقامِ توطن کی عدالتوں اور قوانین کو دیجاتی تھی۔ اس فصل کے بقیہ حصہ میں ہم کو صرف اسی کے نتائج سے بحث کرنا باقی رہگیا ہے کہ اب وہ تمام پیچیدگیاں جو بچت کے متعین ہونے کے قبل خود متروکہ پر اختیارات کے متعلق تھیں دور ہوگئیں اور انگلستان میں وہ اختیارات مقام وقوع کے قانون کے سپرد کر دیئے گئے۔ اسی اثناء میں ہم اس مسئلہ پر غور کرسکتے ہیں جو لارڈ الونیلے نے مقدمہ سمرویل بنام سمرویل (۱۸۰۱) ۵۔ وس ۹۱ میں پیش کیا تھا:

147

"اگر بالفرض توطن ایک ہی وقت کا اور مساوی طور سے دو مختلف مقامات کا ہو تو ایسی حالت میں کیا صورت ہوگی؟"

انگریزی عدالتوں کے تجربے کے لحاظ سے یہ مسئلہ صرف خیالی ہے، مگر لارڈ الونیلے کے سوال کا جواب دیا جاسکتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "میں خیال کرتا ہوں کہ ایسی صورت مشکل سے پیش آسکتی ہے لیکن اس کا تصور ممکن ہے۔ ایک شخص ایک ایسے ملک میں پیدا ہوا جس کا علم کسی کو نہیں ہے یا اس نے ایسے مقام کا توطن اختیار کیا جس کو اس نے مطلقاً ترک کر دیا تھا اب وہی شخص اس ملک یا دوسرے ممالک میں ایک ہی وقت میں دو توطن اختیار کر سکتا ہے اور دونوں میں ایک ہی حالت میں رہ سکتا ہے مثلاً اس نے دو ملکوں میں دو مکانات ایک وقت میں خرید کئے، یہ کہنا مشکل ہے کہ جس پر وہ پہلے قابض ہوا اسی کو ترجیح ہونی چاہیے۔ اب فرض کرو کہ ان میں سے ایک میں مرگیا تو کیا موت کا اس پر کوئی اثر ہوگا؟ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی اثر ہوگا۔ اور اس حالت میں بھی بلحاظ ضرورت قانون مقام وقوع جائداد کو ترجیح ہوگی کیونکہ جس ملک میں جائداد واقع ہے وہ اس ملک سے باہر

لیجانے کی اس وقت تک اجازت نہ دے گا، جبتک اس کو یہ نہ معلوم ہو کہ جائداد مذکورہ کس قاعدہ سے تقسیم کی جائے گی۔ اگر جائداد ہمارے ملک میں ہوتی تو اس کو باہر لیجانے کی اسوقت تک اجازت نہیں دیجا سکتی تھی جبتک کہ یہ نہ ثابت کیا جاتا، کہ متوفی کا توطن، کسی دوسرے مقام کا تھا۔" برخلاف اس کے ستوگنی کہتا ہے، "ایک آوارہ وطن شخص کی موت پر، جس کا کہیں کا توطن نہو، اس کے مقام پیدائش کا قانون، موثر ہوگا، اور اگر وہ بھی نہیں دریافت ہوسکتا، تو اس کے آخر مقام بود و باش، یعنے اس مقام کا قانون، جہاں وہ مرا، نافذ کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۲۰ وصیت نہونے کی حالت میں، متوفی کی ذاتی جائداد کی خالص بچت، ان لوگوں اور ان حصوں میں، قابل تقسیم ہے جو اس کے آخر توطن کا قانون، متعین کرتا ہے۔

مقدمہ پیپن بنام پیپن (۱۷۴۴) ایمبل ۲۵۔ جج ہارڈوک۔ تھارن بنام واٹکنس (۱۷۵۰) ۲۔ وس ۳۵۔ جج ہارڈوک۔ اسکاٹ لینڈ کے قدیم نظائر، متعلقہ مضمون مذاہب باہم مختلف ہیں۔ مقدمہ بروس بنام بروس (۱۷۹۰) ۶۔ برو۔ پی۔ سی۔ ۵۶۶ میں ملیں گی۔ و مقدمہ بالفور بنام اسکاٹ (۱۷۹۳) ۶۔ برو۔ پی۔ سی۔ ۵۵۰۔ اس مقدمہ کی اپیل کے ضمن میں یہ قاعدہ، اسکاٹ لینڈ کیلئے، اسیطرح طے ہوگیا، جس طرح وہ انگلستان میں رائج تھا۔ لارڈ تھرلو کی تقریر، جو مقدمہ بروس بنام بروس میں ہوئی، وہ دوسری رپورٹ میں ملے گی۔ ۲۔ بوس و پل ۲۲۹۔ نوٹ بجے

دفعہ ۱۲۱ اس لحاظ سے، اگر کوئی شخص، بلا وصیت، اپنے مقام توطن کے علاوہ کسی دوسری جگہہ جائداد غیر منقولہ چھوڑ مرتا ہے، اور اس مقام کا قانون توریث، جائداد غیر منقولہ میں، مقام توطن کے قانون کے نفاذ کی اجازت نہیں دیتا، بلکہ حق وراثت، ایک مخصوص شخص کو عطا کرتا ہے، اور اس کو بھی جائداد منقولہ میں حصہ پانے سے، اسوقت تک کے لئے محروم کردیتا ہے جبتک کہ وہ تمام جائداد غیر منقولہ کو لاکر، جملہ متروکہ میں شامل نکردے، باوجود اس کے، ایسا وارث، بلحاظ قانون توطن کے بغیر جائداد غیر منقولہ کو شامل کئے، اپنے حصہ جائداد منقولہ موقوعہ ہر دو ممالک کے متعلق دعویٰ کا مجاز ہوگا۔

مقدمہ بالفور بنام اسکاٹ (۱۷۹۳) ۶ برو ـ پی ـ سی ـ ۵۵۰ مرافعہ
اسکاٹ لینڈ نیز ملاحظہ ہو :ـ دفعہ ۱۲۵ ـ اور اسکے تحت ۱۲۶ (ب)

دفعہ ۱۲۱ ا مگر مال لاوارث (Bona vacantia) جو اِس ملک میں موجود ہو، وہ سرکار کا ہوجاتا ہے؛ اور اس پر، آخر توطن کا قانون، نہیں نافذ ہوتا ـ
مقدمہ امانت بارنٹ [۱۹۰۲] ا ـ چانسری، ۴۸ ـ ج، کیک وچ؛

148

دفعہ ۱۲۱ ا (ب) جو جائداد، مرض الموت میں ہبہ کیجائے، اس سے، عام ہبہ کا قانون متعلق ہوتا ہے؛ نہ کہ انتقالات وصیتی کا؛ باوجودیکہ جائداد موہوبہ پر، بحالت غیر کافی ہونے متروکہ کے، واہب کے دین کا بار ہو؛ اور اس سے، توریث کا اور نیز سرکاری محصول، واجب الوصول ہو ـ
مقدمہ امانت کروئمین [۱۹۲۱] ا ـ چانسری ۳۶۲ ج، آکو؛

دفعہ ۱۲۲ ا ایک موصی کی جائداد منقولہ کی خاص بحیثیت پر، اس کی وصیت کے اثر کا تعین بھی، تمام معاملات میں، بہ استثناء تعبیر وصیت نامہ کے، اس کے آخر مقام توطن کے قانون سے، کیا جائے گا؛ اسلئے اگر اس کے انتقالات میں، کوئی انتقال، ایسا ہے، جو قانون مذکور کے دئے ہوئے اختیارات سے متجاوز ہونے یا کسی دوسری بنا پر، ناجائز ہے، تو اس کا کوئی اثر نہ ہوگا؛ اور اسی قانون سے، جائداد منقولہ مندرجہ وصیت نامہ کے (Destination) ورثاء کا بھی تعین کیا جائیگا ـ مقابلہ کرو دفعہ ۸۶ ـ

برعکس اس کے اگر موصی کے آخر مقام توطن کا قانون، اس کو بہ نسبت اس مقام کے قانون کے، جہاں تحریر وصیت نامہ کے وقت، اس کا توطن تھا، وسیع تر اختیار انتقالات، دیتا ہے، تو قانون مقدم الذکر ہی کو ترجیح دیجائے گی ـ مقدمہ گروس (نمبر ۲) [۱۹۱۵] ا ـ چانسری ۲۰۵ حسب حوالہ سابق صفحہ ۱۱۹؛

اس امر کا تصفیہ، کہ بیوہ اور فرزند کے قانونی حصہ (Legitim) کا حق، کس حد تک، موصی کے ان انتقالات کا مانع ہے، جو ایکے حصوں میں خلل انداز ہوں، موصی کے آخر توطن کے قانون ـــ نہ مقام وقوع جائداد منقولہ کے قانون ـــ سے کیا جائے گا ـ مقدمہ ہاگ بنام لیشلے (۱۷۹۲) ۶ ـ برو ـ پی ـ سی ـ ۵۷۷ : ۲ ـ

ہیگسما۔ نمبری ۱۵ ہم ؛ نیز ملاحظہ ہو مقدمہ ہاؤس اوف لارڈز بمرافعہ جات اسکاٹ لینڈ
ویتھارنٹن بنام کرلنگ (۱۲۴۲) ۱۰ ۔ مجموعہ ۱۰ ۔ اپیل ؛ اور مقدمہ کیمبل بنام بوینی
(۱۸۵۹) جونسن ۳۲۰ ؛ ہیرچ ڈی ڈاؤ

جس حالت میں انگلستان کی غیر منقولہ جائداد امانت میں فروخت کیلئے چھوڑی جائے تو اس کا انتقال موصی کے مقام توطن کے قانون کے تابع رہے گا۔ مقدمہ ووئی تو اینجر [۱۹۱۶] ۱۱۴ ؛ ایل۔ جی۔ آر۔ ۹۰ ؛ ۱۵ ہیرچ ایج ۔ جنید ہی نے جس کا توطن فرانس کا تھا اپنی جائداد غیر منقولہ واقع انگلستان کو ایک یتیم خانہ کے قیام کیلئے امانت میں فروخت کے لئے رکھا تھا چونکہ وقف کی تعمیل صحیح طور سے نہیں ہو سکتی تھی اسلئے وصیت باطل ہو گئی کیونکہ فرانس کے قانون میں انگلستان کی طرح کوئی اصول تعبیر منشاء وقف (Cy-pres) کا نہیں ہے۔[1]

اگر ہبہ وصیتی کے متعلق کوئی ایسی شرط موجود ہو جو مانع ازدواج ہو تو اسکی صحت کا اندازہ موصی کے آخر مقام توطن کے قانون سے کیا جائے گا۔ مقدمہ اتانی بنام ہنگہام یا سر چارلس ڈگلاس کا مقدمہ (۱۷۹۹) ۳ ۔ ویسی ۲۰۲ ؛ نیز مقدمہ ہیڈی بنام جانسٹن ۵ ۔ ویسی ۷۷۰ ؛ اور مقدمہ ہمرولی بنام ہیگسما نمبری ۴۴۱ ؛ نوٹ ۔ ۲ ۔ پروبیٹ ۔ ۵۰ ؛ مندرجہ عنوان مقدمہ بالفور بنام اسکاٹ ۔ بجانب تو آبرو وتھرلو۔ مرافعہ جات اسکاٹ لینڈ

ایک وصیت کرنیوالی عورت کا توطن انگلستان کا تھا یہ ایک ایسے شخص کے حق میں کیا گیا تھا جو اس سے پہلے مر گیا ۔ وہ انگریزی قانون کے لحاظ سے باطل ہو گیا ، اگرچہ وہ اس مقام کے قانون سے باطل نہیں ہو سکتا تھا جہاں وصیت نامہ لکھا گیا اور جس مقام کی اصطلاحی زبان میں وہ مرتب ہوا تھا۔ مقدمہ انیسٹر وتھ بنام چامر (۱۸۹۹) ۲ بسم ۱۰۰ ؛ ہیرچ لیچ

[1] سائپریس (Cy-press) کا اصول یہ ہے کہ اگر موصی کسی ایسے کار خیر کی وصیت کر جائے جسکی تعمیل کسی وجہ سے نہ ہو سکتی ہو تو دستاویز کی تعبیر اس طرح کی جائے کہ اس سے موصی کے منشاء کی تعمیل جہاں تک از روئے قانون ممکن ہو کیجاسکے مثلاً یہ کہ اسی قسم کا دوسرا کار خیر تجویز کیا جائے ۱۲ مترجم

١٤٩

اس ہبہ وصیتی کا جواز، جو خیراتی کاموں کیلئے عمل میں آئے جائداد منقولہ کی حد تک مقام
توطن کے قانون پر منحصر ہوتا ہے کہ اگر موصی نے جائداد غیر منقولہ اپنے مقام توطن کے باہر
چھوڑی ہے اور وہاں کا قانون، جائداد غیر منقولہ کی توریث میں، ملک توطن کے قانون کو
تسلیم نہیں کرتا، اور تعلقات متذکرہ اس خیراتی ہبہ کو نامنظور کرتا ہے تو اس کا فیصلہ قانون
مقام توطن سے کیا جائیگا ــــ کہ آیا ایسا ہبہ تا بحد جائداد منقولہ پورا نافذ کیا جائیگا یا بتناسب
اس حصہ کے جس کا ادا کرنا بمقابلہ اس حصہ کے جس کا ادا کرنا ناممکن ہے ساقط
کر دیا جائے؟ ریکٹ بنام الڈر (۱۸۶۷ء) ایل۔ آر۔ ۱۴۰۔ ایکویٹی۔ بیورج بنام پکٹ

اس ہبہ وصیتی کا جواز بھی جو امور متعلقہ توہمات (Superstitions)
کی نسبت عمل میں آئے، موصی کے توطن کے قانون پر منحصر ہے۔ مقدمہ
الیٹ و الیٹ بنام جانسن [۱۸۹۱] ۳۹ ڈبلیو آر ۔ ۶۹۶ ؛ مزید ۲۰۱ آرٹیکل و
مقدمہ ڈیکن [۱۹۱۸] ایل جے ۔ چانسری ۔ ۲۱۴ ۔ مزید ۔ منتخب ایڈی بحوالہ انگلش
لارڈ چیف جسٹس ڈیوک میں فاتحہ کیلئے ایک ایسے شخص نے ہبہ کیا تھا،
جو کہ آئرلینڈ میں پیدا ہوا تھا مگر اس کا توطن انگلستان کا تھا ـــ اسکی
نسبت قرار پایا کہ وہ بربنائے آئین ۱۰ ایڈورڈ ششم فصل ۱۴ اسکو نافذ
نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ کسی وقف کو ایسی وہم پرستی کے کام میں لگانے کی اجازت
نہیں دیجا سکتی تھی ـ

تعبیر وصیت ناجات

تعبیر کی بحث کو لارڈ لینڈ ہرسٹ کی اس تقریر کے ایک فقرہ سے شروع
کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جو انھوں نے اسکاٹ لینڈ کے مرافعہ ٹراٹر بنام ٹراٹر میں
کی تھی، جس کا تذکرہ ذیل دفعہ ۱۲۵ کیا جاچکا ہے۔ انھوں نے کہا اور کہ وکلا نے بیان کیا اور
نیز اخباروں کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ عدالت تحت میں بھی اس پر بحث ہوتی تھی کہ
جب وصیت نامہ کی تعبیر کے مقدمات میں اس قسم کی کوئی اصطلاحی بحث پیش آجائے تو
فیصلہ کنندہ عدالت کو اس ملک کے مقننین کی رائے سے استمداد کرنا چاہئے ان کہ

وصیت نامہ یا دستاویز تکمیل پائی کسی طور سے بیجا نہیں متصور ہو سکتا، اور جب وصیت نامہ
معمولی الفاظ میں ہو، تو اسکاٹ لینڈ کی عدالتوں کے جج اس کی صحیح تعبیر اسی طرح کر سکتے
ہیں، جس طرح کہ اس ملک کے مقنین کر سکتے ہیں، جہاں دستاویز تکمیل پائی تھی۔ مگر
حکام تحت کو اس رائے سے اتفاق نہ تھا، اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں، میرے نزدیک،
ایسی رائے کبھی معقول نہیں متصور ہو سکتی ـــ وصیت نامہ کی تعبیر ہمیشہ اس ملک کے قانون
سے کیجانی چاہیئے، جہاں وہ تکمیل پائی، اور جہاں وصیت کنندہ کا توطن ہے عدالتوں
میں تعبیر کے خاص خاص قواعد مقرر ہیں، اور وصیت ناموں میں، جو فقرات اور جو الفاظ
مستعمل ہوتے ہیں، ان کا تعلق، اکثر انھیں قواعد تعبیر سے ہوتا ہے، اسلیئے اگر ان قواعد
سے کلیتاً قطع نظر کرلیجائے، اور ان عدالتوں کے جج، جو دستاویز کے لحاظ سے غیر ہیں،
بغیر اس ملک کے قانون کی ضروری واقفیت کے، جہاں دستاویز تکمیل پائی، اپنے قواعد
تعبیر کے لحاظ سے، وصیت ناموں کی تعبیر کرنے لگیں، تو اس سے بجد نقصان پہنچ سکتا ہے؛
اور اکثر صورتوں میں، اس کا امکان ہے کہ موصی کا منشا بالکل فوت ہو جائے۔ مزید بر اں
ایک بڑی دقت، یہ پیش آسکتی ہے کہ جو تعبیر، اس کی انگریزی عدالتیں کریں، اس سے مختلف
تعبیر، ممالک غیر کی عدالتوں میں کیجائے۔ پس میرے نزدیک، جو اعتراض کیا جاتا ہے، وہ صحیح
بنیاد پر نہیں ہے۔ جس حالت میں، ایک وصیت نامہ، ملک غیر میں، ایسے شخص کی طرف سے
تکمیل پائے، جس کا توطن، اسی ملک کا ہو، تو شخص مذکور کی جائداد کے متعلق، اسکی تعبیر، اسی
ملک کے قانون کے لحاظ سے، ہونی چاہیئے، جہاں وہ لکھا گیا تھا؛ اگر کسی کارروائی میں،
وہ زیر بحث ہو، تو اس کی وہی تعبیر قرار پانی چاہیئے، جو اس ملک کی عدالتوں میں قرار
پاتی، جہاں اس کی تکمیل ہوئی ہے۔ بناءً علیہ، میری رائے میں ججوں کا یہ ہدایت کرنا کہ حسب
قانون انگلستان، اس وصیت نامہ کے مفہوم اور تعبیر کے متعلق، انگلستان کے سربرآوردہ
مقنین کی رائے لیجائے، بالکل درست تھا۔"

150

اس موقعہ پر لارڈ لینڈ ہرسٹ نے یہ فرض کرلیا تھا کہ وصیت نامہ، موصی کے مقام
توطن میں مرتب ہوا تھا، اگر وہ کسی دوسرے ملک میں بھی مرتب ہوتا، تو انگریزی نظائر،
اور اسناد کے لحاظ سے، قانون مقام توطن کو ترجیح دیجاتی، قدیم زمانہ میں، اس قانون
سے مراد اس مقام کا قانون ہوتا تھا، جو موصی کا آخری توطن تھا؛ مگر اب (لارڈ کنگس ڈاون کے

ایکٹ کی اس تجویز کی بنا پر کہ وصیت نامہ کی تعبیر میں، موصی کے تبدیل توطن مابعد سے کوئی فرق نہ پڑے گا (دیکھو دفعہ ۵۸) اس سے مراد اس مقام توطن کا قانون ہوتا ہے جہاں موصی نے وصیت نامہ کی تکمیل کی اور اسی کے لحاظ سے اس کی تعبیر کیجانی چاہیئے۔ میں اس کو حقیقی ترقی اور اصلاح تصور کرتا ہوں اور میرے نزدیک جو عام اختیار متوفی کے آخری توطن کو جائداد کی خالص بحیثیت کے حق استفادہ پر دیا گیا ہے وہ اس کے مخالف نہیں ہے۔ تعبیر ایک واقعاتی امر ہے اور وہ قانون جو کہ بعد تعبیر کے ہبہ وصیتی کی صحت یا غیر صحت کا فیصلہ کرتا ہے، تعبیر میں کسی دوسری مدد کا محتاج نظر آتا ہے۔

مزید برآں مسئلہ تعبیر اور اس کے عمل میں تمیز کرنا کچھ آسان کام نہیں ہے؛ اس طور سے مقدمہ اینسٹر وتھر بنام چاپر جو زیر دفعہ ۱۲۲ لکھا جا چکا ہے، تعبیر کا ایک مسئلہ متصور ہو سکتا ہے یعنے یہ کہ کیا اس ہبہ کی نسبت جو موہوب لہٗ وصیتی کے قائمقام کے حقمیں کی گئی ہے، اور جو انگریزی قانون کے لحاظ سے جائز ہے، یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ وہ اس ہبہ وصیتی سے مستنبط ہوتی ہے، جو ایسے قانون کی اصطلاحی زبان میں کی گئی ہے، جس میں موہوب لہٗ کے موصی کی زندگی میں فوت ہو جانے سے سقوط عائد نہیں ہوتا؛ اور مقدمہ میں جس قدر یہ امر صاف ہوگا کہ ــ مسئلہ تعمیل کا نہیں بلکہ تعبیر کا ہے ــ اسی قدر زیادہ عدالت کو اس کا موقعہ ملے گا کہ وہ مقدمہ کے مخصوص حالات کے لحاظ سے، جو اس کے پیش نظر ہوں، عام نتیجہ کو قانون مقام توطن کے مطابق کر سکے۔

اس سے مفصلۂ ذیل قاعدہ مستنبط ہوتا ہے:۔

دفعہ ۱۲۴ جب کسی انگریزی عدالت کو ایک وصیت نامہ متعلقہ جائداد منقولہ کی تعبیر کی ضرورت واقع ہو اور موصی کے آخر مقام توطن کے کسی فیصلہ سے مدد نہ ملتی ہو (جس کے متعلق دیکھو دفعہ ۶۰)، تو اس کو اس ملک کے قانون سے ہدایت حاصل کرکے جہاں تحریر وصیت نامہ کے وقت موصی کا توطن تھا وہاں کے واجب العمل قواعد تعبیر سے کام لینا چاہیئے، اور اگر وہاں ایسے قواعد موجود نہوں، تو تمام حالات پر بشمول اس ملک کی عدالتوں کے، اس رجحان اور عملدرآمد کے، جو تعبیر دستاویزات کے متعلق رائج ہو اور جو ماہران فن کی شہادت سے ثابت کیا جا سکتا ہے، بطرز معقول لحاظ کرنا چاہیئے۔

لیکن موصی کے صریح اور صاف منشا کے خلاف یہ قاعدہ نافذ نہ ہو سکیگا

جس سکہ میں ہبہ وصیتی کی رقم ادا ہوتی ہے، وہ عام طور سے وہی سمجھا جائیگا، جو موصی کے مقام توطن میں رائج تھا، اگرچہ وصیت نامہ کے مفہوم اور اس سرمایہ کے مقام وقوع سے جس پر یہ رقم بصراحت عائد کی گئی ہے ایسا فرق واقع ہو سکتا ہے۔ سانڈرس بنام ڈریک (۱۷۴۲) ۲-اے-ٹی-کے ۵۶۴-صفحہ؛ آرنوک جج؛ مقدمہ پیرس بنام گارنٹ (۱۷۸۶) ۲-برو-چانسری، ۴۸-صفحہ، کینیان جج نے اس مقام کا ذکر کیا جہاں وصیت نامہ مرتب ہوا، مگر وہ وہی تھا، جہاں ان کا توطن تھا؛ مقدمہ ملسم بنام مارٹن (۱۷۸۹) ۳-برو-چانسری-۵۰۰-صفحہ، ارڈن جج؛ اگر رقم ہبہ جو توطن ملک غیر کے سکہ میں دی گئی ہے، انگلستان میں ادا کیجاتی ہے، تو اس قدر انگریزی سکہ دیا جانا چاہیئے، جو اگر ملک توطن میں دیا جاتا، تو اس سے اس ملک کے سکہ کی مقدار معینہ حاصل ہو سکتی۔ مقدمہ کاکریل بنام بارپر (۱۸۱۰) ۱۹-وس-۲۶۱-صفحہ، ایلڈن جج؛ ومقدمہ کیمپل بنام گرہام (۱۸۳۰) ۱-رو و م ۴۵۳-صفحہ؛ لیچ جج جس کے ساتھ بروہام نے اتفاق کیا جیسا کہ انھوں نے ہوس اوف لارڈز میں مرافعہ کیمبل بنام سینڈ فورڈ (۱۸۳۴) سی-ایل-وایف میں ظاہر کیا تھا؛

اس مسئلہ کے متعلق کہ جو ہبہ ازروئے وصیت نامہ کیا گیا تھا، آیا وہ اس دین کی ادائی کی غرض سے تھا، جو ایک بیرونی معاہدہ ازدواج کی بنا پر واجب الادا تھا؟ ایک وصیت نامہ کی تعبیر موصی کے ملک توطن کے قانون سے کی گئی؛ کیمبل بنام کیمبل (۱۸۶۶) ایل-آر-ائی-ای کیو-۲۸۲-صفحہ، وڈ جج؛ اور نیز اس سوال کے متعلق کہ ایک ہبہ میں بجو موہوب لہٗ کے قرابت داروں کے حق میں کیا گیا، کون کون لوگ شامل تھے؛ مقدمہ فرگوسن [۱۹۰۲] ۱-چانسری-۴۸۳-صفحہ، کزنس جج؛ نیز مقابلہ کردہ مقدمہ بونیٹا (تذکرہ صفحہ ۱۳۲) کا، اس میں وصیت نامہ کی تعبیر موصی کے قانون قومی سے کی گئی، باوجودیکہ قانون توطن نہ تھا، مگر مقدمہ کے حالات مخصوص تھے؛

نیز دیکھو۔ ایک عجیب مقدمہ تعبیر کا جو اس دفعہ کے اصول کے مخالف تھا، مقدمہ

برنل بنام برنل (۱۸۳۸) ۲ - ایم ڈسی - آر - ۵۵۹ - ۵ - جج، کاٹن ہام پُو

جب کوئی موصی اپنی جائداد، اثاثہ یا ملک کسی خاص ملک میں ہبہ وصیتی کرتا ہے تو اس میں بادی النظر ہی طور سے وہ سب دیون شامل ہوتے ہیں، جو اس کو اس ملک کے باشندوں سے واجب الوصول ہیں، بنسبٹ بنام مرے (۱۷۹۹) ۵ - ڈس - ۱۴۹ - جج، ارڈن پُو مقدمہ ارنالڈ بنام ارنالڈ (۱۸۳۴) ۲ - مے - وکے - ۳۶۵ - جج، ہیپیس پُو مقدمہ ٹائرن بنام واٹرفورڈ (۱۸۶۰) ڈی - ایف - وجے - ۳۱۲ - جج، نائٹ بروس صفحہ ۶۲۸ پُو اور اس سے کم واضح طور سے ایپل ٹرز ـــــ مقدمہ گوتھری بنام والروینڈ (۱۸۸۲) ۲۲ - چانسری ڈویژن - ۵۷۳ - جج، فرائی پُو مقدمہ کلارک وسیکنی بنام کلارک (۱۹۱۰) ۱ - چانسری - ۲۹۴ - جج، فارول میں تمسکات کے متعلق یہ قرار پایا کہ وہ جائداد منقولہ کی ہبہ وصیتی کے ساتھ ایسے ملک میں منتقل ہو گئے، جس میں وہ واجب الادا تھے، اگرچہ وہ حامل کے ناصر اور دوسرے ملک میں تھے۔ اور جائداد غیر منقولہ کے ہبہ وصیتی کے ساتھ حصص اس ملک میں منتقل ہو گئے، جہاں اقتباسات تھے؛ اور جہاں وہ قابل انتقال تھے، اگرچہ وہ کمپنی جس کے یہ حصص تھے اور اس کا صدر دفتر ملک غیر میں واقع تھا۔ دیکھو مقدمات جن میں محصول پروبیٹ اور اب محصول سرکاری عائد ہوا زیر صفحہ ۱۱۱ پُو

مقدمات بریڈفورڈ بنام ینگ (۱۸۸۴) ۲۶ - چانسری - ڈویژن - ۶۵۶ - جج، پیرسن پُو؛ (۱۸۸۵) ۲۹ - چانسری ڈویژن - ۲۰ جج، کاٹن - لنڈلے - وفرائی سے جو کچھ مستنبط ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ جائداد منقولہ کے وصیتی انتقال میں جو اصطلاحات اس قانون کے، جو موصی کے مقام توطن کے قانون سے علاحدہ ہے، واقع ہوں، انکی تعبیر اسی قانون سے کیجانی چاہئے، جس کے وہ مصطلحات ہیں، اگر ان کا منشاء دریافت ہو سکتا ہو۔ مگر عدالت انگلی اس پر آمادہ نہ ہوگی کہ وہ آسانی سے قانون مقام توطن سے آگے بڑھے پُو

ایسی نظیر کیلئے، جس میں ایک وصیت نامہ کی تعبیر قانون مقام توطن کے علاوہ بلحاظ اس منشا کے، جو اس سے ظاہر ہوتا ہے، دوسرے قانون سے کی گئی؛

دیکھو مقدمہ پرائسس و تاملن بنام لیٹر [۱۹۰۰] ۱۔ چانسری ۲۲۲ جج، اسٹرلنگ۔ جس کا حوالہ زیر دفعہ ۱۹ متعلقہ تکمیل مختار نامجات دیا گیا ہے؛ اور نیز مقدمہ ٹمپسن [۱۹۱۶] ۱۔ چانسری ۵۰۲۔ جج، ینول؛ و مقدمہ امانات لیول (متذکرہ سابق صفحہ ۱۲۲)؛ اور ایسے مقدمہ کیلئے جس میں یہ قرار پایا کہ کوئی ایسا منشاء ظاہر نہیں ہوتا جس سے قانون مقام توطن کا قاعدہ تعبیر ساقط کیا جائے دیکھو مقدمہ بارنگ بنام ایشبرٹن (۱۸۸۶) ۵۴۔ ایل۔ ٹی۔ ۴۶۳ ۔ جج، چٹی؛

جس حالت میں وصیت نامہ غیر زبان میں ہو اور پروبیٹ کے دفتر رجسٹری میں صرف اس کی نقل داخل ہوئی ہو، اور پروبیٹ صرف انگریزی ترجمہ کی دیگئی ہو، جو غیر صحیح معلوم ہوتا ہو تو عدالت تعبیر نہ صرف مجاز ہے بلکہ اس پر لازم ہے کہ وہ اصل دستاویز کا معائنہ کرے۔ مقدمہ لا، فٹ بنام لا۔ بیٹ (۱۹۱۷) ۱۔ پی۔ ڈبلیو۔ ۵۲۹۔ جج اٹیکنل۔ اس مقدمہ کی رپورٹ کی اصلاح، مقدمہ امانات کلف [۱۸۹۲] ۲۔ چانسری ۲۲۹۔ جج، نارتھ میں کی گئی؛ موخر الذکر مقدمہ میں اس امر کی نسبت شبہ ظاہر کیا گیا کہ اگر مقدمہ کے کسی فریق کی طرف سے اصرار ہو تو کیا پہلے پروبیٹ کے صیغہ سے استدعا نہ کیجانی چاہیے کہ وہ ترجمہ کی اصلاح کرے؛ موخر الذکر مقدمہ میں اس امر پر اصرار کیا گیا اور فیصلہ اس ضرورت کے خلاف کیا گیا؛ مقدمہ برنل بنام برنل (۱۸۳۸) ۲۔ ایم و ڈی۔ ۵۹۲۔ میں جو کچھ لارڈ کاٹن ام نے کہا وہ یہ تھا کہ "پروبیٹ کا پی کو قطعی طور سے وہ دستاویز سمجھنا چاہیئے جس پر عدالت کو عمل کرنا ہوگا" اس مقدمہ میں نہ اصل اور نہ اس کی نقل دفتر رجسٹری میں داخل کی گئی تھی؛

دفعہ ۱۲۴ دفعہ ہذا اور دفعہ ۱۲۳ کو اس مقولہ قانونی کے قیود (Qualification) سمجھنا چاہیئے جس کی رو سے ادخال شہادت کا مسئلہ اس مقام کے قانون کا تابع ہوتا ہے، جہاں مقدمہ دائر ہو۔ اس کو لارڈ برو ہام کے الفاظ میں جو انھوں نے ایک؛ سکاٹ لینڈ کے مرافعہ میں استعمال کئے تھے، ظاہر کرنا زیادہ تر مناسب ہوگا۔ "اس سے ہرگز یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ جب شہادت میں ملک غیر کی عدالت کا

کوئی تجویز مثلاً ایک انگریزی وصیت کی پروبیٹ پیش ہو تو وہ قبول نہ کیجائے؛ اور نہ میری یہ رائے ہے، کہ اسکے فطری اور واجبی اثر سے، انکار کیا جائے۔ میرے نزدیک یہ امر بالکل صاف ہے، کہ وہ دوسری دستاویزات کی طرح، ایسے ثبوت سے پیش ہونے پر، جو اس عدالت میں جس میں وہ پیش کی گئی ہے، رائج ہے، قبول کیجانی چاہئے۔ اس سے جو کچھ مستنبط ہوتا ہے، وہ یہ ہے کہ اگرچہ ایسی پروبیٹ جس سے وصیت کا ایک جز حذف کردیا گیا ہے، داخل ہوسکے گی، اور عدالت اجلاس کنندہ کو جز حذف شدہ پر غور کرنے کا حق نہو گا۔ کیونکہ ایسا عمل بمنزلہ اس کی تبدیلی یا کم از کم عدالت پروبیٹ کی تجویز سے بے اعتنائی، کے متصور ہوگا۔ مگر ایک شخص کے وصیت نامہ کی نامنظوری، پروبیٹ کا اخراج (non probate)، وصیت نامہ کے ادخال، اور اس پر غور، کا مانع نہو گا بشرطیکہ خود اس عدالت کے قواعد، اس کے ادخال کے مزاحم نہ ہوں۔ اس موقعہ پر اس امر کا فیصلہ کرنا بھی ضرور نہیں، کہ انگلستان کے اُن وصیت ناموں کی نسبت، اسکاٹ لینڈ کی عدالتوں میں کیا عمل ہوگا جو جائداد غیر منقولہ سے متعلق ہوں، اور جن پر صرف ایک شخص کی گواہی ہو۔ اور اس کے بعد کے مجریہ قانون سے، دو آدمیوں کی شہادت، ضروری قرار دیجائے، جیسا کہ اب ہوا ہے۔" میں خیال کرتا ہوں، کہ ان قواعد کا لحاظ کرکے، جو اسوقت نافذ ہوں، وہ شہادت میں داخل ہوسکیں گے، لیکن اس کے انتقالات، اس وجہ سے نافذ نہ ہوسکیں گے، کہ انگلستان کے قواعد، دو آدمیوں کی شہادت کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ اور یہ ضرورت، صرف دستاویز کی شکل کی تکمیل کیلئے نہیں ہے، کہ اس سے کاغذی شہادت مہیا ہوسکے، بلکہ یہ ضرورت حقیقی ہے، تاکہ وصیت کرنے والوں کی، بستر مرگ پر حفاظت کیجا سکے۔"

اس کا استعمال مقدمہ متذکرہ میں کیا گیا، اور قرار پایا کہ اسکاٹ لینڈ کی عدالت، اس وصیت نامہ کے معائنہ کی مجاز تھی، جو ایک شخص ہموطن انگلستان نے لکھا تھا، اور جس کی پروبیٹ، انگلستان میں اس وجہ سے نہیں دیجا سکی، کہ وہ وصیت نامہ، ایک دوسرے وصیت نامہ سے، جو وہاں ثابت کیا جاچکا تھا، منسوخ ہوگیا تھا۔ اسکاٹ لینڈ کی عدالت، وصیت نامہ، اس غرض سے معائنہ کرنا چاہتی تھی، کہ اس کو ایک دستاویز امانت یا تیسرے وصیت نامہ

153

کی تعبیر میں مددے، جو بظاہر اسکاٹ لینڈ میں اس رقم کے متعلق تھا جو وہاں کے ایک بینک میں جمع تھی، جائز قرار پایا تھا۔

ٹیٹ بنام ٹامسن (۱۸۳۵) ۳۰۔ سی۔ ایل و ایف۔ ۴۴۵ دیکھو

چونکہ انگلستان کا قانون نوشتہ جات کے ادخال شہادت میں شہرہ شخصی کا برتاؤ کرتا ہے، اسلئے یہ قیاس نہیں ہوسکتا کہ انگریزی عدالت سے یہ درخواست کیجائے گی، کہ وہ ایسے نوشتہ پر غور کرے، جس کو عدالت مقام توطن نے ناقابل ادخال شہادت قرار دے چکی ہو۔ ایسی حالت میں بھی، کہ لارڈ لینڈ ہرسٹ کی یہ رائے، کہ ایک وصیت نامہ کی وہی تعبیر کیجانی چاہئے، جو اس ملک کی عدالت میں کیجاتی، "جہاں وہ مرتب ہوئی تھی"، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ "جہاں موصی کا توطن تھا"، لارڈ بروہام اور عدالت مافوق کی اس رائے سے مخالف نہ سمجھی جائے، جو انھوں نے ٹیٹ بنام ٹامسن میں ظاہر کی تھی۔

بمقابلہ کرو مقدمہ شول فیلڈ [۱۹۰۵] ۲۔ چانسری ۴۴۵ و ۴۴۶ سے۔

دفعہ ۱۲۵ اگر موصی، ایسے ملک میں جو اس کے مقام توطن کے علاوہ ہے، جائداد غیر منقولہ چھوڑتا ہے، اور اس کا وصیت نامہ، اس جائداد پر موثر نہیں ہوتا، مگر یہ حجت کیجاتی ہے، کہ وصیت نامہ میں، جو جائداد کے ہبہ کرنے کا، ارادہ کیا گیا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے، کہ جو شخص قانون مقام وقوع جائداد کی رو سے وارث ہے، اس کو یہ حق دیا گیا ہے، کہ وہ جائداد مذکور، اور اس رقم میں سے، جو وصیت نامہ کے ذریعہ سے، اس کو دیگئی، کسی ایک کو اختیار کرے۔ تو یہ سوال، کہ آیا اس کو ایسا اختیار دیا گیا ہے، تعبیر کے متعلق ہے، اور وصیت نامہ کی تعمیل متعلقہ انتقال جائداد منقولہ کا تصفیہ، موصی کے مقام توطن کے قانون سے ہوگا۔

مقدمہ براڈی بنام بیری (۱۸۱۳) ۲۔ وی و بی ۱۲۷۔ نیز جج گرانٹ، ٹراٹر بنام ٹراٹر (۱۸۲۹) ۴۔ بی۔ ایل۔ این۔ آر۔ ۵۰۲۔ ۳۔ ولس و شا ۴۰۷۔ نیز جج ملینڈ ہرسٹ، و مقدمہ جانسن بنام ٹلفورڈ (۱۸۳۰) ۔ آر و ایم ۲۴۴۔ نیز جج لیچ، ٹوڈ ہاس بنام ٹوڈ ہاس (۱۸۳۰) ۲۔ ڈی و سی۔ ۴۴۹۔ نیز جج بروہام، کولٹن بنام انڈرسن (۱۸۴۶) ۵۔ ایچ۔ اے۔ ۱۶۳۔ نیز جج، دیگرام، ٹوبیوار بنام ہیسٹ لینڈ (۱۸۶۶) ایل۔ آر ۲۰

ای۔ کیو۔ ۸۴۴۔ بجج اسٹورٹ ۔ و بارنگ بنام اسپرٹن (۱۸۶۹) ۴۵۔ ایل۔
ٹی۔ ۴۹۲۔ بجج رچنجی۔ نیز ملاحظہ ہو دفعہ ۱۲۱ ۔

ایک موصی متوطن اسکاٹ لینڈ نے دو وصیت نامے لکھے، اور یہ ہدایت کی کہ انگریزی وصیت نامہ کی تعبیر اسکاٹ لینڈ کے قانون سے، اور آسٹریلیا کے وصیت نامہ کی تعبیر آسٹریلیا کے قانون سے کیجائے۔ اور اسکی بیوہ C نے بلحاظ اسکاٹ لینڈ کے وصیت نامہ کے، جائداد منقولہ میں حق زوجیت (Jus relicta) اور ایک ثلث اراضی (Terce) کا دعوی کرنا مناسب تصور کیا، قرار پایا کہ وہ آسٹریلیا کے وصیت نامہ سے استفادہ کا دعوی نہیں کر سکتی۔ بمقاصد انتخاب کے لئے دونوں وصیت نامے ایک متصور ہونگے۔ مقدمہ ڈگلاس مینزیز بنام ڈیوڈ ہلی [۱۹۰۸] اے۔ سی۔ ۲۲۴۔ بجج بیگناٹن۔ رابرٹسن۔ اٹکینس۔ کالنس۔ وکسن۔

دفعہ ۱۲۵ (الف) یہ امر قابل لحاظ نہیں، کہ وصیت نامہ جائداد غیر منقولہ واقعہ ملک غیر پر موثر نہیں ہے؛ خواہ اسوجہ سے، کہ وہ نمونہ مقررہ کے مطابق نہیں؛ یا اسوجہ سے، کہ قانون مقام وقوع جائداد کی رو سے، موصی، اس امر کا مجاز نہ تھا، کہ وہ اپنی غیر منقولہ جائداد، قانونی وارث کے سوائے، کسی اور کے نام منتقل کردے: دونوں صورتوں میں، وارث قانونی کو، جسے اسی وصیت نامہ کے ذریعہ سے جائداد منقولہ دیگئی ہے، حق انتخاب[1] دیا جائے گا۔ بشرطیکہ موصی کا آخر توطن، انگلستان کا ہو۔

154

مقدمہ اگلوبی [۱۹۱۸] ۱۔ چانسری۔ ۴۹۲۔ بجج ینگر۔ "یہ امر ایمانداری کے خلاف ہے کہ ملک غیر کا ایسا وارث، جس کو اسی وصیت نامہ میں متعدد کردلایا گیا ہو"

---

[1] یہ لفظ ایلکشن (Election) کا ترجمہ ہے۔ قانون میں یہ لفظ کئی معنی میں مستعمل ہوا ہے، جب کوئی موصی کسی ایسی شے کو جس کا حق اسکو نہیں ہے، بذریعہ وصیت نامہ کے منتقل کردیتا ہے، تو مستحق کو یہ اختیار ہوتا ہے، کہ اسکو منظور کرے یا نہ منظور کرے۔ . . . . نامنظوری کی حالت میں، اسکو یہ حق باقی نہیں رہتا کہ وہ وصیت نامہ کی بنا پر کسی شے کا دعوی کرسکے، جو وصیت نامہ میں اسکو دلائی گئی ہو۔ اسی منظوری یا نامنظوری کا نام "انتخاب" ہے اور یہ لفظ یہاں اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ مترجم

ملک غیر کے قانون کی رو سے، اس اراضی پر متصرف اور قابض ہو جائے، جو وصیت کی رو سے، دوسرے کیلئے تھی، بغیر اس کے کہ انگریزی متروکہ سے اس شخص کو، ایک حد تک اس مایوسی کا جو اس کو ہوئی، معاوضہ ادا کر کے موصی کے کامل منشاء کی تکمیل کرے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عدالت ہمیشہ یہی طریقہ اختیار کرے گی، جب تک کہ وارث، کسی ہبہ وصیتی پر اراضی کے موہوب لہٗ کو معاوضہ دینے کی صورت میں، ویسا ہی تصرف نہ کیا جائے؛ جیسا موصی، قانون توطن کی رو سے، جائز طور سے، اس پر بذریعہ وصیت کے ذکر سکتا تھا۔"

انگلستان کی عدالتوں نے اس اصول کا ایک استثنیٰ قائم کر لیا ہے جس کی بنیاد، بمشکل کسی منطقی دلیل پر مبنی ہو سکتی ہے، لیکن وہ ایسی راسخ ہو گئی ہے کہ اس کے خلاف، بحث کرنا بیکار محض ہے۔" جبکہ قانون توطن کی رو سے، وصیت نامہ جائداد غیر منقولہ موقوعہ انگلستان کے انتقال پر غیر موثر ہو، تو انگلستان کا قانونی وارث، انتخاب پر مجبور نہ کیا جائے گا، بلکہ وصیت نامہ سے استفادہ کریگا: اور نیز وہ حصہ پائے گا، جس کا بحیثیت وارث ہونے کے مستحق ہے (ہرلی بنام گرین بیک ۔ ا ۔ وس ۔ بسن ۲۹۰ : جس کا اتباع مقدمہ ڈبی ورٹی، دیانی بنام رگلونی ڈبی ورٹی [۱۹۱۵] ا ۔ چانسری ۔ ۹۲ ۔ جج، جوائیس، میں کیا گیا) کہا جاتا ہے کہ یہ استثنا، انگلستان کی اراضی کے وارث کے حق میں، ایک خاص رعایت کی بنا پر قائم کیا گیا ہے، لیکن جو فرق، انگلستان کے قانونی وارث، اور دوسرے وارث میں قائم کیا جاتا ہے، وہ قابل اطمینان نہیں ہے (حسب بیان جسٹس سنگر، بمقدمہ اگلوئی حسب حوالہ سابق بر صفحہ ۹۰)۔ جو دلیل مسئلہ انتخاب کی تائید میں پیش کیجاتی ہے، تاکہ اس سے موصی کا منشا کامل طور سے پورا ہو جائے، وہ، ایسے موصی سے بھی متعلق ہوتی ہے جو جائداد غیر منقولہ انگلستان میں چھوڑتا ہے؛ اور نیز اس جائداد غیر منقولہ سے جو وہ انگلستان کے علاوہ دوسری جگہ چھوڑ جاتا ہے۔"

دفعہ ۱۲۵ (ب) جس صورت میں، ملک غیر کا قانون، جائداد غیر منقولہ کی توریث میں مانع ہو، مثلاً جائداد، بذریعہ وصیت کے ورثا کے فائدہ کیلئے، امنا کے تفویض کر دیگی ہو، تو معاملہ کی صورت دوسری ہو جائے گی! ور اس صورت میں، وہ وارث

جو قانون مقام وقوع جائداد کی رو سے جائداد غیر منقولہ کی توریث کا مستحق ہوگا، انتخاب پر مجبور نہ کیا جائے گا؛ اگر وہ وصیت مذکور کی رو سے دوسری اراضی کا بھی مستحق ہے۔ مقدمہ بروان بنام گریسن [۱۹۲۰] اے۔سی۔ ۸۹۹۔ ایچ۔ ایل (ہالڈین۔ فیصلے۔ ڈنیڈن۔ ولنگ۔ کینو: مختلف الرائے) کو ایک موصی متوطن اسکاٹ لینڈ نے بذریعہ وصیت نامہ اراضی واقعہ اسکاٹ لینڈ اور اراضی واقعہ ارجنٹائن کو اپنی اولاد کے لیے امانتاً تفویض کردیا۔ ارجنٹائن کا قانون، اراضی کے متعلق امانت کو تسلیم نہیں کرتا؛ اور اس کی اولاد، بلا وصیت کے (Abintestato) اراضی کی وارث ہوگئی۔ قرار پایا کہ ایسی اراضی ملک غیر کے حصص اور ان فوائد میں جو وصیت نامہ کے تحت میں ان کو دیئے گئے ہیں، انتخاب نہیں کرایا گیا۔ "ملک غیر کی عدالت کے لئے یہ امر خلاف معاہدہ باہمی ہوگا کہ وہ ایک شخص پر اختیار رکھنے کی وجہ سے دوسرے ملک کی اراضی کو امانت کے قاعدہ کی تحت میں داخل کردے جو اس ملک کے قانون کی رو سے ممنوع ہے۔" (بیان ہنیڈن فیصلے صفحہ ۸۷۶)۔

155

دفعہ ۱۲۶ انگلستان کے قانون تقسیم اور انگلستان کے متوطن موصی کے وصیت نامہ متعلقہ جائداد منقولہ میں لفظ "اولاد" میں — خواہ وہ لفظ "جائز" سے محدود کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو — وہ اولاد شریک ہے جو نکاح مابعد کی بنا پر جائز قرار پائی ہو؛ ان تمام حالات کو پیش نظر رکھ کر جو ایسے جواز کے لئے انگلستان میں ضروری سمجھے جاتے ہیں؛ جن کے لئے ملاحظہ ہوں صفحات ۱۰۲ و ۱۰۴۔

مقدمہ گڈمین بنام گڈمین (۱۸۶۲) ۳۔ گف۔ ۶۴۳۔ ن ج، اسٹورٹ (ہبہ وصیتی) و مقدمہ گڈمین (۱۸۸۱) ۱۷۔ چانسری۔ ڈویژن۔ ۲۶۶۔ ن ج، کاٹن۔ و جیمس؛ برخلاف لش، بہ تنسیخ فیصلہ ہیل (۱۸۸۰) ۱۴۔ چانسری ڈویژن ۹۲۷۔ ن ج، کے (ہبہ وصیتی) کی اسکے خلاف جو فیصلہ ہے: بوائز بنام بیڈل (۱۸۶۳) ۱۰۔ ایچ۔ ایل۔ سی۔ ۷۹۸۔ ن ج، ووڈ (ہبہ وصیتی)؛ لیکن کاٹن اور جیمس نے گڈمین کے مقدمہ کا فیصلہ کرتے وقت، اس سے اختلاف کیا ہے۔

انگلستان کی اراضی کے ہبہ وصیتی سے بھی یہی اصول متعلق ہوگا! اصول یہ ہے کہ انگلستان کے رہنے والے کے وصیت نامہ میں لفظ "اولاد" کی تعبیر انگریزی قانون سے کیجانی چاہیئے جو اس جواز کو، جو ملک غیر کا مناسب قانون مقرر کرتا ہے، تسلیم کرتا ہے؛ اور

یہ اس مخصوص قاعدہ سے علیحدہ ہے، جس کی رو سے انگلستان کی اراضی کے وارث غیر وصیتی، کا بحالت نکاح پیدا ہونا لازم قرار دیا گیا ہے، جس کے متعلق دیکھو دفعہ ۱۷۸ جو آگے آتی ہے۔

یہی مقدمہ امانت گری بنام اسٹمونز [۱۸۹۲] ۲۔ چانسری ۔ ۸۸۔ نج، اسٹرلنگ میں قرار پایا۔

156

فصل ششم

دیوالیہ

ازدواج اور موت کے علاوہ جن صورتوں میں جائداد کے مخصوص تعلق کی بحث ایک شخص کی ذات سے کیجاتی ہے، وہ کارروائی دیوالیہ ہے۔ اس لفظ میں میں ان تمام صورتوں کو داخل کرتا ہوں جن میں ایک زندہ شخص یا ایک ایسی جماعت یا کمیٹی کی جائداد کے مقابلہ میں جس کا قانونی وجود ہو، دائنین کا اجتماع یا مقابلہ قائم ہو جائے خواہ اس کا اصطلاحی نام دیوالیہ، مفلسی، ضبطی، تحویل مال بہ دائنان (Cessio-bonorum)، یا تصفیہ حساب وکتاب، وختم شراکت: اور کچھ قرار دیا جائے، اور خواہ وہ لوگ جو دائنوں کے لئے جائداد کا انتظام کرتے ہیں، امین، مفوض الیہ، محافظ، مستوفی یا مختار، یا کسی دوسرے اصطلاحی نام سے موسوم کئے جائیں، جہاں لفظ امنا استعمال ہو وہاں یہ سب لوگ شامل سمجھے جائیں گے۔ اور اس فصل میں، شخصی قانون بین الاقوام کے انھیں مسائل سے بحث کیجائے گی، جو اس طرح کے مقابلہ میں، مدیون کی جائداد کے جمع اور تقسیم کرنے میں پیش آتے ہیں۔ مدیون کی برائت کے مسئلہ پر (جس کا تعلق عموماً اگرچہ لازمی طور سے نہیں، قومی قانون میں ایسے ہی مقابلہ سے ہوتا ہے۔) اس وقت بحث کیجائے گی، جب ہم وجوہات کے زائل ہو جانے پر غور کریں گے۔

پہلے ہم کو ان دو آرا یا عملدرآمدوں پر غور کرنا چاہئے جو اس معاملہ میں رائج ہیں:

جو رائے کارروائی دیوالیہ کی وحدت (Unity of bankruptcy) کی مؤید ہے، وہ ہمیشہ مقننین کے نزدیک قابل پسند قرار پائی ہے ۱۸۴۹ء میں سوگنی نے یہ رائے ظاہر کی کہ "چونکہ کارروائی دیوالیہ میں چند دائنین کے دعاوی کا تصفیہ پیش نظر ہوتا ہے)

اس لئے اس کا تصفیہ ایک ہی مقام یعنے مدیون کے مقام توطن میں ممکن ہے؛ اس طور
سے قومہ واری کی مخصوص عدالت، اس موقعہ پر عام ذاتی عدالت سے مغلوب ہوجاتی ہے[1]!
اور چونکہ اس میں مالی معاملات کا تعلق ہوتا ہے، اس لئے یہاں، عام ذاتی عدالت کے
تعین میں جس کا اظہار ان معاملات میں ہوتا ہے، جن کا تعلق ایک شخص کی ذات اور
خاندان سے ہوتا ہے، توطن کو قومیت پر ترجیح دینے کی طرف میلان نہیں ہوتا۔ جن
ممالک میں قانون دیوالیہ صرف تجارت پیشہ لوگوں پر نافذ ہوتا ہے، وہاں توطن بھی،
عدالت دیوالیہ کے تعین میں کارآمد نہیں ثابت ہوتا بلکہ تجارت کے صدر دفتر کے مقام
سے اس کا تعین کیا جاتا ہے۔ دوسری رائے جداگانہ کارروائی دیوالیہ کی موید ہے:
یعنے یہ کہ جن جن حدود اراضی میں، مدیون کی جائداد واقع ہو، وہیں وہ جمع اور تقسیم کیجائے۔
وضع قوانین کے عمل سے، اس رائے کو زیادہ تر مدد ملتی ہے، جس میں تفرقہ قومی اور خود مختاری
کے خیال کو بڑا دخل ہے؛ اور نیز ان دائنوں کی ضروریات کا لحاظ کرنا پڑتا ہے، جو وضعی قوانین
سے حفاظت کی توقع رکھتے ہیں۔

157

کارروائی دیوالیہ کا انتظام سیوگنی نے مفصلہ ذیل فقرہ میں بیان کیا ہے، جو اُس
زمانہ کے مروجہ قانون پروشیا کے لحاظ سے تھا؛ اور جس کو وہ واجبی تصور کرتا تھا۔

"اُس قانون کے لحاظ سے، دیوالیہ کی کارروائی صرف مشترک مدیون کے مقام
توطن میں ہو سکتی ہے؛ جج عدالت دیوالیہ، پروشیا کی ان عدالتوں سے استمداد کرتا ہے،
جن کے حدود اراضی میں، جائداد کے اجزا واقع ہوتے ہیں۔ اگر جائداد کے اجزا بیرون ملک
واقع ہیں، تو وہ یہ دریافت کرتا ہے کہ آیا ان مقامات کے ساتھ باضابطہ معاہدات ہیں یا نہیں؛
اگر نہیں ہیں، تو جج کو ملک غیر کے جج سے اس کارروائی دیوالیہ میں، جو پروشیا میں ہو رہی ہے،
اسیطرح مدد کی درخواست کرنی چاہیے، جس طرح، وہ خود پروشیا کے عدالتوں سے کر چکا
ہے۔ اگر اس میں کامیابی نہیں ہوتی، تو محافظ کو اس ملک (پروشیا) کے دائنین کے
حقوق کی حفاظت، ملک غیر کی مخصوص عدالت دیوالیہ میں کرنی پڑے گی۔ اس قانون
کے بعد جس قدر معاہدات ہوئے ہیں، وہ اسی اصول پر مبنی ہیں کہ دیوالیہ کی صرف ایک

---

[1] (Syst 374—Guthric 209)

کارروائی ہوا کرے گی؛ اور بطور قاعدہ عام، اسی مقام پر، جہاں مدیون کا توطن ہے۔ مشترکہ مدیون کا اثاثہ، جو دوسری سلطنتوں میں واقع ہو، فروخت کر کے، اس کی قیمت، عدالت دیوالیہ کے حوالے کر دیجائے؛ اور اسی میں تمام دائنین کو حاضر ہونا چاہیئے۔ دائنین کے تقدم اور تاخر کی ترتیب، جائداد منقولہ کے دعاوی میں، عدالت کارروائی کنندہ کے قانون کے مطابق، اور جائداد غیر منقولہ کے حقوق کے متعلق، بلحاظ اس مقام کے قانون کے، جہاں وہ واقع ہے، قرار پائے گی۔ صرف فرق اتنا ہے (سنہ ۱۸۳۹ء کے بعد سے)، کہ جدید معاہدات کی رو سے، اس جائداد غیر منقولہ کے حقوق کی نسبت، جو عدالت دیوالیہ کے حدود اختیارات سے باہر واقع ہوں، اس مقام پر بھی عذر کیا جا سکتا ہے، جہاں وہ واقع ہوں، قبل اس کے، کہ جائداد مذکور، عدالت دیوالیہ کے جج کی تحویل میں دیدیجائے۔ اگر یہ کارروائی ایسے دائنین کی طرف سے ہو، جن کے پاس جائداد مکفول کر دی گئی تھی، تو وہ وہیں فروخت کر دیجائیگی اور رقم دائنین کو دیدیجائیگی، اگر اس کے بعد کوئی رقم پس انداز ہوگی، تو صرف وہی، عدالت دیوالیہ کے سپرد ہو سکے گی[1]

اس میں کوئی شک نہیں، کہ ایک زمانہ میں، یورپ کے مختلف ممالک کے ججوں میں، کارروائی دیوالیہ میں، ایک دوسرے کی مدد کرنے کا طریقہ مروج تھا؛ جیسا کہ سوگنی کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ البتہ اکثر آرا ہمیشہ اس کے خلاف رہے ہیں، کہ ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ کا اثر، جائداد غیر منقولہ پر پڑنے دیا جائے؛ جہاں تک کہ محض ذاتی دعاوی کے استیفا کا، جائداد مذکور سے تعلق ہے۔ جیسا کہ سوگنی کا خیال تھا؛ اور تنہا اسی کا یہ خیال نہ تھا۔ لیکن ان اثرات سے، جن کو ہم بیان کر چکے ہیں، یہ طریقہ مندرس ہو کر، اس کی جگہ دوسرا طریقہ قائم ہو گیا، جس کی تشریح، ہم اب کرنا چاہتے ہیں۔ اس مقصد کیلئے، ہم کو پروشیا کے قانون سنہ ۱۸۵۵ء سے بحث کی ضرورت باقی نہیں رہی، جس میں کسی معاہدہ باہمی کے نہ موجود ہونے کی وجہ سے، متروکہ موجودہ پروشیا میں، پروشیا کے دائنین کو ترجیح دیجاتی تھی؛ اگرچہ اس میں، یہ ہدایت بھی تھی، کہ متروکہ کی بچت، اس ملک کے دعاوی کے ادا کرنے کے بعد، ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ میں نہیں، بلکہ موصی کے اسنادی کارروائی دیوالیہ کے حوالہ کر دیجائیگی۔

[1] (Savigny 874- guthric 213)

اب ہم سلطنت جرمنی کے قانون دیوالیہ مورخہ ۱۰ فروری ۱۸۷۷ء سے بحث کرنا چاہتے ہیں جو ۱۸۷۹ء میں نافذ ہوا؛ اور جس میں مفصلۂ ذیل فقرات موجود ہیں :۔

فقرہ ۴۔ ملک غیر کے دائنوں کی وہی حیثیت ہے جو اپنے ملک کے دائنوں کی ہوتی ہے؛ سلطنت کے چانسلر کے حکم سے جو معاون ریاستوں کی مجلس کی رائے کے اتفاق کے ساتھ صادر ہوگا، یہ طے کیا جاسکے گا کہ آیا سلطنت غیر کے اشخاص اور انکے متعلق الیہم کے ساتھ جوابی عمل کیا جائے یا نہیں، یعنے وہ عمل جو ان سلطنتوں میں اس ملک کے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے۔

فقرہ ۵۔ دیوالیہ ہونے کے ساتھ ہی (یہ قبل عدالتی کارروائی کے بھی ہوسکتا ہے؛ اس کا آغاز اس وقت سے ہوتا ہے جس کو انگلستان میں عمل دیوالیہ کہتے ہیں۔ جے۔ ڈبلیو) مشترکہ مدیون کا اختیار متعلقہ انتظام و انتقال جائداد متعلقہ دیوالیہ سلب ہوجاتا ہے۔ اس جائداد کے انتظام اور انتقال کا حق مہتمم دیوالیہ عمل میں لاتا ہے۔

فقرہ ۳۹۔ جو اثاثہ بلحاظ عائد ہونے تعمیل کے جائداد غیر منقولہ میں شمار ہوتا ہے، وہ جداگانہ استیفا (ادا) میں صرف کیا جائے گا؛ جبکہ ایک ایسا حقیقی یا مخصوص حق موجود ہو جس کا اول ادا کیا جانا اس سے لازم ہو؛ سلطنت اور اس کی معاون ریاستیں یہ امور طے کریں گی کہ جائداد غیر منقولہ میں کون کون سی چیزیں شریک ہیں؛ اور کس قسم کے دعاوی اس سے ادا ہونے چاہئیں؛ اور کس ترتیب سے؟۔

فقرہ ۲۰۷۔ جب کسی ایسے مدیون کے اثاثہ واقعہ ملک غیر پر دیوالیہ کا اثر ہو جو اس ملک میں بھی اثاثہ رکھتا ہے تو آخرالذکر اثاثہ کے متعلق اہتمام کی کارروائی ہوسکتی ہے۔

اس قاعدہ میں سلطنت کے چانسلر کے حکم سے جو معاون ریاست کی مجلس کی رائے کے اتفاق کے ساتھ صادر ہو استثنا قائم ہوسکتا ہے۔

فقرہ ۲۰۸۔ سمن دیوالیہ ایسے مدیون کے اثاثہ موجودہ سلطنت پر بھی جاری کرایا جاسکتا ہے جس کی سلطنت میں کوئی عام ذاتی عدالت نہ ہو [یعنے جو بربنائے قومیت یا توطن کے جرمن کے حدود اختیارات میں نہ ہو۔ جے۔ ڈبلیو] بشرطیکہ سلطنت میں اس کا کوئی کارخانہ صنعت و تجارت کا یا دوسرا ذریعہ کسب معاش موجود ہو؛

یا جس سے بلاواسطہ کاروبار ہوتا ہو۔

یہی صورت اس مدیون کی بھی ہے جس کی سلطنت میں کوئی ذاتی عدالت نہیں ہے؛
مگر وہ سلطنت میں بحیثیت مالک یا متصرف یا کرایہ دار کے کسی جائداد مشتملہ مکانات
بود و باش یا کاروبار کا انتظام کرتا ہو۔

سمن صرف ایسے ضلع کی عدالت سے جاری کیا جا سکتا ہے جس کے حدود اربعہ
میں وہ کارخانہ یا جائداد واقع ہوگی۔

جب ملک غیر میں دیوالیہ کی کارروائی شروع ہو جائے تو سلطنت میں کارروائی
شروع کرنے کے لیے دیوالیہ ہونے کا ثبوت لینے کی ضرورت نہیں۔

159

اس طور سے جو ترجیح ملک کے والوں کو سنہ ۱۸۵۵ء کے قانون پروشیا کی رو سے
ہیجانی تھی وہ زائل ہو گئی بجز اس صورت کے کہ اس کا عمل جوابی طور سے کیا جائے، لیکن
ایک مخصوص جرمنی کارروائی دیوالیہ بربنائے قیام کاروبار بحالت عدم موجودگی عام
ذاتی عدالت کے، اختیار کی جا سکتی ہے۔ اور اگر چانسلر اور ریاستہائے معاون کی
مجلس نے ان اختیارات سے کام نہ لیا ہو جو ان کو حاصل ہیں اور جن کے ذریعہ سے
وہ معاہدات کی تعمیل کرا سکتے ہیں، تو ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ اس امر کی مانع نہیں ہے
کہ مخصوص قانون اہتمام کی اجازت جرمنی میں حاصل کریں۔ اس طور سے کارروائی دیوالیہ کی
وحدت تسلیم نہیں کی گئی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کارروائی دیوالیہ میں اس کی اجازت
نہیں دی جاتی کہ جائداد خود ملک کے قانون سے آزاد رہے۔

فرانس کی عدالتوں کے عملدرآمد کا اگر اصولی رائے سے مقابلہ کیا جائے اگرچہ وہ
رائے خود بھی مختلف ہے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ بھی وحدت کارروائی دیوالیہ کے خلاف
ہے۔ ہر چند ان معاہدات کا جو سوئٹزرلینڈ سے سنہ ۱۸۶۹ء اور بلجیم سے سنہ ۱۸۹۹ء میں
ہوئے، وہی بنیادی اصول ہے لیکن عدالتوں کا جو عملدرآمد ہے وہ بڑی حد تک ملک غیر
کی کارروائی دیوالیہ پر موثر ہے۔ اس رائے کی وجہ سے جو فیصلہ جات عدالتی کی نسبت
یورپ کے دیگر ممالک میں عام طور سے شائع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے مدیون کی
جائداد امینوں یا مختاروں کی طرف منتقل نہیں ہوتی بلکہ وہ امینوں کے حق میں صرف
ایک فیصلہ ہوتا ہے جس کا اثر ملک غیر میں بطور امر منفصلہ (chose jugee) یا جب

اس کی تعمیل مطلوب ہوتی ہو تو بطور امر تعمیل طلب کے ۔ جیسا کہ محاورہ ہے ۔ یا بطور اجازت نفاذ (Exequatur)[1] کے، اسی طرح ہوتا ہے جیسا کہ عدالت ملک غیر کے دوسرے فیصلہ جات کا ہوتا ہے۔ ان شرائط کی پابندی کی بنا پر، جو امین یا مختار، اس کے ذریعہ سے مقرر ہوتا ہے، اس کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو خود اس ملک کے مقرر کردہ امین یا مختار کی ہوتی ہے۔ اور اس جرمنی مہتمم کی طرح جو ۱۰ فروری ۱۸۷۷ء کے قانون کے دفعہ ۵ کی تحت میں مقرر کیا جاتا تھا، اس کو دائنین کے مختار کی حیثیت سے، دیوالیہ کی جائداد کے اہتمام کا حق ہوگا، بغیر اس کے، کہ وہ دیوالیہ کی ملکیت کو اس جائداد سے زائل کر سکے، اور دائنین کی طرف سے، وہ تمام دعاوی دائر کر سکے گا، جو خود دیوالیہ، دائر کر سکتا تھا (عدالت دیوانی فرانس ۱۲ جنوری ۱۸۷۵ء)۔ اس حیثیت سے، ملک غیر کا امین ۔ اگر کوئی خود اس ملک کی علحدہ کارروائی دیوالیہ، مزاحم نہیں ہے تو ۔ دیوالیہ کی جائداد کے کسی جز پر قبضہ پا سکتا ہے، باوجود اس کے، کہ ملک غیر کا کوئی دائن، اس کی ضبطی کی کوشش کرے لیکن اس وجہ سے کہ نپولین کے کوڈ کی دفعہ ۱۴ کی رو سے، ایک فرانسیسی دائن کو، یہ حق قطعی طور سے حاصل ہے کہ وہ ملک غیر کے مدیون پر، فرانس میں دعوی دائر کرے، اس لئے، جو ضبطی وہ کرائے گا وہ جائز قرار پائے گی نیز یہ امر بھی، قابل لحاظ ہے کہ خود فرانس کے قانون کا، یہ مقصد ہے کہ دیوالیہ کی جائداد، مساوی طور سے تقسیم ہو، اس لئے، اس کا اثر اس سے زیادہ نہیں ہونے دیا جائے گا، کہ جو حصہ فرانسیسی دائن کو ملک غیر کی کارروائی میں ملا ہے، اس کی حفاظت ہو جائے (عدالت مرافعہ پیرس، ۲۴ اگست ۱۸۷۵ء) فیصلہ عدالتی کے تعمیلی قرار دیئے جانے کے قبل بھی، ملک غیر کا امین، اگر اولاً اس کی اس حیثیت کے متعلق کوئی اعتراض نہ ہو، اس امر کے متعلق عذر پیش کر سکتا ہے جس سے، بالآخر اس کے حقوق میں خلل اندازی کا اندیشہ ہو۔ (عدالت مرافعہ پیرس، ۷ مارچ ۱۸۷۰ء) اور اس طور سے، وہ ضبطی کو برخاست کرا سکتا ہے، اگرچہ وہ، بغیر اجازت کے کوئی حکم، ادائی رقم یا تحویل کا اپنے حق میں نہیں حاصل کر سکتا۔

---

[1] Exequstur اصل میں اس اجازت کو کہتے ہیں جو ایک حکومت، دوسرے ملک کے سفیر کو، اس کی خدمت کا جائزہ لیکر، کام شروع کرنے کیلئے دیتی ہے۔ مترجم

160

عدالت مرافعہ میلان، ۱۵ ار دسمبر ۱۸۷۶ء)

اس معاملہ میں یورپ کے دوسرے ممالک کا، جو قانونی اصول ہے، اس کی انگریزی عدالتیں تتبع نہیں کرتیں، وجہ یہ ہے کہ ہمارے جج، ملک غیر کے ججوں کے ساتھ ملکر، اسطرح کارروائی نہیں کرتے جیسا کہ سوگنی نے، فقرہ متذکرہ بالا میں، ظاہر کیا ہے۔ اور نہ ہمارے یہاں، ملک غیر کے فیصلہ جات کو، تعمیلی قرار دینے کا کوئی ضابطہ ہے، آئندہ فصل میں، اس کی تشریح کیجائے گی، کہ ملک غیر کا فیصلہ، انگلستان میں کبھی تعمیل کیلئے نہیں لیا جاتا، بلکہ اس کو بناء دعوی قرار دیکر نالش کیجاتی ہے: اس لئے، ہمارے لئے، یہ امر ممکن نہیں، کہ ہم یورپ کے دوسرے ممالک کے فیصلہ جات دیوالیہ کی وہی حیثیت تسلیم کریں، جو ان ممالک میں تسلیم کیجاتی ہے۔ یعنے ان فیصلہ جات کو صرف، موثر بہ اہتمام جائداد، منزل حق ملکیت دیوالیہ قرار دیں۔ مزید برآں، ہمارے ملک کی کارروائی دیوالیہ میں، تقرر محافظ کی بنیاد، قانون روما پر نہیں ہے، نہ صرف اس کا تغیر و تبدل بلکہ خود اس کا وجود، بربنائے قانون قائم ہوا ہے، اور اسکی رو سے، دیوالیہ کی جائداد، امین کو بطور قانونی انتقال کے پہنچتی ہے؛ اس لحاظ سے، اگر یورپ کے دوسرے ممالک کے فیصلہ جات قابل تعمیل قرار بھی دیئے جائیں، تو وہ خود، ہمارے ملک کے فیصلہ جات سے، مطابقت نہیں رکھ سکتے۔ مگر اس کی وجہ سے ہماری حقیقی وسعت نظری میں، کوئی فرق نہیں آتا۔ انگلستان میں، ملک غیر کی عدالتوں کے فیصلے، جائداد منقولہ کے متعلق، نافذ کئے جاتے ہیں، اس معروفہ اصول پر، کہ وہ اپنے ملک میں، انتقالات کی حیثیت رکھتے ہیں، بشمول، اس مقولہ قانونی کے، کہ "مال منقولہ، مالک کی ذات کے ساتھ جاتا ہے" یہ انتقال، ہمارے ملک میں، ان انتقالات میں شمار کیا جاتا ہے، جو عموماً (Universal assigament) انتقال عام کے نام سے موسوم ہیں، اور اس مضمون پر، موقف اصولانہ مباحث ہو چکے ہیں، زیادہ تر انھیں دیوالیہ کے مقدمات میں، پائے جاتے ہیں۔ اسکاٹ لینڈ کے دیوالیہ کی ایک کارروائی میں لارڈ میڈو بنیک نے، وہ قانونی عقود بیان کیا، جس کا حوالہ اکثر دیا جایا کرتا ہے "ازدواج میں، قانونی انتقال بالحاظ ملک کے، تمام عالم میں نافذ ہوتا ہے"[1]

---

[1] مقدمہ رائل بنیک اوف اسکاٹ لینڈ بنام کتھبرٹ (۱۸۱۳) ۱-۱ روز ۴۸۱، ۱۷۹ - الف۔ سی ۹-۷۹-۲ بوگنین ۳۳۶ پ

اس موقعہ پر سرسری طور سے یہ امر قابل بیان ہے کہ انتقال کا تصور انگلستان
میں حساب وکتاب کر کے کمپنی کی شراکت کو فسخ کر دینے سے اسی طرح متعلق ہے جسطرح
اس کا تعلق اصطلاحی کارروائی دیوالیہ سے سمجھا جاتا ہے کیونکہ کمپنی کی جائداد کی ایک
امانتی حیثیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا اہتمام عہدہ دار بیباق کنندہ (Liquidator) 161
دائنوں کی طرف سے کرتا ہے: اور اس طور سے جائداد کا حق استفادہ حقیقی طور سے
منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی دلیل سے یہ بحث بھی کیجا سکتی ہے کہ ملک غیر کے فیصلہ دیوالیہ
کو ایک انتقال قرار دینا فرضی اصول پر مبنی نہیں ہے بلکہ دونوں مختلف ہیں: اوران سے
جو شکلیں امانت اور حق استفادہ کی پیدا ہوتی ہیں، ان میں یورپ کے دوسرے ممالک
میں کوئی فرق نہیں کیا جاتا جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے۔ یورپ کے دوسرے ممالک کی
کارروائی دیوالیہ کے مختار کے مخصوص فرائض ہوتے ہیں اور اس کو اختیار بھی ہوتا ہے،
جس کے ذریعہ سے وہ ان فرائض کو بجالاتا ہے مگر وہ یہ نہیں مانتے کہ اس کے ساتھ ان
اشیاء کی ملکیت میں کوئی تبدیلی واقع ہوتی ہے جن کے متعلق اس کو اپنے فرائض
منصبی ادا کرنے ہیں۔

انگلستان کے مقننین نے جس طور سے اس مضمون پر نظر ڈالی ہے اس سے
ایک اہم نتیجہ کا پیدا ہونا لازم تھا۔ جب ایک ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ ملکی جج کی
امداد دوستانہ کی بنا پر نافذ اور جائز قرار پائے تو اس امداد کا اثر جائداد منقولہ اور غیر منقولہ
دونوں پر یکساں ہونا چاہئیے تھا۔ ایسا ہونے کی وجہ صرف وہی احتیاط تھی جو شخصی قانون
بین الاقوام کے متعلق قدیم رائے کے مطابق قوانین متعلقہ جائداد غیر منقولہ (Real statute)
کی نسبت برتی جاتی تھی۔ مزید برین جب ملک غیر کے فیصلہ میں اجازت نفاذ
(Exequatur) شامل ہے تو فطری طور سے اس کا اثر بہ تحفظ ان حقوق متعلقہ جائداد
غیر منقولہ کے جو دائنین نے فیصلہ جات مذکور کے ذریعہ سے حاصل کئے ہیں، جائداد غیر منقولہ
پر اسطرح پڑنا چاہیئے جیسا کہ جائداد منقولہ پر پڑتا ہے لیکن جب ملک غیر کی کارروائی
دیوالیہ کا جواز اس بنا پر قرار دیا جاتا ہے کہ وہ انتقال مجموعی ہے اور خود انتقال
مجموعی کے جواز کا انحصار اس مقولہ قانونی پر ہے کہ "مال منقولہ مالک کی ذات کے ساتھ
جاتا ہے" تو کارروائی دیوالیہ سے جائداد غیر منقولہ کے استثناء کو قوانین متعلقہ جائداد

غیر منقولہ کی احتیاط اور سختی پر محمول کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس کے ذریعہ سے،
ایسا عمل ہو ہی نہیں سکتا؛ اس لئے انگلستان کے مقننین نے کبھی اس مسئلہ سے،
بحث ہی نہیں کی ہے کہ آیا ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ کا اثر جائداد غیر منقولہ پر بھی
پڑ سکتا ہے؟

جن کمپنیوں کی قانونی شخصیت ہو ان کیلئے وہ حدود ارضی جس کے قانون
کی رو سے ان کی قانونی شخصیت پیدا ہوئی، یا وہ مقام جہاں ان کے کاروبار کا
صدر مقام ہو (جو بظاہر ان کا توطن ہی ہوگا) عام مقام عدالت قرار پائے گا۔ اور
وہی ان کے مقابلہ میں صدور فیصلہ کا مجاز ہوگا؛ اور جبتک یہ فیصلہ تنہا رہے گا ان
لوگوں کے لئے جو کارروائی دیوالیہ کی وحدت کے قائل ہیں کافی متصور ہوگا۔ اگر ان
دونوں مقامات کی عدالتوں میں اختلاف ہوتا ہے تو یورپ کے دوسرے ممالک
میں اس مقام کی عدالت کو جہاں کاروبار کا صدر مقام ہوتا ہے ترجیح دیجاتی ہے۔
یہی عمل ایک تنہا تاجر کی دیوالیہ کارروائی میں کیا جاتا ہے۔ اگر ایک کمپنی دیوالیہ
ہو جانے کی بنا پر کمپنی کو توڑ دینا مناسب خیال کرے، تو صرف وہی قانون جس کی
اجازت سے وہ قائم ہوئی تھی اس اجازت کو واپس لینے کا مجاز ہوگا۔ فرانس میں
ایسی کمپنیاں جن کی قانونی شخصیت ملک غیر کی عطا کردہ ہوتی ہے، برابر دیوالیہ قرار
دیجاتی رہتی ہیں، اگرچہ منفرد تجار کی طرح ان کے کاروبار کا صدر مقام اس ملک میں
نہیں ہوتا۔ نظائر یہ ہیں: مقدمہ کریڈٹ فانسیر سوئز، جس کا صدر مقام پیرس میں تھا
(عدالت تجارت علاقہ سین، ۵ مارچ ۱۸۷۴ء)؛ ایک بلجیم کی کمپنی جس نے فرانس
میں لوہا لینے کا کارخانہ قائم کیا تھا (عدالت مرافعہ نینسی۔ ۸ مئی ۱۸۷۵ء) اسکے ساتھ ہی
عدالت نے بلجیم کے ایک فیصلہ دیوالیہ کے متعلق اسی کمپنی کے مقابلہ میں اجازت
نفاذ دینے سے انکار کر دیا۔ ایک اسپین کی کمپنی جو اسپین میں ریل تیار کرنے کیلئے
قائم ہوئی تھی جس کا ایک دفتر اور ایک کمیٹی فرانس میں بھی تھی اور وہیں قرض لینے کی
کارروائی ہوئی تھی (عدالت مرافعہ پیرس، ۱۷ جولائی ۱۸۸۱ء) اور مقدمہ ہوفنر جو لندن
کا سوداگر تھا، اس کے کاروبار کی شاخیں ہمبرگ، میلان، اور پیرس میں تھیں؛ وہ
انگلستان میں دیوالیہ قرار دیا جاچکا تھا، مگر باوجود انگلستان کے امین کے اختلاف

اور اس درخواست سے، کہ اس کو، انگلستان کے فیصلہ دیوالیہ کے نفاذ کی اجازت دیجائے؛ عدالت فرانس نے، اس کو دیوالیہ قرار دیا (عدالت مرافعہ پیرس، ۷ر مارچ ۱۸۸۱ع)۔ مگر اسی مدیون کے متعلق، میلان کی عدالت مرافعہ نے ۱۵ر دسمبر ۱۸۸۶ع کو، یہ رائے ظاہر کی، کہ اس کو خاص توطن کی کارروائی دیوالیہ کے، عام تسلیم کرنے میں، کوئی تامل نہیں؛ اور انگلستان کے امین کی درخواست پر، ایک دائن کو، اس تعمیل سے مستفیض نہونے دیا، جو اس نے، اٹلی میں کرائی تھی۔ دیکھو صفحہ ۱۶۰ ان میں، سب سے زیادہ دلچسپ، کرئیڈٹ فانسیر سوئسز کا مقدمہ ہے؛ جس کا فرانسیسی فیصلہ، زیادہ تر فرانس اور سوئٹزرلینڈ کے معاہدہ ۱۸۶۹ع پر مبنی تھا؛ جس میں یہ قرار پایا تھا، کہ ایسی فرانسیسی رعایا کو جس کا تجارتی کارخانہ، سوئٹزرلینڈ میں ہو، اس علاقہ کی عدالت، جہاں، سوئٹزرلینڈ میں وہ رہتا ہے، اس کو دیوالیہ قرار دے سکتی ہے؛ اور اسیطرح اسکے خلاف۔ یہ کمپنی جنیوا میں، کہ جہاں اس کا توطن تھا، عدالت پیرس سے دو دن پہلے، دیوالیہ قرار دیجا چکی تھی؛ اور اس کو ضلع جنیوا کی عدالت مرافعہ نے بحال رکھا، مگر ۱۲ر جنوری ۱۸۷۵ع کو سوئٹزرلینڈ کی وفاقی کونسل نے، اس بنا پر اس کو منسوخ کردیا، کہ معاہدہ کا مقصد یہ تھا، کہ دیوالیہ کی ایک ہی کارروائی عمل میں آئے۔ اور اگرچہ اسکی رو سے، دونوں دیوالیہ کی کارروائیاں درست تھیں؛ مگر اسی کو بحال رکھنا چاہئے، جو اس ملک میں ہوئی ہو، جہاں اس کے کاروبار کا صدر مقام تھا۔ کونسل مذکور نے، یہ بھی اضافہ کیا، کہ "اس کارروائی دیوالیہ میں، جنیوا کی عدالتوں کی تمام کارروائیاں، جو ان معاہدات پر مبنی ہونگی، جو کمپنی مذکور نے، بمقام جنیوا کئے، تسلیم کیجائیں گی"۔ مسٹر چارلس بروچر، صدر نشین عدالت دیوانی جنیوا نے، کونسل وفاقی کے فیصلہ کو، مبنی بر نصفت، اور موجب آسانی؛ مگر غیر قانونی، قرار دیا (کلونٹ جرنل ڈو ڈرائٹ انٹرنیشنل پرایوی، ج ۲ صفحہ ۴۶۳) —

بنا برعلیہ، یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہئے، کہ جن فیاضانہ اصول کا، فرانس میں ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ کی نسبت، برتا جانا بیان کیا گیا ہے، وہ اسیوقت برتے جاتے ہیں، جبتک کہ خود فرانس میں، کوئی ایسی کارروائی دیوالیہ نہو رہی ہو؛ اور نیز یہ کہ مدیون یا کمپنی کی قومیت یا توطن، اس امر کا مانع نہو، کہ خود فرانس میں وقت واحد میں، ایسی کارروائی دیوالیہ دائر کیجا سکے۔ کارروائی دیوالیہ کے، دو جگہ ساتھ ساتھ چلنے سے، مختلف قسم کی مشکلیں پڑ سکتی ہیں، جن کے متعلق، قدیم مصنفین نے بہت کچھ بحث کی ہے۔ بعض معاہدی قوانین میں، ایسی کارروائی دیوالیہ کی اجازت ہے، جو توطن پر مبنی

163

ہو، اور ایسے لوگوں کی کمی نہیں رہی ہے، جو اصول ہذا کی، اس بنا پر تائید کرتے رہے ہیں کہ ملک غیر کے تاجروں کو جو قرض دیا جاتا ہے، وہ بہ نسبت ان کی ذات کے، زیادہ تر، ان کی جائداد کے لحاظ سے دیا جاتا ہے۔ اور نیز یہ کہ اختیارات حدود ارضی کے قواعد کی پابندی سختی کے ساتھ تجارت کے معاملات میں نہ ہونی چاہیے۔ دیسیل سابق الذکر کی بنا پر بعض لوگوں نے یہ رائے قائم کی، کہ مقامی اثاثہ میں ان دائنوں کو ترجیح دی جانی چاہیے جن سے اسی مقام میں قرض لیا گیا ہے۔ اس بحث کے لئے ناظرین راڈنبرگ کی کتاب (De jure quod oritur e statutorum deversitate) کے حصہ اول فصل ۵۔ دفعہ ۱۶ کو معائنہ کر سکتے ہیں۔ مصنف بہ اتفاق رائے برگندس ایسی حالت میں بھی، جبکہ مدیون کے ایک ہی حیثیت کے کارخانہ جات تجارت مختلف مقامات میں ہوں، بشرطیکہ اس کا توطن بھی ہر ایسے مقام کا نہ ہو، وحدت کارروائی دیوالیہ کے حق میں فیصلہ کرتا ہے (توطن کے مساوی ہونے کی حالت کے لئے، دیکھو صفحہ ۱۴۷ کتاب ہذا)۔ دوسری صورت میں، دائنوں کی ترتیب تقدم و تاخر کا فیصلہ، قانون توطن سے کیا جانا چاہیے، اور کسی دوسری جگہ، اہتمام کی اجازت نہ ملنی چاہیے۔ لیکن یہ قدیم رائیں، ان بیشمار فیصلوں اور اصولی تالیفات سے، جو انکے مقابلے میں شائع ہو چکی ہیں، بالکل دب گئی ہیں، اور وہ ضوابط کے ایسے پہلوؤں سے متعلق ہیں، جن کو انگلستان کے ضوابط سے، کوئی مشابہت نہیں، اور اس لئے، اس ذخیرہ کو بطور اختصار کے بھی پیش کرنے سے، کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔

دفعہ ۱۲۷ انگلستان[1] کے قانون دیوالیہ کا عمل، مدیون پر، خود اس کی درخواست، یا کسی دائن کی درخواست، سے ہو سکتا ہے۔ کارروائی حکم تقرر ریسیور سے شروع ہوتی ہے، اور بعدہٗ حسب حالات مندرجہ دفعہ ۵۹، فصل ۵۔ قانون ۵ و ۴ جارج ۵۔ ایکٹ سنہ ۱۹۱۴ء دیوالیہ، مدیون کے دیوالیہ قرار دیے جانے کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ دائنوں کی طرف سے ایسی کارروائی شروع ہونے کی حالت میں، علاوہ ان شرائط کے،

---

[1] سنہ ۱۹۱۴ء کے قانون نے سنہ ۱۸۸۳ء کے قانون کو منسوخ کر دیا ہے جس کا حوالہ پہلے ایڈیشنوں میں دیا گیا ہے۔

جن کا تعلق قانون بین الاقوام سے نہیں ہے، اور جن کی بنا پر یہ کارروائی تجارت پیشہ لوگوں تک محدود نہیں رہتی، مدیون میں مفصلۂ ذیل شرائط میں سے ایک نہ ایک شرط کا پایا جانا لازم ہے[1]۔

(۱) وہ "انگلستان کا متوطن ہو" جس سے یہ مراد ہے کہ اس کا توطن کامل ہونا چاہیے جیسا کہ ذاتی اہلیت یا وصیتی مقدمات میں مطلوب ہے یا (۲) وہ معمولی طور سے انگلستان میں رہتا ہو، یا وہاں اس کی سکونت کا مکان یا مقام کاروبار ہو۔ یا (۳) درخواست پیش ہونے کے ایک سال قبل سے معمولی طور سے انگلستان میں رہتا ہو، یا وہاں سکونت کا مکان یا مقام کاروبار رکھتا ہو" یا (۴) (بہ استثناء اس شخص کے جس کا توطن اسکاٹ لینڈ یا آئرلینڈ کا ہو، یا اس جماعت یا شراکت کے جس کے کاروبار کا صدر مقام اسکاٹ لینڈ یا آئرلینڈ میں ہو) اس نے انگلستان میں بذات خود یا بذریعہ مختار یا منیجر کے کاروبار کیا ہو۔ یا (۵) (بہ استثناء متذکرہ بالا) وہ ایسی جماعت یا شراکت کا ایک رکن ہو یا عرصہ متذکرہ بالا میں ایک رکن رہا ہو جس نے بذریعہ کسی شریک یا شرکا یا مختار یا منیجر کے انگلستان میں کاروبار کیا ہے یا (۶) وہ ایسا مدیون ڈگری ہو جو کہ دفعہ ۵ ایکٹ مدیون سنہ ۱۸۶۹ء زیر حوالات رکھا جا سکے۔ اس صورت میں بجائے زیر حوالات رکھے جانے کے بہ اتفاق ڈگری دار حکم تقرر ریسیور جاری ہو سکتا اور اس کے بعد فیصلہ صادر کیا جا سکتا ہے۔ مزید براں اگر کارروائی دیوالیہ کا آغاز دائن کی درخواست پر ہوا ہے، تو لازم ہے کہ درخواست مذکور بھی ایسے دیوالیہ فعل پر مبنی ہو، جس کا ارتکاب مدیون نے درخواست کے پیش ہونے سے تین مہینے کے اندر کیا ہو۔ سنہ ۱۸۸۳ء کے ایکٹ دیوالیہ میں یہ قرار پایا تھا، کہ دیوالیہ فعل کی مرتکب (فرم) جماعت شرکا بحیثیت

164

[1] ایکٹ دیوالیہ ۱۹۱۴ء (دفعہ ۱) ضمن (۵)۔

[2] انگلستان کیلئے مدیون کے متعلق جو شرائط از (۱) تا (۵) رکھے گئے ہیں وہ ایکٹ دیوالیہ کے دفعہ ۴ (۱) میں موجود ہیں۔ (۲) شرط (۳) سے (۲) خود یا اس میں شامل ہے۔ (۶) شرط بھی ایکٹ مذکور کی دفعہ (۱۰۷) کے متعلق ہے۔ شرط (۴) کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی اور شرط بھی اس کے ساتھ پائی جائے۔ مقدمہ کلارک بنام کلارک (۱۸۹۸ء) ۱ کیو بی ۲۰۰ [illegible] ایل جے [illegible] جس کا اتباع مقدمہ [illegible] (۱۹۰۹ء) ۲ کے بی ۴۳۰ [illegible] ظہور میں کیا گیا۔

جماعت کے نہیں ہو سکتی، بلکہ وہ ایسے شخص کا فعل یا ترک فعل ہو گا جو دیوالیہ قرار دیا جانے والا ہے۔ نظیر و۔

بلین بنام سارہ وس (۱۸۷۹) ۱۲۔ چانسری ڈویژن ۔ ۵۲۲۔ جج جمیس۔ برتیٹ و کاٹن جو مقدمہ کوک بنام اے چارلس اوگلرو کمپنی [۱۹۰۱] اے۔ سی۔ ۱۱۲ میں پسند کیا گیا۔ جدید ایکٹ کی دفعہ ۴۔ (۱) ھ کے احکام نے ان اصول کو تبدیل کر دیا، جو ان فیصلہ جات میں قائم کئے گئے تھے؛ اور جو مقدمہ کوک بنام چارلس اے۔ اوگلرو کمپنی [۱۹۰۱] اے۔ سی۔ ۱۰۲ میں ان الفاظ میں ظاہر کئے گئے تھے: "ایک ملک غیر کا باشندہ جو اس ملک میں نہیں آیا، اور اس ملک کی عدالت دیوالیہ کی حدود ارضی کے اندر، بذات خود کسی دیوالیہ فعل کا مرتکب نہیں ہوا، دیوالیہ نہیں قرار دیا جا سکتا، محض اس بناء پر، کہ وہ، اس ملک میں بذریعہ اپنے کارندہ کے تجارت کرتا تھا؛ اور اپنے ملک میں ایسے دیوالیہ فعل کا مرتکب ہوا، جس کا ارتکاب اگر وہ اس ملک میں کرتا، تو فعل مذکور، ضرور دیوالیہ قرار دیا جاتا۔"

مقدمہ پرسن و مقدمہ بیکطرفہ پیرسن [۱۸۹۲] ۲۔ کیو۔ بی۔ ۲۶۳۔ جج، ایشر و بریٹ، فرائی و نوتس میں قرار پایا کہ: عدالت ایک ملک غیر کے باشندے پر، جو اس کے حدود ارضی سے باہر ہو، اطلاعنامہ دیوالیہ جاری کرنے کی اجازت نہیں دے سکتی، مگر ملک غیر کے باشندے کا مفہوم بلحاظ توطن کے لینا چاہیئے، نہ کہ بلحاظ قومیت کے؛ انگلستان میں ایسے مدیون پر اطلاعنامہ دیوالیہ کی تعمیل ہو سکتی ہے جو اسکے اجرا کے وقت انگلستان سے باہر تھا؛ اس شرط کے ساتھ کہ اسکے متعلق، اس بحث کا موقعہ رہے گا کہ اطلاعنامہ مذکور کی کیا حیثیت ہے۔ مقدمہ کلارک بیکطرفہ بی۔ بی۔ پیکاک و کمپنی لمیٹڈ (۱۸۹۶) ۲۔ کیو۔ بی۔ ۴۷۶۔ جج، لنڈلے۔ لوپس۔ رگبی؛ اطلاعنامہ یا درخواست دیوالیہ کی قائم مقامی تعمیل کیلئے حکم صادر ہو سکتا ہے، اگر عدالت کو اس امر کا اطمینان ہو جائے، کہ مدیون تعمیل سے بچنے کے لئے عدالت کے حدود ارضی سے باہر چلا گیا تھا۔ مقدمہ ارکھارٹ بیکطرفہ ارکھارٹ (۱۸۹۰) ۲۴۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۷۲۳۔ جج، ایشر۔ فرائی۔ لوپس؛ اگر مدیون کے انگلستان کے توطن پر بھروسہ کیا گیا ہے، اور اسکی نسبت بحث ہے تو اس کا بار ثبوت، دائن

165

درخواست گزار پر ہوگا۔ مقدمہ بحیطرفہ کینگھام رمقدمہ مچل (۱۸۸۴) ۱۳ کیو - بی
ڈی ۴۱۸ - نج، بیگلے - کاٹن - لنڈلے ومقدمہ بارنی (۱۸۸۶) ۱۹ کیو - بی ڈی
۵۲۲ - جج، ایشر - لنڈلے - ولوپس ج؎

مکان بود و باش، جو چھوڑ دیا گیا ہو، وہ ایکٹ کے حکم میں نہیں آتا؛ اگرچہ اب تک
مدیون کی ملک میں ہو۔ مقدمہ نارٹون فلٹ [۱۸۹۵] اکیو - بی - ۱۵۱
جج، ایشر - لوپس - رگبی ج؎

وائن کی یہ درخواست کہ ایسے متوفی دیوالیہ کی جائداد کا اہتمام حسب قاعدہ
دیوالیہ کیا جائے، جو انگلستان میں نہ رہتا تھا، ہائی کورٹ میں پیش ہونی چاہئیے۔
مقدمہ ایوانس وبحیطرفہ ایوانس [۱۸۹۱] اکیو - بی ۱۴۳ - جج، ایشر - لوپس - لنڈلے ج؎

اس سے ظاہر ہے، کہ انگلستان کا نظام قانون دیوالیہ کی وحدت کارروائی،
(یعنے اس امر کو، کہ دیوالیہ کی کارروائی صرف ایک ہی ملک میں ہونی چاہئیے۔ مترجم) کی
تائید نہیں کرتا۔ اور ایسے مقدمات میں، جو کامل توطن یا صدر مقام کاروبار کے علاوہ،
دوسرے امور پر مبنی ہوں، دیوالیہ کی منظوری دینے میں، اس امر کا امکان باقی رہتا
ہے، کہ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ، ملک غیر کی ایسی کارروائیوں کے ساتھ ساتھ چلتی رہے،
جو انھوں نے اپنے اصول پر چلائی ہوں۔

جب مدیون نے انگلستان کی ایک جماعت کی شراکت میں کاروبار کیا ہو، اور
جو بیرون ملک کی جماعت کے ساتھ بھی، اور دونوں جگہ عدالتی فیصلہ ہوا ہو تو عدالت،
اس امر کی مجاز ہے: کہ متفقہ اہتمام کی تجویز کی منظوری دے۔ مقدمہ مسکفیڈن و کمپنی
وبحیطرفہ وجیانگرم کمپنی لمیٹڈ [۱۹۰۸] ا - کے - بی - ۶۷۵ - جج بنگھام ج؎

دفعہ ۱۲۹ حسب دفعہ ۶ ایکٹ دیوالیہ، مدیون کا درخواست دیوالیہ پیش
کرنا بجائے خود ایک دیوالیہ عمل ہے۔ اور مدیون کی تعریف، دفعہ ۱ ضمن (۲) میں کی گئی ہے؛
اور اس میں ہر شخص شامل ہے ــ خواہ وہ انگریزی رعایا ہو یا نہو ــ جو فعل دیوالیہ کے عمل میں
آنے، یا فعل مذکور سے متاثر ہونے کے وقت، ــ (الف) بذات خود انگلستان میں موجود
تھا؛ یا (ب) معمولی طور سے انگلستان میں رہتا تھا؛ یا وہاں اس کے بود و باش کا
مقام تھا؛ یا (ج) انگلستان میں کاروبار، بذات خود، یا بذریعہ مختار، یا منیجر کے کرتا تھا؛

یا، (ج) ایسی جماعت یا شراکت کا ایک رُکن تھا جو انگلستان میں کاروبار کرتی تھی۔

مدیون کی یہ تعریف، اُس جماعت سے زیادہ تر اشخاص پر حاوی ہے، جن کے معاملے میں، حسب دفعہ ۴ - (۱)- ج- دائن کارروائی کرسکتا ہے۔ اور ایک ملک غیر کا باشندہ، انگلستان میں، خود اپنی درخواست پر، دیوالیہ قرار دیا جاسکتا ہے: صرف اس شرط کے ساتھ، کہ جس وقت، وہ کسی دیوالیہ فعل کا مرتکب ہوا، وہ انگلستان میں تھا۔

دفعہ ۱۲۹ دائن کے درخواستگذار ہونے کی صورت میں، یہ امور قابل لحاظ نہیں، کہ اس سے دین کہاں لیا گیا تھا؟ اور آیا وہ متوطن یا باشندہ انگلستان ہے، یا وہاں کاروبار کرتا ہے؟ اور نہ کسی صورت میں اس پر لحاظ کیا جائیگا، کہ آیا مدیون، اپنے مقام توطن کے قانون کی رو سے (اگر وہ انگلستان کے علاوہ کوئی دوسرا مقام ہے) قانون دیوالیہ کا تابع ہے؟ اور آیا وہ، بروقت پیشی درخواست، انگلستان میں موجود تھا؟-

166

قدیم مقدمات میں، انگلستان میں تجارت کرنے اور انگلستان سے تجارت کرنے، میں فرق کیا گیا ہے۔ جس شخص کی تجارت کی کوٹھی انگلستان میں ہوتی تھی، یا جو بذات خود، وہاں تجارت کرتا تھا، گو کہ اسکا آنا تھوڑے ہی تھوڑے زمانہ کیلئے کیوں نہو تا ہو، اس کی نسبت کہا جاتا تھا، کہ وہ انگلستان میں تجارت کرتا ہے؛ لیکن جس کی تجارتی کوٹھی ملک غیر میں ہوتی تھی، اور وہ صرف سامان، انگلستان میں فروخت کے لئے بھیجتا تھا، اور وہاں سے سامان، بذریعہ مختار یا بذریعہ تحریر منگاتا تھا: اس کی نسبت کہا جاتا تھا کہ وہ انگلستان سے تجارت کرتا ہے۔ اُس زمانہ میں انگلستان کا قانون دیوالیہ صرف تاجروں سے متعلق تھا، اور فعل دیوالیہ کا ارتکاب انگلستان میں ضرور تھا، اور فیصلہ جات کا ماحصل یہ تھا، کہ صرف وہی لوگ جو انگلستان میں یا انگلستان سے تجارت کرتے تھے، دیوالیہ قرار دئے جاسکتے تھے۔ مقدمہ ٹاؤسو تھ بنام اینڈرسن (۱۷۸۱)۔ ج، ٹی جونس - ۱۴۱ انگلس نج؛ انگلستان میں کبھی کبھی اگر بذات خود تجارت کرنا۔ مقدمہ برڈ بنام سجوک (۱۸۹۲) ۱۔ سال ۱۱۰- کنگس بنچ؛ انگلستان سے تجارت کرنا۔ مقدمہ بکیطر نہ اسمتھ (۱۷۴۷) جو، پی سی- وِبّ کے نوٹس متعلقہ مقدمہ الگزنڈر بنام ونگھم۔ سی او ڈبلیو پی - ۲۹۹ سے منتخب کیا گیا تھا۔ موخر الذکر مقدمہ بھی انگلستان سے تجارت کرنے کے متعلق تھا۔

اور لارڈ ہارڈوک نے بظاہر اس کا فیصلہ صرف باتباع مقدمہ برڈ بنام سجوک کیا ہے
یہ لکھ دیا کہ ”اگر دیوالیہ کے فعل کا ارتکاب بیرون ملک ہوا ہے تو یقیناً اس فعل کے
متعلق کسی کمیشن کے باہر بھیجنے کی ضرورت نہیں ہے“۔ یہ الفاظ کسی قدر تعجب انگیز
ہیں اور بظاہر اس میں رپورٹر کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اس زمانہ میں کارروائی
دیوالیہ کے متعلق کوئی کمیشن باہر اس دیوالیہ فعل کے متعلق نہیں بھیجا جاسکتا تھا،
جس کا ارتکاب ملک غیر میں ہوا ہو، لیکن مقصد صاف یہ ہے کہ اس فعل دیوالیہ کی وجہ سے
جس کا ارتکاب انگلستان میں ہوا تھا، وہ مدیون، جو انگلستان سے تجارت کرتا تھا،
وہاں کے قانون دیوالیہ کا محکوم تھا۔ مقدمہ کیلرفہ ویس (١٧٥١) ١ - ویس سینئر -
٢٤٩ - ١ - ایک - ٢٠ ؛ دوسرا مقدمہ ایسے دیوالیہ کا ہے، جو انگلستان سے تجارت کرتا تھا
اور اسی جج کے سامنے پیش ہوا تھا، اس میں بھی تاجر مقدمہ وڈ سورتھ بنام انڈرسن
کی طرح آئرلینڈ کا متوطن تھا۔ آئرلینڈ میں اس زمانہ میں کوئی قانون دیوالیہ نافذ
نہ تھا: اس بنا پر ان مقدمات میں یہ طے ہوا کہ مدیون کا اپنے ملک توطن کے
قانون کی رو سے کارروائی دیوالیہ کا تابع ہونا لازم نہ تھا۔ مقدمہ انگلس کی رپورٹ
میں بیان کیا گیا ہے کہ لارڈ ہارڈوک نے مدیون کا کسی ملک متعلقہ سلطنت برطانیہ
عظمیٰ میں تجارت کرنا لازم قرار دیا ہے۔ لیکن مقدمہ ویسی کی رپورٹ میں بیان
کیا گیا ہے کہ انھوں نے یہ کہا کہ ”جب کوئی شخص جو ملک کے کسی حصّہ کا باشندہ
ہو یا ملک غیر کا یہاں قرض لیتا ہے“۔ اور یہی زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ
فی الحقیقت مقدمہ برڈ بنام سجوک کا مدیون پرتگال میں رہتا تھا۔ ”یہاں قرض لینے
سے“ اس طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ وہ انگلستان سے تجارت کرتا تھا۔ اور
یہ کہ جب اس کا محکوم قانون دیوالیہ ہونا ثابت ہو گیا تو انگلستان کے قوانین
دیوالیہ کے استفادہ کو صرف ان دائنوں تک محدود رکھنا جن سے صرف
انگلستان میں قرض لیا گیا، منظور نہ تھا۔ لارڈ مینسفیلڈ نے مقدمہ الکزنڈر بنام ویکہام
(١٧٧٦) سی۔ اور ڈبلیو۔ پی ٣٩٢٠ میں ان سب پر تبصرہ کیا اور ان کو تسلیم
کیا، مقدمہ ایلن بنام کینن (١٨٢١) ٤ - بی و اے ٧ - ٢١٠ - جج، اینسٹ وغیرہ میں
قرار پایا کہ انگلستان میں چند روز کے لئے آتے رہنا اور سامان خریدنا انگلستان سے

تجارت کرنے کے ثبوت کیلئے کافی تھا، اگرچہ وہاں سامان فروخت نہ کیا گیا ہو۔

مقدمات متذکرۂ بالا کے بعد انگلستان کا قانون غیر تجارت پیشہ لوگوں سے بھی متعلق کر دیا گیا، اور ان افعال میں فرق قائم کر دیا گیا، جس کا ارتکاب تجارت پیشہ اور غیر تجارت پیشہ لوگوں میں فعل دیوالیہ متصور ہوگا! ور بعض افعال کا ملک غیر میں ارتکاب، فعل دیوالیہ قرار دیا گیا، مگر ان میں سے کوئی فعل ایسا نہ تھا، جو صرف تاجروں کیطرف سے ظہور پذیر ہونے کی حالت میں دیوالیہ قرار پاتا۔ قانون کی اس حالت میں، اس اصول کے مطابق جو لارڈ ہارڈوک نے بمقدمہ یکطرفہ اسمتھ ظاہر کیا تھا، یہ طے ہوا کہ کوئی شخص، جو متوطن انگلستان نہ ہو، یا بذات خود انگلستان میں تجارت نہ کرتا ہو، کسی فعل دیوالیہ کی بنا پر جس کا ارتکاب اس نے ملک غیر میں کیا ہو، دیوالیہ نہیں قرار دیا جا سکتا، اور نیز یہ کہ انگلستان میں ہر شخص، غیر تجارت پیشہ اشخاص کے افعال دیوالیہ کے ارتکاب پر دیوالیہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ بمقدمہ یکطرفہ کرسپن (١٨٧٣)، ایل۔ آر۔ ٨۔ چانسری مرافعہ۔ ٣٧٤۔ جج میلش و سلبورن۔ قانون کی اسی حالت میں بمقدمہ یکطرفہ پاسکل (١٨٧٦) ١۔ چانسری ڈویژن۔ ٥٠٩۔ جج جیمس میلش و بیگلے، یہ ظاہر ہوا کہ مدیون کے سمن کی تعمیل انگلستان میں ہو سکتی ہے خواہ اس کا آنا عارضی ہی کیوں نہ ہو۔ بطور بنیاد فعل دیوالیہ کے۔ برخلاف اس کے مقدمہ یکطرفہ اولاگ لین (١٨٧١) ایل۔ آر۔ ٦۔ چانسری مرافعہ ٤٠٦۔ جج جیمس و میلش میں یہ ظاہر ہوا کہ سمن کی تعمیل بیرون انگلستان نہیں ہو سکتی۔

167

مفصلہ ذیل مقدمات، ابھی تک قابل پابندی ہیں بعض حالات سے ایک شخص باشندہ انگلستان یا وہاں کاروبار کی کوٹھی رکھنے والے کی نسبت یہ نتیجہ نکالا جائیگا کہ وہ ملک مذکور سے چلے جانے یا دائنوں کو محروم رکھنے یا انکو تعویق میں ڈالدینے کی نیت سے بیرون ملک ٹھہر جانے سے فعل دیوالیہ کا مرتکب ہوا، انھیں حالات کی بنا پر دوسرے شخص کی نسبت ایسا نہیں سمجھا جائے گا۔ مقدمہ یکطرفہ کرسپن بحوالہ سابق۔ مقدمہ یکطرفہ کرٹرز (١٨٧٩) ١١۔ چانسری ڈویژن ٢٩٠۔ جج جسل جیمس و برامویل و مقدمہ یکطرفہ برائنڈن (١٨٨٤) ٢٥۔ چانسری ڈویژن ٥٠٠۔ جج سلبورن

کاٹن وفرائی ؎

مقدمہ یکطرفہ گرا ہمین سے، یہ بھی ظاہر ہوتا ہے، کہ تصفیہ کیلئے درخواست کے پیش ہونے کے وقت، مدیون کا انگلستان میں موجود ہونا لازمی نہیں ہے؎ اور مقدمہ یکطرفہ پاسکل بحوالہ سابق سے، یہ ظاہر ہوتا ہے: کہ وہ مقام قابل توجہ نہیں ہے، جہاں کہ دائن درخواست گزار سے قرض لیا گیا تھا؎

دفعہ ۱۳۰۔ یہ امر کہ کسی مدیون کے مقابلہ میں کسی دوسرے ملک میں کارروائی دیوالیہ جاری ہے؎ انگلستان میں اس کے مقابلہ میں کارروائی دیوالیہ شروع کر دینے کی قطعی وجہ نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ ظاہر ہو، کہ ایسے عمل سے دائنوں کا فائدہ ہے؎ یا ہو سکتا ہے تو انگلستان کی عدالت ایسا کرنے کی مجاز ہے؎ مگر کارروائی کے آغاز ہو جانے کے بعد بھی اس کا التواء ہو سکتا ہے؎ اگر یہ معلوم ہو کہ وہ بیکار ہے مثلاً۔ اس وجہ سے کہ تمام متروکہ بیرون ملک اور ملک غیر کی عدالت کے ذریعے سے، معرض تقسیم میں ہے۔

مقدمہ چلانے کی ایک درخواست پر اجازت دیگئی، جس کی نسبت خیال تھا، کہ وہ ایک، ماقبل کی آئرلینڈ کی کارروائی کو منسوخ کر دیگی: اور اس سے زیادہ اثاثہ وصول ہو سکیگا۔ مقدمہ میک کلا (۱۸۸۰) ۱۴۔ چانسری ڈویژن۔ ۱۶، جج بیکس: جس کو جسٹس کاٹن اور تھیسیگر نے بحال رکھا؎ مقدمہ چلانے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا گیا؛ جبکہ ضبطی کی کارروائی اسکاٹ لینڈ میں جاری تھی اور اسکے آغاز کے بعد سے کوئی قرض نہیں لیا گیا تھا؛ اور نہ کوئی اثاثہ انگلستان میں تھا۔ مقدمہ رابنسن (۱۸۸۳) ۲۲۔ چانسری ڈویژن۔ ۸۱۶۔ جج جیسل، بگیلے۔ لنڈلے؎ انگلستان میں جو کارروائی ہو رہی تھی، اس کو روکنے کیلئے، دیکھو رائے جسٹس جیمس کی جو انھوں نے مقدمہ یکطرفہ پاسکل (۱۸۷۶) ۱۔ چانسری ڈویژن ۵۱۲۔ و مقدمہ میک کلا حسب حوالہ گذشتہ صفحہ ۲۲۷، میں ظاہر کی ہے ؎

یہ امر کہ ایک مدیون کے متعلق، ملک غیر میں دیوالیہ کی کارروائی پہلے سے چل رہی ہے جو اس کا مقام توطن نہیں ہے؎ انگلستان کہ کارروائی دیوالیہ اس کے مقابلہ میں روک دینے کیلئے کافی وجہ نہیں ہو سکتا؎

اگر پہلے کی کارروائی مقام توطن میں چل رہی ہو تو کیا ہوگا؟۔

مقدمہ ارتولا ہر موناس - و مقدمہ بکطرفہ انڈری جالی (۱۸۹۰) ۲۴ کیو-بی - ۴۰ ۱ جج، کالرج و فرائی جج؛
جس صورت میں وائنین درخواست گزار نے، انگلستان میں ایک مدیون کے نام، اطلاعنامہ دیوالیہ جاری کرایا تھا؛ اور تعمیل اطلاعنامہ کے بعد، مدیون کی درخواست اسکاٹ لینڈ کی جائداد کی قرقی کے متعلق پیش ہوکر، اُسیدن منظور ہوی۔ قرار پایا:- کہ انگلستان میں جو حکم، تقرر ریسور کا صادر ہوا، وہ درست تھا؛ جائداد انگلستان میں موجود تھی؛ انگلستان کے اطلاعنامہ کارروائی دیوالیہ کی عدم تعمیل، خود مدیون کا فعل تھا: اس کو اس مقصد کیلئے، اسکاٹ لینڈ کی کارروائی سے استفادہ کی اجازت نہیں دیجاسکتی؛ وایک مدیون کے مقدمہ [۱۹۲۲] ڈبلیو۔ این۔ ۱۶۳ سی۔ اے۔ جج، آسٹرن ڈیل۔ وارنگٹن ینگر: عدالت نے مقدمہ رابنسن کو اس سے علحدہ بتایا؛ اس مقدمہ میں انگلستان میں کوئی متروکہ نہ تھا، برخلاف اس کے مقدمہ ہذا میں متروکہ، انگلستان میں موجود تھا۔

دفعہ ۱۳۱ جس کمپنی نے، اپنا سندی یا دوسری نوع کا قانونی وجود، انگلستان کے قانون یا قانون برطانیہ سے، جس کا تعلق، بہ نسبت ملک کے دوسرے قطاع کے خاص انگلستان سے ہو، حاصل کیا ہو، اسکے تصفیہ حساب (Winding up) کی کارروائی انگلستان میں ہوسکتی ہے؛ خواہ اس کا کاروبار کہیں ہو۔ اور اگر اس کا کل کاروبار، ملک غیر ہی میں ہو تو یہ بجائے خود، ایک وجہ، اس کے فسخ کی قرار پاسکتی ہے۔

مقدمہ میڈرڈ و ولینیشیا ریلوے کمپنی (۱۸۴۹) ۳- ڈی۔ جی و ایس ۱۲۷- جج، نائٹ بروس: جس کی تجویز کو کاٹن ام نے بحال رکھا، (۱۸۵۰) ۲- ایم و جی- ۱۹۹؛ مقدمہ فیلکیج پرشین لمیٹڈ (۱۸۶۴) ۳۴- ایل۔ جی (این۔ ایس) چانسری ۱۴۰ جج، روملے؛ مقدمہ رو شین ریلوے کمپنی لمیٹڈ (۱۸۶۷) ایل۔ آر۔ ۲ چانسری - مرافعہ ۶۱۷- جج، کیرنس و ٹرنر: جنہوں نے میلنش کے فیصلہ کو بحال رکھا؛ مقدمہ جنرل کمپنی، بغرض اصلاح قرضہ متعلقہ اراضی لمیٹڈ (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۵ چانسری - مرافعہ ۲۶۳- جج، جیمس کیفرڈ؛ جنہوں نے، مقدمہ شہزادی ریجیس بنام پوس (۱۸۷۱) ایل۔ آر۔ ۵۔ ای۔ آئی واے۔ ۱۷۶- جج، ہیدلے۔ کو تیغیز ۷۔ کیرنس۔ موخر الذکر مقدمہ، دفعہ کا آخری جز کی سند ہے؛ گیفرڈ، اور ہیدرے کی بظاہر یہ رائے معلوم ہوتی ہے۔ کہ کمپنیوں کے ایکٹ سنہ ۱۸۶۲ کے احکام کی رو سے کوئی کاروبار تجارت

جو بیرون ملک کیا جاتا ہو، قابل لحاظ نہیں متصور ہو سکتا؛ اور ایسی کمپنی کو، عدالت، توڑ دینے کی مجاز ہے، "جس نے تاریخ قیام سے ایک سال کے اندر اپنا کاروبار نہ شروع کیا ہو، یا جس نے ایک سال تک اپنا کاروبار ملتوی کر دیا ہو"؛ لیکن یہ رائے حد سے متجاوز ہے، کیونکہ بہت سی کمپنیاں، انگلستان میں، محض بیرون ملک، کاروبار تجارت کرنے کی غرض سے رجسٹر ہوتی ہیں؛ اور جب ایک کمپنی، انگلستان میں، اس غرض سے رجسٹر ہو کہ وہ اندرون اور بیرون ملک، دونوں جگہ کام کریگی، تو اس کا اول سال میں انگلستان میں کام نہ کرنا، اور انحالیکہ اس نے بیرون ملک کاروبار شروع کر دیا ہو، اس کے توڑ دینے کیلئے حکم مذکورہ بالا کے تحت میں کافی وجہ نہیں متصور ہوئی؛ مقدمہ کمپنی پیل خائر انشورنس ایسوسیشن (۱۸۰۲) ۲۱۔ چانسری ڈویزن ۲۰۹۔ جج چٹی، مقدمہ شہزادی ریوس بنام بوس میں کیرنس کا یہ خیال تھا: کہ بلا لحاظ احکام محولہ بالا جو کمپنی بیرون ملک کاروبار کرتی ہو، اور صرف وہیں کاروبار کرنے کا ارادہ رکھتی ہو، اس کا بلحاظ منشاء ایکٹ توڑ دینا مناسب اور قرین نصفت ہوگا؛ میلنس نے اسے مقدمہ میں توڑ دینے کے حکم دینے سے انکار کر دیا، کیونکہ یہ معاملہ عدالت کے اختیار تمیزی پر منحصر تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ کمپنیوں کے ایکٹ (یکجائی) ۱۹۰۸ء۔ اڈورڈ کی فصل (۷) دفعہ۔ ۶۹۔ کی رو سے جس امر کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اسکاٹ لینڈ یا آئرلینڈ میں کاروبار کرنے سے پوری ہو جاتی ہے؛ اور جو مسئلہ، دفعہ ہذا کے آخر جز میں دیا گیا ہے، وہ اس سے متعلق نہیں ہوتا۔ دیکھو بہ کچھ اسبارہ میں جسٹس جیسل نے ضمنی طور سے مقدمہ پلپ ویپر انٹرنیشنل کمپنی (۱۸۷۶) ۲۔ چانسری ڈویزن میں کہا تھا؛

دفعہ ۱۳۲ جس کمپنی کی سند قیام سلطنت متحدہ کے قانون کی بنا پر نہ ہو، اس کے خلاف، انگلستان میں، تصفیہ حساب کی کارروائی چل سکتی ہے؛ بشرطیکہ انگلستان میں، اس کا دفتر ہو، اور وہاں اس نے کاروبار کیا ہو، اور اس کا کوئی اثاثہ بھی موجود ہو؛ اگرچہ کارروائی مذکورہ، اس کے توڑ دینے (dissolve) پر حاوی نہیں ہو سکتی۔

دفعہ ۲۶۸ (قیام) کمپنیوں کا ایکٹ بابتہ ۱۹۰۸ء:-
مقدمہ کمرشل بنک آف انڈیا (۱۸۶۸) ایل۔آر۔۶۔ ای کیو۔ ۵۱۷۔

نج، روسلے کی مقدمہ موتیمین ر اورس لمیٹیڈ (۱۸۸۴) ۲۶۔ چانسری ڈویژن ۲۲۵۔ جج، گیے کی مقدمہ کمرشیل بنک جنوب اسٹریلیا (۱۸۸۶) ۳۔ چانسری ڈویژن ۴۸۱۔ نج، پیرسن و نارتھ کی مقدمہ مرکنٹائل بنک آف اسٹریلیا [۱۸۹۲] ۲۔ چانسری ۲۰۴۰ نج، نارتھ کی مقدمہ انگلش، اسکاٹش و اسٹریلین چارٹرڈ بنک (۱۸۹۳) ۲۔ چانسری ۳۸۵۔ جج، وا گن و یمس جن کی تائید لنڈلے۔ ب۔ پسن و اے ایل اسمتھ نے کی مقدمہ فیڈرل بنک آف اسٹریلیا [۱۸۹۳] ڈبلیو این ۴۶۔ ۷۷ و ۸۵۔ ایل۔ ٹی ۲۲۸۔ ۶۲۔ ایل جی سی ایچ ۵۶۱۔ جج، وگمس و یمس جن کی تائید لنڈ تے۔ لوئق۔ کے، نے کی مقدمہ کوئنس لینڈ نیشنل بنک [۱۸۹۳] ڈبلیو۔ این ۱۲۸ جج وا گمس و یمس۔ مقدمات نمبر ۲۔ ۳ و ۶۔ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کمپنی کے مقام توطن میں، فسخ کی کارروائی کا جاری رہنا ملک ہذا میں ضمنی کارروائی کا مانع نہیں ہے، اگر کمپنی بذریعہ رجسٹریشن اسکاٹ لینڈ یا آئرلینڈ میں قائم ہوئی ہے تو از رو ے ایکٹ کمپنی سلطنت ہائے متحدہ کے اجزائے مذکور فسخ کی کارروائی کیلئے مناسب مقامات، متصور ہونگے۔

دفعہ ۱۳۳ ایسی کمپنی کے متعلق، جو بیرون ملک قائم ہوئی ہو، انگلستان میں کوئی حکم فسخ کے متعلق جاری نہیں ہو سکتا، اگر اس کا دفتر انگلستان میں نہیں ہے: اگرچہ وہ اپنے مختاروں کے ذریعہ سے وہاں کاروبار کرتی ہو۔

169

مقدمہ لائیڈ جنرل اٹیلینو (۱۸۸۵) ۲۹۔ چانسری ڈویژن ۲۱۹۔ جج، پیرسن کی مقدمہ یونین بنک آف کلکتہ (۱۸۵۰) ۳۔ ڈی۔ جی و ایس ۲۵۳۔ جج، نائٹ بروس، میں اس امر پر بحث کرنے کی ضرورت بھی، کیونکہ وہاں فسخ کے حکم کے اجرا سے ابر بنائے اختیار تمیز سے ہی انکار کیا گیا تھا۔

دفعہ ۱۳۴ اگر محافظ یا ایجنٹ یا دوسرے اشخاص، اس ملک کے قانون کی رو سے، جہاں کا مدیون متوطن ہے، یا اگر خود مدیون، کارروائی میں کوئی فریق ہے! تو اس ملک کے قانون کی تحت، جہاں کا وہ باشندہ ہے۔ اس امر کے مجاز ہوں کہ اسکی جائداد کا صحاب واثق انتظام کریں: تو وہ لوگ، اس حیثیت کے لحاظ سے انگلستان میں، مدیون کے ذاتی اثاثہ اور اسکے حقوق نالشات کے مستحق متصور ہونگے۔

[نوٹ۔ جن الفاظ کے نیچے خط کھینچا گیا ہے، وہ قدیم قاعدہ پر، ان تین مقدمات کی بناء پر، اضافہ کئے گئے ہیں، جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں؛ اور جو طبع اوّل کے بعد فیصل ہوئے ہیں:۔]

مقدمہ سولو مانس بنام راس (١٧٦٤) ١۔ ایچ۔ بی۔ آئی۔ ١٣١۔ نوٹ جس میں جسٹس باتھرسٹ ارڈ چانسلر، لارڈ نارتھنگٹن کی جگہ کام کر رہے تھے؛ جولٹ بنام ڈیپانتھیو (١٧٦٩) ١۔ ایچ۔ بی۔ ایل۔ ١٣٢۔ نوٹ۔ جج، کیمڈن؛ مقدمہ نیل کا نگھام (١٧٦٤) ١۔ ایچ۔ بی۔ ایل۔ ١٣٢۔ نوٹ میں، جو آئرلینڈ کے لارڈ چانسلر نے، ایسا ہی فیصلہ ایک انگلستان کے منتقل الیہ کے حق میں کیا جس کے ساتھ کہ آئرلینڈ کے جج، متفق تھے۔ ان سب مقدمات میں محافظین یا منتقل الیہم کے حقوق کا قرق کرانے والے دائن کے حقوق کے ساتھ مقابلہ تھا۔ قرقی کے مقدمہ کے فیصلہ پر اسوقت دستخط ہوئے، جبکہ ان کا تقرر ہو چکا تھا؛ مقدمہ فولیسٹ بنام اگڈن۔ ١۔ ١۔ ایچ۔ بی۔ آئی۔ ١٣٢۔ کے اثنائے بحث میں، لورڈ نے جو کہ سالو مانس بنام راس کے مقدمہ میں وکیل تھے، کہا کہ اسکا فیصلہ، صرف اس اصول پر ہوا تھا، کہ دیوالیہ کی جائداد کا، محافظین جائداد ہائے تباہ شدہ واقع ملک ہالینڈ کیطرف منتقل ہونا، بدل قیمتی کے ساتھ انتقال تھا۔"

مقدمہ الیون بنام فرنوال (١٨٣٤) ١۔ سی۔ آر۔ ایم و آر۔ ٢٧٧۔ ٢٩٤۔ ٹمائیر۔ ١٥٧۔ جج، پارک وغیرہ میں جو فرانسیسی محافظین کی طرف سے، ان کے دیوالیہ کے واجب الوصول قرضہ کی بابتہ دائر کیا گیا تھا، مدیون کی مختارانہ حیثیت، بغیر انتقال کے تسلیم کی گئی تھی، اور اگرچہ ان کی تعداد تین تھی مگر اس ثبوت کے پیش ہونے پر، کہ وہ بغیر تیسرے کی شرکت کے، فرانس میں ارجاع دعوی کے مجاز تھے؛ صرف دو کو وصول رقم کی اجازت دیگئی۔

پہلا انگریزی مقدمہ جس میں بیرونی حقوق کی بنیاد کے لئے توطن کی ضرورت پر غور کیا گیا، وہ، البتہ میں (١٨٦٦) ایل۔ آر۔ ٢۔ ای کیو۔ ٢٣ کا مقدمہ ہے، جس میں ایک نوآبادی کی دیوالیہ کارروائی میں منتقل الیہاور دیوالیہ کی وصیہ میں نزاع تھی؛ نہ رو ملے نے یہ قرار دیا، کہ مقدم الذکر شخص کے حق کا انحصار اس امر پر ہے کہ آیا دیوالیہ نوآبادی کا متوطن تھا یا نہیں۔ اسکے بعد مقدمہ سیوارڈ بنام ہیوارڈ (١٨٩٧)

ا۔ چانسری ۹۰۵۔ دائر ہوا جس میں کیکوچ جج نے، مقدمہ ہذا کو بنظر پسندیدگی دیکھا۔
لیکن مقدمہ ڈیوڈسن (۱۸۷۳) ایل۔ آر۔ ۱۵۔ ای کیو۔ ۳۸۳ میں، جج ہا جیمس؛
نے بمقابلہ مدیون کے بحق منتقل الیہ فیصلہ کیا؛ بلا لحاظ اس امر کے کہ توطن کس مقام کا
تھا؛ کیونکہ مدیون خود اپنی درخواست پر دیوالیہ قرار پایا تھا۔ اور اسی کی پیروی مقدمہ
امانت لاسن میں کی گئی [۱۸۹۶] ا۔ چانسری ۱۷۵۔ جج نارتھ؛ مقدمہ انڈرسن
[۱۹۱۱] ا۔ کے۔ بی۔ ۸۹۶۔ میں، جج فلیمور نے یہ فیصلہ کیا، کہ ایک نوآبادی
کی کارروائی دیوالیہ میں، جو انگلستان کی کارروائی دیوالیہ سے پہلے کی گئی،
انگلستان کی ذاتی جائداد منتقل الیہ کیطرف منتقل ہوگی؛ اگرچہ مدیون کا توطن
انگلستان کا تھا: اس بنا پر کہ مدیون، نوآبادی کی کارروائی کا ایک فریق تھا۔
بظاہر، فاضل جج نے، یہ خیال کیا کہ سابق اصول مقدمات ڈیوڈسن اور امانت لاسن
سے منسوخ ہوگیا؛ مگر کم از کم فیصلہ کا یہ جز مقدمات بلیقین اور ہیورڈ کے مخالف
معلوم ہوتا ہے۔ اس فیصلہ کا اتباع مقدمہ گریک (۱۹۱۶) ۸۶۔ ایل۔ جی۔ بی
ایچ۔ ۹۲ جج، ایو، میں کیا گیا اور یہ قرار پایا: کہ ایک نوآبادی کے مقدمہ دیوالیہ
میں، رقم موجودہ عدالت کا حق عودی، امین کو پہنچتا ہے؛ اگرچہ مدیون نوآبادی
کا متوطن نہ ہو۔ مدیون نے ایک درخواست کے ذریعہ سے، اپنا زیر اختیار
عدالت نوآبادی ہونا قبول کرلیا تھا؛ اسیطرح مقدمہ برگ۔ ۱۴۸۔ ایل۔ ٹی۔
۱۷۵۔ جج، اسٹمبری میں ہوا: اس میں منتقل الیہ ایک کارروائی ملک غیر میں مقرر
ہوا تھا؛ وہ اثاثہ متوقعہ انگلستان کا مستحق قرار پایا: اگرچہ مدیون انگلستان کا
متوطن نہ تھا۔ مدیون نے ملک غیر کی عدالت میں، ایک درخواست، عدالتی طور
سے تصفیہ حساب دکھانے اثاثہ کے کئے زیر قانون ملک غیر پیش کی تھی؛ اور پھر
اس کا اتباع مقدمہ نگرم بنام مارش [۱۹۲۱] ۱۵۱۔ ایل۔ ٹی۔ ۲۶۴۔ جج، ایسٹل بینگ
میں کیا گیا، جس میں ایک دیوالیہ کی کارروائی میں، ایک بلجیم کا امین، ایک انگریز متوطن
انگلستان کے تمام اثاثہ کا مستحق قرار پایا؛ یہ انگریز بلجیم کی ایک کوٹھی میں شریک
تھا اور ملک بلجیم کی کارروائی دیوالیہ میں اپنے شریک کے ساتھ دیوالیہ قرار پا چکا
تھا۔ ابتدائی ڈگری مدعی علیہ کی عدم موجودگی میں صادر ہوئی تھی، بعدہٗ اس کو

170

اطلاع دی گئی اور اُس نے حاضر ہو کر، اس کی صحت کی نسبت عذر کیا، مگر اس کا عُذر قبول نہیں ہوا؛ اور یہ قرار پایا کہ یہ عمل بمنزلہ اس کے ہے کہ اس نے عدالت مذکور کا اختیار اپنی نسبت قبول کر لیا۔ موخرالذکر مقدمات میں جو عمل انگلستان میں کیا گیا، اس سے یہ اصول مستنبط کرنا غلط ہوگا کہ مقدمات دیوالیہ میں تجارتی توطن، اختیار سماعت کی کافی بنیاد ہو سکتا ہے۔ مقدمہ ٹوینی بنام میری و فرزند [۱۹۱۰] ۱۔ کے۔ بی۔ ۵۲٦۰ میں جج ہملٹن نے یہ قرار دیا کہ جو اسناد ذریعہ دستاویز انتقال مرتبہ ملک میرے لینڈ بغرض نفع دائنین مقرر ہوئے تھے، اور جو ملک مذکور کی عدالت کے زیر حکم اس امانت کے اہتمام کے مجاز کئے گئے تھے؛ ان کے حقوق بمقابلہ اُن تعمیل خواہ کے جس کے حق کی بنیاد صرف یہ اصول ہو کہ "مال منقولہ مالک کی ذات کے ساتھ جاتا ہے" مرجح اور فائق ہیں۔ ایکٹ اہتمام ۱۸۷۶ء[۱] کی دستاویزات کی تحت میں دستاویز کی رجسٹری نہیں ہوئی تھی اور وہ اس مقدمہ سے متعلق نہیں کیا گیا؛ دفعہ ۱۳۲م کے متعلق اسکاٹ لینڈ کے مقنین مختلف الرائے تھے لیکن مقدمہ اسٹرو تھر بنام ریڈ (۱۸۰۲) ۱۳ فیک ڈی ۲ ۲۵ میں عدالت سیشن نے ایک انگلستان کے متوطن کی انگلستان کی عدالت کی کارروائی دیوالیہ میں، منتقل الیہم کے حقوق کو بمقابلہ ان اشخاص کے حقوق کے جو اسکاٹ لینڈ کی قرقی (Arresment) کے ذریعے سے جس کی تعمیل ذریعہ (Decreet) ڈگری قبل تفویض کے حاصل نہیں ہوئی تھی، مرجح اور فائق سمجھا۔ اسی کا اتباع مقدمہ رائل بنک آف اسکاٹ لینڈ بنام کتھبرٹ یا بنام اسٹین کے منتقل الیہم کے (۱۸۱۳) ۱۷ فیک ڈی ۲-۷-۱- روز ۴٦۲ میں کیا گیا: اس میں اسی عدالت نے یہ قرار دیا کہ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ سے بجاروں شرکا کی تمام منقولہ جائداد، جن کا کاروبار اسکاٹ لینڈ اور انگلینڈ دونوں جگہ تھا، مگر جن میں سے دو انگلستان اور دو اسکاٹ لینڈ کے متوطن تھے، اسکاٹ لینڈ میں منتقل ہو گئی؛ تاکہ بعدہٗ اسکاٹ لینڈ کی قرقی اور تحویل (Sequestration) کے اثر سے نہ صرف

---

[۱] یہ ایکٹ اب منسوخ ہو گیا ہے اور اس کی جگہ ایکٹ بابت ۱۹۱۳ء جاری ہے۔

جاروں کی جائداد مشترکہ بلکہ ان اشخاص کی علیحدہ جائداد بھی جو اسکاٹ لینڈ
کے متوطن تھے اور جداگانہ بھی اسکاٹ لینڈ میں کاروبار کرتے تھے، محفوظ رہے۔
اسکے بعد ہوس آف لارڈز نے ایک اسکاٹ لینڈ کے مرافعہ سلک رگ بنام
ڈیوس (۱۸۱۴) ۲۔ راس ۲۹۱۔ ۲ ڈو ۲۲۰۔ جج، ایلڈن میں یہ فیصلہ کیا کہ
انگلستان کی کارروائی دیوالیہ اسکاٹ لینڈ کی مابعد قرقی و تحویل کے قائمقام
ہے، جبکہ دیوالیہ اسکاٹ لینڈ کا متوطن ہو، مگر انگلستان اور اسکاٹ لینڈ دونوں
جگہ تجارت کرتا ہو — مگر بدقسمتی سے یہ امر دریافت کرنا سخت دشوار ہے کہ مقدمہ سلک رگ
بنام ڈیوس میں اصل بنیاد فیصلہ کیا ہے؟ یا یہ کہ مقدمہ رائل بنک آف اسکاٹ لینڈ
بنام کتھبرٹ کے فیصلہ کا کونسا جز مقدمہ سلک رگ بنام ڈیوس کے مماثل ہے؟۔
اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا، کہ اسکی بنیاد کبھی نہ کسی طرح وضع قانون کی وہ شاہی
حیثیت قرار پائے گی، جس پر انگلستان کی کارروائی دیوالیہ کا انحصار ہے۔
اور نیز یہ کہ مقدمات ہذا اس امر کے متعلق بطور نظیر نہیں پیش کئے جا سکتے، کہ ان سے
اسکاٹ لینڈ یا انگلستان کی جائداد منقولہ ایسی کارروائی دیوالیہ سے جو سلطنت ہائے
متحدہ میں ہوئی ہو، اور نہ مدیون کی جائے توطن میں منتقل ہو جاتی ہے۔ چونکہ
اس وقت ہم اس امر پر اتفاق تھا کہ انگلستان کے قوانین دیوالیہ کا یہ منشا نہ تھا
کہ وہ اسکاٹ لینڈ کے مال منقولہ کو منتقل کر دیں، اس امر سے کہ ان کو ایسا اختیار
حاصل تھا، یہ استنباط نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا منشا یہ تھا اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے
کہ وہ اس اصول کا اتباع کرتے تھے کہ مال منقولہ مالک کی ذات کے ساتھ جاتا
ہے، تو یہ دلیل وہاں کار آمد نہ ہوگی، جہاں مقام توطن انگلستان نہ ہوگا۔
مقدمات سلک رگ بنام ڈیوس و اسٹراتھر بنام ریڈ سے مزید برآں یہ ظاہر
ہوتا ہے کہ مدیون کو اطلاع انتقال، جو اسکاٹ لینڈ کے قانون کی رو سے منتقل الیہ
کے تکمیل حق وصول قرضہ کیلئے عام طور سے ضروری سمجھی جاتی ہے، اسکاٹ لینڈ
میں ان لوگوں کے لئے لازم نہیں ہے، جو ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ کی بنا پر
کسی قرضہ کے مستحق قرار پا چکے ہیں۔

جس صورت میں تواریخ کی ترتیب حسب ذیل تھی:۔

171

۱۔ عمل دیوالیہ جس کے متعلق انگلستان کا کمیشن مقرر ہوا تھا۔
۲۔ درخواست قرقی و تحویل جس کے متعلق اسکاٹ لینڈ کا فیصلہ تھا۔
۳۔ انگلستان کا کمیشن دیوالیہ (جواب عدالتی کارروائی متصور ہوگی)۔
۴۔ اسکاٹ لینڈ کی تجویز قرقی و تحویل۔

ایک اسکاٹ لینڈ کے مرافعہ میں ہاؤس آف لارڈز نے یہ طے کیا کہ انجمن تحویل و قرقی (Sequestration) کو تفوق ہے بمقدمہ گیڈاس بنام موٹ (۱۸۲۴) ا۔ جی۔ ایل و جی ۱۴۱۴ گیڈاس بنام موٹ (۱۸۲۴) ا۔ جی۔ ایل ۴۱۴۔ جج، گفرڈ۔

دفعہ ۱۳۵ لیکن جن صورتوں میں دستاویز انتقال کا خاص شکل میں ہونا ضرور ہو، مثلاً ایسی صورت میں کہ رقم پبلک فنڈ میں ہو، یا وہ حق وصول قرضہ ذریعہ نالش ہو، جو صرف ضابطۂ انگلستان نمبر ایکٹ ۱۸۷۳ کے دفعہ ۲۵ ضمن ۶ کے مطابق منتقل ہو سکتا ہے، تو ایسی حالتوں میں، ملک غیر کا قانون جس کی رو سے مہتمم یا مختار یا دوسرے اشخاص، مستحق قرار پاتے ہوں، ایسی دستاویزات انتقال کی عدم موجودگی کی کمی کو پورا نہیں کر سکتا؛ اگرچہ حقِ استفادہ، اس کا متبع اور پابند رہے گا۔

اسکاٹ لینڈ کی قرقی و تحویل اگوکہ انگلستان کی پارلیمنٹ کے ایکٹ کی بنا پر ہوا، امین کو اس کا مجاز نہیں کرتی کہ وہ وصول زر قرضہ کا دعویٰ، اپنے نام سے دائر کرے۔ جیفری بنام میگنا گرٹ (۱۸۱۷) ۶۔ ایم و ایس۔ ۱۲۶ جج، ایلن برو۔ وایبسٹ لج

اسی طرح انگلستان کی ایک کارروائی دیوالیہ، جو جائداد غیر منقولہ کو ایسی نوآبادی میں منتقل کرتی ہو، جہاں تکمیل حق کے لئے اس کی رجسٹری ہونا لازم ہے، رجسٹری کی ضرورت کو رفع نہیں کر سکتی؛ جیسا کہ مقدمہ کیلارفہ راجرس (۱۸۸۱) ۱۶۔ چانسری۔ ڈی ۶۶۲ میں جج جسٹیل نے قرار دیا۔ ۱۹۱۴ء کے ایکٹ دیوالیہ کی دفعہ ۲۲ ضمن (۲) کی رو سے دیوالیہ پر لازم گردانا گیا ہے کہ وہ اپنی جائداد کی توم کی فراہمی میں مدد دے؛ اور اس لئے اگر کسی انتقال کیلئے رجسٹری کرانے کی ضرورت

ہو تو اس کو اسبارہ میں حکم دیا جاسکتا ہے۔

دیوالیہ ایکٹ کی دفعہ (۱) کے الفاظ یہ ہیں کہ مدیون عمل دیوالیہ کا مرتکب ہوتا ہے اگر "وہ انگلستان یا کسی دوسرے مقام میں وہ اپنی جائداد کا انتقال عمل میں لاتا ہے۔ اس سے یہ قدیم قانون نہیں بدلتا کہ اس انتقال کا منشا یہ ہے کہ اس کا عمل انگلستان کے قانون کے مطابق ہونا چاہیے اور اس لئے عمل دیوالیہ ہونے کیلئے یہ ضرور ہے کہ اس کی تعمیل انگلستان کے قانون کے مطابق ہو۔

دفعہ ۱۳۶ ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ کا مہتمم، مختار، یا منتقل الیہ، محض اس بناء پر کہ وہ انگلستان میں موجود ہے اور دیوالیہ کا سرمایہ اس کے ہاتھ میں ہے، انگلستان کی عدالت کا جوابدہ نہیں قرار پا سکتا؛ اور نہ وہ عدالت، اس کے معاملہ میں کوئی دست اندازی کریگی؛ جبتک یہ نہ ثابت کیا جائے کہ ملک دیوالیہ سے اسکی غیر حاضری مانع دادرسی ہے۔

اسمتھ بنام مافنٹ (۱۸۶۵)۔ ایل۔ آر۔ آئی۔ ای۔ کیو۔ ۲۹۷، ج ۲ وڈ ۴

ملاحظہ ہوں۔ اشخاص متوفی کی جائداد کے بیرونی مہتمموں کے مماثل مقدمات دفعات ۹۹-۱۰۱ گزشتہ۔

دفعہ ۱۳۷ قدیم قانون یہ تھا کہ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ، یا ایسی جماعت شرکاء کے تصفیہ حساب کی کارروائی میں جو انگلستان میں قائم ہوئی ہو، دیوالیہ یا جماعت شرکاء کی تمام فعلی جائداد یعنے جائداد غیر منقولہ سلطنت انگلستان کے ہر حصہ میں متاثر ہو سکتی تھی؛ یہ آئین دیوالیہ کے اجتماعی ایکٹ بابت سنہ ۱۸۴۹ء کی دفعہ ۱۴۲ میں محکوم تھا؛ مگر ایکٹ مذکور تنسیخ کارروائی دیوالیہ اور عدالت دیوالیہ کے ایکٹ سنہ ۱۸۶۹ء سے منسوخ ہو گیا اور ایکٹ دیوالیہ سنہ ۱۸۸۳ء کی دفعہ ۴۴ میں جو لفظ "تمام" واقع ہوا تھا، اسی پر اس مسئلہ کا انحصار ہو گیا؛ لفظ "تمام" سے، دیوالیہ کی اس جملہ جائداد کا اظہار مقصود تھا جس سے اس قانون میں بحث کی گئی تھی۔ لفظ مذکور کے صاف اور سادہ معنی کے علاوہ، اس تعبیر کی دو بنیادیں تھیں۔ اول یہ کہ پارلیمنٹ کے منشاء کا اندازہ اس کے وسعت اختیارات سے کیا جاتا تھا۔ دوسرے یہ کہ قدیم قانون کے الفاظ میں تبدیلی مماثل معاملات میں (in pari materia)

بغیر مخصوص مقصد کے، فرض نہیں کیجا سکتی تھی۔ اگرچہ عام طور سے اس تعبیر سے خاموشی کے ساتھ اتفاق کر لیا گیا تھا؛ مگر لارڈ ہوب ہاؤس نے بمقدمہ کلنڈر سائیکس و کمپنی بنام سکرٹری نوآبادی لاگوس و ڈیوس و بمبیس بنام ڈیوس [۱۸۹۱] اے۔سی۔ ۴۶۰ صفحہ ۴۶۶ میں فیصلہ جوڈیشل کمیٹی (لارڈز واٹسن۔ ہوب ہاؤس و مارش۔ سر آر کوچ۔ و لارڈ شینڈ) صادر کرتے وقت جو کچھ کہا اس سے لوگوں کی توجہ اسطرف مبذول ہوئی اور اسپر غور کیا جانے لگا۔

"یہ امر مُسلم ہے کہ ہر ملک کا قانون، اس ارضی کے متعلق نافذ ہونا چاہیے، جہاں وہ واقع ہے۔ اگر کسی نوآبادی کے قوانین، ایسے ہیں کہ اس میں ارضی محض حکم تفویض یا محض تقرر امین سے نہیں منتقل ہو سکتی، تو اس کے متعلق مختلف سوالات پیدا ہو سکتے ہیں، جن کا تصفیہ ہر مقدمہ کی صورت حال کے لحاظ سے کرنا پڑے گا۔ یہ سوالات مخصوص اِن نوآبادیوں میں پیدا ہو سکتے ہیں، جن کو شاہی مجلس وضع آئین و قوانین سے خود اپنے لئے قوانین بنانے کے اختیارات عطا ہوئے ہیں؛ اور جن میں دیوالیہ کے متعلق، قوانین وضع ہو چکے ہیں"۔ اِس معنی خیز ریمارک سے جو کمپنیوں کے ایکٹ کے عام الفاظ سے بھی اسی طرح متعلق ہے، یہ امر مستنبط ہوتا ہے، کہ سنہ ۱۸۶۹ء میں پارلیمنٹ نے جو الفاظ میں تبدیلی کی، اس کا منشا یہ تھا، کہ عدالتوں کو ایک درجہ تک ان تعلقات کے قیام میں آزادی رہے، جو اصل سلطنت اور اس کی اہم نوآبادیوں میں ہوتے ہیں۔ اس زمانہ میں کینیڈا کی نوآبادی جدید قائم ہوئی تھی، اور اس کے تعلقات بالکل نئے تھے، سنہ ۱۹۱۴ء کے دیوالیہ ایکٹ میں "جائداد" کی جو تعریف کی گئی ہے، اس میں صاف طور سے ہر قسم کی جائداد داخل ہو سکتی ہے ــــ خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ، اور خواہ وہ انگلستان میں واقع ہو یا کہیں اور (دفعہ ۱۶۷)۔ ان الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے، کہ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ بیرون ملک کی ارضی موقوعہ پر بھی حاوی ہے؛ لیکن یہ خیال کہ ارضی مقامی قانون کی تابع ہے، انگلستان کے خانگی قانون بین الاقوام کے نظام قانونی میں اس طرح راسخ اور متمکن ہے، کہ یہ کسی طرح بھی فرض نہیں کیا جا سکتا کہ اصل سلطنت نے جس حالت میں کہ وہ ایسی نوآبادیاں اور ریاستیں قائم کر رہی تھی جو اخوات السلطنت (Sister state) کے نام سے موسوم کیجاتی ہیں، یہ خیال کیا ہو، کہ وہ

اپنے قوانین سے ان ممالک کی اراضی پر کوئی اثر ڈالے ۔ ایسا فرض کرنے کی تائید میں اتحاد کارروائی دیوالیہ کا کوئی اصول پیش نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ انگلستان کے نظام قانونی میں کارروائی دیوالیہ کے وحدت کا اصول unity of bankruptcy اختیار نہیں کیا گیا ہے ۔ اتنا کہنا غالباً کافی نہ ہو کہ جب انگلستان کی کارروائی دیوالیہ یا کارروائی تصفیہ حسابات اسی قسم کی کارروائی ہے، جو ایک خودمختار نوآبادی کے قانون کے تحت میں ہوئی ہو، تاریخ مابعد کی ہو تو پارلیمنٹ کا ہرگز یہ منشاً نہیں ہو سکتا کہ وہ مقامی جائداد منقولہ کے، اس انتظام میں ردّ و بدل کرے، جو وہاں کے قانون کے مطابق، یا اس کے ذریعہ سے، ہو چکا ہو ۔ اور اتنا کہنا بمشکل کافی ہے کہ ایسی حالت میں بھی، جبکہ انگلستان کی کارروائی بلحاظ تاریخ کے مقدم یا تنہا ہو، پارلیمنٹ کا ہرگز یہ منشا نہیں ہو سکتا کہ وہ اس نوآبادی کی اراضی پر آئندہ ان قوانین کا اثر ہونے دے، جو نوآبادی مذکور میں دیوالیہ کے متعلق نافذ کئے گئے ہوں ۔ پارلیمنٹ کے منشاء غالب کا انحصار یقیناً اس امر پر نہیں ہو سکتا کہ آیا فلاں نوآبادی میں کوئی قانون دیوالیہ جاری ہوا ہے یا نہیں؟ بلکہ اس امر پر ہوگا کہ آیا آبادی مذکور نے ایسی جداگانہ حیثیت پیدا کر لی ہے، جس کی نسبت انگلستان کا خیال ہوتا ہے، کہ اس کی موقوعہ اراضی پر دوسری پولیٹیکل حکومت کے قانون کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ ایسی حالت میں، میں یہ کہہ سکتا ہوں، کہ ایک دیوالیہ یا کمپنی کی جائداد غیر منقولہ، واقع نوآبادی محض انگلستان[1] کی کارروائی دیوالیہ یا کارروائی تصفیہ حساب کے قانونی اثر سے منتقل نہیں ہو سکتی؟ اگرچہ اس لحاظ سے کہ نوآبادی کی عدالتیں، انگلستان کی کارروائی کو بین الاقوامی حیثیت دیتی ہیں؛ جائداد مذکورہ اس کارروائی میں شریک ہو سکتی ہے ۔ دوسرے انگریزی ممالک کی صورت میں، تمام مقامی غیر منقولہ جائدادیں، زیر اثر قانون انگلستان متصور ہونگی ۔

---

[1] ڈمولین کا یہ اصول تھا کہ ازدواجی توطن کا قانون بر بنائے معاہدہ سکوت، بیرون ملک کی غیر منقولہ جائداد پر بھی جاری ہے؛ پس جو کچھ کتاب میں لکھا گیا ہے، اسپر بلحاظ اصول مذکور ڈی نکلاس بنام کرلیر کے دوسرے مقدمہ کے فیصلہ کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا ۔ دیکھو صفحہ [illegible] ۔

اگر کسی انگریزی نوآبادی یا حکومت ماتحت کی موقوعہ جائداد غیر منقولہ کسی انگلستان کی کارروائی دیوالیہ یا اسی قسم کی دوسری کارروائی میں شریک ہو تو اسکے حق کی تکمیل، مقامی قانون کی رو سے ہونی چاہیے۔ ایسا عمل، زیادہ تر تصفیہ حسابات (Winding up) کی کارروائی میں کرنا پڑے گا، کیونکہ جماعتہائے مشترکہ کا ایکٹ، کسی اثاثہ کو، کمپنی کی ملکیت سے منتزع نہیں کرتا، بلکہ جملہ اثاثہ پر، دائنوں کے فائدے کیلئے صرف بار امانت عائد کرتا ہے۔

دفعہ ۱۳۸ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ یا ایسی کمپنی کے تصفیہ حساب کی کارروائی، جو انگلستان میں قائم ہوئی ہو، دیوالیہ شخص یا کمپنی کی ایسی ذاتی یا منقولہ جائداد پر، جو ممالک انگریزی کے کسی حصہ میں واقع ہو یا وہاں دستیاب ہو سکتی ہو، حاوی سمجھی جائے گی، یعنے جائداد مذکور پر موثر ہوگی۔

دیکھو، مقدمہ یکطرفہ زار لٹسن (۱۸۷۵) ایل۔ آر۔ ۲۰۔ ای کیو ۔ ۲۴۲، جج بیکن، جس میں ایک دائن متوطن اسکاٹ لینڈ کو حکم دیا گیا کہ وہ اس رقم کو جو اُسے انگلستان کے تصفیہ حساب کی کارروائی شروع ہونے کے بعد، ایک تصفیہ حساب کے مدیون سے علی الحساب وصول ہوئی تھی، انگلستان کی کارروائی تصفیہ حساب کے امین کے حوالے کردے۔ جج نے فیصلہ کی بنیاد اس پر قائم کی، کہ دائن نے اپنے زر بقایا کا ثبوت دیا تھا، اور اس کا ثبوت دینا بمنزلہ اس معاہدہ کے تھا کہ کل جائداد کا اہتمام تصفیہ حسابات یا دیوالیہ کی کارروائی میں کیا جائے گا۔

مقدمہ اورئنٹل انلینڈ اسٹیم کمپنی و مقدمہ یکطرفہ سنڈ ریلوے کمپنی (۱۸۷۴) ایل۔ آر۔ ۹۔ چانسری مرافعہ، ۵۵۷، میں جس میں جیمس و مَلش نے میلنس کے فیصلہ کو بحال رکھا، اور مقدمہ انٹرنیشنل پلپ و پیپر کمپنی (۱۸۷۶) ۳۔ چانسری ڈویژن ۵۹۴۔ جج جیسل، میں ایک کمپنی کے دائن کو جو انگلستان میں زیر تصفیہ حسابات تھی، روک دیا گیا۔ مقدمہ مقدم الذکر میں، اس جائداد کی قرقی سے جو کمپنی مذکور کی ہندوستان میں واقع تھی، اور موخر الذکر مقدمہ آئرلینڈ میں ارجاع دعوی سے۔ اگر کوئی ہندوستان یا نوآبادی کی کمپنی، انگلستان کی تصفیہ حسابات کی کارروائی میں زیر اصول دفعہ ۲

اسکی محکوم ہوتی، تو یہ فرض کرنا مشکل تھا کہ اس کی ایسی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ، جو انگلستان سے باہر واقع تھی، اس کارروائی تصفیہ حساب سے باضابطہ طور سے منتقل ہوگئی؛ اگرچہ نبظر آسانی یہ ممکن تھا کہ اس کا اہتمام انگلستان کی عدالت کے ذریعہ سے ہوتا بشرطیکہ ساتھ ہی ساتھ کمپنی کے مقام توطن میں کوئی کارروائی تصفیہ حسابات کی نہ ہو رہی ہوتی۔

دفعہ ۱۳۹ لیکن اگر ایک ایسے شخص کے مدیون نے، جو انگلستان میں دیوالیہ ہے، دیوالیہ کی کارروائی کے آغاز ہوتے کے بعد حکمنامہ عدالت کی بنا پر کسی ملک میں خواہ وہ انگلستان ہو یا غیر انگلستان، اپنا قرضہ ادا کر دیا ہے، تو امناء کارروائی دیوالیہ اس سے دوبارہ وصول قرضہ کے مجاز نہیں ہیں؛ اگرچہ وہ دائن، جس نے ذریعہ حکمنامہ قرقی، اس قرضہ کے ادا کرنے پر مجبور کیا، اس رقم کی بابت امنا کا جوابدہ ہوگا۔

مقدمہ لی شو لیر بنام لیچ (۱۸۷۹) ۱۔ ڈاک۔ ۲۰۰۔ ج جسٹس فیلڈ۔

دفعہ ۱۴۰ قبل ازیں یہ امر مسلم تھا کہ انگلستان میں، دیوالیہ مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ وہ امنا پر اپنی ایسی جائداد غیر منقولہ، جو سلطنت انگلستان کے حدود سے باہر واقع ہو، منتقل کر دے، یا جائداد منقولہ بھی، جو ایسے ملک میں واقع یا دستیاب ہو سکتی ہو، جہاں ایسی جائداد کی نسبت، امنا کا حق، اس کامل طریقہ سے تسلیم نہ کیا جاتا ہو جیسا کہ وہ انگلستان میں تسلیم کیا جاتا ہے۔

مقدمہ بیکر بنام المیکس (۱۷۸۷) کاکس ۳۹۸۔ بج تھرلو متعلقہ قرضہ ملک غیر

بج ایلڈن، بمقدمہ سلک رگ بنام ڈیوسس (۱۸۱۴) ۲۔ روز۔ ۲۱۱-۲-ڈو۔ ۲۴۵ متعلقہ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ، یہ امر نامناسب ہوگا کہ دیوالیہ دوسرے طریقوں سے مجبور کیا جائے، اور اس کا صداقت نامہ روک لیا جائے، اس وقت تک کہ وہ اپنی جائداد غیر منقولہ موقوعہ ملک غیر منتقل کر دے۔

بج پارکی، بمقدمہ کاکریل بنام ڈیکنس۔ (۱۸۴۰) ۲۔مو۔ پی سی۔ ۱۳۳۔

لیکن ۱۹۱۴ء کے دیوالیہ ایکٹ کے دفعہ ۲۲ میں محکوم ہے، کہ مدیون ایسے تمام انتقال نامجات اور دستاویزات کی تکمیل کرے گا، جن کی تکمیل کی بطور معقول،

اسناء کی طرف سے خواہش کیجائیگی۔ اِس کا اثر یقیناً اِس جائداد غیر منقولہ پر نہیں
پڑیگا، جو ملک غیر میں واقع ہے، اور جو قانون مقام وقوع کے لحاظ سے کارروائی
دیوالیہ کے اسناء پر منتقل نہیں ہوسکتی؛ البتہ یہ عمل تمام جائداد منقولہ کے انتقال میں موثر
ہوگا۔ اب فرض کرو کہ ایک ایسے شخص نے، جو انگلستان میں دیوالیہ ہے، دیوالیہ
کی کارروائی شروع ہوجانے کے بعد، اپنے مدیون سے، بیرون حکومت انگلستان،
کوئی رقم حاصل کی — خواہ وہ جائداد غیر منقولہ کی ہو خواہ ایسی جائداد منقولہ کی ہو جس کے
متعلق، انگلستان کے اسناء کی طرف سے نہ کوئی استدعا ہوئی، اور نہ اِس ملک کے قانون
کے لحاظ سے، جہاں وہ واقع یا واجب الوصول ہے، اُسنا کا ایسا حق تسلیم کیا جاتا ہے —
ایسی صورتوں سے جو اصول متعلق کیا جاتا ہے، وہ کلکتہ کے ایک مرافعہ (دیوالیہ ہندوستان)
کے فیصلہ پرائوی کونسل میں قائم کیا گیا ہے، اور تقریباً وہی ہے، جس کے مطابق انگلستان
کی کارروائی دیوالیہ میں عمل ہوتا ہے:" اگر قانون ۹۔ جارج ضلع ۴۔ ۳، دفعہ ۹۔
(یہ ہندوستان کی کارروائی دیوالیہ کا قانون ہے) کے انتقالات کی رو سے،
جائداد غیر منقولہ واقع جاوا منتقل نہیں ہوئی ہے، اور نہ عام دائنوں کے فائدہ کیلئے
منتقل الیہم کو دستیاب ہوسکتی ہے، تو جو مخصوص دائن، قانونی طریقہ سے اس کے حصول
میں کامیاب ہوگا، وہ اس کو اپنے قبضہ میں رکھنے کا مستحق متصور ہوگا؛ اور اگر اس نے،
جائداد مذکور سے، اپنے دین کے کسی جز کے وصول پانے سے پہلے، اپنے قرضہ
واجب الوصول کو ثابت کردیا ہے، تو وہ جائداد دیوالیہ سے، اس وقت تک اقساط
پانے کا مستحق متصور ہوگا، جبتک کہ روپیہ میں پورے سولہ آنے نہ وصول ہوجائیں، اسی
طریقہ سے، جس طرح کہ ایک دائن کے قرض کا بار کفالت، جائداد غیر منقولہ پر ہوتا، یا تیسرا
شخص، اس کے قرض کا ضامن ہوا ہوتا۔ ایسی حالت میں جو رقم اس کو جائداد غیر منقولہ سے
ملی ہے، اور نہ وہ اقساط، جو اس کو دین کی بابت ملے ہیں، اس سے واپس لیجاسکتی ہیں؛
اور نہ وہ آئندہ کے لئے، ان کے لینے سے روکا جاسکتا ہے، جبکہ وہ واجب الادا
ہوں۔ اصول یہ ہے، کہ ایک دائن، اِس رقم کا کوئی جز نہیں حاصل کرسکتا، جو تمام دائنوں
کے دیون کے ادا کرنے کے لئے ہے؛ اور جو رقم اس کے ادا کرنے کے بعد باقی رہجائے،
اس میں، پھر دوسرے دائنوں کی شرکت میں، اس کو حصہ پانے کے دعوے کرنے کی اجازت

175

نہیں دیکھا سکتی، لیکن یہ اُصول، ایسے دائن سے متعلق نہیں ہو سکتا، جو اپنی داد و دہش سے
کوئی ایسی شئے حاصل کر لیتا ہے، جو اس سرمایہ میں، نہ شریک تھی اور نہ شریک ہو سکتی تھی"۔
مقدمہ کاکریل بنام ڈیکنس (۱۸۴۰ء) ۳۔ مو۔ پی۔ سی۔ ۱۳۲۔ یہ انتخاب صاف طور سے
اس سرمایہ سے متعلق، ایک اصول قائم کرتا ہے، جو ایک مخصوص دائن کے قبضہ میں،
نہ آجانے کی صورت میں بھی، عام طور سے، دوسرے دائن کے فائدہ کے لئے، دستیاب
نہیں ہو سکتا تھا، لیکن اُس سرمایہ کے متعلق ایسی صراحت کی، اس موقع پر ضرورت
نہ تھی، جس کا تمام دائنین کے فائدہ کے لئے دستیاب ہونا ممکن تھا۔ یہ مخصوص دائن،
حدود ملک غیر کے باشندے تھے؛ ان لوگوں نے نہ صرف دیوالیہ کی جائداد
غیر منقولہ واقعہ جاوا سے ایک رقم پائی تھی، بلکہ دیوالیہ کے مدیونوں کے خلاف نیکوٹن
میں، جو کہ ڈچ ایسٹ انڈیا کی ایک نوآبادی ہے، عدالتی کارروائی شروع کر دی تھی؛
اگرچہ اس سے ان کو اس وقت تک کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا تھا۔ فقرہ منتخبہ بالا میں، جو
کچھ لکھا گیا ہے، اس کی بنا پر، کلکتہ کے منتقل الیہم نے، وہاں کی کارروائی دیوالیہ میں،
ان کا حصہ، اس وقت کے لئے موقوف کرا دیا، جب تک وہ نیکوٹن کی مرجوعہ کارروائی
سے دست بردار نہ ہو جائیں۔ اگر یہ مخصوص دائن، حدود اختیارات عدالت کے باشندے
ہوتے، اور نیکوٹن کی کارروائی سے مستفید ہوئے ہوتے، تو یہ سوال پیدا ہوتا، کہ آیا
منتقل الیہم اس امر کے مجاز نہیں ہو سکتے تھے، کہ وہ فائدہ مذکور کو ان سے واپس لے کر،
اس سرمایہ کا ایک جز قرار دیں، جو عام دائنین کے لئے تھا، اور جس کو وہ دائنین، خود
کارروائی دیوالیہ کے قانون کے زیر اثر ہونے کی بنا پر، عام سرمایہ سے علیحدہ
رکھنے کے مجاز نہیں ہو سکتے تھے۔ جو مسئلہ اس صورت میں ہمارے سامنے پیش ہے،
اب ہم اس کی توضیح کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

دفعہ ۱۴۱ ہر دائن، خواہ وہ انگلستان کا باشندہ ہو یا ملک غیر کا، اس کا
مجاز ہے کہ وہ ایسی رقم کو، جو وہ دیوالیہ یا کمپنی زیر تصفیہ کی جائداد غیر منقولہ واقع
بیرون ملک انگلستان سے وصول کر سکتا ہو، اپنے قبضہ میں رکھے، اور اگر رقم وصول شدہ،
اس کے قرضہ کا ایک جز ہو، تو کارروائی دیوالیہ یا تصفیہ حساب میں، اپنے بقیہ قرضہ کی
بابت، دوسرے دائنین کی طرح، اور ان کے ساتھ، اقساط پانے کا مستحق ہوگا۔

176

کاکریل بنام ڈیکنس (۱۸۴۰) ۲-مو-پی-سی-۹۸-نج، پارکی نج
مقدمہ سنٹرل شگر فیکٹریز واقع برازیل-و مقدمہ فلپ [۱۸۹۴] ا-
چانسری ۲۶۹-نج، نارتھ میں ایک دائن کو ایک انگریزی کمپنی کی جائداد
غیر منقولہ موقوعہ برازیل کے متعلق کارروائی کرنے کی اس بنا پر ممانعت
کردی گئی کہ ایسی کارروائی جائداد مذکور کے بطریق احسن فروخت میں مزاحم
تھی، مگر یہ قرار دیا گیا — کہ اسکے اس حق کے متعلق کہ اس کا قرضہ قیمت جائداد مذکور
سے ادا کیا جائے — بعدہٗ تحقیقات کیجائے گی نج

یہ اصول، جو انگلستان کے نظائر میں، عام الفاظ میں، اس طرح بیان کیا گیا ہے، وہ، اس مفروضہ پر مبنی ہے، کہ ملک غیر کی کارروائی دیوالیہ کو کسی ملک میں، وہاں کی موقوعہ جائداد غیر منقولہ پر، موثر ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی؛ لیکن چونکہ فی الحقیقت ایسا نہیں ہے، اسلئے جو اصول، مقدمہ کاکریل بنام ڈکنس میں قائم ہوا ہے، وہ، ان رقوم تک محدود رہنا چاہیئے، جو ایسی جائداد غیر منقولہ سے وصول کی جائیں، جو ایسے ممالک میں واقع ہوں، جہاں کہ انگلستان کے امنا، ان سے کسی طرح مستفید نہیں ہو سکتے۔

اس دفعہ کا اصول، ان رقوم سے بھی متعلق ہے، جو ملک غیر میں، بذریعہ فیصلہ جات تعیمی (in rem) جائداد منقولہ سے وصول ہوں۔

مقدمہ مینا کریگ اسٹیم شپ کمپنی بنام چارٹرڈ مرکنٹائل بنک آف انڈیا
لنڈن وچین [۱۸۹۷] ا-کیو-پی-۵۵-نج، کہانسن نج

اب ہم جائداد منقولہ کی عام حالت پر غور کرتے ہیں؛ فرض کرو، کہ ایک ایسا ملک ہے، جہاں اس کے متعلق، انگلستان کے امنا دیوالیہ کے حقوق سے قطعی طور سے، تو انکار نہیں کیا جاتا، کیونکہ ایسا کوئی ملک نہیں ہے؛ مگر حقوق مذکور، دیوالیہ کی بعد کی کسی کارروائی کی تعمیل یا قرقی کی بنا پر، ملتوی رکھے جاتے ہیں۔ اگر کوئی دائن، ایسی تعمیل یا قرقی کے ذریعہ سے کوئی رقم وصول کر لیتا ہے، تو اس کی نسبت، یہ کہا جا سکتا ہے، کہ اس نے، اس رقم کا ایک جز حاصل کر لیا، جو تمام دائنین کے دیون کے ادا کرنے میں، کارآمد ہو سکتا تھا، کیونکہ، اگر کسی کی طرف سے مداخلت نہ ہوتی، تو

177

امناءِ جائداد منقولہ کے متعلق، بمقابلہ دیوالیہ کے، کامیابی کے ساتھ اپنا استحقاق ثابت کر سکتے تھے۔ اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اس میں دوسرے ایسے دائنین خلل انداز ہوتے، جو انگلستان کی عدالتوں کی دسترس سے باہر تھے؛ اسلیئے، اگر ایسا دائن، جو انگلستان کی عدالتوں کے تابع ہے، ملک مفروضہ میں، اپنی محنت کے نتیجہ سے محروم رکھا جائیگا، تو جائداد منقولہ سے، صرف وہ دائنین فائدہ اٹھاسکیں گے، جو ان عدالتوں کے تابع نہیں ہیں۔ جواب کا کافی یا غیر کافی ہونا خاص حالات میں، موخرالذکر دائنین کے وجود، اور ان کی اہمیت پر منحصر ہے، مگر عدالتوں نے کبھی اسطرف توجہ نہیں کی؛ بلکہ ایک دوسرا راستہ اختیار کیا ہے، جس کی تشریح، غالباً آئندہ دو دفعات سے ہو جائے گی۔

دفعہ ۱۴۲ ۔ جو انگلستان کا دائن، یا انگلستان کا باشندہ، یا ایسا شخص، جو دائن کی حیثیت سے، انگلستان کا متصور ہوتا ہو، اس بنا پر کہ دین، انگلستان کے ایسے کارخانہ کا ہے، جس کا وہ ایک رکن ہے: انگلستان میں کارروائی دیوالیہ یا تصفیہ حساب کی کارروائی کے شروع ہونیکے بعد ـــ نہ کہ کارروائی دیوالیہ یا تصفیہ حساب کی کارروائی سے پہلے کی کفالت یا فیصلہ یا تقسیم کی بنا پر، دیوالیہ یا کمپنی کی جائداد منقولہ واقع ملک غیر میں سے، کوئی رقم وصول کرلے ـــ اس کو لازم ہوگا، کہ وہ رقم مذکور، کارروائی دیوالیہ کے امنا یا تصفیہ کنندگان حساب کو، واپس دے ـــ خواہ وہ اپنے بقیہ دین کی بابتہ (اگر کچھ ہو) طالب اقساط ہو، اور خواہ رقم مذکور، اس کو عدالتی کارروائی کے ذریعہ سے ملی ہو، اور خواہ ایسی کارروائی میں، امنا یا تصفیہ کنندگان حساب کی طرف سے، طلب حق کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو ـــ اور ایسے تمام دائنین، ملک غیر میں، ایسی رقم کے وصول کی کارروائی، عمل میں لانے سے ممنوع کیئے جائینگے۔

مقدمہ سوتھ ایسٹرن پرتگال ریلوے کمپنی (۱۸۶۹) ۱۷۔ ڈبلیو۔ آر۔ ۹۸۲۔ ۹۔
ج، بانسس کا مقدمہ نارتھ کارولینا اسٹیٹ کمپنی (۱۸۸۹) ۵۔ ٹی۔ ایل۔ آر
۳۲۸۔ ج۔ جیٹی کا مقدمہ ملفاسٹ شپ اونرس کمپنی [۱۸۹۴] ا۔ آئی۔ آر۔ ۳۲۱۔
ج، چیٹرٹن، جس کی تائید کرکے۔ بیرسٹر فٹز گبن نے کی ہے۔ یہ نظائر دائنین کے
روکنے کے متعلق ہیں، جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

دفعہ ۱۴۳ اگر دائن کی وہ حیثیت نہیں ہے، جو دفعہ متذکرہ بالا میں بیان ہوئی ہے، اور اس نے، انگلستان کی کارروائی دیوالیہ یا کارروائی تصفیہ حساب کے شروع ہونیکے بعد ـــ نہ بربنائے کسی بارکفالت قابل کارروائی دیوالیہ، یا تصفیہ حساب، یا فیصلہ بالتقسیم کے ـــ دیوالیہ یا کمپنی کی جائداد منقولہ واقع ملک غیر سے کوئی رقم پائی ہو، تو اسپر لازم ہو گا کہ وہ اس کا حساب دے، اگر وہ اپنے بقیہ قرضہ کی بابت (اگر کچھ ہو) اقساط کا طالب ہے۔ اگر ایسا نہیں ہے، تو وہ رقم محصلہ پر متصرف ہو سکتا ہے، خواہ رقم مذکورہ عدالتی کارروائی کے ذریعے سے وصول ہوئی ہو، اور خواہ امنا یا تصفیہ کنندہ حساب کے حقوق، ایسی کارروائی میں ـــ اگر کوئی کارروائی ہوئی ہے ـــ ظاہر کئے گئے ہوں یا نہ کئے گئے ہوں۔

اس میں اہم نظائر یہ ہیں یعنی مقدمہ ہنٹر بنام پاٹس (۱۷۹۱) ۴ - ٹی - آر ۱۸۲ اکینگس بینچ۔ عدالت کا فیصلہ، جج کنیان نے صادر کیا؛ و مقدمہ سل بنام ورسوک (۱۷۹۱) ۱ - ایچ - بی - ایل - ۶۶۵ مقدمات دیوانی، فیصلہ عدالت، جج لابرو نے صادر کیا؛ و مقدمہ فلپس بنام ہنٹر (۱۷۹۵) ۲ - ایچ - بی - ایل - ۴۰۲ عدالت اعلی قانون انگلستان بہ جج، میکڈانلڈ، ہوتھم، پیرن، ہیتھ و ٹامسن۔ و برک بخلاف، ایرتی؛ ان سب مقدمات میں انگلستان کی کارروائی دیوالیہ کے منتقل الیہم نے، ان دائنوں سے رقم وصول کر لی جو انھوں نے ذریعہ قرقی بیرون ملک حاصل کی تھی۔

178

مقدمہ ہنٹر بنام پاٹس میں قرقی جزیرہ روڈس میں ہوئی تھی، اور منتقل الیہم نے اس میں کوئی دخل نہیں دیا تھا، اور نہ یہ ثابت کیا گیا تھا کہ اس ملک میں انکے حقوق کس نظر سے دیکھے جائینگے۔ لارڈ کنیان نے دائن کے انگلستان کی سکونت، اور اس امر سے بحث کی کہ جب اس نے قرقی کی کارروائی شروع کی، اس وقت اس کو کارروائی دیوالیہ کا علم تھا، مگر انکے فیصلہ کی اصل بنا، دیوالیوں کا انگلستان کا وطن تھا۔ مقدمہ سل بنام وارسوک میں قرقی بارٹش ویسٹ انڈیز میں ہوئی تھی۔ یہیں اگر منتقل الیہم کی طرف سے دعوی ہوتا تو ان کا حق رجح سمجھا جاتا، اور مقدمہ کا فیصلہ اصول مشمولہ دفعہ ۱۳۰ کی بنا پر ہوتا مگر لارڈ لابورو نے

دائن کی سکونت انگلستان، اور اسکے انگلستان کے حلف، اور کارروائی دیوالیہ کے علم اور بیان حلفی کو جس سے کارروائی فرقی کا آغاز ہوا تھا، فیصلہ کیلئے کافی تصور کیا۔ انھوں نے اس مسئلہ میں، اس سے زیادہ چھان بین کی، جبکی اسکی رائے میں، الجھا نا حالات مقدمہ ضرورت تھی، اور دیوالیہ کے توطن پر، بڑا زور دیکر لکھا کہ "میری یہ خواہش نہیں ہے کہ اس سے یہ سمجھا جائے کہ جو رائے میں دیرہا ہوں، اس سے یہ امر بطور نتیجہ کے مستنبط ہوتا ہے، بلکہ جس دلیل سے میں کام لے رہا ہوں، اس سے نتیجہ اسکے خلاف پیدا ہوگا، اگر ایک دائن اس ملک میں (نو آبادی نہیں، بلکہ مفروضہ ملک حکومت انگلستان سے باہر) جو کہ قوانین دیوالیہ کا تابع نہ ہو اور نہ ان سے متاثر ہو سکتا ہو، اپنا قرضہ وصول کرکے اس ملک میں آنے کے بعد رقم قرضہ کی واپسی کا مستوجب ہوا اگر اس نے بمقابلہ منتقل الیہم مقدمہ دائرکر کے قرضہ وصول کیا ہے، تو صاف ظاہر ہے کہ وہ کسی طرح مستوجب واپسی نہیں قرار پا سکتا، لیکن اگر اس ملک کا قانون ایسا ہے کہ وہ دائن کو بمقابلہ منتقل الیہم کے ترجیح دیتا ہے تو گو کہ میں اس فیصلہ کو غلط قرار دونگا، مگر میں نہیں سمجھتا کہ میرا اس کے خلاف رائے دینا اس ملک کے فیصلہ کو منسوخ کر سکے گا، البتہ میں اس اصول کو ضرور ناپسند کرونگا جس کی بنا پر وہاں کے قانون نے ایسا فیصلہ صادر کیا ہے"۔ فلپس بنام ہنٹر کے مقدمہ میں فرقی پنسلوینیا میں ہوئی تھی، منتقل الیہم کی طرف سے کوئی کارروائی عمل میں نہیں آئی، اور نہ یہ ثابت کیا گیا کہ ان کے حقوق وہاں کس نظر سے دیکھے جاتے۔ عدالت کے ججوں کے بڑے حصہ نے، اپنے فیصلوں میں، قرق کرانے والے دائن کے عایاء انگلستان ہونے پر بحث کی ــــ اگرچہ وہ امریکہ میں رہتا تھا ــــ اور نیز اس پر کہ وہ ایک ایسی جماعت تجار کا شریک تھا، جس کی تجارتی کوٹھی صرف انگلستان میں تھی، اور جہاں اس کے دوسرے شرکاء رہتے تھے، اور جہاں دیوالیہ نے کوٹھی سے قرضہ کا مطالبہ کیا تھا، انھوں نے ان سب امور کو اہم تصور کیا، انکی رائے کا خلاصہ مفصلہ ذیل فقرات سے ظاہر ہوگا، "اسلئے کہ جب قرض لیا گیا، اس وقت مقدمہ کے تمام فریق انگلستان کے قوانین دیوالیہ کے اسیطرح تابع تھے جس طرح دوسرے قوانین ملک کے تھے، جہاں

وہ رہتے تھے۔ .... اور یہ ایک دانشمندانہ اصول ہے کہ مختلف خودمختار سلطنتیں، اپنے ملک کے باشندوں کے مختلف تمدنی تعلقات کو تسلیم کرتی اور انکے مطابق عمل پیرا ہوتی ہیں"۔ ان دو دفعات کے مرتب کرنے میں، میں نے دیوالیہ کے قرض لینے کے مقام اور، اس وقت کے مخصوص حالات کو نظر انداز کرنے کی جرأت کی ہے؛ کیونکہ یہ امور خانگی قانون بین الاقوام کے مسلماصول کے مطابق اہل ذمہداری کے عائد کرنے میں موثر ہو سکتے ہیں؛ لیکن انکی خلاف ورزی کے چارہ کار پران کا کوئی اثر نہیں پڑسکتا؛

لارڈ ہارڈوک، اس سے قبل، اس رائے کا اظہار کر چکے تھے کہ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ میں منتقل الیہم کے حقوق بمقابلہ ان حقوق کے، جو اسکاٹ لینڈ کی قرقی اور تحویل سے حاصل ہوتے ہیں، مرجح ہوتے ہیں۔ یہ ایسی رائے ہے جو دفعہ (۱۳۸) کے اصول کے مطابق ہے؛ بمقدمہ میکنٹاش بنام اگلوی (۱۷۴۸) ۴۔ ڈی۔ آر۔ نوٹ ۱۹۲ میں، جج موصوف نے بذریعہ حکمنامہ ممانعت روانگی (ne'exeat) دائن کو ایسی قرقی و تحویل کیلئے اسکاٹ لینڈ جانے سے روک دیا۔ اور کپتان ولسن کے مقدمہ کی دوسری نوبت میں، جو زیر نام رچرڈسن بنام بریڈشا رپورٹ کیا گیا ہے (۱۷۵۲) ۱۔ اٹکنز۔ ۱۲۸۔ مگر جس میں لارڈ لاہرو کے بیان مندرجہ مقدمہ سیل بنام دارسوک ۱۔ ایچ۔ بی۔ ایل۔ ۶۹۲ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لارڈ ہارڈوک اور عدالت سیشن نے انتقال کو، بمقابلہ قرقی و تحویل کے مرجح قرار دیا تھا۔ اس کے بعد لارڈ میسفیلڈ نے ایک مقدمہ میں، جس میں تہہ الوہ معہ جوری (nisi prius) کے مجوز تھے، یہ قرار دیا کہ ایک دائن، انگلستان کا باشندہ، اس امر کا مجاز تھا کہ وہ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ کے منتقل الیہم کے مقابلہ میں، ان رقوم پر متصرف رہے جو اس نے بذریعہ تعمیل، آغاز کارروائی دیوالیہ کے بعد جبل الطارق میں حاصل کی تھیں، ڈوارنگ بنام نائٹ (۱۷۶۵) اگلس بنک۔ لا ۔ ۲۰۰۔ اور عدالت سیشن اسبارہ میں متردد تھی جیسا کہ صفحہ ۱۷۹ پر بیان ہوا ہے، اور یہ کل معاملہ تذبذب کی حالت میں تھا جبکہ وہ اہم تین مقدمات فیصل ہوئے، جن کا ہم تبصرہ کر چکے ہیں؛

179

مقدمات یکطرفہ ڈربری ول؛ میئر وریر و ۱۸۰۳، ۸۔ دس ۲۰۸ میں لارڈ ایلڈن
نے انگلستان کی کارروائی دیوالیہ اور جرمنی کی قرقی کی اولیت کو معلوم
کرنے کیلئے دریافت وقت کی کارروائی کیجانے کی اجازت دی تھی

دفعات ۱۴۲ اور ۱۴۳ کا اصول انگلستان کے ڈبنچر ہولڈر (حصص داروں) کے
ریسور، اور ایسے سادہ دائنین کے درمیان میں، جنہوں نے بیرون ملک کوئی رقم حاصل
کرلی ہو یا حاصل کرنا چاہتے ہوں، کارآمد نہیں ہوسکتا؛ بمقابلہ سادہ دائن کے ڈبنچر ہولڈر
کو، بربنائے نصفت، کوئی ترجیح نہیں دیجاسکتی۔

مقدمہ ماڈسلے و فسمر زندان وفیلڈ (۱۹۰۰) ۱۔ چانسری ۶۰۲۔ جج،
کوزنس ہارڈی تھے

دفعہ ۱۴۴ جس حالت میں، ایک ہی شخص کی جائداد، یا ایسے شرکاء
کی جائداد، جو انہیں اشخاص سے مرکب ہو، اگرچہ اس کا نام دوسرا ہو، انگلستان اور
بیرون ملک میں زیر کارروائی دیوالیہ ہو، اور ایک دائن نے، بیرون ملک کی
کارروائی میں، اپنے دین کا کوئی جز حاصل کرلیا ہو، تو اس کو انگلستان کی کارروائی
میں، کوئی جز اس وقت تک نہیں ملے گا، جبتک کہ سب دائن، مساوات کے درجہ
میں نہ آجائیں؛ اگرچہ وہ، بیرون ملک کی، کارروائی دیوالیہ کی رو سے ترجیح کا مستحق
قرار پاتا ہو۔

مقدمہ یکطرفہ ولسن (۱۸۷۲) ایل۔ آر۔ ۷، چانسری مرافعہ ۴۹۰۔ جج،
جیمس، ومیلش، و مقدمہ یکطرفہ مینکوڈی پورچگل (۱۸۷۹) ۱۱۔ چانسری ڈویژن۔
۲۱۷۔ جج، جیمس، بیگلے و براٹول جس کو زیر نام مینکوڈی پورچگال بنام واڈل
(۱۸۸۰) ۵۔ مرافعہ ۱۰۱۔ جان، کیرنس، بیلبورن، بلیکرن، نے بحال رکھا؛
مقدمہ یکطرفہ ولسن میں یہ لکھا گیا کہ: اس مقدمہ کی فی الحقیقت صورت یہی ہے،
کہ انگلستان کی کارروائی دیوالیہ کے شروع ہوجانے کے بعد، ایک دائن،
بیرون ملک تعمیل قرقی کے ذریعہ سے کوئی رقم حاصل کرے؛ لیکن اگر انگلستان
کا دائن، ایسا کرتا، تو وہ، دفعہ ۱۴۲ کے سخت قاعدہ کے زیر اثر آجاتا؛ اور یہ ظاہر
نہیں ہوتا کہ ولسن کے یکطرفہ مقدمہ کا دائن، انگلستان کا نہ تھا؛

اسی اصول پر، ایسی صورت میں، کہ انگلستان کا ایک جہاز، ایک ملک غیر کی عدالت کی ڈگری کی بنا پر، فروخت کر دیا گیا تھا، اور رقم تقسیم ہو گئی تھی، انگلستان میں اس رقم کی تقسیم کی بابت، دعوی دائر ہوا، جو مالکان جہاز نے، اپنی ذاتی ذمہ داری کی بنا پر، ادا کی تھی، جسٹس گورل بارنس نے، ان دعویداروں کو، جو ملک غیر کی کارروائی میں شریک نہ تھے، ان دعویداروں کے مساوی کر دینے کی تجویز کی، جو اس میں شریک رہے تھے۔ وہی کر بتھی [۱۸۹۷] پی ۰۰ ہما کو اور نیز ملاحظہ ہو ! تجویز منظورہ عدالت ، بمقدمہ میکنا ڈین کمپنی [۱۹۰۸] ا۔ کے۔ بی۔ ۵ ۶ ۲ ۶ جج بنگھام کی۔

دفعہ ۱۴۵ جس صورت میں کوئی شخص انگلستان میں دیوالیہ ہو جائے، اور اس کے شرکا بیرون ملک رہتے ہوں — خواہ وہ ملک سلطنت انگلستان کا ایک جزو ہو یا نہ ہو — اور وہ لوگ دیوالیہ نہ ہوں، تو شخص مقدم الذکر کا ہر دائن، خواہ وہ انگلستان کا ہو یا بیرون ملک کا، بیرون ملک کے شرکا سے جو کچھ حاصل کرے، اسپر متصرف ہو سکتا ہے؛ اور اگر رقم وصول شدہ اس کے دین کا ایک جزو ہو، تو وہ اپنے بقیہ قرضہ کی بابت، کارروائی دیوالیہ میں، دوسرے دائنوں کے ساتھ ساتھ حصہ پانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

بریکو ڈمنسام [۱۸۱۷] ۲ - میر ۲۶۹ - جج گرانٹ جن کا بیان تھا کہ، تقسیم کی صورت میں، مساوات ممکن نہیں"۔

دفعہ ۱۴۶ جس حالت میں کہ ایک یا ایک سے زیادہ اشخاص، انگلستان میں دیوالیہ ہو جائیں، اور اس جماعت کی جائداد، جس کا شخص یا اشخاص مذکور شریک ہوں، بیرون ملک بھی — خواہ وہ ملک سلطنت انگلستان کا ایک حصہ ہو یا نہ ہو — زیر کارروائی دیوالیہ ہو؛ تو اس امر کا تصفیہ کہ آیا وہ دائن، جو بیرون ملک کی کوٹھی کے مقابلہ میں ثبوت دے چکا ہے، ماتحت یا انگلستان کی چھوٹی کوٹھی کے مقابلہ میں بھی ثبوت دے سکتا ہے؟ انگلستان کے ان قواعد کی رو سے کیا جائے گا، جو دوہرے یا مضاعف ثبوت دینے کے متعلق نافذ ہیں۔

مقدمہ کھلرفہ کو لیبر ڈی الوسیٹوز ۶ و مقدمہ مو تھر لیبر [۱۸۳۲] ۱ - ایم ڈالسے

180

۲۴۵ - جج ابرو ہام؛ جنہوں نے عدالت مرافعہ ثانی کے فیصلہ کو بحال رکھا ہو
و مقدمہ بیکلرفہ گولڈ اسٹائن (۱۸۹۵) ۱ - ڈی - جی - ۲۷۰ - ۲۷۵ - جج؛ نائٹ بروس
و ٹرنر بنام مقدمہ (۱۸۵۷) صرف ٹرنر - و خرالذکر مقدمہ میں نائٹ بروس
کا اختلاف انگلستان کے قواعد کے متعلق تھا ہو

دفعہ ۲۴۷ - انگلستان کی کارروائی دیوالیہ کے اثنا کو، دیوالیہ کی جو جائداد منقولہ یا غیر منقولہ، موقوعہ ملک غیر ملتی رہے، اس کے طریقہ تصرف میں، وہ انگلستان کے قانون دیوالیہ کے تابع رہیں گے۔ اور اس لیے ان کا تصرف، ان تمام حقوق کا پابند رہے گا، جو بمقابلہ دیوالیہ کے قائم ہوتے تھے؛ بشرطیکہ حقوق مذکور خود قانون دیوالیہ کی رو سے، ناقابل نفاذ نہ ہوں - اور اگر دیوالیہ نے بذریعہ معاہدہ نافذ جائداد پر کفالت کرنے کا معاہدہ کیا ہے، تو اس کی پابندی، اثنا کو بھی کرنی پڑیگی؛ اگرچہ اس کفالت کی تکمیل، اس مقام کے قانون کے لحاظ سے ہوئی ہو، جہاں کہ جائداد واقع ہے، یا جہاں وہ واجب الوصول ہے۔

مقدمہ بکلفرنہ، ہو تھامسن (۱۸۷۴) ایل - آر - ۹ - چانسری - مرافعہ
۲۲۰ - جج جیمس، میلش ہو

دفعہ ۲۴۸ - جب ایک دین کا جواز، قانون مقام معاہدہ یا کسی دوسرے متعلقہ قانون کی رو سے، ثابت ہو جائے، تو کارروائی دیوالیہ میں، اس کے تقدم کی ترتیب، قانون دیوالیہ، مقام کارروائی، یا مقام داد رسی Lex loci concursus or Lex fori پر منحصر ہوگی۔

مقدمہ بکلفرنہ، لیوران (۱۸۷۰) ایل - آر - ۶ - چانسری - مرافعہ - ۲۴۰ -
جج جیمس، و مقدمہ تھربرن بنام اسٹوارڈ (۱۸۷۱) ایل - آر
۳ - پی - سی - ۴۷۸ - جج گیرنس ہو

دفعہ ۲۴۹ - (الف) لیکن قانون مقام کارروائی کے ایسے احکام، جن کے ذریعہ سے اثنا کے حقوق، کسی تاریخ قبل تجویز سے متعلق ہوتے ہوں، اس جائداد یا دیون کی کفالت، یا ترتیب تقدم پر موثر نہ ہونگے، جو دوسرے حدود اقتدار میں واقع یا واجب الوصول ہوں، اور جو اس مقام کے قانون کی رو سے، مجوزہ

کی تاریخ کے قبل، حاصل کئے جا چکے ہوں۔

گلبرتھ بنام گرشا (۱۹۱۰) اے سی۔ ۸۰۵۔ جج، لوبرن، میگناٹن
جیمس آف ہیرفورڈ۔ ڈینڈن: جنہوں نے فاردیل۔ بکلے۔ کینیڈی کی رائے
کو بحال رکھا؛ اور ریڈنے کی رائے کو منسوخ کر دیا ہو

انگلستان کے یہ مسائل، جن پر تبصرہ کیا گیا ہے، ان مسائل سے بہت مشابہ ہیں، جو فرانس میں رائج ہیں، دونوں ممالک میں، مدیون کے بیرونی مقام توطن کے اثناء کارروائی دیوالیہ کے حقوق، بمقابلہ اس مخصوص دائن کے حق کے، جو کہ بعد کی تعمیل یا قرقی کے ذریعہ سے، ان کو حاصل کرنا چاہتا ہے؛ مقدم اور مرجح متصور ہوتے ہیں۔ اور خاص اپنے ملک میں، کارروائی دیوالیہ نہ ہونے کی صورت میں، مدیون کی کل جائداد، دونوں ممالک میں، انکے قبضہ میں آجاتی ہے۔ اگرچہ انگلستان میں، جائداد حقیقی (جائداد غیر منقولہ)، اس سے مستثنیٰ کیگئی ہے۔ لیکن دونوں ممالک میں، روزانہ، یہ واقعات پیش آتے رہتے ہیں، کہ ایسے مدیون، دیوالیہ قرار دیئے جاتے ہیں، جن کا توطن وہاں کا نہیں ہوتا؛ اور فرانس میں، جن حالات میں، یہ عمل ہوتا ہے، اس کے لئے یہ شرط بھی لازمی نہیں متصور ہوتی، کہ مدیون کے مقام توطن میں، کوئی کارروائی دیوالیہ، اس کے مقابل میں نہیں ہو رہی ہے: اگرچہ بظاہر انگلستان میں، ایسی کارروائی کے عمل میں آنے کی صورت میں، بجز انگلستان کی موقوعہ حقیقی جائداد کے، کوئی اور جائداد، العبد کی تجویز کیلئے دستیاب نہیں ہو سکتی۔

ان دو نظامہائے قانونی میں جو اختلاف ہے، اس سے کہیں زیادہ، جرمنی اور اٹلی کے قوانین میں، پایا جاتا ہے:۔ ایکطرف قانون جرمن ہے، جو ملک غیر کے اعلان دیوالیہ کے بعد بھی، تعمیل کی اجازت دیتا ہے؛ اور دوسری طرف اٹلی کا قانون ہے، جس میں حسب اصول مجوزہ برگنڈس، راڈنبرگ، وسوگنی، اسکی کوشش کیجاتی ہے، کہ کارروائی دیوالیہ صرف ایک ہی ہونی چاہئے۔

یہ امر کسیقدر تعجب انگیز معلوم ہوتا ہے، کہ انگلستان کے نظام قانونی میں، اس معاملہ میں، توطن کو، اسقدر وقعت دیجاتی ہے؛ حالانکہ مسئلہ توریث مابعد موت میں، جس کے متعلق، تمام یورپ کی رائے، غیر معمولی طور سے، متفق اور متحد تھی، ہم نے توطن کی وقعت کو

جائداد منقولہ کی بحث کے استفادہ تک محدود کر دیا ہے؛ اور اس معاملہ کے اُس جز میں، جو کارروائی دیوالیہ سے بہت زیادہ مُشابہ تھا، مختلف انتظامات کر کے، وارث کے دائنوں میں، ایسی ترتیب قائم کی ہے، جو دوسرے نظامہائے قانون سے مختلف ہے۔ اس کے دو اسباب ہوئے؛۔ کارروائی دیوالیہ میں مذہبی عدالتیں، مال متروکہ کا پروبیٹ حاصل کرنے کے لئے موجود نہ تھیں؛ اور تجارتی آسانیاں ایک ہی کارروائی کئے جانے کی موئید تھیں، ایسی آسانیاں آئندہ اِس کا فیصلہ کریں گی کہ آیا وحدت کارروائی کے طریقہ کو، توسیع دینا یا اس کو اور زیادہ محدود کر دینا چاہئیے! یا صرف اسیطرح، اس کو چلاتے رہنا چاہئیے؛ جس طرح وہ اسوقت ملک میں چل رہا ہے؟

182

اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا، کہ اس بارے میں، قانون اور قواعد کی ضرورت ہے؛ اور اسبارہ میں جسقدر اختلاف آرا ہے، اس سے، ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے، کہ بقیاس غالب، اس کی اصلاح، عدالتی فیصلوں، اور کسی ایک ملک کے قانون وضع کر لینے سے، نہیں ہو سکتی؛ اسکے انتظام کی یہی صورت ہو سکتی ہے، کہ بین الاقوام، معاہدات کئے جائیں؛ اور ان کی تعمیل کی غرض سے، ہر قوم، قانون وضع کرے۔

183

فصل ہفتم

جائداد منقولہ

اب ہم نکاح، موت، اور دیوالیہ، کی حالتوں پر غور کر چکے؛ یہی تین مخصوص صورتیں ہیں، جن میں انسان کی جائداد، یا کم از کم اس کی منقولہ جائداد، پر بحیثیت کلی (As an entirety) اور بنائے علیہ اس کی جائداد متعلقہ ذات پر، بلحاظ حالات کے غور کرنا پڑتا ہے۔ اب ہم کو جائداد کی، خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ، مخصوص اشیاء کے حقوق، اور ان حقوق کے استفادہ سے بحث کرنا باقی ہے: مخصوص اشیاء منقولہ بلکہ جملہ جائداد منقولہ کے متعلق جو قانون ہے، وہ، ان عام تعلقات کی بنا پر، جو اس میں اور مالک کی ذات میں، مخصوص حالات سے قطع نظر کر کے، فرض کر لئے گئے ہیں، عام طور سے، ان اشیاء کے مالک کی ذات پر منحصر سمجھا جاتا ہے: اسلئے قانون مذکور، ان صورتوں سے جنپر ہم قبل ازیں تبصرہ کر چکے، بہ آسانی غیر منقولہ کیطرف منتقل ہو جاتا ہے؛ جن کی نسبت، ایسے عام تعلقات کا اظہار، بجز ان لوگوں کے، جو قومیت کے اثر کو، خانگی قانون پر، انتہائی اصرار کے ساتھ، ڈالنا چاہتے ہیں، کسی اور نے نہیں کیا ہے۔ جائداد منقولہ اور اس کے مالکوں میں جو تعلقات فرض کئے گئے ہیں، ان کا اظہار، ان قانونی مقولوں سے کیا جاتا ہے: (حق دعوی) بابتہ دین 'دائن کے رگ و پے میں ساری ہے'۔ اور "مال منقولہ، مالک کی ذات کے ساتھ جاتا ہے"۔

مقولہ مقدم الذکر میں، صاف طور سے، صرف دیون کا خیال کیا گیا ہے؛ اور جب ہم انکی ملکیت کا ذکر کرتے ہیں، تو اس سے مقصد، صرف انکے متعلق، حق دعوی ہو سکتا ہے: خواہ وہ دیون مالک کی ذات میں ابتدائی حق سے پیدا ہوے ہوں، خواہ حسب رضامندی یا خلاف رضامندی منتقل ہوئے ہوں۔ ان حقوق کی نسبت، ہمیشہ یہ سمجھا گیا ہے، کہ وہ، خاص طور سے، قانون مقام معاہدہ یا قانون مقام ادا، پر

منحصر ہوتے ہیں؛ اور شاید ان میں کچھ تبدیلی قانون مقام دعویٰ سے بھی ہو جاتی ہے؛
اسلئے اس مقولہ قانونی سے مشکل ہے، یہ سمجھا جا سکتا کہ اس سے جائداد کی قسم اور مالک
کی ذات سے، کسی تعلق کا اظہار مقصود تھا؛ بلکہ اس کا تعلق تمام ایسی صورتوں سے
تھا، جن سے، یہ ظاہر ہوتا ہو، کہ اس کی جملہ جائداد سے بحث کیا جانا پیش نظر تھا۔
اس مقولہ قانونی میں، جو کچھ بیان کیا گیا ہے، وہ صرف اسقدر ہے، کہ ایسی صورتوں میں،
جو عام انتقالات کے نام سے موسوم ہیں، دیون سے، ذاتی قانون متعلق ہوتا ہے،
نہ کہ حقیقی قانون؛ اور یہ مقولہ کسی اصول قانون متعلقہ مخصوص انتقال جائداد منقولہ کی تائید
میں پیش نہیں کیا جا سکتا۔

184

دوسرا مقولہ یعنی "مال منقولہ، مالک کی ذات کے ساتھ جاتا ہے" ——
البتہ متعلق ہے؛ اور اس کا منشاء یہی ہے؛ کہ وہ، مادی اشیاء سے متعلق کیا جائے؛ اور
اس پر زور دیا جائے، کہ ان کی ملکیت کا انتقال، فرداً فرداً، نہ کہ بحیثیت کل کے، مالک
کے ذاتی قانون پر منحصر رہتا ہے۔ اسٹوری کا بیان ہے؛ کہ بعض لوگوں کی یہ رائے
ہے، کہ تمام قوانین متعلقہ جائداد منقولہ، اصلی ہیں، مگر ساتھ ہی اس کے، وہ لوگ، اس کے
بھی قائل ہیں، کہ ایک قانونی مفروضہ کی بنا پر، تمام جائداد منقولہ کی نسبت، یہ سمجھا جاتا ہے،
کہ وہ، مالک کے مقام توطن میں واقع ہوتی ہے۔ دوسرا فریق کہتا ہے کہ: ایسے تمام
قوانین ذاتی ہیں، کیونکہ قانون کی نظر میں، جائداد منقولہ کا کوئی مقام نہیں؛ بلکہ جہاں کہیں
مالک ہو، وہ، اس کی ذات کے ساتھ ملحق متصور ہوگی؛ اور اس صورت میں، اسی قانون کی
تابع ہوگی، جس کے تابع، خود اس کی ذات ہے؛ یعنے قانون توطن کی۔ دکتاب اختلافات
قوانین دفعہ ۳۷۶ (۲) مسطورہ ہے، قانون کی نوعیت کے متعلق، دو مختلف خیال، اور ان کی
بین الاقوامی قبولیت کا، جن کی تکمیل، مناسب مفروضات سے ہوتی ہے، ایک ہی نتیجہ
پیدا ہوتا ہے؛ اسی نتیجہ پر لارڈ لوبرو تیسرے طریقہ سے پہنچے تھے۔
اس مسئلہ میں، کہ جائداد منقولہ مالک کے ساتھ رہتی ہے؛ انھوں نے نہ صرف
جائداد مذکور کو مالک کے مقام توطن یا اس کے مقام موجودگی میں فرض کر لینے سے انکار
کیا؛ بلکہ یہ بھی قرار دیا، کہ جائداد منقولہ کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔ انھوں نے بیان کیا کہ یہ
نہ صرف قانون انگلستان بلکہ دنیا کے ہر ملک کے قانون کا جیسر با اصول ہونے کا اطلاق

ہوسکتا ہے، مسلمہ مسئلہ ہے کہ ذاتی جائداد کا کوئی مقام نہیں ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ذاتی جائداد کا کوئی قابل احساس مقام نہیں ہوتا، بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ وہ اسی قانون کی تابع ہے، جس کی تابع مالک کی ذات ہوتی ہے: لہٰذا اس کے تصفیہ اور اس کے انتقال میں، خواہ وہ توریث خواہ کسی فریق کے عمل کی بنا پر ہو، اُسی قانون پر عمل کیا جاتا ہے، جو ذات (مالک) پر نافذ ہوتا ہے۔ مالک مجاز ہے کہ اپنا ذاتی مال، جس ملک میں چاہے منتقل اور فروخت کردے۔ اگر وہ مرجائے تو اس کی وراثت کا تصفیہ اس ملک کے قانون سے کیا جائیگا جس کی وہ رعایا ہے، نہ کہ اس ملک کے قانون سے جہاں جائداد مذکور واقع ہے: مثلاً اگر ایک ایسا پردیسی جس کی جائداد اس ملک کے فنڈ (سرمایہ) میں شریک ہو، یہیں مرجائے، تو اس کی جائداد کا دعویٰ ان حقوق کی بنا پر کیا جائیگا، جو اس کے جانشینوں کو اس کے ملک کے قانون کی رو سے حاصل ہونگے۔ ڈہل بنام وارسوک (۱۷۹۱) ۱۔ ایچ۔ بی۔ ایل۔ ۶۹۰) جو کچھ ہم نے لکھا ہے، اس کا بڑا جز، ان انتقالات سے متعلق ہے، جو عام انتقالات (Universal assignments) کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں۔ توریث کا معاملہ اس کارروائی کی صحیح مثال نہیں ہوسکتا، جس میں ذاتی قانون کا عمل مخصوص انتقالات پر ہوتا ہو، کیونکہ اس معاملہ میں انگلستان کا قاعدہ، ذاتی قانون کے عمل کو حق استفادہ سے آگے نہیں بڑھنے دیتا، اور سختی کے ساتھ حکم دیتا ہے کہ وارث کی منقولہ اشیاء کا حق، اس ملک کے قانون کے تابع رہے گا، جہاں اشیاء مذکور موجود ہوں لیکن باوجود ان تمام امور کے یہ صاف طریقہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ لارڈ لوبرو کا منشا یہ تھا کہ ذاتی قانون مخصوص جائداد منقولہ کے انتقال کے معاملہ میں بطور قاعدہ کے نافذ کیا جانا چاہیئے۔

اس قاعدہ کی نسبت جس پر ہم کسی قدر مختلف اصطلاحی طریقوں سے پہنچے ہیں، یہ سمجھنے کی گنجایش ہے کہ یہ اصل، وہ شخصی کشتی ضرورت پر مبنی ہے۔ اس امر کی کہ ذاتی قانون کو ذاتی جائداد کے تصفیہ کا حق ہونا چاہیئے، ایک وجہ عدالت نے بغلیہ آرا متفقہ مہ فلپز بنام ہنٹر (۱۷۹۵) ۲۔ ایچ۔ بی۔ ایل۔ ۴۰۲ میں بیان کی ہے، ججوں کے دلائل کے خلاصہ میں، جو ہم تک پہنچا ہے، قانون مقام وقوع کے حقوق پر غور کرنے کے بعد جس کی بنا حقوق ملکیت کی وہ حفاظت ہے، جو قانون مذکور سے حاصل ہوتی ہے، عدالت لکھتی ہے کہ

185

"اس ملک کو جہاں مالک رہتا ہے، اس کی اور اس کی جائداد کی، دوسری قسم کی حفاظت
کرنے کی بنا پر، یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس جائداد کے متعلق، مالک کے طرزِ عمل کی نگرانی
کرے۔ اپنی ملک میں رہنے والی رعایا کی جائداد، موتو وہ ملک غیر کی، جو حفاظت
کیجاتی ہے، وہ خیالی نہیں، بلکہ حقیقی ہے۔ اس سلطنت کے انتظامی عہدہ دار، اپنی
رعایا کی، اس تجارت کی، جو ملک غیر سے ہوتی ہے، حفاظت کرتے، اور انکے
دیون کے وصول کرنے میں، آسانیاں پیدا کرتے ہیں؛ اور اگر اس کی دادرسی میں تعویق
یا انکار ہوتا ہے، تو بادشاہ اپنے سفرا کے توسط سے، اس کا مطالبہ کرتا اور چارہ حاصل
کرتا ہے"۔ لیکن اس عارضی حفاظت کا مقابلہ، جب اس دائمی حفاظت سے کیا جاتا ہے،
جس پر جائداد کا استفادہ منحصر ہے، تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس امر کے تصفیہ کرنے میں،
کہ اس سے کونسا قانون متعلق ہونا چاہیے، اس عارضی حفاظت کا کوئی وزن باقی
نہیں رہ سکتا۔ مزید براں یہ حفاظت، اس ملک کے انصاف کے مقابلہ میں نہیں ہے،
جہاں، مالک اپنے جہاز یا سامان بھیجتا ہے؛ بلکہ عدم انصاف کے امکان پر ہوتی
ہے: اور اس لیئے اپنے عمل کو، بطور قاعدہ کے، پہلے سے فرض کر لیتا ہے۔ مزید براں
اس اصول کی، کہ منتقل کرنے والے کا قانون ہی اس کی جائداد منقولہ کے انتقال بارہ میں،
نافذ ہونا چاہیئے! اس خیال پر بھی تائید کی گئی ہے، جس کو لارڈ کامس نے ان
الفاظ میں بیان کیا ہے کہ "ایک مالک یا وارث کا وصیت نامہ بموجب قانون ملک
کے، ایک قابل نفاذ حق ہے، جو ہر ملک میں تسلیم کیا جانا چاہیئے"۔ (متعلقہ نصفت۔
بی۔۳۔سی۔۸۔ دفعہ ۴) لیکن لارڈ کامس نے اگرچہ مالک کو، دیون سے جدا کیا
ہے، لیکن وہ اپنی رائے کو انتقالات دیون سے آگے نہیں بڑھنے دیتے۔ اور
قانون ممالک سے، ان کا مقصد مثل روما کے مجسٹریٹوں کے، صرف مختلف اقوام کے
قوانین کے مشترکہ اصول سے تھا۔ پس جو طریقہ استدلال انھوں نے اختیار کیا ہے، وہ
اس سے مختلف ہے، جو خانگی قانون بین الاقوام کے تمام اصول کے متعلق، اختیار کیا جاتا
ہے؛ — یعنی ایک مخصوص قانون کا انتخاب کرنا، نہ کہ مختلف قوانین کے مشترکہ مسائل سے
کام لینا۔ اس میں کوئی شک نہیں کیا جا سکتا، کہ تجارتی ضرورتیں، اسی کی مقتضی ہیں، کہ مالکوں کو
حق انتقال میں، بڑی آزادی دیجائے، اور یہی خیال، ان انتقالات کے جواز کا مؤید ہے،

جو منتقل کرنے والے کے ملک توطن کے قانون کے مطابق کئے جاتے ہیں؛ مگر یہ خیال، اسیطرح اور اسی حد تک، اس انتقال کا بھی موید ہے، جو قانون مقام فروخت کے مطابق، عمل میں آتا ہے۔ اگرچہ متواتر اسپر اصرار کیا جاتا ہے، کہ قانون مقام توطن ہی جائداد منقولہ کا قانون ہے، مگر ایسے مواقع پر عام طور سے مقام فروخت کے قانون کی محکومہ اشکال سے کام لیا جاتا ہے؛ اور اسی پر وہ مقنین بھی، جو کہ قانون مقام توطن کے طرفدار ہیں، زور دیتے ہیں۔ جو سوال عام طور سے پیش آتا ہے، وہ یہ ہے کہ آیا بغیر حوالگی کے کامل حق پیدا ہو جاتا ہے یا نہیں؟ ایک طرف نپولین کے کوڈ کی دفعہ (۱۱۳۸) ہے، جس کی رو سے معاہدہ فروخت کے ساتھ ہی جائداد منتقل ہو جاتی ہے۔ انگلستان کا قانون جس کا اتباع اکثر نوآبادیوں اور امریکہ کی ریاستوں میں کیا جاتا ہے، یہ ہے، کہ مشتری کا فرض ہے، کہ وہ معقول مدت میں قبضہ حاصل کرے، یا اگر مال، فروخت کے وقت، سمندر میں ہو، تو بندرگاہ کے پہنچنے سے ایک معقول مدت کے اندر، اس پر قابض ہو جائے۔ اگر وہ ان شرائط کی پابندی کرتا ہے، تو انگلستان کے قانون کے لحاظ سے، اس کا حق، بمقابلہ مشتریان مابعد یا دائنین کے جنہوں نے جد و جہد کر کے اس سے پہلے قبضہ حاصل کر لیا ہے، مرجح قرار پائے گا۔ برخلاف اس کے پرُوشیا کا کوڈ سنہ ۱۷۹۴ء اور لو تیننا وغیرہ کے قوانین جو قانون روما پر مبنی ہیں، مال کا مستحق اسی شخص کو قرار دیتے ہیں جو جائز حق کی بنا پر پہلے قابض ہو جاتا ہے؛ اور حقوق میں ترجیح اور تقدم کا مطلق لحاظ نہیں کرتے، اور نہ اس پر لحاظ کیا جاتا ہے کہ آیا اس دعویدار کیطرف سے جو مال سے محروم رہا، قبضہ لینے میں کوئی غفلت یا توقف بیجا (laches) ظاہر ہوئی۔ اسیطرح انگلستان کے قانون کی رو سے رہن، عام طور سے، انتقال جائداد کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جس کا انفکاک، دین کے ادا کر دینے سے ہو جاتا ہے، مگر دوسرے ممالک کے قوانین کے لحاظ سے رہن، انتقال جائداد کی کارروائی سے، ایک بالکل جداگانہ اور مختلف کارروائی ہے؛ اسلئے صرف یہی بحث کافی نہیں کہ جن ممالک میں فروخت کی تکمیل کیلئے حوالگی ضرور ہے، وہیں ملک غیر کی فروخت بغیر حوالگی کے تکمیل پاتی ہے، یا نہیں؟ — بلکہ یہ امر بھی بحث طلب رہتا ہے کہ آیا حوالگی کے بعد بھی ملک غیر کے رہن سے کوئی حق پیدا ہوتا ہے؟ — بغیر اسکے کہ وہ حوالگی بہ صورت بیع عمل میں آئی ہو۔

متعلق، اسٹوری کہتا ہے، کہ فروخت سامان میں جو اگی کو اس بناء پر لازم قرار دینا کہ وہ اس مقام کا قاعدہ ہے، جہاں سامان مذکور موجود ہے۔ "اس اعتبار میں بڑا خلل ڈال دے گا جو تجارتی دنیا اس وقت تک اس حق کے مسلمۂ عام اور نافذ ہونے پر رکھتی ہے، جو بل آف لیڈنگ (جہاز کے مال کی بلٹی) سے پیدا ہوتا ہے۔" (دفعہ ۳۹۲)

لیکن جب جہاز کے مال کی بلٹیاں، اور بٹے رکھا ہو بکے مجربہ اطلاع نامجات سامان متعلقہ کے قائم مقام کا غذات، قابل بیع و شری ہیں، تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مقام وقوع کا قانون، بمقابلہ قانون توطن کے ترک کردیا گیا ہے، بلکہ اگر وہ ترک ہوا ہے، تو بمقابلہ قانون مقام کارروائی (lex loci actus) کے ترک ہوا ہے، جس سے ایسی دستاویزات کا انتقال، عبارت ظہری وغیرہ کے ذریعے سے ہو جاتا ہے۔

بہرحال، اس مقولہ قانونی کی تائید میں کہ "مال منقولہ مالک کے ساتھ جاتا ہے" یعنے اس کے مال منقولہ پر اس کا ذاتی قانون جاری ہوتا ہے، جو دلائل پیش کیے گئے ہیں، انکی نسبت، یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ قابل اطمینان ہیں۔ اور ناظرین کو معلوم ہو گا کہ انیسویں صدی میں، انگلستان سے باہر، عام رائے سختی کے ساتھ، قانون مقام وقوع کو جائداد منقولہ اور غیر منقولہ سے متعلق کرنے کے خلاف ہو گئی ہے، بجز ان صورتوں کے جو عام انتقالات کے نام سے موسوم ہیں۔ انگلستان، اس رائے کے ساتھ کہاں تک متفق ہے، اس پر بعد وہ غور کیا جائے گا، مگر اس موقع پر ایک ملک غیر کی رائے کا انتخاب پیش کر دہ فولسک، کا پیش کر دینا موجب آسانی ہو گا۔ فولسک ایک علمی مصنف ہونے کی بناء پر، خاص طور سے قابل لحاظ ہے وہ لکھتا ہے (دیکھو شخصی قانون بین الاقوام ۶۲)۔ "کہ یہ ہم کو معلوم ہو چکا کہ وہ قاعدہ، جس کی رو سے، جائداد غیر منقولہ پر، مالک کے مقام توطن کے قانون کا عمل ہوتا ہے، ان گہرے تعلقات پر مبنی ہے جو جائداد منقولہ اور ان کے مالک کی ذات میں قائم ہوتے ہیں، اور اسی قیام کی بنیاد وہ قانونی مفروضہ ہے جس کی رو سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ جائداد وہیں واقع ہوتی ہے جہاں کہ مالک کا توطن ہوتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ قاعدہ بجز ان حالات یا افعال کے جن میں جائداد منقولہ اس شخص کے ذاتی لوازمات میں سمجھی جاتی ہے، کسی اور صورت سے متعلق نہیں ہو سکتا، مثلاً بحالت وراثت بلا وصیت، و انتقالات ذریعہ وصیت نامہ

آخری، یا ایسے انتقالات بحالت زندگی، جیسے کہ صریح یا معنوی معاہدات نکاح ہیں۔ یہ قاعدہ کسی ایسی صورت سے متعلق نہیں ہو سکتا جس میں جائداد منقولہ کو، مالک کی ذات کے ساتھ مخصوص تعلق نہو: مثلاً جبکہ جائداد منقولہ کی حقیت کے متعلق کوئی دعوی، یا نزاع ہو، یا جب کہ اِس مقولہ قانونی سے، کہ "جہاں تک مالِ منقولہ کا تعلق ہے، قبضہ ہی حق کی دلیل ہے"، استمداد کیجائے؛ یا جبکہ حقِ ارتہان کی بحث ہو؛ یا مرجع ادائے رقم کا دعوی ہو؛ یا تعمیل حکم نامہ، یا جائداد منقولہ کے عدم انتقال، اس کی قرقی، اور ضبطی منجانب سرکار، یا اس کو ملک سے باہر لیجانے کی ممانعت سے بحث ہو؛ تو ان سب حالتوں میں اسی مقام کا قانون جہاں کہ جائداد منقولہ فی الحقیقت موجود ہوگی نافذ کیا جائیگا۔ کیونکہ متذکرۂ بالا مفروضہ قانونی حقیقی واقعہ کے سامنے قائم نہیں رہ سکتا؛ واقعہ کے وقوع کے ساتھ ہی اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ مثلاً اگر ایک معاہدہ بیرون ملک کیا جائے جس میں جائداد منقولہ کا مالک، اِس جائداد پر، جو فی الحقیقت فرانس میں واقع ہے، حقِ ارتہان دینا منظور کرے (حسب دفعہ ۲۰۷۳ و دفعات مابعد سول کوڈ)، تو اس کا کوئی اثر فرانس میں نہ ہوگا، اگر شے مرہونہ، اُن کے قبضہ میں نہیں دیدیگئی ہے (دفعہ ۲۰۷۶) اگرچہ مالک کے مقام توطن کے قانون کی رو سے، یہ شرط لازمی نہ ہو"۔ اس طور سے ان تمام صورتوں میں، جن میں ایک شخص کی جائداد بمنزلہ اس کے جز لاینفک کے، سمجھی جاتی ہے، اور اس کی ذات کے مرکز کے گرد دائرہ کے طور سے واقع ہوتی ہے؛ اور ان صورتوں میں جن میں وہ اشیا، جن سے جائداد مذکور مرکب ہے، اس سے جُدا خیال کیجاتی ہے، بین فرق پیدا ہو جاتا ہے۔

188

سوِگنی کا اصول بھی اسی کے مماثل ہے۔ یہ بیان کرنے کے بعد "کہ ایک شے کی غائگی ملک میں آجانے کی قابلیت کا اندازہ اس قانون سے کیا جاتا ہے، جہاں کہ وہ شے موجود ہوتی ہے"، اور یہ کہ "یہی قاعدہ بہت سی اشیا میں قبضہ کے ذریعے سے حصول حقیت کے جواز یا عدم جواز کے متعلق جاری ہے، جس کی ایک مثال، وہ قوانین متعلقہ محصول سرکاری ہیں، جن کی رو سے کہربا اور دوسرے معدنیات پر حق شاہی لیا جاتا ہے"۔ وہ لکھتا ہے کہ "انتقالات یعنے ایک جائداد کے برضا و رغبت کسی شخص کے نام منتقل کردینے کے متعلق مختلف قوانین رائج ہیں، مگر اس اصول کے لحاظ سے، جو اوپر

بیان ہوا، ہم کو اسی قانون کی پابندی کرنی چاہیئے، جو اس مقام میں جاری ہو، جہاں کہ
شئے مذکور موجود ہو؛ بلا لحاظ اس کے، کہ کسی شخص یا اشخاص کا مقام توطن کیا تھا؟ اور بلا لحاظ
اسکے، کہ معاہدہ کہاں ہوا تھا؟ ۔ اسیطرح قانون روما میں، انتقال کا انحصار شئے کی حوالگی
پر ہے؛ اور پروشیا کا بھی یہی قانون ہے؛ برخلاف اسکے فرانس کے قانون میں، جائداد کا
انتقال محض معاہدہ سے ہوجاتا ہے.... اگر ایک فرانسیسی، اپنا سامان خانہ داری، جو
برلن میں ہے، ایک فرانسیسی کے ہاتھ، پیرس میں فروخت کردیتا ہے، تو سامان مذکور صرف
بربنائے رسم ورواج منتقل ہوجاتا ہے؛ لیکن اس کے برخلاف، اگر ایک برلن کا باشندہ
اپنا سامان موجودہ پیرس، ایک برلن کے رہنے والے شخص کے ہاتھ، برلن میں فروخت
کردیتا ہے، تو اس معاہدہ کی بناء پر، جائداد منتقل ہوجاتی ہے.... اس قاعدہ پر
عمل کرنا کافی ہوگا، اگر جائداد کا کسی مقام پر موجود ہونا صرف عارضی یا تھوڑے عرصہ کیلئے
ہو؛ کیونکہ ہر صورت میں، جائداد کا انتقال، فوری عمل سے ہوجاتا ہے؛ اور اس کیلئے زیادہ
وقت کی ضرورت نہیں ہوتی. لیکن مستثنی حالتوں میں، جن میں سامان کے موجودہ مقام
میں قائم رہنے کے زمانہ کا تعین نہیں ہوسکتا، اور نہ اشخاص متعلقہ کی نسبت یہ سمجھا جاسکتا
ہے، کہ وہ یقین کے ساتھ کوئی علم رکھتے ہیں، تو اسکی صورت دوسری ہوجاتی ہے؛ ان صورتوں میں ہم کو
اس مقام کو، جہاں کہ اشیاء مذکور موجود ہیں، ایسا مقام فرض کرنا پڑیگا، جہاں اشیاء مذکورہ کو ابتداً
موجود ہونا چاہئے تھا؛ اور یہہ بالعموم موجودہ مالک کا جو بایع ہے مقام توطن ہی ہوگا.....
جو حقیت جائداد بربنائے تصرف حاصل ہوتی ہے، اسمیں اور اس حقیت میں، جو حق بربنائے رسم
حاصل ہوتی ہے، بڑا فرق ہے. مقدم الذکر کا انعقاد کسی فوری فعل سے نہیں ہوتا؛ بلکہ اس کیلئے
ایک زمانہ دراز درکار ہوتا ہے. جائداد غیر منقولہ پر، اس مقام کے قانون کا
نفاذ، جہاں کہ جائداد مذکور واقع ہے، ایک مسلمہ امر ہے؛ برخلاف اس کے جائداد
منقولہ پر، جو حق بربنائے تصرف حاصل ہوتا ہے، اس کے متعلق آرا مختلف ہیں.

189

اور یہ مسئلہ خاص طور سے، اس وجہ سے اور زیادہ قابل توجہ ہوجاتا ہے، کہ
مختلف ممالک کے قوانین، اس بارہ میں مختلف ہیں. قانون روما میں، اس کے لئے
تین سال کا قبضہ، اور قانون پروشیا میں، دس سال کا قبضہ درکار ہے؛ فرانسیسی قانون
میں مسلسل قبضہ کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کی ابتداء ہی سابق مالک کے حق نالش کو

ساقط کر دیتی ہے۔[۱۱] باستثنائے مال گم شدہ یا مسروقہ کے جس کی میعاد تحفظ تین سال کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔ اس موخر الذکر قاعدہ سے فرانس کا قانون عملی نتیجہ کے لحاظ سے قانون روما کے قریب قریب ہو جاتا ہے۔ یہی ٹھیک وہ موقعہ ہے، جہاں قانون مقام وقوع جائداد کا نفاذ یقینی ہے، اس وجہ سے کہ تمام تصرفات کی بنا مسلسل قبضہ ہے، لیکن قبضہ کا فیصلہ، جو فی الحقیقت، واقعات کا باہمی تعلق ہے، بلاشبہ حقیقی حق کی طرح، قانون مقام وقوع جائداد کی رو سے ہونا چاہیے، مگر اب بھی ایک بحث باقی ہے، اس صورت میں کہ زمانہ تصرف میں، اشیاء کی جگہ مختلف ممالک میں بدلتی رہی ہو! اس میں کوئی شک نہیں، کہ قبضہ کی بہ سبب تقسیم صحیح کیجانی چاہئیں، مگر تصرف کی مدت، اور جائداد کے کامل حصول کا تصفیہ اس مقام کے قانون سے ہونا چاہیے جہاں کہ اشیاء مذکورہ آخر مرتبہ پائی گئیں، کیونکہ تمام مدت کے ختم ہو جانے کے بعد ہی، حقیت اشیاء میں تبدیلی واقع ہوتی ہے، اس سے قبل صرف اس کا مواد جمع ہو رہا تھا۔ جب اس قانون کے مطابق، جائداد پر بربنائے تصرف حقیت ثابت ہو جائے، تو وہ ہر ملک میں قابل تسلیم ہونی چاہیے، اگرچہ اس ملک کے قانون کے لحاظ سے اس کیلئے اس سے زیادہ طویل مدت کی ضرورت ہو۔[۱۲]

فولکس اور ہوئستنی کی جو رائے ہے، وہ ہی امریکہ کی اعلیٰ عدالت اور عدالتہائے ریاست کی رائے ہے، جیسا کہ ان کے فیصلوں سے ظاہر ہوتا ہے جس کو وارٹن نے (اختلاف قانون ۱۸۷۲ء) میں بیان کیا ہے، وہ ان کا خلاصہ اس طرح کرتا ہے، اس لئے ہم ریاستہائے متفقہ کا قانون یہ قرار دے سکتے ہیں کہ ایک ریاست میں ایسی جائداد منقولہ کا انتقال، جو دوسری ریاست میں واقع ہو، درانحالیکہ جائداد مذکورہ راستہ میں یا مالک کے ساتھ نہ ہو، کوئی حیثیت نہیں رکھتا، تاکہ وہ منتقل کرنے والے کے ایسے مہاجنوں کی قرقی سے محفوظ ہو جائے، جو کہ موخر الذکر ریاست کے متوطن ہوں، اور ایسا انتقال وہاں کے قانون

۱۱؎ En fait de meubles, la possession vaut titre. Cod. Nap., Art. 2279.

۱۲؎ Syst. §367, Guthrie, 138—141.

کے لحاظ سے ناجائز ہو" دفعہ ۳۵۷۔ جائداد کے راستہ میں یا مالک کے ساتھ ہونے کا
جو استثنا قایم کیا گیا ہے وہ وارٹن کے پیش کردہ نظائر میں نہیں پایا جاتا، مگر وارٹن نے
سوگنی کے اس فقرہ کے مدنظر کہ "جس صورت میں اشیاء کا وقوع اسطرح غیر متعین ہو کہ
اشخاص متعلقہ کی نسبت یہ سمجھنے کی گنجائش نہ ہو کہ ان کو کوئی یقینی علم ہوگا" اسکو قائم
کیا ہے۔ سوگنی اس استثنا کو تسلیم کرتا تھا، جیسا کہ ہم کو قبل ازیں معلوم ہو چکا۔ امریکہ
کے ججوں نے بظاہر دائنین قرق کنندہ کے توطن پر بھی زیادہ زور نہیں دیا ہے، اگرچہ جو
وجہ انھوں نے قانون مقام وقوع جائداد منقولہ کے اختیار کرنے کی قرار دی ہے اس میں
اپنی ریاستوں کے باشندوں کی حفاظت کو بڑا دخل دیا ہے۔ اسبارہ میں اہم نظیر لوسینا کا
مقدمہ الیور بنام ٹونس ہے (۲۴ - ۱۸۲ مارٹن - این - ایس - ۹۲) جس میں جسٹس پورٹر نے
عدالت کا فیصلہ صادر کیا، اس میں انھوں نے لکھا کہ "ہم سے ایک ایسے دائن کی صورت
فرض کی گئی ہے جو اپنے مدیون کی جائداد کو قرق کراتا ہے قبل اسکے کہ جائداد مذکور ذریعہ فروخت
اور حوالگی کے منتقل ہو گئی ہو"۔ قانون لوسینا کی رو سے بحالات موجودہ مقدمہ یہی چارہ کار
تھا، مگر مقدمہ ہذا میں جو کچھ پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ تمام مہذب ممالک کے قوانین
کے لحاظ سے جائداد منقولہ کے انتقال کا تصفیہ مالک کے مقام توطن کے نافذہ قوانین، قواعد
اور ضوابط سے ہوتا ہے، اس لئے اس امر پر زور دیا جاتا ہے کہ اس ریاست کے قانون
کے لحاظ سے جہاں کہ بائع رہتا تھا، تکمیل بیع کے لئے حوالگی ضرور نہ تھی، پس بیع مذکور
یہاں بھی کامل متصور ہونی چاہیے۔ اور نیز یہ کہ اس معاہدہ سے اس ملک کے قواعد کو متعلق
کرنا جو فریقین معاہدہ کے ذہن میں بھی نہ تھے، اصول متذکرہ بالا کی صریح خلاف ورزی
ہے۔ مرافعہ علیہ کی طرف سے جو عام اصول پیش کیا جاتا ہے اس سے بلا تامل ہم کو
بھی اتفاق ہے۔ اس نے اپنی بحث کی تائید میں مختلف نظام قوانین کے حوالے پیش
کئے ہیں، لیکن بعض انہیں حوالوں میں وہ استثنا موجود ہے جس پر ہمارے خیال کے
مطابق اس مقدمہ کا تصفیہ ہونا چاہیے۔ اور وہ یہ ہے کہ "جب وہ قوانین باہم
مختلف ہوں، اور اس ملک کے باشندوں کے حقوق میں خلل انداز ہوں جہاں فریقین
معاہدہ دادرسی چاہتے ہیں، تو ان میں کسی ایک قانون کو نظرانداز کر کے مقام دادرسی
کے قانون کو ترجیح دی جانی چاہیئے۔ جب انگریزی کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے، اس کے الفاظ

190

سہی ہیں"۔ یہ امر قابل افسوس ہے کہ عدالت نے اس عام اصول سے انکار نہیں کیا جو مرافعہ علیہ کی طرف سے پیش ہوا تھا۔ اس کا ایسا عمل، دنیا کی عام قانونی رائے کے مطابق ہوتا اور جو فیصلہ اس نے قرق کنندہ دائن کے حق میں کیا تھا اس پر سختی کے ساتھ، وہ اعتراضات نہ ہوتے جو فیصلہ مذکورہ پر انگلستان میں ہوئے اور آسٹوری نے کئے۔ جو صورت اختیار کیگئی، اس میں اعتراضات سے محفوظ رہنے کا بہت کم موقعہ تھا کیونکہ عدالت نے استثنا کے پردہ میں اس قاعدہ کو بالکل معطل کر دیا جس کو برائے نام وہ تسلیم کرتی تھی اور وہ بھی محض لوزیانا کے باشندوں کی آسانی کے خیال سے۔ باوجود ان تمام باتوں کے اس فیصلہ سے دو مختلف صورتوں کے صحیح فرق کا پتہ چلتا ہے:- اول وہ صورتیں، جن کا تعلق وراثت سے ہوتا ہے اور جس میں جائداد مالک کی ذات سے ملحق سمجھی جاتی ہے۔ دوسرے وہ صورتیں جن میں جائداد کے انتقال سے بحث ہوتی یا اس کے مقابلہ میں کوئی خاص دعوی ہوتا ہے اجبکہ جائداد مالک کی ذات سے علیحدہ متصور ہوتی ہے۔ یہ تسلیم کر کے کہ "ذاتی جائداد کی تقسیم اس سلطنت کے قانون کے مطابق ہونی چاہیئے، جہاں موصی فوت ہوا ہے"، فاضل ججوں نے یہ اضافہ کیا "مگر جہاں تک کہ دیونوں کا تعلق ہے، اس کا تصفیہ اس ملک کے قانون سے کیا جاتا ہے، جہاں کہ جائداد واقع ہے۔ اگر کوئی انگریز یا فرانسیسی اپنے ملک سے باہر جائداد چھوڑ کر فوت ہو جاتا ہے تو اس امر کا فیصلہ کہ اس کے دیون کس ترتیب سے ادا کئے جائیں ہم اپنے عدالتی اختیارات سے کرتے ہیں، نہ کہ اس کے مقام توطن کے قانون سے"۔

انگلستان میں جو نظائر حال میں ہوئے ہیں وہ فولسک ہوگسٹی اور امریکہ کی عدالتوں کی رائے کے مطابق ہیں، لیکن قبل اس کے کہ ہم ان مقدمات پر نظر ڈالیں جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے ہم کو اس قانون یا خیالی قانون کا تذکرہ کرنا ضرور ہے جو جائداد منقولہ کی ایک قسم یعنے جہازوں سے متعلق ہوتا ہے اور جو اس ضمن میں ان تمام قوانین، یعنے قانون مقام وقوع، قانون مقام توطن، قانون مقام معاہدہ، یا قانون مقام کاروائی سے جن کا اوپر ذکر ہو چکا، اہم تر سمجھا جاتا ہے۔ یہ عام بحری قانون ہے، جس کے متعلق مندرجہ ذیل نظیر بطور خاص قابل توجہ ہے:-

لیورپول میں ایک جہاز ایک انگریز کی ملکیت میں تھا اس کو بعض لوگوں نے گرفتار کر لیا جو غارت گر بیان کیے جاتے تھے۔ اسکے بعد اسکے اڑوائے جانے کے بعد

اس کو سرکار انگریزی کے ایک جنگی جہاز نے ان لوگوں سے چھین کر شاہی بیڑہ کے ایک ناخدا کے اس غرض سے سپرد کر دیا کہ وہ لیورپول پہنچا دیا جائے ۔ چونکہ جہاز کو بجے نقصان پہنچا تھا، اس لئے وہ جزیرہ فایل میں لنگر انداز ہوا اور کسٹم کے ڈائرکٹر سے سرکاری معائنہ کی درخواست کی گئی تین معائنے ہوئے، رپورٹ کا مضمون یہ تھا کہ جہاز کی مرمت تقریباً تین سو پونڈ میں ہوسکتی ہے ۔ ناخدا کو اس پر اطمینان نہ ہوا، اور اس نے خانگی طور سے اس کی جانچ کرائی ہر رپورٹ یہ ہوئی کہ جہاز بحری مقاصد کیلئے بیکار ہے اور ناکارہ قرار دیا جانا چاہیے کسٹم کے ڈائرکٹر نے ناخدا کی درخواست پر حکم دیا کہ جہاز بذریعہ نیلام عام فروخت کر دیا جائے، اور وہاں کے طریقہ کے مطابق اس کا اعلان کر دیا ۔ اس کو ایک پرتگال کے تاجر نے خرید لیا اور فوراً مرمت کرا کے اسپر سامان بار کیا اور برسٹل بھیجدیا؛ جہاں اصل مالک نے اس کو ایک قبضہ دہانی کے مقدمہ میں قرق کرالیا ۔

تجویز یہ ہوئی کہ (۱) ناخدا کو وہی اختیار تھا جو ایک معمولی ناخدا کو ہوتا ہے نہ کہ اس سے زیادہ ۔ (۲) فروخت کے مسئلہ کا تصفیہ قانون بحری سے ہونا چاہئے (۳) بحری اور نیز انگلستان کے قانون کے لحاظ سے ناخدا کا جہاز کو فروخت کر دینا اگرچہ باضابطہ ہوا ہو اسی وقت جائز متصور ہوگا جبکہ ایسے عمل کی اشد ضرورت ہو (۴) جہاز کے متعلق قانون مقام معاہدہ پر عمل نہیں ہوسکتا، جبکہ وہ بحری قانون کے مخالف ہو ۔ (۵) مقدمہ کی صورت حال سے بیع کی اشد ضرورت غیر ظاہر ہے (۶) بیع ناقابل نفاذ ہے اور جہاز اصل مالک کو مع خرچہ کے واپس ملنا چاہیے [نقلی پورٹ مندرجہ نوٹس حاشیہ] مقدمہ ہگر ٹیڈ ویا البیزا کارنٹس (۱۸۵۳) اسپنکس ایکلو آدم ۳۶ ۔ جج ڈاکٹر لوشنگٹن ہے

ڈاکٹر لوشنگٹن نے جس قانون سے اس موقعہ پر کام لینا ضروری تصور کیا، اس کو انھوں نے خود اس طرح بیان کیا ہے "سب سے پہلے جو امر میرے ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ جس قانون سے میں کام لینا چاہتا ہوں (بشرطیکہ میں اس کو دریافت کرسکوں) وہ بحری قانون ہے جس کا تذکرہ جا بجا لارڈ اسٹوول اور دوسروں نے کیا ہے، جن کے قدم بقدم میں چلنا چاہتا ہوں؛ مگر اس کی تعریف کسی نے نہیں کی:

کسی عام اصول، یا اس ملک کے قانون سے، جہاں کا وہ جہاز ہے، ہونی چاہیئے۔ قانون بحری کا ایسا عام اصول، بجائے خود میرے خیال میں، ایک دوسرے طریقہ سے مقامی قانون کا مانع اور مزاحم ہوگا۔ اور چونکہ قانون بحری کا ایسا عام اور مسلمہ اصول موجود نہیں ہے، اس لیئے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ قانون مقامی کا استعمال اور زیادہ سختی کے ساتھ ممنوع قرار پائے۔ اس کے بعد وہ انگلستان کے قانون کفالت جہاز (Hypothecation) سے بحث کرتے ہیں، اور بتاتے ہیں کہ اس کا استعمال کسطرح ہونا چاہیئے۔" (یو۔ ایس صفحہ ۵۹ و ۶۰)

اس لیئے مقدمہ سگرڈ میں ڈاکٹر وشنگٹن نے جس رائے کا اظہار کیا ہے، اس کا خلاصہ اس طرح ہو سکتا ہے:۔ (۱) عدالت امیر البحری یا معمولی عدالت دیوانی کی ایک قطعی اور تعمیمی ڈگری (in rem)، یا کارروائی دیوالیہ کی بیع، ایک جہاز یا کسی دوسری منقولہ شیئے کے متعلق حق پیدا کر دیتی ہے، بشرطیکہ یہ فرض کر لیا جائے کہ عدالت دیوالیہ، یا قطعی اور تعمیمی ڈگری صادر کنندہ عدالت کو، اسبارہ میں اختیار حاصل تھا۔ (۲) ایک مختار کو یہ اختیار، کہ وہ جہاز کو فروخت یا مکفول کر دے، قانون مقام وقوع یا قانون مقام معاہدہ سے نہیں حاصل ہو سکتا؛ اس کا ماخذ، نہ صرف وہ ہدایات ہیں، جو اس کو دیئے گئے ہیں؛ یا اس ملک کا قانون جہاں کا وہ جہاز ہے؛ بلکہ قانون بحری بھی ہے۔ اس رائے کا آخر جز، مسٹر براڈی کی رائے کے خلاف ہے، جن کے نزدیک کسی ایسے بحری قانون سے مدد لینا ممکن نہیں، کیونکہ کوئی ایسا قانون، جو دنیا بھر میں تسلیم کیا جاتا ہو، موجود ہی نہیں ہے۔ (۳) بجز ان صورتوں کے جو ضمن (۱) میں بیان کی گئی ہیں، اور جس میں فاضل جج، جہاز کی اس بیع کو بھی شامل کر دینے کے لیئے یقیناً آمادہ ہو جاتے جو زیر حکم عدالت اہتمام ترکہ عمل میں آئی ہو، جو بیع اسرکاری طور سے مقام وقوع جائداد میں واقع ہوئی ہو اس میں اس امر کے دریافت کی ضرورت باقی رہتی ہے، کہ آیا جو شخص اس کو فروخت کرتا ہے، اس کو ایسا اختیار بھی حاصل ہے یا نہیں؛ اس رائے کے دوسرے اجزا پر بروقت موقعہ آئندہ غور کیا جاسکے گا؛ مگر مسٹر براڈی نے ایسے مسلمہ بحری قانون کے متعلق، جس سے فی الحقیقت کوئی کام لیا جاتا ہو، جو رائے ظاہر کی ہے، وہ بلا تامل قابل قبول ہے۔ اگر یہ خیال قائم کر لیا تھا، تو ایسے قانون کے تعین اور دریافت میں، انھیں تمام دقتوں کا سامنا ہوگا، جو مذہبی علما کو ایسے اصول کے دریافت

194

اور استعمال میں بیش آئین جو بحر زمانہ میں، ہر جگہ اور ہر موقعہ پر صحیح ہوں۔ خانگی قانون بین الاقوام کا عام اور مسلمہ تصور یہی ہے کہ وہ ہر مقدمہ میں مختلف اقوام کے قوانین میں سے کسی ایک قانون کو منتخب کر لیتا ہے، نہ یہ کہ وہ چند اصول کو لیکر بطور خود کوئی ایسا قانون بنا دیتا ہے، جس کی قانونی منظوری کسی قوم سے نہ ہوئی ہو۔ جب اس عام بحری قانون کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جس کے مطابق انگلستان کی عدالت بحری میں عمل ہوتا ہے، تو اس کا مقصد انگلستان کے قانون کے ایک جزو سے ہوتا ہے، جس کا ماخذ انگلستان کا کوئی خاص رواج نہیں ہے، اور نہ وہ خاص طور سے وضع کیا گیا ہے، بلکہ جہاں تک ہمارے قوانین سے پتہ چلتا ہے، اس کو قانونی حیثیت ان تمام ممالک میں حاصل تھی جو ہمارے قدیم مقننین کے پیش نظر تھے۔ جسٹس ولز نے مقدمہ لائیڈ بنام گیوبرٹ (ل۔ آر۔ ا۔کیو۔ بی۔ ۱۲۵ [1]) کے فیصلہ عدالت مرافعہ کے صادر کرنے کے وقت یہ الفاظ استعمال کئے تھے: "عام بحری قانون جو انگلستان میں استعمال ہوتا ہے، صاف طور سے یوں کہو کہ قانون انگلستان"۔ اس مضمون پر مزید بحث ہرجہ (ڈارٹ) کے ضمن میں کیجائے گی، جہاں جہازوں کے تصادم کا تذکرہ ہوگا۔

اب ہم اس معاملہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ انگلستان میں جائداد منقولہ کی ملکیت پر مختلف فیصلہ جات اور قوانین کے اثرات کی نسبت کیا خیال تھا۔ ابتدا میں زیادہ زور تنیمی فیصلہ جات (judgments in rem) پر دیا جاتا تھا، کیونکہ اس وقت ایسی تجویزیں، بمقابلہ ایسے قوانین کے عمل کئے جن کا حوالہ تجاویز مذکور میں نہیں ہوتا تھا، زیادہ تر مستحکم اور قطعی متصور ہوتی تھیں۔ اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ تنیمی فیصلہ جات کی صحت کی بنیاد کسی ایسے اصول پر سمجھی جاتی تھی جو قانون میں موجود نہ ہوتا تھا۔ گو بعدہٗ دونوں صورتوں کا عملاً یکساں اور مقام وقوع کے قانون کا برقرار ہونا زیادہ تر قوت کے ساتھ تسلیم کیا جانے لگا، مگر ساتھ ہی اس کے جو ترتیب پہلے سے قائم تھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، کیونکہ تجاویز اور قوانین دونوں براہ راست اعلیٰ اقتدار کی عملی شکلیں تھیں، اور انگریزی اصول کے ارتقا میں جو تاریخوار ترقی ہوئی، اس کی ترتیب کے ساتھ ایک گونہ دلچسپی ہوگئی تھی۔

---

[1] بحری قانون یا قانون امیر البحری، اسکاٹ لینڈ اور انگلستان میں ایک ہی ہے۔ مقدمہ کری بنام میک نائٹ (۱۸۹۷) اے۔ سی۔ ۹۷ ، ج ، بالتصریح ۱۰۰، لسٹن ہرشل مورس۔ شانڈ

دفعہ ۱۴۹ انگلستان میں جائداد منقولہ کی ملکیت کا تعین، اُسی تعمیمی فیصلے سے ہوگا جو وہ عدالت صادر کرے جس کے حدود ارضی میں جائداد مذکور موجود تھی۔ تعمیمی فیصلہ جات کی امتیازی صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف جائداد منقولہ میں کسی فریق کے حق استفادہ (interest) پر موثر ہوتی ہے بلکہ خود جائداد مذکور کا تصفیہ کردیتی ہے۔ یہ امر مطلق قابل لحاظ نہیں کہ تجویز مذکور سے یہ عمل کس طرح ہوتا ہے خواہ وہ اس طرح ہو: کہ (۱) جائداد کی ملکیت بمقابلہ تمام عالم کے فوراً کسی ایک فریق کے سپرد کردی جائے جیسے سررشتہ مالگزاری کی ایک ضبطی کے ذریعہ سے جائداد حکومت کی ملکیت میں آجاتی ہے یا جیسے عدالت امیر البحری کے فیصلہ سے گرفتار کردہ جہاز کی ملکیت گرفتار کرنے والے کی طرف منتقل ہوجاتی ہے۔ یا (۲) کسی جائداد منقولہ کے فروخت کی ڈگری دیجائے یا وہ ڈگری بحال رکھی جائے تا ایسے مطالبہ نقد کے ادا کرنے کے لئے جس کا بار کفالت، خود جائداد پر، نہ کہ اس میں کسی فریق کے حق استفادہ پر، ہونا عدالت تجویز کرے۔ یا (۳) کارروائی دیوالیہ یا وراثت میں کسی جائداد منقولہ کے بطور اہتمام ترکہ فروخت کئے جانے کی ڈگری دے، یا اس ڈگری کو بحال رکھے۔

دوسری صورت اور فروخت زیر تعمیل میں جو فرق ہے وہ باآسانی معلوم ہوسکتا ہے؛ تعمیل میں صرف مدیون کے حق کا تصفیہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ تیسری صورت کی جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ اس میں عدالت عام انتقالات کے اصول پر عمل کرنے کی مدعی ہوتی ہے؛ اور بنا بریں علیہ ایسے لوگوں کی بھی مزاحم ہوتی ہے جنہوں نے مقدمہ میں شرکت اور کارروائی سے مستفید ہونے کی اجازت سے فائدہ نہ اٹھایا ہو۔

اہم نظیر کاسٹریک بنام امری (۱۸۶۰ء) ۸ سی۔ بی (این۔ ایس) ۱۔ جج آرل،
ولس، بائلس، کیٹنگ ہمنوا ہوئے (۱۸۶۰ء) ۸ سی۔ بی (این۔ ایس) ۴۰۵ – جج،
کاکبرن۔ ولیمز، ہیمنگ، بل، بلیک برن، مارٹن، برامویل نے تنسیخ کی تائید ہوئی (۱۸۷۰ء)
ایل۔ آر۔ ۴۔ ای۔ آئی۔ اے ۴۱۴۔ جج ہیڈ نے جب چیمسفورڈ، کولنسری۔ بہ اتباع
ہم بلیک برن۔ برامویل۔ مر۔ برٹ، کلسبائی، کیٹنگ، جنہوں نے اپنے پیلے ائے
[illegible]
۳۔ ایچ۔ ایل ۲۱۷)۔ بائکٹ۔ مارٹن اور چینل نے فیصلہ کیا،

196

اور اسی کو سنہ ۱۹۰۵ میں (۵۔ ایچ۔ ایل۔ ۴۰۷) تا آخر میں۔ ڈنیڈن۔ ویسٹلیک۔ کو امپٹن
اور کیننگ نے بحال رکھا، پائیلیس نے اختلاف کیا؛ دفعہ ۸۸ا میں جائداد منقولہ کے ضمن میں
تجویز قطعی اور تعمیمی کی جو تعریف کی گئی ہے وہ ان تمام قانون آرا کے مطابق ہے جن کا
اظہار مقدمہ کاسٹریک بنام امری میں کیا گیا ہے، بجز اس کے کہ جو فرانسیسی فیصلہ مقدمہ مذکورہ
میں زیر بحث تھا اس کو ویسٹلیس۔ ایس۔ اور کیننگ نے بر بنائے واقعات کارروائی عدالت
فرانس قطعی اور تعمیمی تسلیم نہیں کیا تھا۔ اس سے مقدمہ قطعی اور تعمیمی فیصلہ متذکرہ دفعہ ۸۸ا
سے جہاں تک کہ اس کا تعلق کارروائی دیوالیہ کی فروخت سے ہے ویسٹلیک
نے مقدمہ سکر نیڈو میں بحث کی تھی۔ دیکھو صفحات ۱۹۴ و ۱۹۱۔ گزشتہ مقدمہ کیمل بنام
سیول میں لکڑی کے تختوں کی ملکیت کی بحث تھی جو ایک ایسے جہاز پر بار تھے جو کہ ناروے
کے کنارے پر تباہ ہو گیا تھا؛ یہ تختے ایک بیع میں جو اسی ملک میں جہاز کے ناخدا کے زیر ہدایت
واقع ہوئی خریدے گئے تھے، اور جہاز کے بیمہ کنندوں کے مختار کی طرف سے اسی ملک
میں بجنسہ تختوں کی واپسی کے دعوی میں بیع بحال رکھی گئی تھی۔ (انگلستان میں)
اسی ناروے کے فیصلہ کی بناء پر عدالت تحت نے اس کا تصفیہ کیا۔ مارٹن، اپیچی
اور بائلس اور چینل کی طرف سے ناروے کی تجویز کو قطعی اور تعمیمی تجویز قرار دیا؛
اس بنا پر کہ اس میں خانگی خاص کی استدعا کی گئی تھی؛ لیکن یہ واقعہ کہ جہاز کے
بیمہ کرنے والے جو کہ انگلستان کی کارروائی میں مدعی تھے ناروے کی کارروائی
میں بھی شریک رہ چکے تھے اسکی قطعیت کی مزید تائید تصور ہو کر اس پر بحث
کی گئی حالانکہ قطعی اور تعمیمی فیصلہ تمام عالم کے مقابلہ میں قطعی تصور ہوتا ہے۔ عدالت مرافعہ
نے فیصلہ جات کی نوعیت سے متعلق زیادہ تر واضح رائے اختیار کی اور جو فیصلہ کہ حق
مشتری کیا اسکی بنیاد یہ قرار دی کہ قانون ناروے کے لحاظ سے جس مقام پر
تختے موجود تھے، جو انتقال بذریعہ بیع ہوا وہ نافذ اور جائز تھا۔ مقدمہ کاسٹریک بنام
امری میں عدالت کا فیصلہ صادر کرتے وقت بلیکبرن نے کہا کہ یہ امر قابل بیان ہے کہ
نالشات متعلقہ شے (actions in rem ، اور نالشات متعلقہ ذات actions
in personam) کے الفاظ اور یہ عام بیان کہ ایک کا پابند عموماً ہر فریق ثالث
ہوتا ہے، اور دوسرے کا نہیں؛ ایسا ہے کہ اس کی بنا پر ممکن ہے کہ انگلستان کے قانون پیشہ

صحاب، الفاظ مذکور کو مخصوص معنی کے تعین کئے بغیر استعمال کرنے لگیں۔ ہمارے خیال
میں اس کا صحیح اصول وہ ہے جو ان موخر الذکر چند الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے، جو
استوری سے اخذ کئے گئے ہیں۔ ہمارے نزدیک سب سے پہلے یہ امر دریافت طلب
ہے کہ آیا جائداد متدعویہ بحساب وقوع کے اس سلطنت کے جائز اختیارات میں تھی جسکے
زیر حکم عدالت (فیصل کنندہ) قائم ہے۔ دوسرے یہ کہ سلطنت مذکور نے اپنے
شاہی اختیارات کی بنا پر عدالت کو ایسی جائداد کے تصفیہ کا اختیار دیا ہے، اور
عدالت نے ان اختیارات کے اندر عمل کیا ہے۔ اگر ان شرائط کی تکمیل ہوئی ہے، تو
اس کا فیصلہ تمام دنیا کے مقابلہ میں قطعی ہے (ایل۔ آر۔ ہ۔ ای۔ و آئی۔ ا۔ سی۔
۴۲۹) یہ فقرات نہایت اہم ہیں، اور ان سے وہ اصول معلوم ہوتا ہے جس پر تسلیمی
اور قطعی تجویز کا بین الاقوامی جواز، اور اس جواز کی شرط کا انحصار ہوتا ہے: یعنی یہ کہ
جائداد متدعویہ عدالت فیصل کنندہ کے حدود اراضی میں واقع تھی۔

مقدمہ سمسن بنام فوگو (۱۸۶۰)۔ ا۔ جی۔ اینڈ ایچ ۱۸ و (۱۸۶۳) ۱۔ ایچ
و ایم۔ ۱۹۵ اینڈ ڈ میں نیو آرلینس کی تجویز عجیب حالات میں معرض بحث میں آئی:
لیورپول کا ایک انگریزی جہاز جس حالت میں کہ وہ سمندر میں تھا، ایک لیورپول
کے بینک کے پاس انگلستان کے طریقہ کے مطابق رہن کر دیا گیا۔ اس بنا پر،
رہن کے جواز کے مسئلہ میں قانون مقام وقوع کو مالک کے مقام توطن کے قانون
کے ساتھ مخالفت کا کوئی موقعہ ہی نہ تھا۔ اس کے بعد راہن کے دائنین سادہ نے، اس
جہاز کو نیو آرلینس میں قرق کرا لیا، جہاں جائداد منقول کے حق قبضہ کی تکمیل کے لئے
حوالگی ضروری ہے، اور جہاز، اس مقدمہ کی ڈگری کی بنا پر فروخت کر دیا گیا۔ مرتہن نے قبضہ
کے لئے درخواست کی، مگر اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ مرتہن نے جس کے قرضہ کی مقدار،
جہاز کی قیمت سے بڑھ گئی تھی، مشتری پر انگلستان میں نالش دائر کی جہاں جہاز لایا
جا چکا تھا: اور وہ اس کو دلا دیا گیا۔ مگر مشتری کا حق کفالت بمقدار اس رقم کے تسلیم
کر لیا گیا جو نیو آرلینس میں بر وقت تقسیم قیمت جہاز ان مخصوص دائنین کو دلائی گئی تھی،
جو وہاں کے قانون کے مطابق ایسا حقیقی حق رکھتے تھے جس کی بنا پر وہ جہاز
کے قرق کرا لینے کے مجاز تھے۔ وائس چانسلر نے یہ امر تسلیم کیا کہ اگر جہاز اس مقدمہ میں،

197

جس کا اعادہ قرقی سے ہو تا فروخت کر دیا جاتا، تو اسکی ملکیت منتقل ہو جاتی ۔ ا ۔ ایچ وایم ۔ ۰ ۸ ۲۴: اس بنا پر ان واقعی حقوق کا پورا لحاظ کیا گیا جو از روئے قانون مقام وقوع حاصل تھے، یا جن کو مقام وقوع کی عدالت نے تسلیم کر لیا تھا۔ جو بیع مقدمہ قرقی کی ڈگری کی بنا پر عمل میں آئی، اس سے صرف جائداد منقولہ میں دائن کا حق استفادہ منتقل ہو گیا! اور اسکی صحت کی نسبت بمقابلہ مرتہن کے بربنا اس کے شریک مقدمہ ہونے کے خواہ کوئی بحث کیجائے مگر یہ امر مسلم ہے کہ کم از کم بربنائے تجویز تعمیمی اور قطعی کے وہ بمقابلہ مرتہن کے جائز نہ تھا دیکھو ابلیکبرن کے ریمارکس مقدمہ کارٹریک بنام اور مری میں ایل ۔ آر ۔ ۴ ۔ ای ۱ و ۱ ہے ۔ ۷ ۔ ۶ ۳ ۴ ۴ کو

اب ہم ان قوانین پر غور کریں گے جو تعمیمی اور قطعی تجاویز میں شامل ہوئے بغیر موثر ہوتے ہیں ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ لارڈ بلیکبرن نے اس وقعت کو جو ایسے تجاویز کو دیجاتی ہے اس سلطنت کے شاہی اختیارات کی طرف منسوب کیا ہے جس کے حدود ارضی میں، جائداد منقولہ موجود ہوتی ہے، اس لحاظ سے اگر اسی وقعت کی نظر سے اس سلطنت کی مرضی اور خواہش دیکھی جائے جس کا اظہار سادہ تر طریقہ سے بذریعہ وضع قوانین ہوتا ہے تو ہم کو کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے۔

دفعہ ۱۵۰ جو سوالات جسی جائداد منقولہ کے انتقال یا حصول حقیت، یا ان سے کمتر وسیع واقعی حقوق مثلاً رہن و کفالت وغیرہ کے متعلق پیدا ہوتے ہیں، ان کا تصفیہ عموماً قانون مقام وقوع کی رو سے کیا جاتا ہے۔

اگر سوال ایسے جہاز کے متعلق ہو جو بوقت انتقال یا حصول حقیت کے وقت سمندر میں تھا تو اس کا تصفیہ مالک یعنی ایسے شخص کے ذاتی قانون سے کیا جائیگا جس کی طرف سے یا جس کے مقابلہ میں اس انتقال یا حصول حقیت کا عمل میں آنا بیان کیا جاتا ہے۔ اس قانون کا عمل یا تو بحیثیت قانون مقام وقوع کے ہو گا اس مفروضہ کی بنا پر جس میں جہاز ملک کا ایک جز متصور ہوتا ہے، اور اس کا تعین اس جھنڈے سے کیا جاتا ہے جو اس پر نصب ہوتا ہے، یا خود اس کے ذاتی قانون کی حیثیت سے، جس حالت میں کہ قانون مقام وقوع کا ایک سے تعلق نہیں کیا جا سکتا تو صرف یہی ایک ایسا قانون ہے جو کسی کے حق کا مزیل متصور ہو سکتا ہے اس میں ضرورت سے زیادہ

تخلف ہے کہ عارضی اور اتفاقی مقام وقوع کے قانون کو عام اصول کے اندر داخل
کیا جائے جس کا خیال بھی معاملہ کے وقت فریقین کو نہ تھا، مثلاً وہ سامان جو معاملہ کے
وقت، ایک تیسرے ملک کے جہاز پر ہو یا ملک مذکور کے کسی بندرگاہ کے گودام میں
رکھا ہوا۔۔۔۔ اس بارہ میں سوگنی کا بیان دیکھو صفحہ ۱۴۴۔

"فریسندہ مال کا مال کو ایسے جہاز پر پہنچا دینا جو مرسل الیہ نے کرایہ کیا ہو،
ایسی حوالگی متصور ہوگی، اور فریسندہ مال کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ مال اثنائے راہ میں
روک رکھے، ایک مقدمہ میں ایسے جہاز پر جو ملک روس میں تھا، مال پہنچا دیا
گیا تھا، اسی ملک کے قانون کے لحاظ سے مالک مجاز تھا کہ وہ مشتری کے
دیوالیہ ہو جانے کی حالت میں جہاز سے مال کے واپس لینے کا حکم عدالت سے
حاصل کرے اور مال کو قیمت کے ادا ہونے تک روک رکھے۔ مال بار کر دینے
کے بعد مالکوں کو مشتری کا دیوالیہ ہونا معلوم ہوا، انھوں نے جہاز مذکور کے ناخدا سے
درخواست کی کہ وہ جہاز کے مال کی بلٹی پر ان کی ہدایت کے مطابق دستخط کر دے،
اور بغیر اسکے کہ عدالت سے کسی حکم کے اجرا کی ضرورت پڑے، ناخدا نے اس کو منظور
کر لیا، قرار پایا کہ یہ قانون مذکور کی پوری تعمیل تھی، اور ناخدا پر اس ملک میں
پہنچنے کے بعد لازم تھا کہ وہ مال، ان لوگوں کو حوالہ کرے جن کو بائع ہدایت کریں، نہ کہ
مشتری کے منتقل الیہم پر، جو کہ دیوالیہ ہو گیا تھا۔" مقدمہ انگلس بنام یشیرووڈ (۱۸۰۱)
۱۔ ایسٹ۔ ۵۱۵ جج، کینیان۔ گراس۔ لارنس۔ لی بلینک۔ کینیان اور لارنس نے،
معاملہ کی نسبت کہا کہ وہ ملک روس میں ہوا جس کا مفہوم معاہدہ بیع ہو سکتا تھا مگر گراس نے
اس حوالگی کو جو یہاں عمل میں آئی، روسی حوالگی کہا، اور اس طور سے اس امر کی طرف
اشارہ کیا جس کا ذکر حاشیہ کے نوٹ میں ہوا تھا اور جس کو ہم نے بجنسہ نقل کر لیا ہے۔
کسی جج نے بائع کے وطن سے بحث نہیں کی، اس سے ظاہر ہے کہ یہ سوال کہ
مال میں حقیت کس وقت قطعی طور سے منتقل ہوئی، قانون مقام وقوع سے فیصل ہوا۔

"جہاز کا ناخدا اس کا مجاز نہیں ہے کہ وہ مال محمولہ جہاز کو فروخت کر دے،
مگر بحالت اشد ضرورت اس کو ایسا اختیار حاصل ہے، اسلئے ایک مقدمہ میں جس میں ایک
جہاز جو ہندوستان سے چل کر آ رہا تھا اثنائے سفر میں کیپ گڈ ہوپ کے قریب،

108

تباہ ہوگیا۔ کچھ نیل، جو سامان محمولہ جہاز کا ایک جزو تھا تباہی سے بچ گیا، اور زیر ہدایت ناخدا جو نیک نیتی کے ساتھ عمل کر رہا تھا، اور جس کو وہ اپنی رائے میں تمام اشخاص متعلقہ کیلئے مفید تصور کرتا تھا، بذریعہ ہراج عام (نیلام) فروخت کر دیا گیا، اگرچہ جوری کے نزدیک فروخت کی اشد ضرورت ثابت نہیں ہوئی، قرار پایا کہ مشتری کی طرف حقیت منتقل نہیں ہوئی، اور چونکہ نیل اس ملک کیلئے بھیجا گیا تھا، اس لئے اصل مالک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اسکی قیمت وصول کرے"۔ مقدمہ فریزر بنام ایسٹ انڈیا کمپنی (۱۸۲۲) ۵۔ بی والا ۶۱۷، جج، ایچ ٹی جی۔ ہولائیڈ، انٹ بابت مشتری کی واقفیت حالات کی نسبت لکھا کہ فرض کرو کہ ہالینڈ کا قانون (جو کیپ گڈ ہوپ میں رائج تھا) جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے، وہی تھا جو اس بارہ میں انگلستان کا قانون ہے، تو اس علم کی بناء پر وہ عام بازار کی خریداری کے اصول سے فائدہ اٹھا کر محفوظ نہیں ہو سکتا"۔ اسی مقدمہ کمیل بنام سیول میں جسٹس کراسٹین نے یہ ریمارک کیا کہ "مقدمہ فریزر بنام ایسٹ انڈیا میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاہی عدالت نے یہ تسلیم کر لیا کہ ہالینڈ کے قانون کے کھلے بازار کے اصول کی بناء پر مال کی حقیت منتقل ہو جاتی، اگر معاملہ کے حالات کے علم کی وجہ سے وہ صورت، قانون مذکور کے حدود سے خارج نہ ہو گئی ہوتی"۔ ۵۔ ایچ داین ۷۲۸

کمیل بنام سیول کا تذکرہ قبل ازیں ہو چکا ہے، صفحہ ۱۹۶۔ عدالت تحت میں لوئک نے یہ کہا تھا کہ اگرچہ ان کی رائے اس معاملہ میں بنیاد فیصلہ نہیں قرار پائی، کہ اگر منقولہ جائداد اس طریقہ سے منتقل کر دی گئی ہے جو اس ملک میں جہاں وہ واقع ہے قابل پابندی ہے تو وہ انتقال ہر جگہ موثر اور قابل پابندی تصور ہوگا۔ ۲۔ ایچ۔ این ۱۲۸۔ مرافعہ میں جسٹس کراسٹین نے بہ استثنائے بائلیس کے جملہ عدالت کی طرف سے فیصلہ صادر کرتے ہوئے کہا کہ "بحث میں اکثر مقدمات کا ذکر ہوا اور اس سے بھی زیادہ دوسری ایسی صورتیں پیش ہو سکتی ہیں جن میں ملک غیر کے مال کی نسبت، اس ملک یا کسی دوسرے ملک کے قانون کا نفاذ سختی سے خالی نہیں معلوم ہوتا: مثلاً بیرونی اشخاص کے مال کی قرقی بر بنائے کرایہ، یا مال کے مسروقہ ہونے کی صورت میں اسکی حقیت کا علانیہ بازار کی فروخت کے بعد بھی نہ منتقل ہونا۔ مگر ہم

نہیں سمجھتے کہ ممالک غیر کے رہنے والوں کا مال ایسے قوانین کے عمل سے محفوظ رہ سکتا ہے؛ اگر ان قوانین کی بنا پر اس کی ملکیت منتقل بھی ہو جاتی تو ملک غیر میں مال کے لے جانے کے بعد بھی اس میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے جسٹس پولاک کے اصولی مسئلہ کو عدالت تحت کو پسند کر کے لکھا کہ:

"ہمارے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ مال تباہ ہو گیا اور وہ اس ملک کے لئے نہیں بھیجا گیا تھا جہاں وہ فروخت کر دیا گیا۔ ہمارا یہ خیال نہیں ہے، کہ مال کے اس ملک میں تباہ ہو جانے کی بنا پر مال مذکور کے ہمارے قوانین متعلقہ علانیہ فروخت یا مالک مکان کے حق قرقی سے زیر اثر ہونے میں، کوئی فرق واقع ہو گا یا اس وجہ سے کہ مالک کے خیال میں نہ تھا کہ اس کا مال کسی طرح انگلستان پہنچ جائے گا"۔ بائیلس نے جو اختلاف کیا وہ مالک کے قانون مقام توطن کی بنا پر نہ تھا، بلکہ ملک ناروے کے بینہ قوانین کی بنا پر تھا، جن کی نوعیت اس کے خیال میں خوفناک، اور دنیا کے عام بحری قوانین سے (کم از کم جیسا کہ وہ اس ملک میں سمجھے جاتے ہیں) مختلف تھی۔ کاکبرن نے کرامپٹن کی رائے کے ساتھ اتفاق کرتے ہوئے ایک ایسا فقرہ لکھ دیا تھا، جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ کم از کم موخرالذکر قانون کے بارہ میں، بمقابلہ ویسٹنگٹن کے براؤہی کے ساتھ متفق تھے "اس مسئلہ کا فیصلہ قوموں کے قانون سے نہیں ہو سکتا، کیونکہ قانون بین الاقوام میں تاخدا کے اختیارات کے متعلق بڑا اختلاف ہے، جیسا کہ ان مجموعہ قوانین سے ظاہر ہو چکا، جو اثنائے بحث میں ہمارے سامنے پیش ہوئے ہیں"۔ ۵۔ ایچ د این ۴۴ ۔۔۷۔۔۵۔۔۵ ہمقدمہ کاسٹریکہ بنام امریکی۔ ۸۔ سی۔ بی (این۔ ایس) ۲۳۰۔ میں براموِل نے پولک کے اصول کو پسند کر کے اس کا حوالہ دیا، اور اسی مقدمہ میں بلیکبرن نے ہوس آف لارڈز کی عدالت کی طرف سے فیصلہ صادر کرتے وقت اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا "دیل بنام سیول میں ایک اس سے زیادہ عام اصول قائم کیا گیا تھا یعنی یہ کہ اگر مال منقولہ اس طریقہ سے منتقل کر دیا ہو جو اس مقام کے قانون کے مطابق ہو جہاں کہ مال مذکور موجود تھا تو وہ انتقال ہر جگہ قابل پابندی ہے"۔ اس کو ہم بطور عام قاعدہ کے صحیح تصور کرتے ہیں، اگرچہ اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ اس میں استثنا اور حدود

قائم کئے جانے کی گنجائش ہے/ اور اسکی نسبت یہ کہنا درست ہے کہ یہ عام قاعدہ
کہ عمومی اور قطعی تجویز ہر جگہ قابل پابندی ہے جو انگلستان کے قانون پیشہ
لوگوں میں عام طریقہ سے رائج ہے: اسی عام اصول کی ایک مثال ہے"۔ ایل۔
آر۔ ۴۔ ای و آئی۔ ا۔ اے ۴۲۹ ٭

مقدمہ کلائیڈس ڈیل بینک لمیٹیڈ بنام شیر ویڈرو کمپنی [۱۹۱۲]
۲۔ کے۔ بی۔ آئی۔ بنچ' برتے میں قرار پایا کہ جو رقم ملک غیر میں عدالت کے
حکمنامہ کی بنا پر ادا کی جائے وہ انگلستان کے مقدمہ میں اس عذر کے ساتھ کہ وہ
بذریعہ قرقی وصول کی گئی تھی واپس نہیں دلائی جاسکتی۔ یہ رقم بہ اظہار عذر اس غرض سے
ادا کی گئی تھی کہ ایک جہاز کو جو کہ ایک حکمنامہ کے ذریعہ سے مقید تھا رہائی دلا دی جائے؛
اور ملک غیر کے قطعی اور عام حکمنامہ پر یہاں اعتراض نہیں ہوسکتا جس صورت میں ایک
ملک غیر کی رعایا نے بحالت مرض الموت اپنی جائداد جو انگلستان میں واقع تھی،
ہبہ کی اور وہ ہبہ انگلستان کے قانون کی رو سے جائز تھی تو واہب کے ورثاء
کے مقابلہ میں ہبہ کی طرف سے یہ عذر کیا جاتا تھا کہ ہبہ کے جواز کا فیصلہ واہب
کے مقام توطن کے قانون سے ہونا چاہیئے، موہوب لہ کا حق قائم رکھا گیا۔ مقدمہ
کارولن [۱۹۲۱] چانسری ۲۴۴۔ بنچ' اپیل ٭

مقدمہ کوپٹ بنام جیکس (۱۸۷۲) ایل۔ آر ۱۳۔ ای کیو۔ ۵۹۷ بنچ' سکنڈ
میں یہ قرار پایا کہ انگلستان کا قانون "بلس اوف سیل ایکٹ" اسکاٹلینڈ میں فروخت
مال کے ایسے بل سے متعلق نہیں کیا جاسکتا جو ایک انگلستان کے باشندے نے
انگلستان میں ایک انگلستان کے مدیون کو حوالہ کیا ہو۔ آئرلینڈ کا اتباع مال کے
متعلق آئرلینڈ میں مقدمہ بروکس بنام ہرسینا میں کیا گیا۔ (۱۸۸۰) ۶ ایل
آر۔ آئرش۔ ۸۵ بنچ' مارتن و مرسین ٭

مقدمہ لیورپول مارین کریڈٹ کمپنی بنام ہنٹر (۱۸۶۷) ایل۔ آر ۳ ای کیو۔
۶۲ بنچ' دوڈ میں جس کو مسٹس غورڈ نے (۱۸۶۸) ہم ایل آر ۳۔ چانسری مرافعہ
۴۷۹ بحال رکھا یہ طے ہوا کہ انگلستان کے متوطن باشندے نیو آرلینس میں
جہازوں کے قرق کرانے سے باز نہیں رکھے جاسکتے؛ اس خیال سے کہ وہاں انگلستان

کے متوطن مرتہن کے ساتھ انصاف ہو سکے گا۔ اور جو دستاویز پانچلکہ ایسے مرتہنوں نے
جہاز کی رہائی کے لئے بیتواری تحریر لکھ دیا ہو اسکی بنا پر انگلستان میں دعوے
ہو سکے گا۔ یہ امر قابل بیان ہے کہ ان بیانات کے مطابق جو مقدمہ ہذا اور مقدمہ
کمسٹن بنام فیلڈ صفحہ (۱۹۹) میں کئے گئے ہیں، بیتواری کی ہدایتیں اصول مذکورہ
صفحہ ۱۹۱۔ ۱۹۰ سے بہت زیادہ موثر ہو جاتی ہیں کہ وہ مال منقولہ کے ایسے انتقالات
اور بار تہائی پر جو بغیر جہاز کی کے عمل میں آئے ہوں مطلق لحاظ نہیں کرتیں۔ اگرچہ وہ
معاملات مال کے وسینا میں پہنچنے سے پہلے تکمیل پا چکے ہوں۔ مقصد زیر بحث کیلئے،
جسٹس ووڈ کے ان الفاظ کی طرف توجہ دلانا کافی ہے جو انھوں نے ملک غیر کے
قانون مجریہ کی نسبت استعمال کئے ہیں۔ خواہ وہ کیسے ہی سخت اور بے اصول ہوں" اگرچہ
انکی مخصوص کوشش اس بارہ میں تھی کہ وہ ملک غیر کی عدالتی کارروائی اور وہاں کے
مجریہ قوانین میں تمیز اور فرق کریں ایل۔ آر۔ ۴۔ ای کیو۔ ۴۰۔ اور جسٹس فورڈ کے
اس بیان کی طرف بھی جو انھوں نے توبرو کے قدیم اصول کی تجدید کی غرض سے ان الفاظ
میں کیا تھا "جائداد منقولہ کا انتقال مالک کے مقام توطن کے قانون کے لحاظ سے
ہونا چاہئے۔ اور اگر اس قانون کے رو سے جائز ہو تو وہ ہر ملک کی عدالت میں جہاں
کہ یہ مسئلہ زیر بحث ہو جائز متصور ہونا چاہیئے" ایل۔ آر۔ ۳۔ چانسری۔ مرافعہ ۲۴۴؛
یہ امر بظاہر ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ ان دوسری اسناد کی موجودگی میں جو اس
موقعہ پر جمع کیگئی ہیں، یہ قاعدہ اس سے وسیع تر پیمانہ پر قبول کیا جائے جتنا کہ وہ
صفحہ (۱۵۰) کی ترتیب میں تسلیم کیا جا چکا ہے۔ اور جس کی تائید بعد مقدمہ رٹی بنک
بنام بیروسی بھی ہو چکی ہے (۱۸۸۰) ۵۔ مرافعہ۔ کینیڈا۔ ۲۶۲۔ نوح بلیوتران بیہ، ر۔
بلیکیورن۔ ۲۰ اشنونہ۔ لارڈ بلیکبرن نے کہا کہ "بعض رہن پر مدعی علیہ اپنا دعویٰ قائم
کرتا ہے وہ ایسے مال کی نسبت ہے جو اس وقت کینیڈا میں موجود تھا۔ اس لئے
میرے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ اب رہن کا جواز کینیڈا کے قانون پر
منحصر ہے"۔ اس مقدمہ میں لارڈ موصوف نے بحیثیت جج عدالت ابتدائی اور تمام ججان
عدالت مرافعہ اور جملہ معزز لارڈوں نے اپنے فہم اور ادراک کے مطابق قانون کینیڈا
کی طرف توجہ کی۔ اگرچہ مال مرہونہ کی مالک ایک انگلستان کی کمپنی تھی: اور طرح سے

مالک کے مقام توطن کا قانون، بالکل نظرانداز کر دیا گیا ہے مقدمہ انگلش بنام اٹکنسن [۱۸۹۸] اے سی - ۶۱۶ - جج، ہالسبری - واٹسن، ہرشل، بیگناٹن و آرمس میں، طے ہوا کہ اس مال کے ارتہان کا جواز، جو ایک متوطن انگریز نے اسکاٹ لینڈ میں کیا تھا، اسکاٹ لینڈ کے قانون پر منحصر ہونا چاہیئے ہے۔

مگر اس سوال کی نسبت کہ آیا مرتہن، اس امر کا مجاز ہے کہ وہ مال کو کسی محدود مقصد کیلئے پھر راہن کو سپرد کر دے، اور جو حق، مال کی نسبت، اس کو از روئے رہن نامہ حاصل ہے، اس میں کوئی فرق نہ آئے، ایک مقدمہ میں، جس میں فریقین کا مشترکہ توطن، ایسے ملک کا تھا جو اس ملک کے علاوہ تھا جہاں کہ مال موجود تھا: یہ سمجھا گیا کہ اس کا تصفیہ مقام توطن کے اس قانون سے ہونا چاہیئے جو اس معاملہ کے متعلق تھا جو فریقین میں ہوا (ہرشل) - اور نہ اس مال کی حیثیت پر موثر ہو سکے جو مسلم طور سے فریقین میں سے کسی ایک کا تھا (واٹسن)۔ مقدمہ نارتھ ویسٹرن بنک بنام پوئنٹر [۱۸۹۵] اے - سی - ۵۶ ہے۔

اسی طرح ایک ملک غیر کی ڈگری جس کے ذریعہ سے، وہ کسی جائداد منقولہ کا تصفیہ اپنے ملک میں کر دے، انگلستان کی عدالتوں میں قابل پابندی متصور ہوگی، بشرطیکہ ملک مذکور کے شاہی اختیارات تسلیم کر لئے گئے ہوں: اور اس ملک کی عدالتیں، یہ دریافت نہیں کریں گی کہ آیا ڈگری، مال کو بحق سرکار ضبط کرنے والی، یا نظری انصاف کے اصول کے خلاف ہے؟

مقدمہ کمپنی ٹمبر ووڈ ورک ا - ے - ایم لوتھر بنام جے - ساگور کمپنی [۱۹۲۱] ا - کے - بی - ۴۵۶ و ۷۴۳ : میں جسٹس راکسرگ کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا، محض اس بنا پر کہ آیا روس کی سوویٹ گورنمنٹ کو، سرکار انگریزی نے تسلیم کیا ہے یا نہیں؟ میکسیکو کی بغاوت میں جو مقدمات پیدا ہوئے، ان کا فیصلہ بھی حال ہی میں، امریکہ کی عدالتوں نے اسیطرح کیا ہے۔ مقدمہ اوجن بنام سنٹرل لیدر کمپنی [۱۹۱۷] ۲۴۶ - یو - ایس ۲۹۷ - مقدمہ ریکاڈ بنام امریکن میٹل کمپنی، ایضاً ۳۰۴ ہے۔

دفعہ ۱۵۱ اس موقعہ پر اس فرق کا خیال کیا جانا چاہیئے، جس کی طرف، مقدمہ سگریڈ و (صفحہ ۱۹۱) میں توجہ نہیں کی گئی تھی، اور ممکن ہے کہ حالات مقدمہ کے لحاظ سے،

اس کی ضرورت کبھی نہ پیش آئی ہو۔ یہیں فرضی ٹائیل کا قانون، نہایت غیر مکمل طریقہ سے ثابت کیا گیا تھا، جس قانون کے پابند، مالک نہ ہوں، اس سے ان کے مختاروں کو، ان کے مقابلہ میں، کوئی اختیار حاصل نہیں ہو سکتا۔ مگر باوجود اس کے قانون مقام وقوع اگر چاہے تو جائداد منقولہ کے مشتری یا راہن کو مختاروں کے عمل کی بنا پر حقیت عطا کر سکتا ہے۔ مختاروں کے اختیارات کا مسئلہ قانون معاہدہ سے، اور مشتری یا مرتہن کے حقوق کا مسئلہ قانون جائداد سے متعلق ہے۔ اور بالآخر اسی قانون سے اس کا تصفیہ ہوگا، جس کا تعلق جائداد سے ہے، اگرچہ فروخت یا رہن کرنے والے مختاروں کے اختیارات، جو اصول قانون معاہدہ کی رو سے قرار پائیں، اس تصفیہ میں موثر اور دخیل ہوں۔

مقدمہ کیمل بنام سیول میں، کراپٹن نے تمام عدالت کا فیصلہ بہ استثناء بائلیس کے، بعدالت مرافعہ میں صادر کرتے وقت بیان کیا کہ "جو کچھ نتیجہ ہم شہادت سے اخذ کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ناروے کے قانون کے لحاظ سے ان حالات میں جو مقدمہ ہذا میں پیش آئے تھے، کہ ناخدا کا مال کو فروخت کر دینا، جہاں تک معاملہ کا تعلق اس سے اور اس کے مالکوں یا مال کے مالکوں سے ہے بحالت موجودہ درست نہ تھا، اور اس غیر مجاز فروخت کی بابت وہ ان دونوں کا ذمہ دار ہوگا۔ مگر اس کے بخلاف مشتری کو جس نے مال، مالک کے مختار سے خرید کیا، جائداد مبیعہ پر کامل حقیت حاصل ہوگی۔ اس میں ہمارے نزدیک، کوئی ایسا وحشیانہ یا خلاف قیاس امر نہیں ہے جس کی بنا پر ہم اس کو تسلیم کرنے سے باز رہیں۔ خود ہمارا قانون "علانیہ فروخت" کے متعلق اسی طرح کا ہے۔ اور اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ ایسے بیوع کے جائز رکھنے میں جن کی ضرورت، تا وقتیکہ حالات متعلقہ ثابت نہ ہوں، بعید مضرت کا اندیشہ ہے، لیکن اگر مشتری کا حق صرف انہیں صورتوں میں تسلیم کیا جائے جن میں ناخدا اپنے اور مال کے مالکوں کے تعلقات کے لحاظ سے مال کے فروخت کا بالکل باقاعدہ طریقہ سے مجاز ہو، تو مضرت کا اندیشہ اس سے بہت زیادہ ہو جائیگا۔ اس صورت میں مشتری، جن کو یہ شکل صورت حال معلوم ہو سکتی ہے، مال کی پوری قیمت اپنے کی طرف مائل نہ ہونگے اور ناخدا کے جائز اور باضابطہ فروخت میں بھی پوری قیمت نہ آئے گی۔"

۵ ۔۱۰ ایچ وایل ۳۰۔۲۴۷

جب تک غیر کا کوئی جہاز ایسے حالات میں فروخت کیا جائے کہ مشتری کو مقابلہ

201

بائع کی ذاتی نصفت کے علاوہ کامل حیثیت نہ حاصل ہوتی ہو، تو قانون مقام معاہدہ
سے اس امر کا تصفیہ ہونا چاہیئے کہ آیا ملک غیر کے مالک کا طرز عمل ایسا رہا ہے کہ
وہ مشتری کی حیثیت پر معترض ہونے کا مانع قرار دیا جا سکے۔ ہوپر بنام گم ایم ملایان
بنام گم (۱۸۶۷) ایل۔ آر۔ ۲۔ چانسری۔ مرافعہ ۲۸۲۔ جج جیمس فورڈ ڈ رٹرنز
جنہوں نے مقدمہ موخر الذکر میں ٹسٹن تو ڈ کے فیصلے کو بحال رکھا، اور مقدمہ مقدم الذکر
میں اُن کے فیصلے کو بربنائے واقعات منسوخ کر دیا؛ ملک غیر کا ناخدا بربنائے
اس معاہدہ حفاظت نقصان کے جو وہ انگلستان کے لوگوں سے کرے، جن کا
جہاز پر مال بار ہو، مالکان جہاز پر ذمہ داری عائد کرنے کا مجاز ہے۔ لوٹا
[۱۹۲۰] پی۔ ۲۲۔ جج، ہل ؛

امریکہ کے حصص ریلوے کے ایسے صداقت ناموں کا تصفیہ جو انگلستان
میں موجود ہوں، اور انکی حیثیت ان معاملات پر منحصر ہو جو انگلستان میں ہوئے ہوں،
انگلستان کے قانون سے ہونا چاہیئے؛ لیکن حصول حیثیت حصص کے لئے عمدہ اختتام کی
حیثیت کا تصفیہ، امریکہ کے قانون کے لحاظ سے کیا جائیگا۔ ڈیمیر بنام کالونیل
بنک۔ وولیمس بنام لندن چارٹرڈ بنک آف اسٹریلیا، (۱۸۸۸) ۳۹۔ چانسری
ڈویژن۔ ۲۰۰۔ مع، کاٹن۔ لنڈلی۔ بوآن؛ جن کو کیک وچ کے ساتھ اس حد تک
اتفاق تھا (۱۸۹۰) ۱۵۔ مرافعہ کینیڈا۔ ۲۶۷۔ جج، السبری، واٹسن، ہرشل۔ براموِل
اور موریس کو تجویز سے اتفاق تھا مگر انھوں نے انتخاب قوانین کے متعلق خاموشی
اختیار کی ؛

دفعہ ۱۵۲ جس عدالت میں وصول قرضہ کا دعویٰ دائر کیا جاتا ہے، اس میں
اور اس مقام میں، جہاں مادی جائداد منقولہ موجود ہوتی ہے، بہت زیادہ مشابہت ہے۔
اور جو اطلاع نامہ انتقال قرضہ کا مدیون کے نام جاری ہوتا ہے، وہ مادی جائداد منقولہ کی
اس حوالگی سے مشابہ ہے جو کہ منتقل الیہ کے عمل میں آتی ہے۔ جس طرح مادی جائداد منقولہ
کی تکمیل انتقال کیلئے بعض قوانین کی رو سے حوالگی ضروری نہیں ہے، اسیطرح بعض قوانین
ایسے ہیں جیسے کہ قانون انگلستان، جن کی رو سے اگرچہ مدیون، دین کے منتقل
کرنیوالے کو ایسے وقت میں رقم دیکر کہ انتقال قرضہ کی اطلاع اس کو نہ پہنچی ہو،

بری الذمہ ہو جاتا ہے، اور اگرچہ منتقل الیہ، جس نے ایسے اطلاعنامہ کے اجراسے قبل دعوی دائر کر دیا ہو، کسی شکل میں منتقل کرنے والے کے نام سے کارروائی کر رہا ہو، اور اس کا مستوجب ہو کہ اس کے مقابلہ میں ایسا عذر کیا جائے، جو منتقل کرنے والے کے مقابلہ میں قابل قبول ہوتا؛ تاہم وہ انتقال بغیر انتقال کی اطلاع کے، اسقدر کامل ہو گا کہ اطلاع اثنائے مقدمہ (Pendente lite) اس امر کی مانع ہو جائے گی، کہ اس قرضہ کو کوئی منتقل الیہ مابعد یا دائن قرقی کنندہ وصول کر سکے۔ اور چونکہ ایسے قوانین بھی موجود ہیں، جن کی رو سے، مادی جائداد منقولہ کے انتقال کی تکمیل کے لئے احوالگی ضرور ہے، اسیطرح ایسے قوانین کا بھی وجود ہے مثلاً قانون اسکاٹلینڈ، جن کے لحاظ سے، انتقال قرضہ بغیر اطلاع کے، اسقدر بے اثر ہے، کہ اطلاع اثنائے مقدمہ بعد از وقت متصور ہوتی ہے؛ اسلئے مادی جائداد منقولہ کے انتقال کے قوانین کے متعلق، ایسی ہی رائیں قائم ہیں، جیسی کہ ان قوانین کی نسبت ہیں، جن کا تعلق معاملہ دین سے ہے۔ لارڈ کیمیس (دیکھو صفحہ ۱۸۵) و اسٹوری (خلاف قوانین دفعہ ۳۹۷) نے، یہ رائے قائم کی، کہ قرضہ کا ایسا انتقال، جو مدیون کے مقام توطن کے قانون کی رو سے بغیر اطلاع سے کامل ہو، ہر جگہ کامل قرار پانا چاہیے؛ مگر انگلستان میں، یہ طے ہو چکا ہے، کہ جس منتقل الیہ کو وصول قرضہ کا جائز حق قانون مقام عدالت کی رو سے، حاصل ہو چکا ہے، وہی قابل ترجیح ہے۔

اس کی بنا مقدمات کوئنس لینڈ مرکنٹائیل و ایجنسی کمپنی، بمقابلہ اسٹریلین انوسٹمنٹ کمپنی، بمقابلہ یونین بنک آف اسٹریلیا [۱۸۹۱] ۱۔ چانسری۔ ۵۳۶۔ نج، مارتھ ہیں؛ جس کو لنڈلے۔ بوئن۔ فرائی نے بحال رکھا [۱۸۱۲] ۱۔ چانسری ۲۱۹؛ و انگلستان کے ایک ماتحت سرمایہ میں انتقال حق استفادہ کی اطلاع امنار کو دیگئی، قبل اس کے، کہ اسی حق استفادہ کے ایک قبل کے انتقال کی اطلاع، انکو دیجاتی؛ متقدم الذکر ہی کو ترجیح دی گئی؛ باوجودیکہ پہلا انتقال منتقل کرنیوالے کے مقام توطن میں عمل میں آیا تھا؛ جہاں کہ قانون کے لحاظ سے تکمیل انتقال کے لئے امنا کو ایسی اطلاع دینے کی ضرورت نہ تھی۔ مقدمہ کیلی بنام سلوئن، [۱۹۰۵] ۲۔ چانسری۔ ۱۱۷، ج، وارنگٹن نو

بناء تجویز (Ratio decijendo) اس عدالت کا قانون تھا جو
سرمایہ کا اہتمام کر رہی تھی (صفحہ ۱۲۲) جو "مقام عدالت کے قانون وصول
قرضہ" کے مساوی ہے، جس کا ذکر کتاب میں کیا گیا ہے۔

جس حالت میں حق وصول قرضہ (Chose in action) کی نسبت، دعوی حقیقی
استحقاق یا حق کفالت (lien) کی بنا پر کیا جائے تو ظاہر ہے کہ اس کا انحصار مقام
عدالت کے قانون متعلقہ حق وصول قرضہ پر ہوگا۔

ایک امریکہ کا باشندہ سین فرانسسکو میں ایک امریکہ کے جہاز پر جو انگلستان
جا رہا تھا بطور "سکنڈ میٹ" کے لیا گیا۔ چند اموات کی وجہ سے جو پے بہ پے واقع
ہوئیں، وہ جہاز کا ناخدا ہو گیا، اس نے عدالت امیر البحری میں اپنی اجرت کی بابت،
دعوی کیا کہ وہ رقم کرایہ سے دلائی جائے۔ طے ہوا کہ اس کے دعوی کا تصفیہ قانون
مقام عدالت سے ہونا چاہیے، نہ کہ قانون مقام معاہدہ یعنے اس مقام کے قانون
سے جہاں کہ وہ بطور سکنڈ میٹ کے ملازم رکھا گیا تھا۔ اور قانون مقام عدالت،
مرچنٹ شپنگ ایکٹ میں ملے گا، نہ کہ اس قانون بحری میں جو قبل ازیں انگلستان
میں عمل ہوتا تھا۔ مقدمہ ملنورڈ (۱۸۵۸) سابق۔ ۳۶۲۔ جج، لوشنگٹن، جیسے ممتاز
مقنن، مقدمہ جناتھن گڈہیو (۱۸۵۹) سابق۔ ۵۲۶ میں بھی اپنی اسی رائے پر
جما رہا، مگر جسٹس فلیمور نے مقدمہ ہیلی (۱۸۶۷) ایل۔آر۔ ۲۔ اے۔ ای۔
۱۲۔ میں یہ ریمارک کیا کہ "مجھ کو اس امر کا اظہار ضرور ہے کہ جو دلیل فاضل جج نے
قائم فرمائی، اور جو ان فیصلوں کی بنیاد ہے، اس پر میرے دل کو کبھی اطمینان
نہیں ہوا، مجھ کو یہ دریافت کر کے خوشی ہوئی کہ ایک حال کے مقدمہ میں جس کا ذکر
مجھ سے مسٹر کلارکسن نے کیا، فاضل جج نے ان فیصلہ جات کے اصول پر نظرثانی
کرنے کی آمادگی ظاہر فرمائی ہے"۔ مگر لوشنگٹن کی نسبت یہی سمجھنا چاہیے کہ انکی
رائے وہی رہی جس کا اظہار پہلے ہو چکا، یعنے "قانون مقام عدالت کی تائید
میں ہے جس سے ایک غیر مادی حقیقی حق کا تصفیہ ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شک
نہیں کہ جج موصوف کی تجویز کی بنیاد یہی قاعدہ تھا کہ "چارہ کار، اسی عدالت کے
قانون کے مطابق ہونا چاہیے جہاں کہ چارہ کار کی استدعا کی جاتی ہے"۔ سابق،

۳۶۶۔ مگر یہ قاعدہ، دوسری اور زیادہ تر مروج صورتوں میں، صرف چارہ کار کی شکل سے متعلق ہوتا ہے؛ یا زیادہ سے زیادہ چارہ کار کے اس وجود پر، جس کا انحصار ضوابط پر ہوتا ہے۔ (اور انگلستان میں میعاد کے قواعد اسی مد میں آتے ہیں)؛ نہ اس کے ایسے وجود پر جس کا انحصار کسی حق پر ہو۔ اس قاعدہ کو اس طور سے "مقدمہ والفورڈ" کے مقدمہ سے متعلق کر کہ فی الحقیقت مقامی عدالت کو ایک غیر مادی حقیقی حق کے معاملے میں وہی قانونی قوت دیتا ہے جو مقام وقوع کو مادی اشیا منقولہ کے متعلق حاصل ہے۔ مقدمہ والفورڈ کا اتباع مقدمہ ٹوگس [۱۹۰۲] پی ۴۴۔ ڈبلیو۔ جے، فلیمور میں بھی کیا گیا؛ جسٹس فلیمور نے، اگرچہ مرچنٹ شپنگ ایکٹ ۱۸۹۴ء کی دفعہ ۲۶۵ کے لحاظ سے اس اصول کے خلاف بحث کی، مگر اسکو اختیار نہیں کیا ہے۔

ایک مقدمہ میں انگلستان کے ایک بیمہ زندگی کے صداقت نامہ کا انتقال، جو منتقل کرنے والے نے اپنی زوجہ کے نام ایسے مقام میں کیا تھا، جہاں فریقین متوطن تھے؛ اور جہاں کے قانون کی رو سے ایسا انتقال جائز نہ تھا؛ انگلستان میں ناجائز قرار دیا گیا۔ لی بنام ایبڈی (۱۸۸۶) ۱۷ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۳۰۹۔ نج، ڈائسے۔ ویسٹ۔ دیکھو لارڈ ہرشل کی رائے، بمقدمہ نارتھ ویسٹرن بنک بنام پوانٹر متذکرہ صفحہ ۲۰۰۔ ایک عدالت ملک غیر کا فیصلہ جس میں ایک غیر صحیح النسب اولاد کو، جو باپ کے مرنے کے بعد پیدا ہوئی تھی، نان و نفقہ دلایا تھا، جب انگلستان میں وہ مناط دعوی قرار دیا گیا تو یہ طے ہوا کہ: وہ بمقابلہ اثاثہ موجودہ انگلستان کے جاری نہیں کیا جا سکتا؛ کیونکہ انگلستان میں بنائے دعوی ہی ناقابل تسلیم تھی: نفقہ دلانے کے متعلق فیصلہ ذاتی (in personam) تھا، اور قانون مقام وقوع مدعی علیہ کی ذمہ داری کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔ مقدمہ میکارٹنے [۱۹۲۱] ۱۔ چانسری ۵۲۲۔ نج، اسٹبری ہے۔

ایسے قرضہ کی بابت، جو ملک غیر میں واجبی طور سے قابل وصول تھا، مدیون کے نام حکم (Garnishee) کے اجرائے سے اس وجہہ سے انکار کر دیا گیا، کہ اس حکم کی بنا پر رقم کا ادا کیا جانا ملک غیر میں تسلیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مقدمہ مارٹن بنام ناڈل [۱۹۰۹] ۲۔ کے بی۔ ۲۶۔ نج، وانگٹن، کینیڈی اور فارول لارڈ جسٹس جنہوں نے،

سٹن کے فیصلہ کو منسوخ کیا۔

اس مسئلہ پر کہ انگلستان کی ایک تملیک کے ضمن میں جو حق جائداد میں تصرف کا قبل حصول جائداد مذکور کے دیا گیا ہو، اسپر قیود کا قائم کردینا جائز ہے خواہ زوجہ کا ذاتی قانون کچھ ہی کیوں نہو۔ (مقدمہ ہیلین بنام بروکنگ (۱۸۵۵) ۲۵۔بیو۔ ۲۱۸۔ نج۔ نزد ملے)۔ جب اس معیار کے ساتھ نظر ڈالی جاتی ہے کہ تملیک انگلستان کی تھی (دفعہ ۱۱۶ صفحہ ۱۴۱)، تو وہ ایک نظیر اس امر کی ہوجاتی ہے کہ جائداد منقولہ کی ملکیت کا تصفیہ قانون مقام وقوع سے کیا جاتا ہے جو غیر مادی حقوق سے بھی اسیطرح متعلق ہے۔

لیکن رسوم (عدالتی) کی اغراض کے لئے دین اس مقام کی موقوعہ جائداد متصور ہوتا ہے، جہاں اس کی بابت ضمانت موجود ہو؛ اگرچہ مدیون کا توطن اور مقام وصول دین کہیں اور ہو۔ ایسی جائداد کی قیمت جس کا انحصار ضمانت پر ہو، ممکن ہے کہ مقدار قرضہ سے کم ہو؛ اور اگر مزید ضمانتیں، دوسرے مقامات پر بھی لی گئی ہوں، تو باغراض رسوم قیمت قرار دینے میں ان پر لحاظ کیا جانا درست ہے۔

وانشں بنام کوٹن (۱۸۹۴)۔ اے سی۔ ۱۲۴۔ ج، و اٹسن۔ ہرشل۔ ہا ئیس۔ میکناٹن بشینڈ۔ کونج۔

دفعہ ۱۵۳ قاعدہ کہ قانون مقام وقوع سے جائداد منقولہ کی حقیت کا تصفیہ ہوتا ہے، جس کی تشریح اس فصل کے ابتدائی حصہ میں ہوچکی ہے، عام طور سے حق استفادہ اور قانونی تملیک، دونوں سے یکساں متعلق ہوتا ہے؛ لیکن جو صورتیں ان انتقالات میں داخل ہوتی ہیں جو عام طور سے "انتقالات مجموعی" کے نام سے موسوم کئے جاتے ہیں، ان میں حق استفادہ پر ذاتی قانون جاری ہوتا ہے، اور قانونی تملیک کے متعلق، قانون مقام وقوع کے تمام مراتب کی تکمیل ضروری ہوتی ہے جیسا کہ دفعہ ۱۲۵ میں کیا جاتا ہے؛ توریث بعد موت کے متعلق، انگلستان کے جو قواعد ہیں، انکی تیسری صورت ہے، ذاتی قانون کو اسقدر بھی وسعت نہیں دیگئی ہے کہ وہ تمام جائداد منقولہ کے حق استفادہ پر حاوی ہو، اس کے احکام صرف جائداد کے بقیہ حصہ پر جاری ہوتے ہیں، جو متوفی کے دیون کے ادا کردینے کے بعد باقی

رہ جاتا ہے۔

اب ہم جائداد منقولہ کے مخصوص اقسام کی بین الاقوامی حیثیت سے بحث کرینگے۔

دفعہ ۱۵۴ انگریزی جہاز، انگریزی مملکت کا ایک جز ہے جب تک کہ وہ کسی سمندر، یا ملک غیر کے ایسے دریا میں، تمام پلوں کے نیچے سفر کر رہا ہو، جس میں مدوجزر ہوتا ہے۔ البتہ اگر جہاز خانگی ہے تو موخرالذکر صورت میں اس سلطنت کو بھی جس کی ملک میں وہ دریا ہے، مساوی اختیار سماعت حاصل ہوگا۔ اور اگر جہاز کسی انگریزی بندرگاہ کا ہے، تو مملکت انگلستان کے ایک جز ہونے کی وجہ سے اسپر انگلستان ہی کا قانون جاری کیا جائے گا۔

سرکار بنام لیویز (۱۸۵۹) ۱۔ ڈی و بی۔ ۵۲۵ و سرکار بنام سٹیلر (۱۸۶۸) ۱۔ ڈی و بی۔ ۳۹ ۵ جن کا تصفیہ کمیٹی۔ کاکبرن۔ پولک۔ کورٹ ج۔ ڈیمن۔ مارٹن و بیس۔ مارٹن۔ کرامپٹن۔ کراڈر۔ لوسس۔ والسٹن، چینل اور بائر نے ہلکر کیا ہو مقدمہ کوئین بنام انڈرسن (۱۸۶۸) ایل۔ آر۔ ۱۔ سی۔ سی۔ آر۔ ۱۶۱۔ ج بیالی۔ چینل۔ بائلز۔ بلیکبرن، بریش ۱۔ ان مقدمات میں انگریزی جہازوں پر ارتکاب جرم ہوا تھا؛ موخرالذکر مقدمہ میں، جہاز ملک غیر کے ایسے دریا میں تھا، جو مدوجزر سے متاثر ہوتا تھا۔ اس دفعہ کا حکم ایسی حالت میں بھی نافذ متصور ہوگا، جبکہ جہاز ملک غیر کے دریا کی گودی میں لنگر انداز ہو، اور نہ صرف جہاز کے ملازمین، بلکہ تمام اشخاص، جو کسی حیثیت سے بھی جہاز پر آمد و رفت رکھتے ہوں، انگلستان کے قوانین فوجداری کے تابع سمجھے جائیں گے۔ مقدمہ کوئین بنام کار (۱۸۸۲)۔ ۱۔ کیو۔ بی۔ ڈی۔ ۷۶۔ ج ج کولرج۔ پولک۔ لوپس۔ اسٹیفن و ہاکنز، بیسٹس ہو

مارشل بنام مرگٹرائیڈ (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۶۔ کیو۔ بی۔ ۳۱ ۱۔ ج ج بلیکبرن۔ ولسن۔ جج نے ایک حکم متعلقہ تعین ولدیت، زیر قانون انگلستان بمقابلہ ایک شخص کے جو اس لڑکے کا باپ مشہور تھا، جو سمندر میں لیورپول کے ایک انگریزی جہاز پر پیدا ہوا تھا، بحال رکھا گیا ہو

دیکھو امریکہ کا مقدمہ یونائیٹیڈ اسٹیٹس بنام ہملٹن (۱۸۱۱)۔ ۱۔ ایس ۲۰ ۱۵۔ ج ج اسٹوری؛ اس فاضل جج نے لکھا کہ ”امیر البحری سے یہ کبھی طے نہیں ہوا کہ

ان گودیوں کا پانی، جہاں مدوجزر ہوتا ہے، صحیح طور سے "عین سمندر" کہا جاسکتا ہے جب تک وہ پانی ایسا نہ ہو کہ اس میں سمندر کی انتہائی کمی آب کا نشان موجود نہ ہو۔ عمومی قانون نے، ان اصطلاحات کی اور زیادہ تنگ تعبیر کرنے کی کوشش کی ہے"۔ اٹلی کا ایک جہاز، جو سمندر میں تنہا چھوڑ دیا گیا تھا، ایک انگلستان کے بندرگاہ میں لایا گیا، قانون اٹلی کے بموجب اس پران اخراجات کا بار تھا جو گورنمنٹ مذکور نے کار کنان جہاز کو ان کے وطن بھیجنے میں برداشت کئے تھے، بیمہ بایں تسلیم کیا گیا اور قابل نفاذ قرار پایا۔ مقدمہ یوٹیا (۱۸۸۳) ۸۔ پی۔ ڈی۔ ۲۰۹۔ جج اسٹیرنج نو۔

دفعہ ۱۵۴ (الف) تمسکات قابل بیع و شرا دفعات ۱۴۹ و ۱۵۰ کے حکم میں داخل ہیں، ان کے انتقال سے، ایسے دیون کے حق وصول کے استفادہ پر اثر پڑے گا، جو کہ بموجب قانون مقام وقوع، بروقت انتقال، ان تمسکات کی بنا پر، واجب الوصول تھے۔

الکاک بنام اسمتھ [۱۸۹۲] ۱۔ چانسری۔ ۲۳۸۔ جج، رومر، جیں کر، لنڈلے۔ لوپس۔ کے۔ نے بحال رکھا۔ مقدمہ امیر کیاس بنام اینگلو اسٹریلین بینک [۱۹۰۴] ۲۔ کے۔ بی۔ ۰۰۔ ۸۔ جج، وانٹن جیں کی [۱۹۰۵] ۱۔ کے۔ بی۔ ۶۷۰، میں اگنھن ویس۔ رومر اور اسٹرلنگ نے تائید کی ہے۔

کفالتوں پر رسوم اسیطرح واجب الوصول ہیں جس طرح وہ ممالک غیر کی کمپنیوں کے ان کفالت ناموں پر وصول کئے جاتے ہیں جو سلطنتہائے متحدہ میں تیار یا جاری ہوتے ہیں، بشرطیکہ وہ سلطنتہائے مذکور میں داخل ہونے کے بعد مصدق ہو جانے کی وجہ سے قابل بیع و شرا ہو جائیں۔ مقدمہ ہارنگ بنام کشنران ان لینڈ ریونیو [۱۸۹۵] ا کیو۔ بی۔ ۸۰۷۔ اے ایل۔ جج اسمتھ، ریگبی و کالنس جنہوں نے رائٹ اور رڈ لے کے فیصلہ کو بحال رکھا اور ای کی، بمقدمہ لارڈ رول اسٹوک بنام وغیرہ وغیرہ [۱۸۹۶] ۱۔ اے سی۔ ۵۶۵۔ جج، ہالسبری، بیگناٹن۔ آرتشینڈ نے تائید کی ہے۔

دفعہ ۱۵۴ (ب) سند اختراع یا اس میں شرکت، یا اس سند کے استعمال کی اجازت، اس ملک کی موقوعہ جائداد نہیں متصور ہوگی، جس میں وہ حق قائم ہے: کم از کم، جہاں تک کہ اس کا تعلق قانون مالگزاری سے ہے۔

اسلٹنگ کمپنی آف اسٹریلیا بنام کمشنران ان لینڈ ریوینیو [۱۸۹۶]
۲ کیو۔ بی۔ ۱۷۹۔ پولاک اور بروسٹس نے اتفاق کیا مگر دوسری بنا پر ایشر۔ لوپس۔ رگبے نے (۱۸۹۷) ا کیو۔ بی ۱۷۵ میں اسکو بحال رکھا۔

لیکن بمقدمہ رسے بنام لیکو نزیر [۱۹۰۸] ۲۔ چانسری ۱۵ جو [۱۹۱۰] اے۔ سی۔ ۲۶۲ میں بحال رہا۔ یہ طے ہوا کہ ملک غیر کی ایک جماعت موجودہ انگلستان کا نشان تجارت اس جماعت کے مقام وطن کے اس قانون کا تابع نہ تھا جس کی رو سے جائداد کی ضبطی کی جاتی تھی کیونکہ ملک غیر کا قانون تعزیرات انگلستان میں موثر نہیں ہے۔

لیکن کاروبار تجارت کی ساکھ یا نیک نامی جن میں ضمنی طور سے بعض معاہدات کا استفادہ بھی شریک ہو، قانون مال کے مفہوم میں اس ملک کی موقوعہ جائداد متصور ہوتی ہے جہاں اس تجارتی کاروبار کی کوٹھی واقع ہو۔

طرادہ کمپنی کی ہارگرائن لمیٹیڈ بنام کمشنران ان لینڈ ریوینو [۱۹۰۰] ا کیو۔ بی۔ ۳۱۰۔ اے۔ ایل۔ بچ ہسمتھ۔ کالنس و یگھان ولیمس جنہوں نے ڈسے اور لارنس کے فیصلے کو منسوخ کر دیا۔ یہ فیصلہ کو [۱۹۰۱] اے۔ سی۔ ۲۱۷ میں ہیلنگٹن۔ ڈیوی جیمس۔ برہیٹن۔ رابرٹسن اور لنڈلے نے بحال رکھا۔ الیسری مختلف الرائے تھے۔

اس کمپنی کے حصے جو انگلستان میں اس غرض سے رجسٹر ہوئی ہو کہ ایک بیرون ملک کے تجارتی کاروبار کو حاصل کرے، قانون مال کے مفہوم میں جائداد موقوعہ انگلستان متصور ہونگے۔

کمشنران ان لینڈ ریونیو بنام میل کمپنی (پیرس) لمیٹڈ [۱۹۰۸] اے۔ سی۔ ۲۲۔ جج ہیلنگٹن۔ ایشبرن جیمس آف ہرفیورڈ۔ اٹکنسن جنہوں نے موٹن اور فارول (کالنس نے دوسرے وجوہ پر اختلاف کیا) کا وہ فیصلہ منسوخ کر دیا تھا جس میں انہوں نے موٹن کی تجویز کو بحال رکھا تھا۔

مگر ذاتی ذمہ داری قانون مالگزاری کے مفہوم میں تعمیل کے لئے جائداد موقوعہ مقام عدالت نہیں متصور ہوتی۔

ڈونوہین شکو کمپنی بنام کمشنران ان لینڈ ریونیو [۱۹۰۱] ا کیو۔ بی۔

۲۴۵-۱-اے۔ ایل۔ بنچ، اسمتھ۔ کالنس و اسٹرلنگ جنہوں نے بیلے اور ڈارلنگ
کے فیصلہ کو منسوخ کر دیا۔

کاغذی دیون، جو کاروبار تجارت کے سرمایہ میں شریک ہوں، اس مقصد
کے لئے ذاتی ذمہ داری متصور ہوتے ہیں، اور اسلئے بغرض تعمیل، جائداد موقوعہ مقام عدالت،
نہیں سمجھے جاتے، ان پر انگلستان کے رسوم واجب الادا ہیں، اگر بیرونی تجارت
کی بیع انگلستان میں واقع ہو۔ ویلاسکیوز لمیٹیڈ بنام کمشنران لینڈ ریونیو (۱۹۱۴)
۲۔ کے۔ بی۔ ۴۰۵ ۔ بنچ، کوزنز ہارڈی۔ ایم۔ آر بلار ڈ جسٹس بکنیور ڈ۔ لارڈ جسٹس
سوئنفین ایڈی نے جسٹس اسکورٹن کے فیصلے کو بحال رکھا۔

دفعہ ۱۵۴ (ج) ملک غیر کی جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کے رسیور
(مہتمم) عموماً انگلستان کی عدالت سے مقرر ہوتے ہیں، لیکن جب تک انکی یہہ حیثیت،
مقامی قانون سے نہ قائم ہو جائے، اس وقت تک کوئی شخص، جو انگلستان کے مقدمہ
میں فریق نہ رہا ہو — اور اگرچہ وہ انگریزی رعایا بھی ہو — اس بناء پر توہین عدالت کا ملزم نہیں
قرار پا سکتا، کہ اس نے ملک غیر میں ایسی کارروائی اختیار کی، جس کا مقصد، ان مہتموں کے
قبضہ میں خلل اندازی تھا۔

مقدمہ ہاڈ سلے و فرزندان وفیلڈ (۱۹۰۰) ۱۔ چانسری ۶۰۲ بنچ، کوزنز ہارڈی۔

دفعہ ۱۵۵ انگلستان میں، ملک غیر کے بادشاہ یا سلطنت کے دیوانی
حقوق کی یقیناً حفاظت کیجاتی ہے، خواہ ان کا تعلق جائداد سے ہو یا ذمہ داریوں سے،
اور خواہ وہ بادشاہ کے ذاتی حقوق ہوں یا عام حقوق؛ لیکن یہ امر غیر متعین ہے، کہ
ملک غیر کے بادشاہ یا سلطنت کے سیاسی حقوق کی حفاظت کس درجہ تک ہو سکتی ہے؟ —
اگرچہ ان سے مالی فوائد بھی حاصل ہو سکتے ہوں۔ یا یوں کہو، کہ یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا انگلستان
میں سیاسی حقوق، اس بناء پر کہ ان سے مالی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں، اثاثہ یا جائداد منقولہ
سمجھے جائیں گے یا نہیں؟۔ بمقدمہ امپرر آف آسٹریا بنام ڈے و گوسمتھ (۱۸۶۱)-۲-گرفت
۶۲۸ بنچ، اسٹورٹ۔ و ۳۔ ڈی۔ ایف۔ جے۔ ۲۱۷۔ بنچ کیمبل۔ نائٹ بروس و ٹرنر ہیں،
یہ بحث پیش آئی، اس بناء پر کہ امپرر کی طرف سے یہ دعوی ہوا تھا: کہ اس کو جو مخصوص حق اپنے
ملک میں کاغذات سکے جاری کرنے کا حاصل ہے، اس کی خلاف ورزی کا انسداد،

206

بذریعہ امتناعی حکم کے کیا جائے جسٹس اسٹورٹ نے، حکم امتناعی بربنائے حق جاری کرنا منظور کیا، اور اس حق کو مالی قیمت پر مبنی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ لیکن مرافعہ میں تمام ججوں نے ان سے اس بارہ میں اختلاف کیا۔ کیمبل اور نائٹ بروس نے حکم امتناعی کو، اس بناء پر بحال رکھا، کہ وہ مدعی کا ایسا حق تھا جو مالی فائدہ پر مبنی تھا۔ جسٹس ٹرنز نے اس کی اس بنا پر تائید نہیں کی، بلکہ یہ وجہ قرار دی کہ "جعلی اشاعت سے، مدعی کی رعایا کا نقصان متصور ہے"۔ لارڈ کیمبل نے دوسری قسم کے سیاسی حقوق سے، جو مالی فوائد پیدا کرتے ہیں، اور جو بین الاقوامی معاہدات کے جواز کے ضمن میں ہمارے سامنے آئیں گے، حسب ذیل بحث کی "زیادہ تر وقیع عذر، اس قسم کے مقدمات پر مبنی تھا، جن میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ہم ممالک غیر کے قوانین مال کا مطلق لحاظ نہیں کرتے، اس لحاظ سے اگر ملک غیر کا کوئی بادشاہ، اس امر کے متعلق، حکم امتناعی کی درخواست کرے، کہ انگلستان کے تیار کردہ سامان کو، اس کے ملک میں خفیہ طور سے لانے کا انسداد کیا جائے، جو اس کے سخت مالی نقصان کا موجب ہے، تو یقیناً وہ درخواست نامنظور کی جائے گی: اگرچہ بلحاظ ارتباط بین الاقوام قاعدہ یہی رہا ہے کہ ممالک غیر کے قوانین کی وقعت کی جائے۔ مگر آزاد تجارت کی تائید میں "قوانین مال" اس سے مستثنیٰ رہے ہیں، اور یہ استثنا کی ایک ایسی مثال ہے، جو قاعدہ کو ثابت کرتی ہے"۔ (یو۔ ایس صفحہ ۲۴۱)۔

207

فصل ہشتم

جائداد غیر منقولہ

اٹلی کے مجموعہ قوانین میں بھی، جو کہ شخصی قانون بین الاقوام میں، اصول قومیت کو لئے ہوئے قانون کا بہترین اور اعلیٰ ترین نمونہ سمجھا جاتا ہے، اور جس کے ابتدائی دفعہ (۷) میں محکوم ہے کہ "جائداد منقولہ، مالک کی قوم کے قانون کی تابع ہے، بجز اس کے کہ اس ملک کا قانون، جہاں کہ وہ جائداد پائی جائے، اسکے خلاف حکم کرتا ہو" یہ حکم موجود ہے کہ "جائداد غیر منقولہ اسی مقام کے قانون کی تابع رہے گی، جہاں کہ وہ واقع ہے"۔ یہ امر صفحہ (۹) پر بیان ہو چکا ہے کہ قانون مقام وقوع یا حقیقی قانون کا اصول اراضی کے متعلق، انگلستان میں نہایت عجلت کے ساتھ اختیار کر لیا گیا، اور وہیں اس کا نشو و نما ہوا: اس لئے جائداد منقولہ کے متعلق انگلستان کے مسائل بیان کرنے میں ہمکو صرف اس اصول کو وسیع کر کے، ان مختلف صورتوں میں دکھانا ہوگا، جن کی تائید، نظائر وغیرہ سے ہوتی ہے، اور جن میں باہم بہت کم اختلاف ہے۔ اگر اس کے متعلق کچھ شبہات ہیں، تو وہ قانون سے زیادہ تر اختیار سماعت کے متعلق ہیں۔ مقام وقوع کے اصول کا، اراضی سے متعلق ہونا مسلم ہے، کیونکہ وہی با اختیار لوگ، جو اس مقام پر موجود ہوں، قبضہ لینے یا دینے میں جبر سے کام لے سکتے ہیں، ممالک غیر کے عہدہ داروں کا، قبضہ ہانی یا اس کی ملکیت کی تجویز کرنے میں، براہ راست کوشش کرنا، ایک عبث فعل ہوگا ——— اگر فعل مذکور، فوری یا آئندہ کے حق قبضہ سے بالکل جدا اور غیر متعلق رہے۔ البتہ ملک غیر کے عہدہ دار، بالواسطہ اراضی کے قبضہ یا ملکیت کے فیصلہ کی، اسطرح کوشش کر سکتے ہیں، کہ اس شخص کو، جو ذاتی طور سے ان کے احکام کا تابع ہے، مجبور کریں، کہ وہ ان حقوق

قبضہ یا ملکیت کو، جو اُسے مقام وقوع جائداد میں حاصل ہے، اس طرح کام میں لائے، کہ
اُن کی ایسی تجویزیں موثر ثابت ہوں جو بغیر اس عمل کے بالکل بے کار ہیں۔ گو بظاہر
معقول اصول یہ معلوم ہوتا ہے، کہ محض کسی شخص کی ذات پر اختیار حاصل ہونے کی
وجہ سے، ایسی کوشش نہ کیجانی چاہیئے؛ ایسی کوشش صرف اسی صورت میں ہونی چاہیئے،
جبکہ کوئی ایسا فعل کیا گیا ہو جس میں شخصی اختیار سماعت سے کام لینے کی ضرورت،
بربنائے اس ذمہ داری کے پیش آتی ہو جس کا تعلق صحیح طور سے فعل مذکور سے ہو؛
اور ملک غیر کی اراضی کے متعلق تجویز کرنا اس ذمہ داری کے تصفیہ کیلئے ضروری سمجھا جاتا
ہو۔ یہ امر صاف طور سے ظاہر ہے کہ اس اصول کے استعمال میں بے حد احتیاط کی
ضرورت ہے؛ اور اس میں ایسی صورتیں بھی پیش آسکتی ہیں جن میں غیر منقولہ حقوق زیر بحث 208
کا تعلق خود اراضی یا اس کے قبضہ سے نہیں ہوتا۔

دفعہ ۱۵۶ جائداد غیر منقولہ کی ملکیت اور ان کے انتقال کے طریقوں
کے متعلق تمام مباحث کا تصفیہ قانون مقام وقوع کی رو سے کیا جاتا ہے۔ انگلستان
میں انتقال کی اُن تمام صورتوں کے جو بروئے قانون مقام معاہدہ عمل میں آئیں، نامنظور
کیئے جانے کی نسبت، دیکھو صفحہ ۱۰ گزشتہ۔

غیر منقولہ حقوق کی دستاویزات انتقال پر مہر کا ہونا قانون مقام
وقوع پر منحصر ہے۔ مقدمہ ایڈمس بنام کلوٹربک (۱۸۸۳) ۱۰ کیو۔ بی۔ ڈی۔
۴۰۳۔ بج اکیو تک

دفعہ ۱۵۷۔ اراضی کے متعلق ایسے حقوق، جو میعادی ہوں، خواہ وہ
چند سال کے لئے ہوں، یا زندگی بھر کیلئے، یا اس کے علاوہ؛ یا ایسے حقوق جو اپنی
نوعیت میں محدود ہوں، مثلاً قانونی (ex jure Quiritium)؛ یا متعلقہ استفادہ
in bonis؛ یا استفادہ ہائے حقیقت تابع (servitudes)؛ یا بار ہائے کفالتیں؛
اور اراضی کی ہر قسم کی تقسیمیں؛ سب اراضی کی طرح غیر منقولہ تصور ہوتی ہیں۔

دفعہ ۱۵۸۔ قانون مقام وقوع جس رقم کو جائداد غیر منقولہ کے
قائم مقام قرار دے اس پر وہی تمام حقوق قائم ہوتے ہیں جو جائداد غیر منقولہ پر قائم ہوتے
ہیں؛ بلکہ اگر جائداد مذکورہ مالک سے منتقل کرنے یا اس کی کسی کارروائی کی بنا پر،

فروخت ہو جائے تو اس کی قیمت پر، وہ حقوق عائد نہیں ہوتے، جو بحیثیت جائداد غیر منقولہ کے اس پر عائد ہوتے تھے؛ جب تک کہ وہ فریقین کی رضامندی یا قانون مقام وقوع کی رو سے بحال نہ رکھے جائیں۔

اس دفعہ کے جز اول کی توضیح اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ قانون انسداد غلامی کی تحت میں، جو معاوضہ دیا گیا، اس پر وہی حقوق قائم کئے گئے جو خود غلاموں کے متعلق تھے۔ دیکھو فاربس بنام ایڈمس (۱۸۳۹) ۹ سِم۔ ۴۶۲۔ جج، شادولہ؛ مقدمہ جیس ریا ویریا بنام ریا [۱۹۰۲] ۱۔ آئی۔ آر۔ ۴۵۱۔ جج، پورٹر میں ایک شخص متوطن آئرلینڈ، لاولد اور بلا وصیت کئے مر گیا۔ اس نے ایک بیوہ اور جائداد چھوڑی جس کی قیمت ایک ہزار پونڈ سے زیادہ تھی۔ جائداد میں اراضی موقوعہ وکٹوریا (اسٹریلیا) بھی شریک تھی۔ اس ملک کے قانون کے لحاظ سے ان حالات میں بیوہ کو بجملہ جائداد کے ایک ہزار پونڈ کا حق حاصل تھا، اور بقیہ جائداد اس میں اور رشتہ داران مابعد میں قابل تقسیم تھی۔ وکٹوریہ کے مہتمم ترکہ نے اراضی کو فروخت کرکے اس کی قیمت بیوہ کے پاس بھیج دی، جو آئرلینڈ میں مہتمم ترکہ تھی۔ دفعہ ہذا کے جز اول کی رو سے بیوہ، دیون کے بار کے ساتھ، قبل عائد تقسیم کے، اراضی کی قیمت میں سے ایک ہزار پونڈ کی مستحق تھی؛ مگر قرار یہ پایا — کہ دیون کی ادائی کے لئے اراضی موقوعہ وکٹوریا کی قیمت مع ایک ہزار پونڈ کے بار کفالت کے، عام جائداد میں شریک کر دی جائے؛ اس طرح سے بیوہ کو جو پانچ سو پونڈ بہ انگلستان کے ایکٹ متوفیان لاوصیت سنہ ۱۸۹۰ء کی تحت میں دلائے گئے، اس کا بار کفالت بھی جائداد پر پڑا۔ اس میں کوئی کلام نہیں ہو سکتا کہ بیوہ، اگر اپنے حق میں مفید تصور کرتی، تو وکٹوریا کی اراضی کی نصف قیمت کا — بہ تخفیف رقم دیون، اور ایک ہزار پونڈ کے — دعوی کر سکتی تھی؛ مگر پانچسو پونڈ کے متعلق ایسے دعوی کی مجاز نہیں ہو سکتی تھی، جب تک کہ وہ یہ رقم جملہ جائداد سے وصول کئے جانے پر رضامند نہ ہوتی، جیسا کہ انگلستان کی پارلیمنٹ کا منشا تھا کہ اس رقم کا بار جملہ جائداد پر عائد کیا جائے۔

دفعہ ہذا کے دوسرے جز کی توضیح، ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ کی فروخت سے ہوتی ہے، جو بغرض تصفیہ حسابات شرکت یا تعمیل وصیت، ذریعہ انتقال میں لائی گئی۔

ایسی حالت میں فروخت کی رقم سے رسوم وراثت واجب الادا ہیں۔ مقدمہ
فاربس بنام اسٹیون۔ ڈگنز بے بنام فاربس (۱۸۷۰) ایل۔ آر۔ ۱۰۔ ای کیو۔
۱۷۸۔ جج جیمس و اسٹوکس۔ اسٹوکس بنام ڈکراز (۱۸۹۰) ۶۲۔ ایل۔ ٹی
۱۷۶ جج نارتھ۔ رقم فروخت میں توریث انگلستان کے قانون امانت
کے مطابق جاری ہوگی، نہ کہ مقام وقوع کے قانون وراثت کے مطابق۔ مقدمہ
پیری و وتھام بنام پیری [۱۸۹۵] ۱۔ چانسری ۸۲۰۔ جج نارتھ۔

تملیک نامہ کے ذریعے سے جو حق استفادہ دیا گیا تھا اور جس کی بنا پر انگلستان
کی موقوعہ جائداد غیر منقولہ بغرض فروخت و تقسیم امانت میں تھی، ذاتی جائداد
قرار پایا اور اس بنا پر اس کا بذریعہ ایسی وصیت کے جو ملک غیر کے طریقہ پر
کیجائے منتقل ہونا جائز رکھا گیا۔ ایسی وصیت جائداد منقولہ کیلئے لارڈ کنگس ڈاون
کے ایکٹ کے لحاظ سے صحیح تھی۔ لیوٹن کے تملیک نامہ امانت کا مقدمہ [۱۹۱۹]
۱۔ چانسری ۸۰۰۔ جج [illegible]۔ ایم۔ آر۔ و جسٹس ڈیوک جسٹس [illegible] جنہوں نے
[illegible] کی تجویز کو منسوخ کر دیا۔

ایک [illegible] اسکاٹ لینڈ [illegible] کی اراضی کی قسم فروخت کے تصرف
(Appointment) کا عام اختیار رکھنے والے امانت بغرض فروخت حاصل تھا۔ ایک
وصیت نامہ کے ذریعہ سے جو اسکاٹ لینڈ میں لکھا گیا تھا اور جو وہاں کے قانون کی رو سے
ناجائز مگر (انگلستان کی) وصیت کے ایکٹ کی رو سے جائز تھا، جائداد کا بقیہ حصہ اپنی بچہ کے لئے
چھوڑا۔ طے ہوا کہ یہ انتقال جائز تھا کیونکہ رقم فروخت میں استفادہ بمنزلہ
اراضی کے تھا اور اس کا انتقال قانون مقام وقوع کے لحاظ سے صحیح تھا۔
[illegible] بنام [illegible] [۱۹۰۱] ۲۔ آئی۔ آر۔ ۲۲۲۔ مگر یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا یہ فیصلہ
اس فیصلہ کے مطابق ہے جو لیوٹن کے مقدمہ امانت میں کیا گیا تھا؟ یہ وصیت نامہ
حسب ایکٹ لارڈ کنگس ڈاون صحیح اور بطور جائز انتقال جائداد کے لئے
کافی ہوتا، اگر یہ فرض کر لیا جاتا کہ وہ ذاتی جائداد تھی۔ مگر عدالت میں اس امر
پر لحاظ نہیں کیا گیا، اور اس لئے یہ فیصلہ کہ: "وہ اراضی جو فروخت کے لئے امانت
میں ہو، بمنزلہ اراضی کے متصور ہوتی ہے" ― نہایت مشتبہ ہے!

جائداد غیر منقولہ کے متعلق انگلستان کا جو عام اصول ہے، وہ ذیل کی تین دفعات میں درج کر دیا گیا ہے۔ انگلستان کے وہ مخصوص مباحث جن میں اس اصول سے کام لیا جاتا ہے، اہم اور مختلف ہونے کی وجہ سے علیحدہ دفعات میں ذکر کئے جائیں گے۔

دفعہ ۱۵۹ بار لگان، جو اراضی واقع انگلستان سے پیدا ہو غیر منقولہ متصور ہوگا؛ اور جب انگلستان کے کسی قانون کی رو سے اس پر بحیثیت جائداد منقولہ کے رسوم وراثت عائد ہوتے ہوں تو وہ رسوم واجب الادا ہیں، اگرچہ مالک متوفی کا توطن ملک غیر کا ہو؛ اور اس لئے جو جائداد منقولہ وہ چھوڑے اس پر یہ رسوم نہیں لئے جائیں گے۔

مقدمہ چیٹ فیلڈ بنام برچولڈ (۱۸۷۲) ایل۔ آر۔ ۷۔ چانسری مرافعہ ۱۹۲۔ جج جیمس میلیش جنہوں نے بیکن کا فیصلہ منسوخ کیا (۱۸۷۱) ایل۔ آر۔ ۱۲۔ اکویٹی ۳۶۴ ۔

دفعہ ۱۶۰ جب کسی ایسے دین کی بابت، جو ذاتی طور سے بھی واجب الادا ہو، جائداد غیر منقولہ کی کفالت دیجائے، تو اس امر کا فیصلہ کہ آیا دین مذکور غیر منقولہ ہے؟ — اس مقام کے قانون سے کیا جاتا ہے، جہاں جائداد مذکور واقع ہے؛ یعنی یہ امر کہ جائداد غیر منقولہ کی قیمت کے اس جز کی جس پر دین مذکور لیا گیا، حقیقتاً کمی ہوگئی! — یا وہ صرف ایک دین مع مزید کفالت کے ساتھ ہے!

ایک ارتہان کے مقدمہ میں جو دین اراضی واقع کینیڈا کی کفالت پر لیا گیا تھا، جسٹس سوئفن ایڈمی نے اس دفعہ کے مندرجہ احکام کو پسند کیا (۱۹۰۱) ۲۔ چانسری صفحہ ۳۴۱۔ اور عدالت مرافعہ نے رکورنس آرڈی۔ فارول، جسٹس گریزوالڈ کرنے ایسے وجوہ پر جو اس سے ظاہر نہیں ہوتے (اسے مشتبہ کیا) یہ فیصلہ کیا، کہ ارتہان غیر منقولہ ہے۔ مقدمہ ہوائیر [illegible] بنام جیک (۱۹۱۱) ۱۔ چانسری، ۶۹، لیکن قانون مقام وقوع جو کام میں لایا گیا، اس کی نسبت سمجھا گیا کہ وہ وہی ہے جو انگلستان کا قانون ہے؛ اس صورت میں جائداد کا منقولہ اور غیر منقولہ میں تقسیم کئے جانے کا کوئی عمل نہیں ہو سکتا تھا۔ دیکھو صفحہ ۱۰۵۔ مع، فارول ۔

اسکاٹ لینڈ کے ایک تمسک قابل توریث میں، یہ صورت پیش آئی کہ قرضہ جو [illegible]

کی ذات اور مزار امنی سے واجب الوصول تھا، وہ اُن کے وارث جائداد غیر منقولہ کو پہنچا؛ اور مدیون کا وارث جائداد غیر منقولہ، مدیون کی جائداد منقولہ کے حوالے سے اپنی برائت کا دعوی نہ کر سکا؛ اس لئے اس صورت میں کہ وائن انگلستان کا متوطن تھا اور اُس نے ایک ایسا وصیت نامہ مرتب کیا تھا جس کے ذریعہ سے جائداد غیر منقولہ موجودہ اسکاٹ لینڈ منتقل نہیں ہو سکتی تھی؛ قرضہ، اس کے اسکاٹ لینڈ کے وارث پر عائد ہوا۔ مقدمہ جانسٹن بنام بیکر (۱۸۱۷) ۴۔ میڈ۔ ۴۷۴۔ نوٹ۔ رچ گرانٹ۔ ومقدمہ ڈرنگھام بنام ہربرٹ (۱۸۲۹) ۴۔ ربن۔ ۳۹۸۔ تیمر۔ ۱۰۳۔ رج نیچ۔ ومقدمہ ایلن بنام اینڈرسن (۱۸۴۹) ۵۰-۱۔ ۱۹۳ انیج۔ و دیگر مقدمات۔ صورت میں بھی کہ مدیون انگلستان کا متوطن تھا، اس کا اسکاٹ لینڈ کا وارث، متوفی کی جائداد منقولہ کی بنا پر اپنی برائت کا دعوی نہ کر سکا۔ مقدمہ ڈرمنڈ بنام ڈرمنڈ (۱۷۹۹)، وتھوسن اوف لا آف اسکاٹ لینڈ۔ رابرٹسن کی کتاب ذاتی وراثت صفحہ ۲۰۹ وایسٹ بنام مٹو (۱۸۲۱) ۶۔ میڈ۔ ۱۶ تیج۔ نیز دیکھو دفعہ ۱۱۵ لیکن اب قانون وکٹوریا ۳۱ و ۳۲ فصل ۱۰۱ دفعہ ۱۱۷ کی رو سے اسکاٹ لینڈ کی قابل وراثت کفالتیں اور اُن کی توریث کے لحاظ سے چند مستثنیات کے ساتھ منقولہ متصور ہوتی ہیں۔

دفعہ ۱۶۱ اگر دوسرے ملک میں اسی دین کی بابت جداگانہ کفالت لی گئی ہوگی، تو موخر الذکر دفعہ سے کام نہیں لیا جائے گا؛ کیونکہ جائداد غیر منقولہ کی کفالت کا قانون مقام وقوع، دین کی مجموعی حیثیت پر موثر نہیں ہو سکتا۔

جس صورت میں اس قرضہ کی بابت جو اسکاٹ لینڈ کے ایک قابل توریث تمسک سے ملا تھا، انگلستان میں کفالت لی گئی تھی؛ تو قرضہ مذکورہ دائن کے ذیتی موہوب لہ کی طرف منتقل کر دیا گیا؛ اگرچہ وصیت نامہ ایسا تھا کہ اس سے اسکاٹ لینڈ کی جائداد غیر منقولہ منتقل نہیں ہو سکتی تھی۔ مقدمہ کلیے بنام مور (۱۸۱۹) ۴۔ میڈ۔ ۴۶۷۔ رج لیچ جنہوں نے اپنا ذاتی اختیار دائن کے اسکاٹ لینڈ کے وارث پر استعمال کر کے اس کو موہوب لہ دینی کا امین قرار دیا۔ مقدمہ گسٹ بنام گورنگ (۱۸۵۴)، ۲۰۔ بیو۔ ۳۴۳۔ رج رومیلی۔

دفعہ ۱۶۲ دیون اور ہبہ جات وصیتی کے ادا کرنے کے طریقوں کے متعلق کوئی قانون، جو اس ملک میں رائج ہو جہاں متوفی کی جائداد کا اہتمام ہو رہا ہو، گو کہ متوفی وہیں کا متوطن ہی کیوں نہ ہو! دیون اور ہبہ جات مذکور کے متعلق، اس سے زیادہ بار، اس کی جائداد غیر منقولہ پر نہیں عائد کر سکتا، جو از روئے قانون مقام وقوع، اس پر عائد ہوتا ہو۔

ہریسن بنام ہریسن (۱۸۷۲) ۸ چ اپیلوں جیمس میلش (۱۸۷۳)؛ جس میں سلبورن و میلش نے اُتو ملے (۱۸۷۲) کا فیصلہ منسوخ کیا: جس کی توجہ اس معاملے کی طرف مبذول نہیں کرائی گئی تھی۔ ایل۔ آر۔ ۸۔ چانسری مرافعہ۔ ۳۴۲؛ مقدمہ ہیوٹ ولاسن بنام ڈیکن [۱۸۹۱] ۳۔ چانسری ۵۶۸ جج، ترومر؛ انگلستان کی اراضی سے خیراتی ہبہ وصیتی کا اجرا نہیں ہو سکتا؛ اگرچہ موصی کی یہ خواہش ہو: کہ اس کے معاملات کا تصفیہ اسکاٹ لینڈ کے قانون سے ہونا چاہیئے۔ اس بنا پر؛ یہ مقدمہ دوسرے امر متعلقہ اہتمام ترکہ میں ہریسن بنام ہریسن سے مختلف ہو گیا ہے

دفعہ ۱۶۳ اگر مقام معاہدہ کے قانون کی رو سے معاہدہ ناجائز ہے تو اس کے متعلق، جو کفالت جائداد غیر منقولہ کی دیجائے گی، وہ بھی ناجائز ٹھہرے گی؛ اگرچہ معاہدہ مذکور، کفالت کے مقام وقوع کے قانون کے لحاظ سے ناجائز نہ ہوتا۔

ریکارڈ بنام گولڈ (۱۸۲۷) ا۔ موے۔ ۲۲۔ جج، ہارٹ ہے

211

دفعہ ۱۶۴ اراضی کا میعادی پٹہ، اگرچہ انگلستان یا ملک کے کسی دوسرے ذاتی قانون کے لحاظ سے جائداد منقولہ ہو، مگر انگلستان میں شخصی قانون بین الاقوام کے مقاصد کیلئے جائداد غیر منقولہ متصور ہوتا، اور قانون مقام وقوع کا تابع رہتا ہے۔

ایک موصی متوطن آئرلینڈ کو انگلستان کے ایک میعادی ہبہ کے انتقال کیلئے تھیلوسن کے ایکٹ سے مدد لینی پڑے گی۔ مقدمہ فریک بنام کاربری (۱۸۷۳) ایل۔ آر۔ ۱۶۔ اکوئٹی کیو ۴۶۱۔ بہ جج سلبورن؛ ایک ایسے مالک کے مرجانے کے بعد جس کا توطن اٹلی کا تھا، اس کے پٹہ میعادی واقع آئرلینڈ کی توریث کا انحصار آئرلینڈ کے قانون پر رہے گا اور جسے اہتمام ترکہ،

کی منظوری دیجائیگی۔ مقدمہ جنٹلی (۱۸۷۵) ایکسشن لارپورٹ۔ ۹۔ آئی کیو۔ ۴۱۵ و نج، آئین ہی کی صورت، وہاں بھی جہاں مقام وقوع مرا انتقال تھا۔ مقدمہ سوسی۔ موسی بنام ولیناین (۱۹۰۸) ۲۔ چانسری۔ ۲۲۵۔ و نج، ٹوبنفنن اڈیشن کو

انگلستان کے میعادی پٹوں سے مارٹمین کا ایکٹ متعلق ہوتا ہے، اور اسکی وجہ سے جسقدر جائداد یا مقدار خیراتی کاموں سے خارج ہو جاتی ہے، وہ انگلستان کے قانون کے مطابق بعد کے قریب تر رشتہ دار کو پہنچتی ہے۔ مقدمہ ڈنکن بنام لاسن (۱۸۸۹) ۴۱۔ چانسری ڈویزن۔ ۳۹۴۔ و نج، کے تحت ؛

لیکن جس حالت میں متوفی کا بحالت توطن اسکاٹ لینڈ انتقال ہوا ہو، اور اس کا مہتمم ترکہ انگلستان میں بھی منظور کر لیا گیا ہو تو انگلستان کے پٹہ جات کے متعلق اس کو وہی اختیارات حاصل رہیں گے بجائیکہ انگلستان کے مہتمم ترکہ کو حاصل ہو سکتے ہیں۔ مقدمہ ہڈ بنام بارلنگٹن (۱۸۶۸) ایل۔ آر۔ ۶۔ ای کیو۔ ۲۱۸۔ و نج، روبے کی تحریر

دفعہ ۱۶۵ جائداد غیر منقولہ کی انتقال حقیت یا وصیتی انتقالات کے موانع کے متعلق جس قدر سوالات پیدا ہونگے، اس کا تصفیہ قانون مقام وقوع سے کیا جائیگا۔ خواہ وہ موانع عام ہوں یا خاص۔ اور خاص ہونے کی صورت میں، خواہ وہ موانع انتقال حقیت یا طریقہ انتقال وصیتی کے متعلق ہوں؛ مثلاً ذریعہ وصیت نامہ، یا مخصوص اشخاص کے حق میں، جیسے زوجہ اور شوہر میں، یا خاص مقصد کیلئے، جیسے خیرات وغیرہ، اور ——— خواہ وہ موانع کلی ہوں، یا قیمت کے کسی خاص جز تک محدود ہوں۔

مارٹمین کا ایکٹ، انگلستان کی اراضی کے انتقال وصیتی کا مانع ہے، اگرچہ اس سے بیرون ملک خیراتی کام لینا بھی مقصود ہو؛

مقدمہ کرٹس بنام ہٹن (۱۸۰۸) ۱۴۔ ویس ۵۳۷۔ و نج، گرانٹ: چونکہ یہ ایکٹ قانون کنیڈا کا ایک جز ہے، اسلئے اس رقم سے بھی متعلق متصور ہوگا، جو کینڈا کی اراضی کے ارتہان سے حاصل کی گئی ہو۔ مقدمہ ہوتولیر۔ رو بنام جیگ ز [۱۹۱۱] ۱۔ چانسری ۱۷۹۔ و نج، کورنس ہارڈی۔ موشن (بحالت مشتبہ)، ہو فارڈ ل؛

مؤید، سوئنٹن ایڈمی ۔

اس موقع پر، یہ امر قابل بیان ہے، اگرچہ وہ اس دفعہ کی بحث میں، صحیح طور سے نہیں آسکتا، کہ ایک موصی، متوطن اسکاٹ لینڈ کے اہتمام ترکہ میں، انگلستان کی عدالت نے ایسی جائداد منقولہ کے وصیتی ہبہ کے نفاذ سے انکار کردیا، جس سے انگلستان کی اراضی کا خیراتی امانت میں آجانے کا امکان تھا، جو مارٹمین کے ایکٹ کے خلاف ہے۔ مقدمہ اٹارنی جنرل بنام ملز، (۱۸۲۷) ۲۔ ۱۰ یس۔ ۲۲۸۔ جج، لنڈہرسٹ نے اس کی تائید، (۱۸۳۱) میں ہوئی، ۲۔ ڈی۔ سی۔ ایل ۳۰۲۔ ۲۹ جج، لنڈہرسٹ لیکن اسکے بعد سے پریوی کونسل میں، یہ طے ہوا ہے، جو میرے خیال میں صحیح ہے: کہ ایک نوآبادی کا رہنے والا، موصی، انگلستان کی اراضی کو خیراتی امانت میں لانے کے لئے، جائز طور سے رقم دے سکتا ہے۔ کونسل مذکور نے یہ بحث کی کہ مقدمہ اٹارنی جنرل بنام مل میں، موصی، اسکاٹ لینڈ کا متوطن نہیں خیال کیا گیا، اگرچہ اس رپورٹ اور لارڈ سینٹ لیونارڈ کے الفاظ (قانون جائداد صفحہ ۲۱۹ میں) اختلاف تھا...... لارڈ سینٹ لیونارڈ، اس مقدمہ میں وکیل تھے؛ مقدمہ میور افکنز بری بنام وائبرن [۱۸۹۵] اے۔ سی ۸۹: انھوں نے اپنے اور جسٹس بلیوورن کی طرف سے فیصلہ صادر کیا۔ وائس چانسلر، مورس سٹینڈ۔ اور کوچ کی رائے کا اظہار، لارڈ ہابہوس نے کیا ۔

ایک حال کے مقدمہ میں، آسٹریلیا کی ایک ایسی کمپنی کے ڈبنچروں (تمسک اقرار دین) پر، جس کے پاس انگلستان کی ہبہ ک اراضی بھی تھی، خیراتی ہبہ وصیتی کا عائد کیا جانا ناجائز قرار دیا گیا، کیونکہ انگلستان کے مارٹمین کے ایکٹ کے لحاظ سے، شے سے استفادہ کا حق، خیراتی کاموں کیلئے، وصیت نہیں کیا جاسکتا۔ آسٹریلیا کا قانون، جو کہ موصی کے مقام توطن کا قانون تھا، اس امر کی اجازت دیتا تھا، کہ وصیت کے ذریعہ سے خیراتی کاموں کے مصارف کا بار اراضی پر عائد کیا جائے، مگر مقام وقوع جائداد کے قانون کے الفاظ کے لحاظ سے تمام وصیت، اس بناء پر کہ اس میں جائداد غیر منقولہ سے تمتع کا ایک شمہ پایا جاتا تھا، ناجائز قرار پائی ۔

مقدمہ ڈاسن [۱۹۱۵] ۱۔ چانسری۔ ۶۲۶ سی۔ اے۔ ججز کوزنس ہارڈی۔ ایم۔ آر۔ فیلمور۔ جوائس ؛

ملک غیر کی موقوعہ جائداد غیر منقولہ کو ٹاڑمین کے ایکٹ کے مقاصد کیلئے، انگلستان کی عدالتیں خالص منقولہ جائداد قرار دیتی ہیں۔ مقدمہ ہو وانٹ بنام اولیورا (۱۸۶۸) ایل۔ آر۔ ۶۔ ای کیو۔ ۵۳۴۔ جج، اسٹورٹ۔ (۱۸۶۹) ایل۔ آر۔ ۴۔ چانسری۔ مرافعہ۔ ۳۰۹۔ جج، ستون۔ وگفرڈ ؛

مقدمہ موخر الذکر کے ضمن میں، یہ امر قابل بیان ہے کہ جس زمانہ میں، انگلستان کی حقیقی جائداد پر، ہر صورت میں، مالک متوفی کے قرض کا بار عائد نہیں ہو سکتا تھا تو وہ ملک غیر کی موقوعہ قسم کی جائداد کہی جاتی تھی: اس مقدمہ میں یہ امر بھی قابل تسلیم ہے کہ حق توریث بھی ملک غیر میں واقع ہونے کی بنا پر، ادائی دین اور وصیت کیلئے، جائداد منقولہ از قسم اثاثہ متصور ہوتا ہے۔ مقدمہ نوئل بنام رابسن (۱۸۸۱) ۲۔ ونٹرس۔ ۲۵۸۔ جج، ناٹ ہنگام ؛

ایک حال کے مقدمہ میں، ادائی ہبہ وصیتی کے لئے، اس اصول سے کام نہیں لیا گیا، اور یہ قرار دیا، کہ ہبہ کے وصیتی بار کو اراضی اور جائداد منقولہ کے سرمایہ موجودہ اربعثائن پر عائد کر دینے سے یہ مفہوم نہیں ہو سکتا کہ ہبہ کے ادا کرنے میں، اراضی اور اثاثہ کی حیثیت یکساں ہوگی؛ بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ اراضی، اس کی ادائی کے لئے، ایک مزید فنڈ ہو جائے۔ مقدمہ اسمتھ بنام اسمتھ [۱۹۱۲] ۲۔ چانسری ۲۱۷۔ جج، آئیو۔ جج نے اس اصول کو، جو انگلستان کی اراضی کے متعلق ہے، ملک غیر کی اراضی سے متعلق کیا ؛

دفعہ ۱۶۵ (الف) جائداد غیر منقولہ کے متعلق، معاہدہ کرنے کی قابلیت، قانون مقام وقوع جائداد کے تابع ہے۔

جو معاہدہ، ایک منکوحہ عورت متوطن انگلستان، انگلستان میں، جائداد موقوعہ ملک غیر کے متعلق کرے، وہ قابل نفاذ نہ ہوگا؛ اگر معاہدہ مذکور کا منکوحہ عورت کیطرف سے عمل میں آنا قانون مقام وقوع کے لحاظ سے باطل ہو۔ مقدمہ بنک آف افریقہ لمیٹیڈ بنام کوہن [۱۹۰۹] ۲۔ جانسری ۱۲۹۔ جج، بکلے۔ کنیڈی

کورنس ہارڈی جنہوں نے جسٹس آیو کی تجویز کو بحال رکھا ہے۔

دفعہ ۱۶۵ (ب) اراضی کے متعلق جو معاہدہ ہوا ہو اُس کی تعبیر میں صحیح قانون معاہدہ کو ـــ جس کا قانون مقام وقوع جائداد ہونا لازم نہیں ہے ـــ ہمیشہ ترجیح حاصل ہوگی۔ مقدمہ برٹش ساؤتھ افریقہ کمپنی بنام ڈی بیرس کانسولیڈیٹیڈ مائننگ لمیٹیڈ (۱۹۱۰) ۲۔ چانسری ۵۰۲ نیز ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۷۔

دفعہ ۱۶۶ کسی ولی، مہتمم، جائداد کی کمیٹی، یا کارروائی دیوالیہ میں مفوض الیہ کو ـــ خواہ ان کا تقرر ملک غیر کے عدالتی اختیارات کی بناء پر ہوا ہو، خواہ ملک غیر کے قانون کی وجہ سے ان کی حیثیت قائم ہوئی ہو ـــ اپنے نابالغ، مجنون یا دیوالیہ کی جائداد غیر منقولہ واقع انگلستان کے متعلق کوئی اختیار نہیں ہے۔

ایک اراضی کی قیمت، جو ریاست چلی کے ایک مجنون کی ملک تھی، سنہ ۱۸۶۹ء کے ایکٹ تقسیم کے لحاظ سے فروخت کر دی گئی، مگر قیمت اس کی چلی کے مہتمم کے حوالہ نہیں کی گئی۔ مقدمہ گرونو بنام بارنس (۱۸۷۷) ۴۶۔ ایل۔ جے۔ (این۔ ایس) چانسری۔ ۸۰۸۔ جج ہال کو۔

عہد وکٹوریہ کے ایک ایکٹ، دیوالیہ کی رو سے دیوالیہ کو یہ حکم دیا جا سکتا ہے کہ وہ داعیوں کے فائدہ کے لئے اپنی غیر منقولہ جائداد نو آبادی سے باہر لے لے۔ چونکہ دیوالیہ کی زندگی میں، ایسے حکم کے اجرا کی درخواست نہیں کی گئی، اس لئے اُسکے حق متعلقہ جائداد موقوعہ انگلستان پر کسی قسم کا اثر نہیں پڑا تھا۔ مقدمہ دیٹ بنام بیگلے (۱۸۸۲) ۲۱۔ چانسری ڈویژن ۶۷۴۔ جج ہال کو۔

دفعہ ۱۶۷ جب ازدواجی ڈومیسائل کے قانون کی رو سے ازدواجی جائداد کا شرکت ہونا لازم ہو، یا باہم اس قسم کا صریح معاہدہ ہو گیا ہو، تو ان کی مملوکہ جائداد غیر منقولہ واقع انگلستان میں زوجین میں سے کسی ایک کا حق، تابع قانون مقام وقوع نہ متصور ہوگا۔ دیکھو مقدمہ ڈی نکولس بنام کرلیر (۱۹۰۰) ۲۔ چانسری ۴۱۰۔ یو ایس صفحات ۴۵-۷۷۔ لیکن دوسری صورتوں میں زوجین کی انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کے متعلق صرف انگلستان کا قانون نافذ کیا جائے گا، خواہ جائداد قبل ازدواج پیدا کی گئی ہو یا بحالت ازدواج۔

818

دفعہ ۱۶۸۔ بلا وصیت فوت ہونے کی حالت میں، انگلستان کی جائداد غیر منقولہ انگلستان کے قانون کے مطابق ورثا کو پہنچتی ہے، خواہ متوفی کا ذاتی قانون کچھ ہو۔ دیکھو دفعات ۱۶۸، ۱۶۹۔

دفعہ ۱۶۹۔ کوئی محدود حق استفادہ، یا بلا کفالت، یا دوسری قسم کی تقسیم ملکیت انگلستان کی اراضی کے متعلق عمل میں نہیں آسکتی؛ اور نہ انگلستان کی کوئی غیر منقولہ جائداد، بشمول پٹہ چند سالہ کے، اشخاص زندہ میں منتقل ہو سکتی ہے؛ اور نہ کوئی انگلستان کی غیر منقولہ جائداد وصیت کے ذریعہ سے عطا ہو سکتی ہے، جب تک وہ اس شکل میں نہ ہو، جو انگلستان کے قانون میں، ان مختلف مقاصد کیلئے مقرر ہے۔

سنہ ۱۹۲۵ء کا ایکٹ انتقال اراضی، دستی یا باہم کو حقیقی قائمقام قرار دیتا ہے، جسپر انگلستان کی تمام غیر منقولہ جائداد، جس کا حق کسی شخص کو اسطرح حاصل ہو، کہ اس میں کسی دوسرے شخص کو حق پس ماندگی (survivorship) نہ ہو، اس کی موت پر، کسی وصیتی انتقال کی موجودگی میں بھی، اسی وصی یا ہستم کی طرف منتقل ہوگی"۔ ایسے قائمقام کو دیون اور وصیتی کے ادا کرنے کی غرض سے جائداد غیر منقولہ کا انتظام کرنا ہوگا؛ اور اس پابندی کے ساتھ، ان لوگوں کے فائدہ کے لئے جو از روئے قانون، اسکے مستحق ہیں، جائداد مذکور کو امانتاً رکھنا پڑے گا۔ ایکٹ وصیت، البتہ قانون مقام وقوع متصور ہوگا، اور اسی سے، ایسے وصیت نامہ کی شکل کا تصفیہ ہوگا جس سے انگلستان کی حقیت، قابل ارث (Free holds) میں حق استفادہ کا تعین ہوتا ہو۔ قائمقام کی قانونی ملکیت، ایک درمیانی ملکیت متصور ہوگی۔

انگلستان کی اراضی اگر میعادی، یعنے چند سال کیلئے ہو تو بحالت موت، اس کے منتقل ہونے کا یہ قاعدہ ہے کہ اس کی قانونی حقیت بصرف پر و بیٹ یا سند اہتمام کی بناء پر منتقل ہوتی ہے، اور ایسے انتقال کے لئے جس شکل یا صورت کی ضرورت واقع ہوتی ہے، اس کا جواب، ان شرائط کی تشریح میں دیا جا چکا ہے، جو حصول پروبیٹ یا سند اہتمام کی منظوری کے لئے ضروری ہیں۔ اس موقع پر ہم کو صرف انتقال حق استفادہ سے بحث ہے، خانگی قانون بین الاقوام کے متعلق، انگلستان میں جو رائے قرار پائی ہے، اس کے لحاظ سے، ایسے انتقال کے لئے، وصیت نامہ

کا جس شکل میں ہونا ضروری ہے، اس کا تصفیہ قانون مقام وقوع سے ہونا لازم ہے؛ مگر یہاں ایک دقت پیش آتی ہے، اس بناء پر کہ انگلستان کی حقیت پٹہ lease hold کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں، یعنے غیر منقولہ اور منقولہ کی ۔۔۔ مقدم الذکر کا تعلق صحیح طور سے قانون مقام وقوع سے ہے، اور اس میں تمام ذاتی لحاظ نا قابل توجہ ہونے چاہئیں، مگر انگلستان میں جو قواعد حقیت پٹہ کو بحالت فوت منتقل کرنے کے متعلق جاری ہیں، ان کا تعلق موخر الذکر حیثیت سے ہے ۔۔۔ اور اس بناء پر اس میں ذاتی لحاظ کی آمیزش ہو جاتی ہے۔ ایسے مواقع پر، ایکٹ وصیت ناموجات، اور اجرائی ایکٹ مذکور سے پہلے کا قانون متعلقہ وصیت ناموجات اور قانون تقسیم statute of distribution بر بنائے توطن ہمیشہ کام میں لائے جاتے رہے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے، کہ اس معاملہ میں کوئی ایسا قانون مقام وقوع نہیں ہے، جیسا کہ انگلستان کی حقیت قابل ارث کے بارہ میں موجود ہے۔ ایسی حالت میں، اس مشکل کو حل کرنے کے لئے، جو صورت اختیار کیجا سکتی ہے، اور جس پر سب سے کم بیقاعدہ ہونے کا اعتراض ہو سکتا ہے، وہ یہی ہے، کہ یا تو صرف ایکٹ وصیت ناموجات منتخب کر لیا جائے، یا ایکٹ وصیت ناموجات اور لارڈ کنگس ڈاون کا ایکٹ، بلحاظ حالت مخصوصہ مقدمہ، ملا جلا کر، انگلستان کی حقیت پٹہ کے وصیت نامہ کی شکل کے لئے، قانون مقام وقوع قرار دیا جائے؛ اور اسطرح، وصیت نامہ نہ ہونے کی صورت میں، حق استفادہ حقیقت پٹہ کے متعلق، قانون تقسیم، قانون مقام وقوع ٹھرا لیا جائے۔ چنانچہ مقدمہ ڈنکن بنام لاسن میں، جس کا ذکر دفعہ ۱۶۴ کی تحت میں ہو چکا ہے، موخر الذکر صورت کے مطابق عمل ہوا، لیکن دوسری صورت کے متعلق جو مقدمات پیش آئے، انکو جانچنا ضرور ہے۔

مقدمہ ڈی فاگاسیر پاسس بنام ڈو بورڈ (۱۸۸۱) ۱۱ ایل۔ آر۔ آئرلینڈ

۱۲۴۔ جج، وارن میں خانگی قانون بین الاقوام کی اغراض کے لئے، یہ قرار پایا، کہ آئرلینڈ کی حقیت پٹہ کے متعلق (جس کی حالت مثل انگلستان کی حقیت پٹہ کے ہے) جو وصیت کیجائے، اسکی شکل اور صورت، قانون وصیت ناموجات کے مطابق ہونی چاہئیے، اور وہی اس کی صحت کا معیار ہے۔ اور جب وصیت نامہ اس کے مطابق پایا گیا تو منیذ اہتمام معہ وصیت نامہ

214

جو حیثیتی اثاثہ واقع آئرلینڈ تک محدود تھی، اس غرض سے عطا کی گئی کہ وصیت
کا عمل اس کے متعلقہ حق استفادہ کی نسبت ہو سکے۔ موصی، فرانسیسی رعایا
اور فرانس ہی کا متوطن تھا، وصیت نامہ اس کے ملک توطن کے قانون
کے مطابق نہ بروقت تحریر تھا، اور نہ اسکی فوت کے وقت، اور اس لیے
بجز خانگی قانون بین الاقوام کی مدد کے، نہ پروبیٹ مل سکتا تھا اور نہ سند
اہتمام ترکہ، اور لارڈ کنگسٹس ڈاؤن کے ایکٹ کا جس سے اس معاملہ میں
کوئی مدد نہیں مل سکتی تھی، کوئی تذکرہ بحیثیت معیار کے نہیں کیا گیا تھا۔ مقدمہ
پیپن بنام بورویر [۱۹۰۰] ۲۔ چانسری ۴۔ ۵۔ بج، کیکوچ ہیرجیس کی ایڈ
[۱۹۰۲] ۱۔ چانسری ۲۴۔ بج، ڈگھن وبیتس۔ رومر۔ کوزن ہارڈی نے
کی، وصیت نامہ موصی کی وفات کے وقت اس کے مقام توطن کے قانون
کے مطابق تھا، اور جو سند اہتمام ترکہ اس کے ساتھ منسلک تھی، وہ لارڈ کنگز ڈاؤن
کے ایکٹ کی مدد کے بغیر عطا ہوئی تھی، چونکہ وہ ایکٹ وصیت نامجات کے
مطابق نہ تھی، اور وہی ایکٹ بطور معیار کے مذکور ہوا تھا، اسلئے انگلستان کے
پٹہ کا حق استفادہ جس کی نسبت وہ وصیت تھی، قریب تر رشتہ دار کو دلایا گیا۔
برخلاف اس کے، ایک انگریز متوطن چلی کا وصیت نامہ جو چلی کے قانون کے
مطابق تھا، انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کے منتقل کرنے کے لئے کافی
تصور ہوا، اور وہ اسطرح مرتب اور مصدق ہوا تھا کہ اسکی تکمیل ایکٹ وصیت نامجات
کے مطابق صحیح اور جائز تھی۔ مقدمہ نکلاس ہنٹر بنام نکلاس [۱۹۲۱] ۲۔ چانسری۔
۱۱۲۔ بج، ایو کو

مقدمہ گراسی۔ اسٹیر فیلڈ بنام گراسی [۱۹۰۵] ۱۔ چانسری ۵۰۴۔ بج، بگلے،
میں، موصی نے جو انگلستان کی رعایا تھا، اپنا وصیت نامہ، وصیت نامجات کے ایکٹ
کے مطابق نہیں، بلکہ مقام ترتیب کے قانون کے مطابق مرتب کیا تھا، اور وہ
لارڈ کنگسٹس ڈاؤن کے ایکٹ کی دفعہ (۱) کے تحت میں پروبیٹ کے لئے
منظور کر لیا گیا، اور قرار پایا —— کہ اس سے انگلستان کی حقیت پٹہ اس بنا پر
منتقل ہو گئی کہ دفعہ مذکور میں یہ حکم ہے کہ "وصیت نامہ پروبیٹ کی منظوری کیلئے،

جائز متصور ہوگا؛ اور اسکا قائمقام ہو کر ایسے مقاصد کے لئے جو حسب قانون انگلستان، پروبیٹ سے پیدا ہوتے ہیں، نافذ سمجھا جائیگا"۔ یہ ڈیل بین بنام بورویر کے مقدمہ کے اصول سے بمشکل مطابق ہوسکتی ہے؛ اس میں سند اہتمام ترکہ معہ وصیت نامہ کے متعلق بجوشل پروبیٹ کے ہے؛ یہ قرار پایا تھا کہ اس سے وہ نتائج نہیں پیدا ہوسکتے جو فاضل جج نے پروبیٹ کی طرف منسوب کئے ہیں۔ لیکن اگر ہم قانون مقام وقوع کو ایکٹ وصیت نامجات اور لارڈ ونگسٹن کے ایکٹ کا مجموعہ مخصوص حالات کے لحاظ سے قرار دیں تو اس فیصلہ کا اصول، مقدمہ بین بنام برویر اور آئرلینڈ کے مقدمہ کے اصول سے مخالف نہیں رہتا۔ یہ امر کہ خاص حالات میں انگلستان کے قانون کا کیا فیصلہ ہوگا، حقیقی قانون مقام وقوع کے سوال سے نہ زیادہ بعید ہے اور نہ میری رائے میں کسی طرح، اس سوال سے کچھ کم معقول ہے کہ جو شخص بحالت توطن انگلستان میں فوت ہوجائے اسکے متعلق انگلستان کا وہ قانون کیا عمل کرتا ہے، جو انگلستان کی حیثیت سے اسکے متعلق، وصیت نامہ کی شکل کی صحت کا معیار، صرف ایکٹ وصیت نامجات کو قرار دیتا ہے۔

215

انگلستان کی جائداد غیر منقولہ ایک ایسے وصیت نامہ کے ذریعہ سے منتقل ہوگئی جس پر صرف تین آدمیوں کی شہادت تھی؛ یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جبکہ اس مقصد کے لئے انگلستان میں یہی شکل رائج تھی؛ اگرچہ وصیت نامہ سمندر پار مرتب ہوا تھا۔ کوپن بنام کوپن (۱۷۲۵) ۲۔ پی۔ ڈبلیو۔ ۲۹۱۔ جج، کنگ۔ دیکھو مقدمہ اڈمس بنام چیٹرک متذکرہ دفعہ ۵۶۔

دفعہ ۱۵۷ معاہدات، وصیت نامجات، یا دوسرے انتقالات متعلقہ جائداد غیر منقولہ کی دستاویزات کی تعبیر کی نسبت کوئی عام قاعدہ مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ قانون مقام وقوع جائداد غیر منقولہ زیر بحث کا قاعدہ مقررہ تعبیر، اس امر کا مانع ہوگا کہ کوئی دستاویز جائداد غیر منقولہ پر موثر ہو، جب تک کہ وہ قانون مذکور کے مطابق مرتب نہ ہوئی ہو؛ لیکن دوسری صورت میں تمام حالات بشمول قانون مقام معاہدہ، یا تکمیل، اور وصی یا دوسرے منتقل کرنیوالے، اور فریقین کی قومی خصوصیات

یا توطن پر معقول توجہ کرنی پڑے گی۔

ایک اسکاٹ لینڈ کے باشندے نے بذریعہ وصیت نامہ جو اسکاٹ لینڈ کی مروجہ شکل میں مرتب ہوا تھا، اپنی اسکاٹ لینڈ اور انگلستان کی جائداد غیر منقولہ اپنے بیٹے اور اپنے صلب کی اولاد ذکور کے حق میں وصیت کی۔ قرار پایا ہے کہ ان الفاظ سے انگلستان کی جائداد کے متعلق حیثیت محدود و قابل ارث (estate tail) پیدا ہو جاتی ہے، اگرچہ ان سے اسکاٹ لینڈ کی جائداد کے متعلق ایسا حق پیدا نہیں ہوتا۔ انگلستان کے قانون مقام وقوع میں تعبیر کا جو معین قاعدہ مقرر تھا اس کی پابندی کی گئی ہے اور انگلستان کی اراضی کے ذیلی حقوق کا تعین اسی قانون کی رو سے ہونا چاہیے بمقدمہ ٹر[1914] ۱۔ چانسری۔ ۱۱۵ منج، وارنگٹن بالمقابل مقدمہ اسٹنہ بنام ٹک۔ ۸ مرانی ۱۵۷۔ منج، سلبورن۔ واٹسن۔ فٹز جیرالڈ میں موصی متوطن انگلستان نے بذریعہ وصیت نامہ کے جو کہ بطریق انگلستان مرتب ہوا تھا، جائداد موقوعہ انگلستان و اسکاٹ لینڈ چھوڑی۔ قرار پایا ہے کہ تمام وصیت نامہ کی تعبیر انگلستان کے قانون کے مطابق ہونی چاہیے اور اس سے اسکاٹ لینڈ اور نیز انگلستان کی جائداد غیر منقولہ میں صرف حیثیت حین حیاتی پیدا ہوتی ہے۔

مفصلہ ذیل مقدمات وہ ہیں جن میں سکے یا اس مقام کا تعین جہاں رقم کا ادا کرنا مقصود تھا، یا جو شرح سود مقرر ہوئی تھی، اس کا تعین کسی اور طریقہ پر نہیں ہوا تھا: اور جن میں وصیت یا انتقال کی بناء پر ایسے ملک کی موقوعہ اراضی پر رقم عائد کی گئی تھی، جو اس ملک سے مختلف تھا، جہاں وصیت یا انتقال عمل میں آیا تھا، یا جس میں موصی یا منتقل کرنے والا متوطن تھا۔

مقدمہ فلپس بنام انگلسی (۱۷۲۱) ۱۔ پی۔ ڈبلیو۔ ۶۹۶۔ ۵۔ ون۔ ایر۔ ۲۰۹۔ منج، پارکر مقدمہ واس بنام رائٹ ول (۱۷۲۲) ۲۔ پی۔ ڈبلیو۔ ۸۸ منج، مکلیس فیلڈ، مقدمہ لینسڈون بنام لینسڈون (۱۸۲۰) ۲۔ بی۔ ایل۔ ۶۰۔ منج، ایلڈن۔ ریڈسڈیل: ان سب مقدمات میں، فیصلہ موصی یا منتقل کرنے والے کے مقام توطن کے سکے کی تائید میں ہوا، مگر اولاً مقدمہ قرار پایا، جہاں وہ جائداد

واقع تھی (جس) پر یہ رقم عائد کی گئی تھی۔ مقدمہ ہوسس بنام ہوس (۱۸۲۰) ۱۔ رو۔ و۔ سے ۔۔۔ ۶۶۰۔ بج؛ تیج میں موصی وصیت کے وقت اسی ملک کا متوطن تھا جس میں وہ جائداد واقع تھی، جس پر سالانہ رقم کا بار عائد کیا گیا تھا۔ فیصلہ اس ملک کے اسی وقت کے مروجہ سکے کے حق میں کیا گیا؛ اگرچہ اس کی موت کے قبل سکہ اور نیز اس کا مقام توطن بدل گیا تھا جس صورت میں تملیک نامہ ازدواج کی بنا پر جو انگلستان کے قاعدہ کے مطابق مرتب ہوا تھا رقم جائداد موقوعہ آئرلینڈ پر عائد کی گئی تھی، اور فریقین بھی بظاہر انگلستان یا اسکاٹ لینڈ کے رہنے والے تھے؛ یہ قرار پایا۔ کہ تملیک نامہ میں کسی ایسے لفظ کے نہ ہونے سے جس سے اس کے خلاف کوئی امر مستنبط ہوتا ہو آئرلینڈ کی شرح سود نافذ ہونی چاہیے۔ مقدمہ الفور بنام کوپر (۱۸۰۲) ۲۳۔ چانسری ڈویزن ۲۷۴۔ بج؛ ابیلیٹ۔ و۔ لنڈ سے جس کا تائیدی حوالہ جسٹس کوزنس ہارڈی نے مقدمہ ڈارکیس سیوبی بنام ڈارکیس [۱۹۰۲] ۱۔ چانسری صفحہ ۹۶، میں دیا ہے۔

216

مفصلہ ذیل مقدمات اس سوال کے متعلق ہیں کہ آیا غلام، جانور، اور دوسری جائداد منقولہ جو اس حقیت کے استفادہ کے لئے ضروری ہو، ایسے وصیت نامہ کے ذریعہ سے منتقل ہو جاتی ہے جس میں موصی نے صرف حقیت کا ذکر کیا ہو؟ — قرار پایا کہ وہ جملہ اشیاء، اس ملک کے مفہوم کے مطابق جہاں جائداد واقع ہو، حقیت کے ساتھ منتقل ہو جاتی ہیں۔

وشنگٹن بنام سیول (۱۸۲۷) ۱۔ سم۔ ۴۳۵۔ بج؛ ہارٹ۔ و۔ اسٹورٹ بنام گارنٹ (۱۸۲۰) ۲۔ سم۔ ۲۹۸۔ بج؛ شاذ دل؛ موخر الذکر مقدمہ میں موصی اسی ملک کا متوطن تھا جہاں جائداد واقع تھی؛ مگر مقدم الذکر مقدمہ میں یہ حالت نہ تھی۔

دفعہ ۱۷۱ — جائداد غیر منقولہ میں حصول "حقوق بربنائے قدامت" (Prescription) کی میعاد، قانون مقام وقوع جائداد پر منحصر ہوتی ہے۔

بیک فورڈ بنام وڈ (۱۸۰۵) ۱۶۔ وس۔ ۷۰۔ فیصلہ پراوی کونسل بصدر گرانٹ؛ غیر حاضروں کے متعلق، جب کہ بصراحت تذکرہ نہ ہو، کوئی استثنا جائز

نہیں رکھا گیا؛ اگرچہ وہ لوگ کبھی مقام وقوع جائداد پر نہیں آئے تھے" مقدمہ پیٹ (١٨٦٩) ایل۔ آر۔ ٧۔ ای کیو۔ ٢٠٢۔ بنچ جمیتس میں؛ جو رقم، ہندوستان میں، اراضی کی فروخت سے حاصل ہوئی تھی۔ ۔ اور مقدمہ پیٹ بنام ڈیکری (١٨٧٦) ٢۔ جانسری۔ ڈویژن ٢٩٥۔ بنچ بال میں: جو لگان اور منافع، اراضی واقع جمیکا سے حاصل ہوا تھا۔ اس کا اہتمام، انگلستان کی عدالت کے ذریعہ سے انجام پانا قرار پایا؛ اور جو دعاوے ان کے متعلق تھے ان کا تصفیہ اس مقام کے قانون حقوق برنائے قدامت سے کیا گیا، جہاں سے وہ حاصل ہوا تھا"

دفعہ ٢٧١ انگلستان کی عدالتیں مجاز ہیں کہ ملک غیر کے مالک جائداد غیر منقولہ یا اس میں حق رکھنے والے شخص کو اس پر مجبور کریں ۔ بشرطیکہ ان کو شخص مذکور کی ذات پر اختیار حاصل ہو ۔ کہ وہ جائداد کی حقیت یا اپنے حق کو، اس غرض سے فروخت کر دے، کہ اس سے ان ذمہ داریوں کی تکمیل ہو سکے، جو خود اسی کے معاہدہ یا ہرجہ سے، جائداد مذکور کے متعلق پیدا ہوئی ہوں۔ اور ان ذمہ داریوں کا اندازہ ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ کے قانون مقام وقوع سے نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ خانگی بین الاقوام کے قواعد سے ہوگا؛ جو ان ذمہ داریوں کے متعلق ہیں، جو معاہدہ یا ہرجہ کی بناء پر، یا ان سے پیدا ہوتی ہیں"۔ اگر فی الحقیقت اس ملک کا قانون جہاں جائداد واقع ہے، مدعی علیہ کو، ایسے عمل کی اجازت نہیں دیتا، یا ایسا نہیں کرنے دیتا جیسا کہ عدالت حکم دینا مناسب تصور کرتی ہے، تو ایسی حالت میں، مدعی علیہ کو، کسی ایسے فعل کے کرنے کا حکم دینا، محض فضول اور بیجا ہوگا؛ لیکن اگر ایسے موانع نہ ہوں، تو اس ملک کی عدالتیں، ان معاہدات پر، اختیارات رکھنے کی بناء پر، جو یہاں کئے گئے ہوں، یا ان فریقین میں مساوات قائم کرنے کی غرض سے، جو اس ملک میں رہتے ہوں، خود اپنے قواعد پر عمل کریں گی؛ اور اس کی کچھ پروا نہ کریں گی، کہ ایسے معاہدات کا اس ملک میں کیا اثر ہوگا جہاں جائداد واقع ہے؛ یا وہاں کی عدالتیں، ایسی نصفت رسانی کے متعلق، کس طرح عمل پیرا ہوں گی؟"

جو انتخاب اس دفعہ میں دیا گیا ہے، وہ لارڈ کالن ہام کی اس تجویز سے

217

ہے، جو انھوں نے پولارڈ کے یکیفرنہ مقدمہ (۱۸۴۰) مونٹ وجار۔ ۲۲۹ اا صفحہ ۲۵۰)۴۔ ڈیکین ۲۷۔ میں صادر کی تھی؛ اس مقدمہ میں، ایک معاہدہ ضمانت کی تعمیل جس کی شکل انگلستان کی دستاویز استحقاق کے رہن کی سی تھی، اسکاٹ لینڈ کی اراضی پر بمقابلہ مدیون کے منتقل الیہ کے، جو کارروائی دیوالیہ میں مدیون کے قائمقام کی حیثیت رکھتا تھا، کرائی گئی، اگرچہ معاہدۂ مذکورہ بجائے خود، اسکاٹ لینڈ کے قانون کی رو سے ناقابل نفاذ تھا۔ مقدمہ سنگیجا بنام کنگیجا [۱۸۹۲] اے۔ سی صفحہ ۱۷۵ میں جو کچھ لارڈ میکناٹن نے لکھا وہ ضرور قابل لحاظ ہے؛ "انگلستان کی عدالت چانسری کے قواعد، اگر سختی کے ساتھ، ان اراضی جائدادوں کی کارروائیوں سے متعلق کئے جائیں، جو ملک غیر کے رہنے والوں کے معاملات میں، ملک غیر کے قوانین کے تحت میں عمل میں آتی ہیں، اور جن کے تعلقات صحیح طور سے، امین یا ماموں لہ کے نہیں ہوتے، تو اس میں، ایک درجہ بے انصافی کا اندیشہ ہے"۔

مقدمہ ارگلاس بنام میوزکیپ (۱۹۰۲) ۱۔ ورن ۷۵۔ بج، ناٹنگھام میں ایک حکم جاری ہوا، جس سے وہ بار، جو مدعی کی اراضی واقع آئرلینڈ پر براہ فریب عائد ہوا تھا، اٹھالیا گیا۔ مقدمہ رانگس بنام انس (۱۷۴۱) مقدمات ویسٹ۔ بج، ہارڈوک میں، ایک حکم، بابت قبضہ اراضی واقع اسکاٹ لینڈ بر بنائے فریب؛ مقدمہ پن بنام بالٹیمور (۱۷۵۰) ۔ ورس سینئر ۴۴۴۔ بج، ہارڈوکٹ؛ ایک معاہدہ تصفیہ سرحدات نوآبادی امریکہ کی تعمیل مختص کے متعلق؛ مقدمہ گرنیسٹادن بنام جانسٹن (۱۷۹۶) ۲۔ ورس۔ ۱۷۰۔ بج، ارڈن؛ جیکس بنام بڑنی (۱۸۰۴)۔ ۱۰ ورس۔ ۱۶۴۔ بج، ایلڈن؛ ہوائٹ بنام ہال (۱۸۰۶) ۱۲۔ ورس ۳۲۱۔ بج، ارسکن؛ احکام بمقابلہ وائنیں سکے جن کی نسبت یہ الزام تھا، کہ انھوں نے فریب سے، عدالتی فروخت کی اجازت مقام وقوع جائداد، یعنے ویسٹ انڈیز میں حاصل کی تھی۔ مقدم الذکر مقدمہ میں، سر آرپی آرڈن نے مدعی علیہ کو، اس جائداد کا جو اس نے حاصل کی تھی، امین قرار دیا، "بغیر یہ کہے ہوئے، کہ یہ فروخت وہاں، یعنے مقام وقوع جائداد میں، از روئے قانون یا

نصفت منسوخ ہو سکتی تھی۔" اور اسقدر اضافہ کیا، "کہ میں یہ قاعدہ بطور عام
قرار دیتا ہوں کہ عدالت ہذا اس کو کسی ملک کے قانون سے استفادہ کر کے
صریح ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیگی۔" ۲۰۔ دسمبر ۱۸۴۰ء۔ کوڈ بنام کوڈ (۱۸۴۲ء)
۹۔ جر (سلسلہ جدید) ۱۲۳۲۔ جج، ارتھ: ایک مالک اراضی واقع چلی کا امین
قرار دیا گیا، اور اس کو اجازت دیگئی کہ وہ تمام کارروائی اس معاہدہ فروخت
کی تعمیل سے متعلق عمل میں لائے جس کی نسبت چلی کی عدالتیں یہ طے کر چکی ہیں
کہ اس کا وجود نہیں ہے، اور اس کو ان عدالتوں میں مزید کارروائی عمل میں
لانے کا حکم دیا گیا۔ مرکنٹائل ان وسٹمنٹ اینڈ جنرل ٹرسٹ کمپنی بنام ریور پلیٹ
ٹرسٹ لون اینڈ ایجنسی کمپنی [۱۸۹۲] ۲۔ چانسری ۳۰۳۔ جج، نارتھ: دعویٰ
منظور کیا گیا، جس صورت میں کہ مدعی علیہ کمپنی نے ملک غیر کی ایسی اراضی لی تھی،
جس پر مالک سابق نے ایک مطالبہ (Equity) عائد کر دیا تھا۔ ڈ وڈر بنام
امسٹرڈم رائل کنسٹور [۱۹۰۲] ۲۔ چانسری ۱۳۲۔ جج، بائرن: برازل کی اراضی
پر مطالبہ کا عائد کیا جانا۔ برٹش ساؤتھ افریقہ کمپنی بنام ڈی بیرس کانسولیڈیٹڈ
مائنس لمیٹڈ [۱۹۱۰] ۲۔ چانسری ۵۰۲۔ جج، کوزنس ہارڈی: فارول
وکنیڈی جج، جنہوں نے جسٹس ایو ہی کی تجویز کو بحال رکھا (جس کی رائے انگریزی
قانون کے متعلق منسوخ کر دیگئی تھی [۱۹۱۲] اے۔ سی۔ ۵۲) انگلستان کا
قانون مانع انفکاک کا استعمال اس بار پر کیا گیا، جو انگلستان میں ملک غیر کی
اراضی پر عائد کیا گیا تھا۔ ایک ایسے مقدمہ میں جس میں موصی نے ایک انگریزی
دستاویز کے ذریعہ سے جائداد غیر منقولہ موقوعہ ملک غیر میں اپنے حصہ پر
بضمانت ادائی ایک قرضہ کے ایک بار عائد کیا تھا، اور عند الطلب رہن نامہ
لکھدینے کا معاہدہ کیا تھا، باتباع اس فیصلہ کے حکم دیا گیا کہ مہتممان ترکہ موجودہ
انگلستان باضابطہ رہن نامہ کی تکمیل کر دیں۔ ملک غیر کے قانون کی رو سے،
اس رہن کا بار بجائز طور سے جائداد پر عائد نہیں ہوتا تھا، مگر معاہدہ کی تعبیر انگریزی
قانون کے لحاظ سے ہونی چاہیے تھی، اور فریقین میں سے کسی ایک شخص کا
فوت ہو جانا قانون تعبیر میں کسی تغیر اور تبدیل پیدا کرنے کے لئے کافی

218

نہ تھا۔ مقدمہ اسمتھ [۱۹۱۶] ۲ - چانسری ۲۰۶ - جج، آیو: اسیطرح کا عمل،
اس مقدمہ میں ہوا جس میں اراضی موقوعہ فرانس کے انگریزی معاہدہ فروخت
میں یہ شرط تھی کہ بائع کا حق بغیر طلب کے تسلیم کیا جائیگا اور اگر خواہش
کیجائیگی تو جائداد بائع ہی کی نام قائم رکھی جائیگی۔ اس صورت میں بائع
کو لازم ہوگا کہ وہ بحق مشتری ایک اقرار نامہ بشمول اعلان امانت لکھ دے۔
قرار پایا کہ اگرچہ فرانس کے قانون کے لحاظ سے کسی دستاویز انتقال کی ضرورت
نہ تھی مگر انگلستان کے قانون کے لحاظ سے بعض امور تکمیل طلب
تھے اور اس لئے عدالت البقیہ زر ثمن کے دعوی کو سماعت نہیں کر سکتی تھی۔
مقدمہ العفورڈ بنام کلارک [۱۹۱۵] ۵۶ - ایل۔ ٹی۔ ۹۸ - جج، شیرمین مقدمہ
بلیک پوائنٹ سنڈیکیٹ بنام ایسٹرن کانسیشنز لمیٹڈ [۱۸۹۸] ۹۶ - ایل۔ ٹی۔
۶۵۸ میں جسٹس اسٹرلنگ نے کہا کہ اگر ملک غیر کی اراضی سے استفادہ
کے معاہدہ کی تعمیل کے متعلق عدالت کو کوئی اختیار حاصل ہے تو اس کا
استعمال نہایت احتیاط کے ساتھ ہونا چاہیے۔

جو مقدمات تملیک نامہ یا دوسرے دستاویزات کے امنا کے مقابلہ
میں بغرض تکمیل امانت دائر کئے جائیں اور ان میں ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ
شریک ہو، ان کا تعلق بھی اسی دفعہ سے ہے۔ ایسے اور نیز ان تمام مقدمات
میں جو اس دفعہ کی تحت میں دائر ہوں ملک غیر کی جائداد کیلئے بحالت
ضرورت رسیور مقرر کئے جائینگے۔ ہرسین بنام گرنی (۱۸۲۱) ۲ جیکب و ڈبلیو
۵۶۳ - جج، ایلڈن۔ کلارک بنام ارمنڈ (۱۸۲۱) جیکب ۱۱۶ - ۱۲۱ -
جج، ایلڈن۔ مقدمہ ہرسین بنام گرنی میں امنا کو ہدایت کی گئی کہ وہ عدالت
مقام وقوع میں اس امانت کی تعمیل کے لئے انگلستان میں ڈگری پانے کے
بعد مزید کارروائی سے باز رہیں جس صورت میں ایک موصیہ متوطن اسکاٹ لینڈ
نے اسکاٹ لینڈ کی جائداد غیر منقولہ کو بعض امانت میں منتقل کر دیا تھا، انگلستان
کی عدالت نے قرار دیا کہ جائداد امانتی کی فروخت کے لئے درخواست اسکاٹ لینڈ
کی عدالت سشن میں پیش ہونی چاہیے۔ مقدمہ چارجس [۱۹۲۱] ڈبلیو۔ این۔

۱۴۱۔ بی جی، سارجنٹ؛ بعض اشخاص نے حقوق معدنیات موقوعہ ایکاڈور کے متعلق، نیو یارک میں ایک معاہدہ کیا؛ اور یہ قرار دیا؛ کہ اس معاہدہ کی نسبت یہ سمجھا جائیگا کہ وہ لندن میں کیا گیا؛ اور وہیں تکمیل پایا۔۔۔۔ عدالت نے تجویز کی: کہ اس کو اختیار سماعت حاصل تھا؛ اگرچہ مدعی علیہ نے انگریزی عدالت سے سمن کے جاری ہونے کے بعد اس معاہدہ کے متعلق نیو یارک میں کارروائی شروع کر دی تھی؛ مقدمہ برٹش کنٹرولڈ آئیل فیلڈس لیمیٹڈ بنام اسٹیگ [1921] ڈبلیو۔ این۔ ۳۱۹۔ بی جی، سارجنٹ ؛

مقدمہ جینی بنام میکنٹاش (۱۸۸۶) ۳۳۔ چانسری ڈویزن۔ ۵۹۵۔ بی جی، نارتھ میں منجملہ چند مدعی علیہم کے جن کو اراضی موقوعہ ٹرینیڈاڈ میں حقوق حاصل تھے؛ ایک مدعی علیہ پر بیرون حدود اراضی عدالت؛ اجرائی سمن کی اجازت دیگئی؛ اراضی مذکور میں حقِ استفادہ، قانون ٹرینیڈاڈ کی رو سے بذریعہ دستاویز دائمین محدود تھا؛ اور اسی کی تعمیل کی استدعا تھی؛ دوسرے مدعی علیہم انگلستان میں رہتے تھے ؛

منفصلۂ ذیل مقدمات سے؛ دفعہ ہذا کے آخری جز کی توضیح ہوتی ہے؛ انگلستان کے تمیلک ازدواجی کے ایک معاہدہ میں جو شرط اس جائداد کی تملیک کے متعلق تھی جو بعد ازدواج پیدا کیجائے؛ ناقابل نفاذ قرار پائی: جہاں تک کہ اسکا تعلق اراضی واقع جرسی سے تھا؛ قانون مقام وقوع کے لحاظ سے؛ بغیر کافی مالی بدل کے؛ امنا کے نام؛ انتقال باطل تھا۔ مقدمہ پیرس؛ ٹلسنٹ و پیرس بنام پیرس [1909] ۱۔ چانسری ۲۰۴۔ بی جی؛ آیتھ و بنک آف افریقہ لیمیٹڈ بنام کوہن [1909] ۲۔ چانسری۔ ۱۲۹ اشتذکرہ زیر دفعہ (۱۶۵) الف ؛

دفعہ ۱۷۳ لیکن جب صورت میں؛ ایسی دادرسی کی استدعا۔ جس کا اثر، ملک غیر کی موقوعہ اراضی پر پڑتا ہو؛ ان وجوہ کی بنا پر؛ جن کا ذکر دفعہ بالا میں کیا گیا ہے۔ تر کیجائے؛ تو انگلستان کی عدالت محض مدعی علیہ کی ذات پر، اختیار رکھنے کی وجہ سے جائداد ملک غیر کے متعلق حقوق کا تصفیہ کرنے؛ یا اس پر قبضہ دلانے سے؛ انکار کر دیگی؛۔ شاید یہ ممکن ہو؛ کہ وہ؛ ایسے حقوق کا؛ اس بنا پر

تعین کرنا منظور کرے گی اُسی کارروائی میں جائداد منقولہ بھی شریک ہے۔

اراضی ملک غیر کی تقسیم کے متعلق انگلستان میں دعوی نہیں کیا جا سکتا؛ کارٹرٹ بنام پیٹی (۱۶۷۶) ۲۔ ایس۔ ڈبلیو ۲۲۳۔ نوٹ ۲۰۱۔ سی۔ ایک سی اے ۲۱۴۔ انج فنچ؛ اور نہ ملک غیر کے وصیت نامہ کی صحت کی جانچ کیلئے کارروائی ہوسکتی ہے؛ بائیک بنام ہور (۱۷۳۹) ۲۔ ایڈن ۱۸۲۔ بجج ہیلی؛ اور نہ ملک غیر کی اراضی پر کوئی بار عائد کرنے کی کارروائی ہوسکتی ہے؛ اس بناء پر کہ مالک نے اُس کو ایک معاہدہ یا منصوبہ انتقال کی اطلاع کے ساتھ لیا تھا جس میں نہ وہ خود کوئی فریق تھا اور نہ شریک؛ مقدمہ نارس بنام چیمبرس (۱۸۶۱) ۲۹۔ بیو۔ ۲۴۶۔ بجج رومیلی جس کو جسٹس کیمبل نے بحال رکھا (۱۸۶۱) ۳۔ ڈی۔ ایف و جے۔ ۵۸۳؛ اور نہ کوئی کارروائی اس غرض سے ہوسکتی ہے کہ جس شخص نے ملک غیر کی وہ جائداد فروخت کر دی جس کی نسبت مدعی اپنے حق کا اظہار کرتا ہے اسکے زرِ ثمن کے متعلق شخص مذکور مدعی کا امین قرار دیا جائے؛ مقدمہ ہتھارن گریہام بنام ماسی (۱۸۸۲) ۲۳۔ چانسری ڈویژن ۷۴۳ بجج کے؛ اور نہ ملک غیر کی اراضی کے استقرار حق یا حق قبضہ کے متعلق؛ مقدمہ کمپنی بوزمبیک بنام برٹش ساؤتھ افریقہ کمپنی [۱۸۹۳] ۲۔ کیو۔ بی۔ ۳۵۸ تجویز لارنس وہائٹ جس کو رائٹ نے صادر کیا اور مرافعہ میں اس بحث سے دست برداری کرلی گئی؛ مقدمہ ڈی ہمپ بنام لر [۱۹۰۸] ۱۔ چانسری۔ ۸۵۶۔ بجج پارکر؛ مقام وقوع جائداد میں جو کارروائی جائداد غیر منقولہ کے متعلق ہو رہی ہو اسکے خلاف بادی النظری طور سے نہ کوئی حکم حاصل کیا جا سکتا ہے؛ مقدمہ ہور بنام اینگلو اٹیلین بنک (۱۸۷۹) ۱۰۔ چانسری ڈویژن ۶۸۱۔ بجج جیسل —

نیز ملاحظہ ہو؛ نارٹن بنام فلارنس لینڈ و پبلک ورکس کمپنی زیر دفعہ ۱۷۵ اگر

گرچہ اصول اس دفعہ میں بیان ہوا ہے وہ ایک زمانہ میں مضبوطی کیساتھ قائم نہ ہوا تھا؛ مقدمہ آرچر بنام پریسٹن جس کا حوالہ جسٹس ناٹنگھم نے دیا، مقدمہ انکلاس بنام سمیپ (۱۸۲۲) ۱ ورن ۷۷، میں دیا؛ اور مقدمہ کلڈ ڈیر بنام اسٹیس (۱۶۹۱) ۱ ورن ۴۱۹۔ بجج جیفریز۔ ٹرنگ فیلڈ وائکنسن ۱۰ د م

لارڈ لنگلیسی کا مقدمہ جس کا ذکر بطور اپنی ڈگری متعلقہ تصفیہ حدود اراضی
واقعہ آئرلینڈ کے، ہارڈوک نے مقدمہ پن بنام بالٹیمور ا۔ ویسی سن۔ ۴۴۴۔
میں کیا ہے۔ ان سب مقدمات میں کوئی وجہ صدور ڈگری بجز ذاتی اختیارات
سماعت کے ظاہر نہیں ہوتی۔ ان ڈگریوں کے صدور میں ممکن ہے کہ کچھ دخل
اس اعلیٰ اختیار کو ہو جو انگلستان کی عدالتیں اس وقت آئرلینڈ کی اراضی
کے متعلق استعمال کرتی تھیں، اور یہ سب مقدمات اراضی ہی کے متعلق تھے؛
لیکن مقدمہ فوسٹر بنام ویسل (۱۸۴۷) ۲۔ ایٹک۔ ۵۸۹ میں ہارڈوک نے
نوآبادیات کی وہی حیثیت قرار دی جو آئرلینڈ کی تھی۔ اور ناٹنگھام نے
مقدمہ کارٹریٹ بنام پٹی کا فیصلہ کیا تھا جس کا تعلق آئرلینڈ کی اراضی سے تھا۔
مقدمہ روبرڈیو بنام روس (۱۷۳۸) ۱۔ ایٹک۔ ۵۴۳۔ بج، ہارڈوک کی رپورٹ،
ناقابل فہم ہے بجز اس امر کے جس کا ذکر دفعہ ۱۷۶ کی تحت میں کیا گیا ہے۔

دفعہ ہذا کے آخری جز کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ مقدمہ بیزی بنام بیزی
(۱۸۳۹) ۱۔ بیو۔ ۲۱۸۔ بج لانگ ڈیل میں جس کو کاٹن ہام نے بحال
رکھا، مدعی علیہم ڈیمیرارا میں اس غرض سے کارروائی کر رہے تھے کہ وہاں کی بعض
اراضی میں اپنے حقوق قائم کرائیں، حجت یہ کی جاتی تھی کہ قانون مقام وقوع کے
لحاظ سے جائداد زیر بحث اس جائداد میں شریک ہو گئی ہے جو زوج
اور زوجہ میں مشترک تھی۔ مدعی کی استدعا یہ تھی کہ زوج نے جو تملیک نامہ اور
وصیت نامہ لکھا تھا (اور جو بحالت صحت حجت مدعی علیہم صرف اس کے حقوق
متعلقہ اراضی پر موثر ہو سکتا تھا) ان دونوں کی تعمیل کل اراضی اور جزا جائداد
منقولہ کی نسبت کرائی جائے۔ ۔۔۔ مدعی کو کامیابی ہوئی اور مدعی علیہم مزید کارروائی
ڈیمیرارا میں کرنے سے روک دیئے گئے؛ مقدمہ ہوپ بنام کارنیگی (۱۸۶۶)
ایل۔ آر۔ ۱۔ چانسری۔ مرافعہ ۳۲۰ میں بھی ۔۔ جس میں ٹرنر نے اسٹورٹ کی تائید
کی اور نائٹ بروس نے اختلاف ۔۔ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ دونوں شریک
تھیں (دیکھو دفعہ ۱۰۷) اگرچہ موخر الذکر جائداد کے متعلق عدالت مقام وقوع
کی کارروائی روک دی گئی تھی، کیونکہ یہ ثابت نہیں کیا گیا تھا کہ کارروائی حرف

اس جائداد کے متعلق تنہا بھی چل سکتی تھی ۔

مقدمہ تلاک بنام ہارٹلے (۱۸۴۱) ۱۔وائی وسی وسی۔سی ۔ ۱۱۴ بج٬ ٹانٹ ٹروس ٬ میں ٬ اراضی موقوعہ جمیکا سے ٬ ہبہ بالوصیت اور رقوم سالانہ کے ادا کرنے کی ڈگری کا دیا جانا ظاہر ہوتا ہے ٬ اور اس غرض کے لئے موصیہ کی جائداد موقوعہ جمیکا کے حدود کا دریافت کرنا اور اگر ضرورت ہو تو اس کا تصفیہ ٬ ان کمشنروں کے ذریعہ سے ہونا چاہئے جن کو انگلستان کی عدالت چانسری نے مقرر کیا ہو ۔

نیز ملاحظہ ہو ا مقدمہ گرے بنام منیٹو باو نارتھ ویسٹرن ریلوے کمپنی کینیڈا [۱۸۹۷] اے ۔سی ۔ ۲۵۴ ۔ جو ڈیشل کمیٹی ٬ اور مقدمہ کلنٹن وکلنٹس بنام کلنٹن [۱۹۰۳] ڈبلیو ۔ این ۔ ۲۰ ۔ بج ٬ جو کیس میں انگلستان کی عدالت نے ایک غیر منقولہ جائداد مشترکہ موقوعہ نوآبادی کے اس جزء پر اپنے اختیارات کو استعمال کیا ٬ جسے شریک متوفی نے امانت میں رکھا تھا ۔ نہ اس جزء پر جو براہ راست ٬ موصی کے وارث کو پہنچتا تھا ۔

دفعہ ۱۷۴ مالک غیر کی اراضی کے انفکاک رہن ٬ یا سقوط استحقاق انفکاک کا مسئلہ جداگانہ بحث کے قابل ہے ۔ یہ امر کہ ایک دین کی کفالت ٬ اس قسم کے رہن سے کی گئی ہے ! اس کا مانع نہیں ہے ٬ کہ مدیون اور دائن سے حساب لیا جائے ٬ اور ایسی عدالت ٬ جو مدیون کی ذات کی نسبت ٬ اختیار سماعت رکھتی ہو ٬ بقیہ رقم واجب الادا کے ادا کرنے کا حکم دے ۔ یہ امر بھی ٬ دفعہ ۱۷۳ کے خلاف نہیں ہے ٬ کہ مدیون کی رقم واجب الادا کے ادا کرنے کے بعد ٬ ایسی عدالت جسے اس کی ذات پر اختیار سماعت حاصل ہو ٬ جائداد کی واپسی ٬ یا اس کو بار کفالت سے سبکدوش کرنے کا حکم دے ٬ لیکن مدیون سے رقم نہ ادا ہونے کی حالت میں ٬ انفکاک کی ڈگری کا دیا جانا دفعہ ۱۷۳ کے خلاف ہوگا ٬ اور یہ نہیں سمجھا جا سکتا کہ مقام کفالت کی عدالت ایسی ڈگری کی کوئی وقعت کرے گی ٬ نہ اگر قانون مقام وقوع کی رو سے ٬ رہن مذکور ہنوز قابل انفکاک ہو ٬ اور اس مقصد کے لئے وہاں کارروائی شروع بھی ہو چکی ہو ۔ مگر باوجود ان تمام امور کے ٬ انگلستان کا عملدرآمد یہی ہے کہ ممالک غیر کی اراضی کے

320

انفکاک کی ڈگریاں دیجاتی ہیں ۔

مقدمہ ٹالر بنام کارٹیرٹ (۱۷۰۵) ۲ - ورن ۴۹۴ ۔ جج رائٹ ۔ پیگیٹ
بنام اٹھ (۱۸۷۲) ایل ۔ آر ۔ ۱۸ ۔ ای کیو ۔ ۱۱۸ ۔ جج بیکن ؛

اراضی ملک غیر کے انفکاک رہن کا مقدمہ، نہ صرف عدالت میں لیا گیا، بلکہ اس کی تائید میں، ایک حکم امتناعی، برخلاف اس کارروائی کے جاری کیا گیا جو مقام وقوع میں، انفکاک رہن کیلئے ہو رہی تھی، اس بناء پر کہ حسابات کا تصفیہ، زیادہ تر آسانی اور اطمینان کے ساتھ، انگلستان میں ہو سکتا ہے ۔

بیکفورڈ بنام کیمبل (۱۸۲۲) ۱ - ایس وایسٹ ۔ ۷ ۔ جج، لیچ ؛

اور سر شاڈول نے یہ رائے ظاہر کی کہ اراضی ملک غیر کے انفکاک رہن کے متعلق، قانون مقام وقوع، کام میں لایا جانا چاہیے ۔

مقدمہ بینٹ بنام ینگ (۱۸۳۸) ۹ سیم ۱۸۰ صفحہ ۱۹۰ ؛

اور یہ، عام طور سے صحیح ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو، تو محض ذاتی اختیار کی بنا پر، مدعی علیہ کی ملکیت، جائداد غیر منقولہ سے، جو اس کو قطعی طور سے، قانون مقام وقوع سے حاصل ہے، لیجا سکتی ہے جو دفعہ ۱۷۳ کے منشا کے خلاف ہے ۔ دیکھو دفعہ ۱۷۵ ۔ لیکن یہ دلیل، ذہر جگہہ اکارآمد نہیں ہے، اور قیاس غالب یہ ہے کہ جسٹس شاڈول، ایسی رائے کبھی نہ دیتے، ایسی حالت میں، کہ مدعی علیہ کسی خاص معاہدہ کا پابند ہوتا، جس کا تعلق کفالت سے محض ضمنی نہ ہوتا، تا کہ دفعہ ۱۷۲ کے اختیارات عمل میں لائے جائیں ۔

دفعہ ۱۷۵ جس حالت میں، کہ ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ کا مالک، یا حق استفادہ رکھنے والا، اپنے کسی معاہدہ یا افعال قابل ہرجہ کی بناء پر، جائداد مذکور کے متعلق، کسی ذمہ داری کا پابند نہ ہو، اور پھر اختیار سماعت مقدمہ تسلیم کر لیا جائے تو ایسی حالت میں، اس امر کا تصفیہ، قانون مقام وقوع، کے لحاظ سے ہونا چاہیئے کہ آیا وہ اپنی جائداد یا اسکے استفادہ سے کسی ایسے معاہدہ کی تعمیل کا پابند ہے، جو فریق ثالث نے جائداد مذکور یا اسکے منصوبہ انتقال، کے متعلق کیا ہو؟ ۔ اس بناء پر کہ اس کو جائداد مذکور کی ملکیت یا حق استفادہ حاصل کرتے وقت، ایسے معاہدہ یا منصوبہ انتقال کا علم تھا، یا کسی دوسری بنا پر ۔

مقدمہ مارٹن بنام مارٹن۔ سول بنام مارٹن (۱۸۳۱) ۲۔ ریو وے۔ ۵۰۷ جج تیج: ازدواج کے معاہدہ کے متعلق تھا؛ مقدمہ واٹرہاوس بنام اسٹین فیلڈ (۱۸۵۱) ۹۔ ہا۔ ۲۳۴ و (۱۸۵۲) ۱۰۔ ہا۔ ۲۵۴۔ جج ٹرنر؛ میں معاہدہ ضمانت اور مقدمہ کس بنام پاول (۱۸۶۹) ایل۔ آر۔ ۴۔ چانسری مرافعہ۔ ۱۴۱، میں جس میں جسٹس ہیڈرلے نے ٹرنگیفر(؟) کی تائید کی؛ ایک غیر رجسٹری شدہ تملیک نامہ زیر بحث تھا۔ اس کی نسبت قرار پایا؛ کہ وہ فریق ثالث کے مقابلہ میں ناقابل نفاذ تھا؛ کیونکہ وہ قانون مقام وقوع کی رو سے ان کے مقابلے میں نافذ نہیں ہوسکتا تھا؛ اور مقدمہ مارٹن بنام فلارنس لینڈ و پبلک ورکس کمپنی (۱۸۷۷) ۷۔ چانسری ڈویژن۔ ۲۲۲۔ جج جیسل میں نہ صرف یہ طے ہوا کہ اس امر کا انحصار قانون مقام وقوع پر تھا کہ آیا اراضی موقوعہ ملک غیر کے متعلق معاہدہ کفالت بمقابلہ فریق ثالث کے قابل تعمیل تھا یا نہیں؟ بلکہ یہ بھی تجویز ہوئی کہ عدالت مقام وقوع میں مقدمہ کا دائر ہوجانا؛ جس میں مسئلہ زیر بحث کا تصفیہ ہوسکتا ہے؛ دعویٰ کی (دوسری جگہ) سماعت کا قطعی مانع ہے۔

مقدمہ نلسن بنام برڈ یورٹ (۱۸۴۶) ۸۔ بیو۔ ۵۴۷۔ جج لینگڈیل؛ میں ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ کو بذریعہ وصیت نامہ ایک شاخ میں منتقل کردینے کی کوشش کی گئی تھی؛ اس ترکیب سے کہ وارث مندرجہ وصیت نامہ مقرر کردیا گیا تھا۔ جہاں تک کہ بلا خلاف ورزی قانون مقام وقوع ممکن ہو؛ وہ تعمیل امانت پر مجبور کیا جاسکتا تھا؛ کیونکہ اس نے وراثت قبول کرکے اپنے آپ کو ایک درجہ تک معاہدہ کا پابند کرلیا تھا۔ اس طور سے پابند ہوجانے اور اس ذریعہ سے ایک محدود حق استفادہ حاصل کرلینے کے بعد؛ قانون مقام وقوع میں تبدیلی واقع ہوئی؛ اور حق مذکور قطعی ہوگیا؛ اب وہ اس قطعی حق کو تعمیل امانت کیلئے مزید کام میں لانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا؛ بلکہ وہ اس کو محض اپنے لئے محفوظ رکھ سکتا ہے۔

دفعہ ۱۲۶ جب ایسی عدالت میں؛ جس کو مدعی علیہ کی ذات پر اختیار سماعت

حاصل ہو کسی رقم کا مطالبہ کیا جائے تو یہ عذر نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا کسی طور سے تعلق، ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ سے ہے ۔

مقدمہ کارٹریٹ بنام پٹی (۱۶۷۶) ۲۔ ایس ۔ ڈبلیو ۔ ۳۲۳ ۔ نوٹ ۲۔ چانسری۔ کنیڈا۔ ۴۲۱۔ ج، فیج: آئرلینڈ کی اراضی کے معمولی کاشتکاروں میں نقصان کا حساب ہو رابرڈ بنام روس (۱۷۳۸) ۱۔ ایک ۔ ۵۴۳۔ ج، ہارڈوک: سینٹ کراسٹوفر کی اراضی کے معمولی کاشتکاروں میں لگان اور منافع کا حساب ہو مقدمہ بلی بنام ایڈورڈز (۱۷۸۴) ج، تھرلو نے اسی نام کے مقدمہ ۲۔ ایس۔ ڈبلیو۔ ۲۰۷ میں جمیکا کی اراضی کے محاصل زمانہ قبضہ کا ذکر کیا جو ایک وصیت نامہ کی بنا پر قبضہ میں آئی تھی ۔ مقدمہ بائتھ پائی بنام دالفور ڈ (۱۸۰۶) ۳۲۔ چانسری ڈویژن ۔ ۶۲۴ ۔ ج، نارتھ: اشٹروہنگرین کے ایک مقدمہ امانت ذریعہ وصیت (Fidei commis) میں وارث کو مقدمہ انتظام ترکہ میں اپنے جانشین سابق کی جائداد کے مقابلے میں کھڑے ہونے کی اجازت دی گئی تا کہ وہ اشٹروہنگری میں جائداد کے نقصان اور افتاد کی بحث کے متعلق اپنا دعویٰ ثابت کر سکے ۔

لیکن یہ قاعدہ اس حالت میں متعلق نہیں ہوتا جب کہ مطالبہ ٹیکس یا محصول یا اسی نوعیت کا ہو۔ مقدمہ میونسپل کونسل آف سڈنی بنام بل (۱۹۰۹) ۱۔ کے بی۔ ۷۔ ج، گرانتھام: اس مقدمہ میں اگر وہ ریمارک جو جج نے کئے ہیں، اس دوسری بنا کی تائید میں متصور ہوں جو عنوان میں دی گئی ہے یعنی یہ کہ جب رقم کا بار ملک غیر کی جائداد غیر منقولہ پر عائد کیا گیا ہو تو اس کے متعلق انگلستان میں مدعی علیہ پر دعویٰ نہیں ہو سکتا ۔۔۔ تو کہنا پڑتا ہے کہ یہ ان نظائر کے خلاف ہے جو اوپر بیان کی گئی ہیں ۔

بعض امور جن کا تعلق، بہ نسبت خانگی قانون بین الاقوام کے، انگلستان کے قانون سے معنی خاص میں زیادہ تر ہے، بلکہ اسی کا ایک جز ہیں، اسی سلسلہ میں بہ آسانی ذکر کئے جا سکتے ہیں ۔

دفعہ ۱۷۳ انگلستان کے بادشاہ یا اس کی حکومت کی نسبت

یہ سمجھا جائے گا کہ وہ حکومت انگلستان کے ہر حصہ میں موجود ہے، پس بادشاہ یا گورنمنٹ کے محکمہ کا ایک لازمی فریق ہونا، ایسی اراضی کے مقدمہ کے واسطے جو حکومت کے دوسرے حصے میں واقع ہو، انگلستان میں اختیار سماعت نہیں پیدا کرتا۔

222

مقدمہ ہوسس (۱۸۶۱) ۲۔ جے وا یچ ۔ ۵۲۷ ۔ بج، ڈچ ہیریز بنام سلیسبری (۱۸۷۶) ۲۔ چانسری ڈویژن ۔ ۲۷۸ ۔ بج، اٹکنس ہ

دفعہ ۱۷۸ انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کی وراثت کے لئے لازم ہے کہ وارث، خانگی قانون بین الاقوام کے قواعد صحیح النسبی کے مطابق صحیح النسب ہو۔ دیکھو قواعد مندرجہ صفحات ۴۹۹-۵۱۰ اور اپنے والدین کے حقیقی ازدواج کے بعد پیدا ہوا ہو، جو اس ازدواج سے مختلف ہے، جس کی تاریخ کسی قیاسی یا امر مفروضہ قانونی کی بنا پر قبل کی قرار دیگئی ہو یعنے وہ صحیح النسب ازدواج مابعد کی بنا پر نہ قرار پایا ہو، خواہ وہ ایسے ملک ہی کا کیوں نہ ہو جہاں قیاسی یا امر مفروضہ قانونی کی بنا پر ازدواج مابعد سے صحیح النسبی تسلیم کرلی جاتی ہے[۱]

مقدمہ برٹوئیل بنام ورڈل (۱۸۲۶) ۵۔ بی کسی ۔ ۴۳۸ ۔ بج، ایبٹ ۔ بتی ۔ ہوآرایسینڈ ٹل ڈیل ۔ (۱۸۴۰) ۲۔ سی۔ ایل وا لیف ۔ ۸۹۵-۹۵۱ ۔ بی ایل این ۔ آر ۔ ۳۲ ۔ مجوں کا فیصلہ اسی اصول پر تھا جس کو لارڈ الگزنڈر نے ہاوس آف لارڈز میں صادر کیا (۱۸۳۵) ۲ ۔ سی ۔ ایل ۔ وا لیف ۔ ۵۸۲-۹ ۔ بی ۔ ایل ۔ (سلسلہ جدید) ۷ ۔ بروہام نے جو تجویز صادر کی، وہ اس مضمون کی تھی کہ جو حیثیت صحیح النسبی کی قائم کی گئی ہے، وہ کافی ہے ۔ لینڈ ہرسٹ اور ڈنمین نے اپنی رائے محفوظ رکھی ۔ مرافعہ سے مقدمہ میں ججوں کے سامنے مزید بحث کیجانے کا حکم دیا گیا ۔ (۱۸۳۹) ۷ ۔ سی ۔ ایل ۔ وا لیف ۔ ۸۹۵ ۔ ٹنڈل ۔ وائٹمان ۔ بوسانکے پٹیسن ۔ ڈیمیتس ۔ کولرج ۔ کوٹمین ۔ ماتلے ۔ پارک و گرنی کی تجویز ہاوس آف لارڈز میں ٹنڈل نے صادر کی، جو دفعہ ہذا کے مطابق تھی ۔ (۱۸۴۰) ۷ ۔ سی ایل

---

[۱] بعض نظام قانونی میں یہ اصول تسلیم کرلیا گیا ہے کہ ازدواج مابعد سے سابق کی مجامعت مجرمانہ کا نقص رفع ہوجاتا ہے۔ مترجم۔

وائیف ۔۔ ۹۴۰۔ ہوس آف لارڈز کی تجویز کی، یہ تائید فیصلہ (سحت)
توریک کاٹن ہام نے کی؛ برتوہام نے اختلاف نہیں کیا، اگرچہ وہ اس پر مطمئن
نہ تھے۔ اس بڑے مقدمہ کے سلسلہ میں، اسکاٹ لینڈ کے مرافعہ فش بنام
لنگ اسٹون (۱۸۵۹) ۳ میک ۔۔ ۷۴۹ جج، برتوہام، کرینورتھ، ونسلے ڈیل۔
چیمسفورڈ کو بھی پڑھنا چاہیئے ؂

یہ مسئلہ اسی حالت تک محدود ہے جس میں وصیت نہ کی گئی ہو۔ دیکھو صفحہ ۱۵۱
گزشتہ ؂

اس یعنی وبعث ار کے اصول کے متعلق، عام طور سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ،
اس قانونی اصول کا عملدرآمد ہے کہ "جائداد غیر منقولہ، قانون مقام وقوع کی تابع ہوتی
ہے"۔ اس اصول کی بنا پر یہ رائے قائم ہوئی ہے کہ جو شخص انگلستان کی اراضی
کا وارث ہو، اس کو لازم ہے کہ وہ قانون انگلستان کے مخصوص مفہوم کے لحاظ
سے وارث ہو، اور اس کے لئے اسے لازم ہے کہ وہ قانون مذکور کے مخصوص مفہوم کے
لحاظ سے، اپنے آپ کو صحیح النسب ثابت کرے۔ اور قانون انگلستان میں ازدواج
مابعد سے صحیح النسبی ثابت نہیں ہوتی۔ اگر جائداد منقولہ زیر بحث ہو تو اس کو
قانون انگلستان کے وسیع مفہوم میں اپنے آپ کو صحیح النسب ثابت کرنا کافی ہے،
جو اس اصول کی بنا پر، کہ "جائداد منقولہ، مالک کے ساتھ جاتی ہے" صحیح النسبی کو ذاتی
قانون پر محول کر دیتا ہے۔ اور اس صورت میں ازدواج مابعد کی صحیح النسبی کو، جو ذاتی
قانون سے حاصل ہوتی ہے، اپنا ایک جزء قرار دیکر اختیار کرلیتا ہے۔ یہ بظاہر درست
معلوم ہوتا ہے، لیکن بہ نظر تعمق دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے دو بڑی قباحتیں
لازم آتی ہیں:- اول یہ کہ صحیح النسبی کو ذاتی قانون پر محول کرنا جیسا کہ صفحہ ۹۹ میں بتایا جاچکا
ہے، دائرہ میں دلیل کرنا ہے، کیونکہ اکثر صورتوں میں ایک شخص کی قومیت یا توطن کا
حال معلوم کرنے کیلئے جس پر اس کے ذاتی قانون کا انحصار ہوتا ہے پہلے اس کی
صحیح النسبی کے فیصلہ کرنے کی ضرورت واقع ہوتی ہے۔ صحیح النسبی کا مسئلہ مختلف واقعات
کی قانونی وقعت پر منحصر ہے، اور خانگی قانون بین الاقوام، جو کچھ کرتا یا کرسکتا ہے، وہ
صرف اسقدر ہے کہ وہ ان مختلف واقعات کی قانونی وقعت کی علیحدہ علیحدہ جانچ کے

228

متعلق، ایک مناسب قاعدہ بتادے۔ دوسرے یہ کہ اگر قرار دیا جائے، کہ جب جائداد غیر منقولہ زیر بحث ہو، تو صحیح النسبی، قانون مقام وقوع پر محول ہونی چاہئیے۔ تو اسکے معنی اور اس کا نتیجہ، سوائے اس کے کچھ نہیں ہو سکتا کہ ان تمام مختلف واقعات کی قانونی جانچ، جن پر صحیح النسبی کا انحصار ہوتا ہے، مقام وقوع کے قانون سے ہونی چاہئیے، لیکن اس صورت میں حقیقی ازدواج کے قبل یا مابعد کی پیدائش کے مسئلہ سے ہم کو آگے بڑھجانا پڑے گا۔ صحیح النسبی کیلئے، نکاح کا، گو کہ وہ پیدائش کے قبل کا ہو، جائز ثابت ہونا لازم ہے۔ اور پھر ممکن ہے کہ نکاح کا جواز قبل کے نکاح سے، طلاق کے جواز پر منحصر ہو، پس ہم کو یہ دریافت کرنا پڑیگا، کہ قانون مقام وقوع کے استعمال کا سلسلہ، کہاں جاکر ختم ہوگا؟ — اس سے ظاہر ہے کہ جو بظاہر معقول اصول قائم کیا گیا ہے، جب اس کا استعمال، جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کی نسبت کیا جاتا ہے، تو وہ ناقابل اطمینان ثابت ہوتا ہے۔ لارڈ بروہام کی، زور کے ساتھ یہ رائے تھی، کہ جن واقعات پر صحیح النسبی کا انحصار ہوتا ہے، ان میں قانون مقام وقوع کے استعمال کی حد کو متعین کر دینا محال ہے، اور انھیں وجوہ کی بناء پر، انھوں نے مقدمہ برٹوسیل بنام ورڈل میں، اس امر پر زور دیا، کہ انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کے وارث سے بجز اس صحیح النسبی کے جو محض اسکی ذاتی حیثیت کا ایک جز ہے کسی اور صحیح النسبی کا ثبوت طلب کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صحیح النسبی، قانون مقام وقوع، یا کسی دوسرے ایک قانون کی رو سے نہ کوئی چیز ہے اور نہ بہ آسانی اس کا امکان ہے۔ جو کچھ خانگی قانون بین الاقوام بتا تا ہے، اور جب تک کہ سخت دقتیں، اس کے سد راہ نہ ہوں، بتا سکتا ہے، وہ یہی ہے: کہ صحیح النسبی، ایک ذاتی حیثیت ہے، جس کا انحصار، اس مجموعی نتیجہ پر ہوتا ہے، جو مقدمہ کے ہر جداگانہ واقعہ کو، اس کے مناسب قانون سے جانچنے سے پیدا ہوتا ہے۔ اور اس بنا پر یہ کہنا، کہ صحیح النسبی کے تعین میں، ایک قانون کو بمقابلہ دوسرے قانون کے، ترجیح ہے، صحیح نہیں ہو سکتا۔ کہنا یہ چاہئیے کہ انگلستان کی اراضی کی توریث کے مسئلہ میں، صحیح النسبی کی ذاتی حیثیت قابل قبول ہے یا ناقابل قبول۔ مقدمہ برٹوسیل بنام ورڈل میں، جو کچھ طے ہوا، وہ دراصل یہی ہے، اور یہی خیال، ججوں کا خیال تھا، کہ انگلستان کے قانون کا ایک قاعدہ، ایسی توریث کیلئے پیدائش مابعد ازدواج، کی ایک قید شرط

لگاتا ہے ۔ اسبارہ میں بلحاظ تاریخ کے ان کا خیال غالباً غلط نہ تھا، اور یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ڈی آر جینٹری نے اصطلاح کا ایک عام قاعدہ قرار دیا تھا، کہ "اگر کوئی شخص کسی ملک میں صحیح النسب قرار دیا جائے، تو اصولاً اسکے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اسکے وراثتی اور جائدادی حقوق بھی قائم ہو گئے" (برٹولم لیگس دفعہ ۱۸ فصل ۶ نمبر ۲۰ ۔ ۲۱)۔ یہ قاعدہ، بجنسہ نہیں ہے جو اوپر ذکر ہوا، کیونکہ کلیسائی قانون جو صحیح النسبی کے متعلق تھا، اسقدر رائج اور شائع تھا، کہ کسی ایسے قاعدہ کے منظور کر لئے جانے کی اُمید نہیں ہو سکتی تھی، جو کلیسائی قاعدہ کو منسوخ کر کے، تناقض قوانین کو دور کرنے کے لئے، ایسے عام الفاظ میں مرتب ہو سکے ۔ سیاق عبارت سے ظاہر ہے کہ ڈی ارجنٹری ملک غیر کے عدالتی احکام متعلقہ صحیح النسبی کے اثر کا خیال کر رہا تھا، مگر یہ صورت کافی طور سے قاعدہ مذکورہ بالا کے مشابہ ہے ۔ فرض کرو کہ تمام ممالک کے جاگیری قوانین کے مصنف، اس امر پر متفق ہو جائیں، کہ ملک غیر کا حکم متعلقہ صحیح النسبی، یا ایسی صحیح النسبی، جو کسی ایسے قانون سے قرار پائی ہو، جس کا وجود مقام وقوع میں نہ ہو، ۔ جائداد غیر منقولہ کی وراثت کے مستحق ہونے کے لئے کافی نہ متصور ہوگا ۔ یہ باوجود قرار پا جانے کے بھی، اپنی نوعیت کے لحاظ سے، ہر ملک کے مخصوص قانون کا ایک قاعدہ متصور ہوگا، نہ کہ مختلف مخصوص قوانین میں، ایک قانون کے انتخاب، ۔ یا یوں کہو، کہ ہمارے مفہوم کے مطابق شخصی قانون بین الاقوام کا کوئی قاعدہ ۔

اسبارہ میں جس رائے کا اظہار ہوا ہے، اس سے اس سوال کا جواب ملجاتا ہے، جو لاکوارٹرلی ریویو جلد ۵ صفحہ ۱۴۲ میں پیش کیا گیا تھا، جب کہ انگلستان کی اراضی کا میعادی پٹہ قانون بین الاقوام کے اغراض کے لئے، جائداد غیر منقولہ متصور ہوتا ہے (دیکھو دفعہ ۱۶۴)، تو اس کی وراثت کے لئے صحیح النسبی کا تعین، قانون مقام وقوع سے نہیں ہو سکتا ۔ اور کیا یہ قاعدہ، اس سے مطابق ہوگا، کہ انگلستان کی جائداد منقولہ کی وراثت کے واسطے، وہ بچہ صحیح النسب ہے جو والدین کے ازدواج مابعد کی بناء پر، اس ملک میں جہاں کہ ایسا قانون جاری ہے، صحیح النسب سمجھا جاتا ہے؟ (دفعہ ۲۶ گزشتہ) ۔ اس کا جواب یہ ہے، کہ انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کی حالت میں بھی، وارث کی صحیح النسبی، ان معنے میں جو کہ سوال میں مقصود ہے، قانون مقام وقوع پر محول نہیں کیجاتی ہے، بلکہ وراثت، انگریزی

قانون کے ایک ایسے قاعدہ کے ماتحت ہوتی ہے جو سیاوی بیٹا کیلئے نہیں ہے؛ ایسی حالت میں موخرالذکر (یعنی بیٹا) قریب ترصحیح النسب رشتہ دار کے نام بغیر خلاف ورزی دفعہ ۱۶۴ کے منتقل ہوجاتا ہے۔

دفعہ ۱۷۹ جو شخص دفعہ ۱۷۰ کی رو سے انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کا وارث نہیں ہوسکتا، وہ انگلستان کی جائداد غیر منقولہ کو بذریعہ وراثت سوا اسکے اپنی خاص اولاد کے، اور کسی شخص کیطرف منتقل بھی نہیں کرسکتا۔

مقدمہ ڈان (۱۸۵۷)، ۴ ڈریو ۱۹۴۔ جج کنڈرسلے

فصل نہم

اختیار سماعت وحدود اختیار سماعت (Jurisdiction) کے متعلق عام تصورات

شخصی قانون بین الاقوام کے متعلق، انگلستان کے اصول کی توضیح میں، جو تیسری فصل سے شروع ہوتی ہے، ہم نے، جو ترتیب ملحوظ رکھی ہے، وہ یہ ہے: کہ سب سے پہلے، اشخاص کی حیثیت پر غور کیا گیا ہے؛ اور بعدہٗ، ان مقدمات پر، جن سے ممیز طور سے، جائداد کے مختلف حقوق اور ذمہ داریاں ظاہر ہوتی ہیں؛ اور جو بمنزلہ اس دائرہ کے ہیں، جن کا مرکز، خود مالک کی ذات ہے؛ اور سب سے آخر میں، خود جائداد کے حقوق سے، بحث کی گئی ہے۔ دوسرے الفاظ میں، ہم نے، وہ تمام مسافت طے کرلی ہے، جو اس فن کی قدیم اصطلاح میں، ذاتی اور حقیقی قوانین کے نام سے موسوم کیجاتی تھی۔ اب ہم کو، صرف ذمہ داری سے بحث کرنا باقی ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ ایسا قانون، جو کسی شخص کی ذاتی حالت کا، خود اس کے یا دوسرے اشخاص کے، طرز عمل کی بنا پر تصفیہ کرتا ہے! ــــ مثلاً، اسکو خود اس کے یا اس کے والدین کے بعض رسوم کے ادا کرنیکی بناپر، منکوح یا صحیح النسب قرار دیتا ہے، یا ــــ بعض افعال کے ارتکاب یا ان کے ترک، مثلاً وصیت یا غیر وصیت یا انتقال وغیرہ کی بنا پر، بعض امور کا، بشمول غیر مادی حقوق کے تصفیہ کرتا ہے؛ اس قانون سے بالکل جدا ہے، جس سے معاہدہ یا ہرجہ کی بنا پر، کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ مقدم الذکر صورتوں میں، ایک حالت یا شئے کے متعلق تصفیہ ہوتا ہے، اور اگرچہ حالت کی بنا پر، بعض فرائض، قابل عمل پیدا ہوتے ہیں، مگر جو فرائض کہ شے کے متعلق پیدا ہوتے ہیں، وہ صرف منفی ہوتے ہیں: یعنے یہ کہ جس شخص کے حقمیں، قانون نے، اس شئے کا تصفیہ کردیا ہے، اسکے استفادہ میں کسی قسم کی خلل اندازی نہ ہونے پائے۔ موخر الذکر صورتوں میں عملی فرائض جن کا تعلق، دینے، یا کرنے، یا مہیا کرنے، سے

ہوتا ہے، فریق پر عائد کئے جاتے ہیں؛ ان کے سوائے کوئی دوسرا امر قابل تصفیہ نہیں ہوتا۔ جو قوانین مقدم الذکر صورتوں سے متعلق ہیں؛ ان کی بنیاد، وہ اختیارات ہیں، جو ان کو اس حالت یا شے کے متعلق، حاصل ہوتے ہیں، جو مادی طور سے؛ ان قوانین کے حدود سماعت میں موجود ہوتی ہے؛ یا مسلمہ رسم و رواج یا مفروضہ اصول کی بنا پر؛ ان امور سے؛ جن پر وہ محاط ہیں تعلق رکھتی ہے۔ برخلاف اس کے، جو قوانین موخر الذکر صورتوں سے متعلق ہوتے ہیں، ان کی بنیاد، وہ اختیارات ہیں، جو انکو فاعل فعل (Agent) کے متعلق حاصل ہوتے ہیں۔ فاعل کے مفہوم میں؛ وہ فریق بھی داخل ہے، جو ترک فعل کا مرتکب ہو؛ لیکن فاعل پر اختیارات ہونے کی حالت میں، قانون اور اختیار سماعت، صرف ان اختیارات کی دو مختلف حیثیتیں متصور ہوں گی۔ ہم صفحہ ۱۷ پر لکھ چکے ہیں کہ قانون بین الاقوام کے قواعد، اکثر حدود سماعت کے بین الاقوامی قواعد سے؛ اس اصول کے ذریعہ سے کہ "قانون کا انحصار؛ اس مقام پر ہوتا ہے، جہاں مقدمہ کی سماعت ہوتی ہے" اخذ کئے گئے ہیں۔ اس عمل کی صحت کے دلائل حسب ذیل ہو سکتے ہیں:-

اولاً۔ یہ کہ: روایات، طرز عمل یا مقدمہ کے ضروریات؛ ان حدود ارضی کا پتہ دیتی ہیں، جس میں اس مقدمہ کا تصفیہ بہترین طریقہ سے ہونا چاہئے؛ یا بطریق موثر ہو سکتا ہے۔

ثانیاً۔ ان لوگوں کو جنہیں تصفیہ مقدمہ سے تعلق ہے، عام طور سے کوئی وجہ اس دعویٰ کرنے کی نہیں ہوتی، کہ عدالت سماعت کنندہ کو بجز اپنے قانون کے کسی دوسرے قانون کا اتباع کرنا چاہیئے۔

ثالثاً۔ اگر معاملہ اتفاقیہ طور سے، دوسرے حدود ارضی میں پیدا ہوا ہو، تو یقینی؛ جو کہ قانون میں اسقدر اہم ہے، اس کا مقتضی ہوتا ہے، کہ اس کا تصفیہ اسطرح کیا جائے، جسطرح اس مقام پر ہوتا، جو ابتدائی اختیار سماعت کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ کیفیت، ہر قسم کے مقدمات کے حسب حال ہے، گو دوسری شکل، بہ نسبت اشیاء یا حالت کے، ذمہ داری کے معاملہ میں، زیادہ تر مستحکم ہو جاتی ہے۔ ذمہ داری کے معاملہ میں، اس امر کا جس کی نسبت تصفیہ مطلوب ہوتا ہے، کوئی وجود اس ابتدائی اختیار سماعت کے قانون سے علٰحدہ نہیں ہوتا، جو اس کی تعمیل کیلئے معین ہے۔ حدود

اختیارات کے ابتدائی ہونے کا یہی نتیجہ ہے؛ اگر وہ عدالت جس کا صحیح طور سے مدعی علیہ
تبع ہے، بلحاظ حالات مقدمہ اس کو ذمہ دار نہیں قرار دیتی، تو وہ ذمہ دار نہیں ٹھیرتا؛
اور مقدمہ میں کوئی جان باقی نہیں رہتی۔ البتہ اس میں، یہ شرط ضرور لگی ہوئی ہے کہ ذمہ داری
کی بحث میں قواعد متعلقہ انتخاب قوانین بر بنائے روایات بجال خود قایم ہوں؛
اگرچہ اختیار سماعت کے وہ قاعدے جن سے قواعد مذکور پیدا ہوئے منسوخ اور باطل
ہو گئے ہوں؛ یا یہ کہ ایسے قواعد ان ممالک میں اختیار کر لئے گئے ہوں جنھوں نے
اختیار سماعت کے قواعد کو، جو ان کے ماخذ ہیں کبھی اختیار نہیں کیا تھا۔ انضمام ریاستی
کے لئے، جو اتحاد اقوام میں قائم ہوتا ہے، اس سے اس قسم کے نتائج کا پیدا ہونا
ایک لازمی امر ہے، لیکن اس سے ان اصول پر کوئی اثر نہیں پڑتا، جن پر یہ اتحاد
مبنی ہے۔ ان قیود اور خود ان مسائل سے جن کے متعلق یہ قیود قائم کئے جاتے ہیں،
اس امر کی ضرورت ثابت ہوتی ہے کہ ذمہ داری کے متعلق انتخاب قوانین کے قواعد
سے بحث شروع کرنے سے پہلے طالب علم کو ان مسائل کی تاریخ سے آگاہ کر دیا جائے،
جو اختیار سماعت کے متعلق یورپ میں رائج تھے۔ تبصرہ کے اس حصہ میں جو قوانین
روما کے متعلق ہے، میں سوگنی کی اس اہم کتاب کی آٹھویں جلد کا اتباع کروں گا جو
اس نے زمانہ حال کے قوانین روما پر تالیف کی ہے۔

جسٹینین کے عہد حکومت میں ہر قسم کی ذمہ داریوں کے مقدمات، بلحاظ
نوعیت اور مقام معاہدہ کے، مدعی علیہ کی ذاتی عدالت میں پیش ہو سکتے تھے۔ یہ ہر اٹلین
کے لئے تھا، خواہ وہ شہری ہو، یا سلطنت کے کسی[1] دوسرے حصہ کا باشندہ، یا اس مقام کا، جہاں
اس نے توطن اختیار کر لیا ہے؛ کیونکہ تمام اٹلی سویٹاس Civitas یا رس پبلکا
(Respublica) میں منقسم تھی، جن کو ابتدائی اختیارات سماعت حاصل تھے؛ اور ہر اٹلین میونسپل شہری

227

---

[1] سیوس (Civis) کا استعمال صرف روما کے شہری کی نسبت ہوتا تھا بمقابلہ لیٹنس (Latinus)
اور پریگرینس (. Peregrinus) کے؛ مگر میونیسپس (Municeps) سے مراد
میونیسپل کا شہری تھا خواہ وہ میونیسیم کا ہو خواہ کالونیا (Colonia) کا، دونوں رس پبلکا
(Respublica) سے تھے؛ لیکن کالونیا میونیسیم میں داخل نہ تھا۔

ہونے کی حیثیت سے، ان میں سے کسی نہ کسی ایک کا رکن ہوتا تھا۔ جس کے، یہ معنے ہیں کہ وہ، اس جماعت کے اختیارات عدالت ابتدائی کا تابع ہوتا تھا؛ اگرچہ وہ کسی ایسے دوسرے شہر یا صوبہ کا متوطن ہو۔ اور ایسی حالت میں، وہ اپنے مقام توطن کی عدالت کا بھی، تابع متصور ہوتا تھا۔ اصول کے لحاظ سے، مدعی کو اختیار تھا، کہ وہ اپنا دعوی، اس عدالت میں دائر کرے، جو اسکی مستقل سکونت کا مقام، پیدائش کی بنا پر ہو؛ یا مدعی علیہ کے مقام توطن کی عدالت میں! —— لیکن قیاس غالب یہ ہے کہ کسی ایسے حکم کی بنا پر، جس کا پتہ، اس وقت نہیں چلتا، اس کو عدالت مقدم الذکر میں مقدمہ دائر کرنے کی ممانعت تھی؛ بجز اس حالت کے، کہ مدعی علیہ، اپنی پیدائش کے ملک میں پایا جائے۔ اگر ایسا نہ بھی ہوتا، تب بھی اپنی آسانی کے لحاظ سے، مدعی عام طور سے، مقام توطن کی عدالت ہی کو ترجیح دیتا ہوگا۔

لیکن چونکہ صوبوں میں جو شاہی گورنروں کے ماتحت ہوتے تھے، ایک عرصہ تک ابتدائی اختیارات کے ساتھ سوئیٹس (Civitates) قائم نہ تھے، اس لئے کچھ اسی قسم کے اختیارات کے ساتھ ڈیفنسورس ((Defensores)) پیدا ہو گئے؛ اور ایک صوبہ کے باشندے کے لئے، بجز اس کے مقام توطن کی عدالت کے، کوئی دوسری ذاتی عدالت نہ تھی۔ البتہ کاراکلا کے آئین کے مطابق، جس کی رو سے حکومت کی تمام آزاد رعایا کو، شہر روما کی باشندگی کے حقوق دیدیئے گئے تھے، اس کے لئے، مقام سکونت بربنائے پیدائش کی عدالت، روما میں بھی کھلی ہوئی تھی۔ اس سے بہت قبل، شہر روما کی باشندگی کے حقوق، آئین جولیا کے ذریعے سے، تمام اٹلین کو حاصل تھے؛ اس بنا پر ایسے اشخاص کو، جن کا بلا واسطہ تعلق، شہر روما سے نہ تھا —— بلکہ وہ در اصل کسی دوسری اٹلی کی رس پبلکا کے رہنے والے تھے، —— دو شہروں کے حقوق حاصل تھے۔ علاوہ اس حق توطن کے، جو بظاہر، ان دونوں سے جدا تھا، ایسے اٹلین اور باشندگان صوبہ کے متعلق، کاراکلا کے آئین کے اجرا کے بعد، مجموعہ قوانین میں صریح احکام موجود ہیں، کہ ان پر روما میں، بربنائے حقوق شہریت، دعوی نہیں ہو سکتا تھا؛ جب تک وہ حقیقی طور سے، وہاں موجود نہ ہوں۔ اور اس میں بھی بہت سے مستثنیات تھے جو مجموعی طور سے (Jus domum - Revocandi) کے نام سے موسوم کئے جاتے تھے۔ اس سے، یہ استنباط ہوتا ہے:

جیسا کہ قبل ازیں بیان ہوا، کہ اس قسم کی حفاظت کا وجود تھا کہ حق شہریت کی بنا پر، مدعی علیہ کو اپنے توطن سے جواب دہی کے لیے کھینچ کر بلوانے کی ضرورت نہ واقع ہو۔
مدعی علیہ کی عدالت کے علاوہ، مدعی کو قانوناً روا ہے یہ اختیار حاصل تھا، کہ وہ ذمہ داری کے صحیح حدود و اختیارات میں، مدعی علیہ پر دعوی دائر کرے، اسی کیلئے عدالت مقام معاہدہ (Forum contractus) اور قانون مدعی علیہ (Rei gestae) زمانہ حال کی اصطلاحات ہیں، اور وسیع طور سے ان مقدمات کے متعلق مستعمل ہوتی ہیں، جن کا پتہ ان الفاظ سے نہیں چلتا۔ سوگنی کا بیان ہے کہ ان اختیارات سماعت کو مفصلۂ ذیل صورتوں پر مبنی قرار دینا چاہیے:۔

۱۔ ایسے مقام پر جس کو فریقین نے باہمی رضامندی سے بطور خاص تعمیل کے لیے قرار دیا ہو، خواہ اس مقام کا بصراحت نام لیا گیا ہو، جیسا کہ اس مشہور اصول قانون میں بتایا گیا ہے: کہ "ہر شخص کی نسبت اس جگہہ معاہدہ کیا جانا سمجھا جائے گا، جہاں اس نے ادائی کی ذمہ داری قبول کی ہو" (خلاصہ ۴۴۔ ۷۔ ۲۱)۔ یا اس بنا پر کہ جو فعل، ذمہ داری کے قبول کرنے سے عمل میں آنے والا ہے، وہ صرف ایک ہی مقام پر پورا عمل میں لایا جا سکتا ہو، جیسا کہ اراضی یا مکان کی فروخت یا پٹہ میں ہوتا ہے، جس میں قبضہ کا دیا جانا لازم ہے۔

228

۲۔ مقام تکمیل، متعین ہونے کی صورت میں، یہ اختیار سماعت اس امر پر مبنی ہو سکتا ہے کہ ذمہ داریاں، مدیون کے سلسلہ کاروبار سے پیدا ہوتی ہیں، اور مقام کاروبار متعین ہوتا ہے[1] جیسے ان اشخاص کی ولایت جو اپنا انتظام خود نہ کر سکتے ہوں، اور دوسری ہر قسم کی حفاظت، اور دوسرے اشخاص کے کاروبار کی انجام دہی" — خواہ اس کے کل کاموں کی ہو بذریعہ مختار نامہ عام، یا خاص کام کی، مثلاً صرف صنعتی یا تجارتی کام کی — اور خواہ وہ بربنائے معاہدہ ہو یا حکم، بشرطیکہ وہ محض ایک مخصوص

---

[1] گوتری کا یہ کہنا کچھ کم صحیح ہو گا؛ بلکہ بعض مثالوں میں زیادہ تر موزوں ہو گا، جیسا کہ میں قبل ازیں ترجمہ میں کہہ چکا ہوں کہ حدود و اختیارات کی بنیاد اس واقعہ پر قائم کی جا سکتی ہے کہ ذمہ داریاں مدعی علیہ کے اس کاروبار کی انجام دہی سے پیدا ہوتی ہیں جس کا تعلق ایک قابل تعین مقام سے ہوتا ہے۔

کام کیلئے، عارضی ہو، ۔ یا مثل معاہدات کی عمل آوری جس میں فریقین میں سے صرف ایک فریق کی مرضی پر کام ہوا ہو، ۔ یا بلا علم و رضامندی مالک کے کوئی کام کیا جائے؛ اس میں بھی یہی شرط ہے کہ وہ صرف ایک مخصوص کام اور عارضی ہو۔ اور سب سے آخر مثال خود ایک شخص کی مہاجنی اور کمیشن ایجنسی کی ہے۔ اس دوسری قسم میں جو مثالیں دی گئی ہیں، ان میں کچھ اختیارات، بربنائے کاروبار قائم ہوتے ہیں، وہ اکثر صورتوں میں، اس اختیار سے مطابق ہوجاتے ہیں، جن کی بنیاد توطن پر ہوتی ہے؛ مگر ان دونوں کے علیحدہ علیحدہ ہونے کا امکان ہے۔

۳ ”اختیار سماعت، اس مقام سے بھی متعین ہوتا ہے، جہاں ذمہ داری پیدا ہوتی ہے، اگر مدیون کے توطن کا مقام بھی یہی ہو؛ یعنے، اس حالت میں، اختیار سماعت کی دو بنیادیں ہوجاتی ہیں؛ اگر مدیون کے تبدیل مقام یا موت سے، اس کے ورثا یا خود وہ، جدید مقام توطن کی عدالت کا منجملہ دو وجوہ متذکرۂ بالا کے، ایک وجہ کی بنا پر، تابع ہوجاتا ہے: پھر بھی وہ، اور اس کے ورثا، دوسری وجہ کی بنا پر، قدیم عدالت کے تابع رہتے ہیں۔

۴ ”اس مقام سے بھی جہاں ذمہ داری پیدا ہوتی ہے، اختیار سماعت قائم ہوجاتا ہے؛ گو کہ وہ مدیون کے مقام توطن سے علیحدہ ہو؛ بشرطیکہ حالات، ایسے ہوں کہ اسنے اس امید کئے جانے کی گنجایش ہو کہ اس کی تعمیل بھی، اسی مقام میں ہوگی۔“

”ایسی امید، اس شخص سے کی جاسکتی ہے، جو اپنے مقام توطن سے علیحدہ، ایک درجہ تک مستقل، کوئی تجارتی کاروبار قائم کرتا ہے، اور ایسا انتظام کرتا ہے، جس سے یہہ خیال ہوسکتا ہے کہ جس سامان کو، وہ، اس مقام پر فروخت کر رہا ہے، اس کو، وہیں حوالے کردیگا۔ اس طور سے، وہ اپنے آپ کو، اس مقام کی مخصوص عدالت ذمہ داری کا تابع کر دیتا ہے، جہاں معاہدہ منعقد ہوا تھا۔ ایتین نے، اس اصول کو تفصیل سے بیان کیا ہے؛ مگر اسکے ساتھ ہی محض معاہدہ کے کسی مقام پر منعقد ہونے کی بنا پر، بغیر تمام شرائط کے پائے جانے کے، اختیار سماعت کے فرض کر لینے کے خطرات سے بھی متنبہ کیا ہے۔ اس نے، اس انتباہ کی تائید میں، ایسے شخص کی صورت پیش کی ہے، جو

229

سفر کی حالت میں کوئی معاہدہ کرتا ہے، اور ایسی حالت میں کسی صورت سے، یہ نہیں
کہا جا سکتا کہ وہ مقام معاہدہ کی عدالت کے اتباع پر رضامند تھا۔

"ایسے تجارتی تعلق کو، عدالت ذمہ داری کی ایک مثال تصور کرنا چاہئے،
نہ کہ لازمی شرط، کیونکہ جب کوئی معاہدہ اس مقام کے زمانۂ قیام میں ہوتا ہے، جو جائے
توطن کے علاوہ ہے، تو مضمون پر غور کر کے یہ اخذ کرنا ضرور ہوتا ہے کہ اس کی تعمیل
کے متعلق بقیاس غالب فریقین کا کیا منشاء تھا؟ اسلئے اگر کوئی عہدہ دار سرکاری بغرض
ادائے فرائض منصبی، یا مجلس وضع آئین وقوانین کا کوئی نمایندہ، چند ماہ کسی ایک مقام
پر قیام کرے، اور وہاں اپنے روزمرہ کے مصارف کے لئے قرض لے، تو اس میں
کوئی کلام نہیں، کہ وہاں ذمہ داری کی مخصوص عدالت قائم ہو جائے گی؛ اسیطرح اگر کسی
مقام تفریح پر جا کر، انھیں اغراض سے قرض لیا جائے۔ برخلاف اسکے اگر تفرجگاہ یا مقام
تفریح میں، ایسے تجارتی معاہدات کئے جائیں، جن میں مزید کاروائی مقام توطن میں
متوقع ہو، تو اختیار سماعت، مقام معاہدہ کو حاصل نہیں ہو سکتا؛ چونکہ اس معاملہ میں تمام تر
دارومدار فریقین کے غالب منشاء پر ہوتا ہے، اس لئے بعض حالات میں چند روزہ
قیام بھی، ایسے اختیارات کے قائم کر دینے کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ ایسا اختیار سماعت
اس مسافر کے مقابلہ میں، ثابت قرار دیا جائیگا، جو سرائے کے مطالبہ کو ادا کرنے سے
انکار کرتا ہے؛ کیونکہ اس معاملہ میں فوراً رقم ادا کرنے کا عام دستور ہے؛ اور اسی کی
ہر شخص کو توقع ہوتی ہے؛ اس طور سے تمام امور کا انحصار، اس تعلق پر جا کر ٹھہرتا ہے، جو
قیام کی نوعیت اور مدت کو، ذمہ داری کے معاملہ سے ہوتی ہے"۔

۵ "اگر ان میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے، تو عدالت ذمہ داری، مدیون
کے مقام توطن کی عدالت ہے"۔ امثلہ:- وہ معاہدات جو بحالت سفر کئے جائیں، اس حد تک
کہ وہ ضمن نمبر کے تحت میں داخل ہوتے ہوں۔ مقدمات واپسی جہیز، شوہر کے مقام توطن
میں دائر ہونے چاہئیں، نہ کہ وہاں جہاں، ان کا معاہدہ ہوا تھا۔ اس صناع کا مقدمہ،
جو اپنے ایجنٹ کو حصول فرمائشات کے لئے، باہر بھیجتا ہے؛ کیونکہ اس صورت میں،
معاہدہ کی تعمیل، اشیاء کی روانگی سے اس جگہ ہوتی ہے؛ جہاں وہ تیار ہوتی ہیں۔
جیسا کہ قانون روما کی اس تجویز سے ظاہر ہوتا ہے: کہ اشیاء، اسی وقت سے خریدار کی

230

ذمہ داری میں آجاتی ہیں؛ اگرچہ ملکیت جس کی تبدیل کے لیے تحویل ضروری ہے، اسوقت تک قائم رہتی ہے جب تک کہ اشیاء مذکورہ مقام مقصود تک نہ پہنچ جائیں۔

"یہ تمام مقدمات، اگرچہ بظاہر مختلف معلوم ہوتے ہیں، اور ان کے باہمی تعلقات محض عارضی نظر آتے ہیں، باوجود اس کے، وہ سب ایک عام اصول کے تحت میں آجاتے ہیں؛ یعنی ہمیشہ مقام تعمیل سے، اختیارات سماعت کا تعین ہوجاتا ہے، خواہ وہ، صریح طور سے مقرر کیا گیا ہو (نمبر ۱) یا اس کا انحصار صریح توقع پر ہو (از نمبر ۲ تا ۵)۔ دونوں صورتوں میں، یہ فرض کر لیا جاتا ہے، کہ مدعی علیہ نے اس اختیار سماعت کا اتباع بخوشی منظور کر لیا تھا، جب تک کہ بصراحت اس کے خلاف اظہار عمل میں نہ آیا ہوگا"[1]

مخصوص اختیارات سماعت، جو بربنائے ارتکاب افعال قابل ہرجہ پیدا ہوتے ہیں؛

ان کا پتہ، قدیم قانون روما میں نہیں چلتا، قیام بادشاہی کے بعد سے، ان کا آغاز ہوا؛ ان کو اس حد تک قبولیت کا مرتبہ ملا کہ بعدہ وہ قوانین مصدرہ سلطنت میں بھی شکل عدالت توطن، وعدالت معاہدہ، وعدالت مدعی علیہ، کے شمار ہونے لگے۔ ان کو عدالت ذمہ داری کی، جو عام طور سے عدالت معاہدہ بھی کہی جاتی ہے، ایک شکل قرار دینا غلط ہوگا؛ کیونکہ عدالت ہرجہ (Forum delicti) مفروضہ اختیاری اتباع سے نہیں پیدا ہوتی؛ اور اس لحاظ سے، وہ حدود جو عدالت ذمہ داری کے متعلق قائم کئے گئے ہیں، اس پر صادق نہیں آتے۔ اس اختیار سماعت کے قیام کے لیے، نہ توطن، اور نہ کسی دوسرے ظاہری تائیدی حالات، کی ضرورت ہوتی ہے؛ بلکہ وہ اتفاقی اور عارضی قیام کے مقام میں بھی، ارتکاب فعل قابل ہرجہ سے پیدا ہوجاتا ہے؛ اس لحاظ سے، اس کی ایک مخصوص صورت ہے۔ اس کا قیام، خود اختیاری اتباع پر نہیں، بلکہ جبری اتباع پر ہوتا ہے، جو خطاکار کے ارتکاب خطا کے ذریعہ سے خلاف ورزی حق کا بلاواسطہ نتیجہ ہے۔ علاوہ اس کے خطاکار کی نسبت، جو اختیار سماعت حاصل ہوتا ہے، اس میں بھی، معاہدہ کی طرح بہت کم مستثنیات کی گنجایش ہوتی ہے؛ تاہم مدعی کو ہمیشہ یہ اختیار رہتا ہے کہ وہ

---

[1] صفحہ ۲۲۸ کے (۱) سے لیکر یہانتک سوگنی کی کتاب نظام قانون روما کے دفعہ (۳۷۰) کا ترجمہ یا بطور خلاصہ کر لیا گیا ہے۔ جو فقرے "انور ٹڈ کاما" میں ہیں، وہ گوتھری کے ترجمہ کے صفحات ۱۶۴-۱۶۰ کا ہے

خواہ اس مخصوص اختیار سماعت سے استفادہ کرے، یا اس عام اختیار سماعت سے، جو مدیون کے توطن پر مبنی ہے!" ــــ "یہ سوال اکثر پیش کیا گیا ہے کہ آیا عدالت ذمہ داری، صرف انہی افعال تک محدود ہے، جو ذمہ داری کے سلسلہ میں فطری طور سے بڑھ کر اس کی تعمیل کی طرف منجر ہوتے ہیں، یا اس کا تعلق، ان افعال سے بھی ہے جن کا رجحان، دوسری طرف ہوتا ہے: یعنے وہ، ذمہ داری کو منسوخ، یا جو کچھ اس کی تعمیل کے متعلق ہو چکا ہے، اس کو اُلٹ پلٹ کر دینا چاہتے ہیں۔ عام قاعدہ تو یہی ہے کہ اس اختیار سماعت کا اصلی اور محدود استعمال ہی تسلیم کیا جاتا ہے، اور اس کا ضمنی اور وسیع تر استعمال، بطور استثنا کے، ان چند مقدمات میں واقع ہوتا ہے، جن میں ذمہ داری کے پیدا اور اس کے مفقود ہو جانے کی بنیاد میں، اشتراک ہوتا ہے، مثلاً ــــ جب ایک ایسی ذمہ داری کی تنسیخ، جو معاہدہ سے پیدا ہوئی ہو، دوسرے اسی شے کے ساتھ کے معاہدہ سے، ہوتی ہو"۔ . . . . . .

"مقام ذمہ داری کے اختیارات سماعت، اسی وقت کامل تصور ہوتے ہیں، جبکہ اس ملک میں، مدیون موجود ہو، یا وہاں اس کے قبضہ میں، جائداد ہو، موخر الذکر صورت میں، ڈگری کی تعمیل، اس کے خلاف، اس جائداد کی قرقی سے عمل میں آئے گی، جو اس کے قبضہ میں ہوگی۔ قدیم قوانین روما کے لحاظ سے، اس صورت کی نسبت، جو علی سبیل البدل بتائی گئی ہے، کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا، مگر جسٹینین کے ایک قانون کے لحاظ سے، اس کو منسوخ سمجھنے کا امکان ہے، مگر وہ قانون خود، اسقدر عام اور غیر محدود الفاظ میں ظاہر کیا گیا ہے، اور مختلف حدود و اختیارات، اس طور سے بلا امتیاز، مخلوط کر دیئے گئے ہیں، کہ اس سے یقین کے ساتھ، یہ استنباط نہیں کیا جا سکتا، کہ قدیم قانون کو منسوخ کرنا مقصود تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ڈگریوں کے فیصلہ جات میں، اس کا مطلق لحاظ نہیں کیا جاتا، بلکہ قدیم قانون کی لفظی پابندی کیجاتی ہے۔ سوگنی کہتا ہے: کہ "موجودہ عملدرآمد کا زیادہ تر رجحان (اس سے اس کی مراد، اس عملدرآمد سے نہیں ہے، جو زمانہ حال کے قوانین یا آئین میں بتایا گیا ہے، بلکہ مقصد، اس عملدرآمد سے ہے، جو قانون روما میں، جہاں قانون مذکور رائج ہے، بتایا گیا ہے) اسی رائے کی طرف ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے: کہ مقام ذمہ داری کے اختیارات سماعت، محض ایک ملک غیر کی عدالت کی درخواست پر

ایک غیر حاضر شخص کے مقابلے میں موثر نہیں ثابت ہو سکتے۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ اس شرط کے لگا دینے سے، عدالت مقام ذمہ داری کی اہمیت میں بڑا فرق پڑ جاتا ہے[۵]،

سوگنی کی اس رائے کی مخالفت میں جو رائیں پیش ہوئی ہیں ان میں سے جس پر، سب سے زیادہ عملدرآمد رہا ہے، وہ یہ رائے ہے، کہ قانون روما میں عموماً مقام تکمیل معاہدہ سے ـــ نہ کہ اس مقام سے جہاں اس کی تعمیل قرار پائی تھی، ـــ مخصوص اختیارات کا تعین ہوتا ہے، اور یہی رائے قرون وسطی میں عام طور سے رائج تھی۔ اس کی تائید میں الپین کی یہ عبارت پیش کیجاتی تھی "اگر کوئی سوداگر کسی مقام پر اپنا مال فروخت یا تقسیم کرتا یا معرض بیع میں لاتا ہے (بجز اسکے کہ وہ اس کو حفاظت کے لئے کسی دوسرے مقام پر جمع کرے) تو بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اسی مقام کی عدالت میں جوابدہی کرنی چاہئے"۔ کتاب ڈائجسٹ ۵۔۱۔۱۹۔ دفعہ ۲۔ مگر یہ صرف اس فقرہ کی تمہید ہے جس میں الپین اپنے ناظرین کو تنبیہ کرتا ہے کہ اس کے الفاظ کی غیر مشروط تعبیر نہ کیجانی چاہئیے، اور بعدہ اپنے خیالات کی توضیح کرتا ہے، جس کو ہم صفحہ ۲۲۹ پر لکھ آئے ہیں۔ دوسرا اقتباس، جو اسی مقصد کیلئے پیش کیا جاتا ہے، وہ گئیس کی ایک تالیف متعلقہ احکام صوبہ جات سے اخذ کیا گیا ہے، جو حسب ذیل ہے:۔

"معاہدات کے متعلق۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ معاہدہ کا وقوع میں آنا اس جگہہ سمجھا جاتا ہے، جہاں رقم کا ادا کرنا قرار پاتا ہے، ـــ نہ کہ وہاں جہاں اسکے متعلق گفت وشنید ہوئی ہو"۔ خلاصہ ۴۲۔۵۔۳۔

اس اقتباس کا آخری جز بلحاظ تاثیر کے قانون مقام معرصہ معاہدہ کے مساوی ہے، جس کو ہم صفحہ ۲۲۸ پر بیان کر چکے ہیں۔ اور اسی کو فقرہ کے جز اول ـــ "جہاں ایک شخص معاہدہ کرتا ہے" ـــ کی توضیح متصور کرنی چاہئیے، لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو رائے، قانون مقام تعمیل معاہدہ کے متعلق تھی، اس میں زور پیدا ہو گیا۔ اور یہ سمجھا جانے لگا کہ فقرہ کے جز اول میں، ایک قاعدہ بتایا گیا ہے، اور جز ثانی میں، قانون مقام معرصہ معاہدہ کے ساتھ، ایسی حالت میں کہ معاہدہ میں، رقم کے ادا کرنے

282

---

[۵] سوگنی، دفعہ (۳۷۱) نظام قانون گرمتری۔۴۔۱۷۱-۱۷۱ء

کے لئے کوئی مخصوص مقام مقرر کیا گیا ہو، اس کا صرف ایک استثنا بیان ہوا ہے۔ پروشیا کا ضابطہ دیوانی انھیں خیالات کے مطابق مرتب ہوا ہے؛ اور اس میں بتایا گیا ہے کہ عدالت معاہدہ اس مقام کو قرار دینا پڑے گا، جو از روئے معاہدہ اس کی تعمیل کے لئے متعین کیا گیا ہو، بشرطیکہ کوئی تعین ہوا ہو۔ اگر کوئی تعین نہیں ہوا تو اس مقام کو جہاں معاہدہ نے واجب التعمیل ہونے کی حیثیت پیدا کی۔ حصہ اول فصل ۲، دفعات ۱۴۸۔ مگر عام رائے یہ قرار پائی ہے کہ مقام تعمیل سے — خواہ اس کا تعین معاہدہ سے ہوتا ہو یا اس کا استنباط مقدمہ کی نوعیت سے کیا جا سکتا ہو — صحیح عدالت ذمہ داری قائم ہوتی ہے؛ اور جو ضابطہ دیوانی ۱۸۷۶ء میں تمام جرمنی سلطنت کے لئے جاری ہوا ہے، اس کو بلا کسی امتیاز کے عدالت مدعی علیہ کا صحیح بدل قرار دیتا ہے۔ دفعہ ۲۹۔

تمام یورپین ممالک میں روما کے نظام قوانین کے خلاف صرف یہی ایک اہم استثنا پایا جاتا تھا کہ قرون وسطیٰ میں فرانس میں عدالت معاہدہ، خواہ تکمیل سے متعلق ہو یا تعمیل سے، تسلیم نہیں کی جاتی تھی۔ فیس پانے والے امرائے علاقہ جات کو انصاف رسانی کا موروثی حق حاصل تھا، اور شاہی عدالتوں میں ججوں کو، جو تنخواہ ملتی تھی وہ زر خرید ہونے کی بنا پر ان کی ایک قسم کی جائداد متصور ہوتی تھی۔ اس لحاظ سے مدعی علیہ کی تحقیقات کا اس کے مقام توطن میں عمل میں آنا، مدعی علیہ سے زیادہ جج کا حق سمجھا جاتا تھا، جس سے مدعی علیہ دوسری جگہ مقدمہ دائر ہو جانے کی حالت میں عدالت مذکور کے اختیارات کو تسلیم کر لینے، یا معاہدہ میں پہلے سے شرط کر لینے کی بنا پر، دست بردار نہیں ہو سکتا تھا۔ اور امرائے مذکور اور نیز شاہی عدالتوں کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ ایسی عدالتوں سے بھی — جہاں مقدمات دائر ہو چکے ہوں، اور جو بلحاظ اصول قانون، و یا نوعیت معاملہ مجاز سماعت ہوں، مگر صرف بربنائے توطن غیر مجاز قرار پاتی ہوں! — مقدمات کی واپسی کا دعویٰ کریں۔ فریقین مقدمہ کے حقوق سے، جو بے پروائی کی جاتی تھی وہ اس ظاہری شاندار اصول کے تحت میں سمجھی جاتی تھی کہ اختیارات سماعت کے تعین کا حق، عام قانون کو ہے، کسی فریق کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اس میں

خلل انداز ہوا[1]۔ ۱۸۰۷ء میں جو آئین تجارت جاری ہوا، اُسی سے عدالت معاہدہ کی بنیاد پڑی، اور وہ بھی بصرف ایسے مقدمات کے لیے جو ججان ان کونسل، کی سماعت کے قابل تھے: ان میں، مدعی کو اختیار تھا، کہ وہ اپنا مقدمہ مدعی علیہ کے مقام توطن میں، جہاں، وعدہ ہوا، اور سامان حوالہ کیا گیا، یا جہاں، اس کی قیمت واجب الادا قرار پائی تھی، دائر کرے (فصل ۱۲- دفعہ ۱۷)۔ فرانس کے موجودہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۴۲۰، جو صرف تجارتی عدالتوں سے متعلق ہے، ۱۸۰۷ء کے ایکٹ سے بجنسہٖ ماخوذ ہے؛ مگر اُن معاملات میں، جن پر فرانس میں، لفظ دیوانی کا اطلاق ہوتا ہے، اس وقت تک، عدالت معاہدہ کبھی بھی بذریعہ قانون کے ذریعہ سے، تسلیم نہیں کی گئی ہے؛ البتہ یوں تسلیم کی جاتی ہے کہ ایکٹ مذکور کے ایک فقرہ سے معاملہ کے فریق کو، یہ اختیار حاصل ہے، کہ وہ معاملہ کی تمام کارروائیوں کے متعلق ایسے مقام توطن کو منتخب کرے، جو اس کے حقیقی مقام توطن کے علاوہ ہو (کوڈ نپولین دفعہ ۱۱۱)، برخلاف اس کے، نپولین کے کوڈ کی دفعہ ۱۴ میں، باشندگان فرانس، مجاز کئے گئے ہیں، کہ وہ ممالک غیر کے رہنے والوں پر، فرانس میں، دعویٰ دائر کریں؛ اگرچہ وہ لوگ، وہاں مقیم نہ ہوں: اور گو معاہدہ، ملک غیر میں ہوا ہو۔ اس سے مدعی کی ذاتی عدالت کا، جدید تصور پیدا ہوا۔ بنیاد یہ قرار دی گئی: کہ ملک کے باشندے کو، یہ حق حاصل ہے، کہ وہ، اپنی سلطنت سے، انصاف کا خواستگار ہو۔

عدالت معاہدہ کی، جو حالت، فرانس میں تھی، اس کو مدنظر رکھ کر، بوئیس لکھتا ہے، کہ قانون مقام معاہدہ کے اصول کی، جو دوسرے ممالک میں، اصلی بنیاد سمجھی جاتی ہے، وہ یہاں مفقود ہے؛ اور بجائے اس کے، کہ وہ، اسے کوئی قاعدہ تسلیم کرے، وہ تمام ایسے مقدمات کے فیصلہ میں، جو عام طور سے اس کے تحت میں آسکتے ہیں، ہر ایک کے فیصلہ کی، جداگانہ وجوہ قرار دینا، زیادہ تر مناسب تصور کرتا ہے۔ ہم صفحہ (۱۸) پر بتا چکے ہیں، کہ فرانس کے بڑے بڑے مقننون کا رجحان، اس طرف تھا، کہ وہ، رسم و رواج کو بجائے قانون کا مرتبہ دینے کے فریقین

---

[1] فصل اول صفحہ ۲۰۰ و ۱۰، کتاب ہنری وان ڈی سینیپ (۳) ایڈیشن

کے منشا کے اظہار کا ایک ذریعہ تصور کریں؛ اور مقام وقوع کے رسم و رواج کو مقام توطن کے رسم و رواج کے مقابلہ میں جس کا استنباط منشاء مفروضہ سے ہوتا ہو باطل قرار دیں۔ متذکرہ بالا حالات میں یہ امر فطری تھا کہ مقام توطن کے رسم و رواج، مقام معاہدہ کے رسم و رواج پر بھی غالب آجائیں؛ اسی بناء پر ڈائجیسٹ میں لکھا گیا ہے۔ کہ "قانون مقام معاہدہ پر عموماً اس قانون کو ترجیح دی جاتی تھی، جو مقام توطن کا ہوتا تھا" (۲۱-۲-۶)۔ یہ عام طور سے مقام فروخت کے رسم و رواج کے متعلق سمجھا گیا تھا، مگر ڈومولن کے نزدیک یہ قاعدہ، اس ایک ہی ملک کے بائع اور مشتری سے متعلق نہیں ہو سکتا تھا؛ جنھوں نے اتفاق سے کسی دوسرے ملک میں معاہدہ کی تکمیل کی ہو۔ کیونکہ اپنے مشترک مقام توطن کے رسم و رواج کا دونوں کو علم تھا، اور ان دونوں کا منشا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اس کو صریح طور سے رد کر دیں؛ اور اسی لحاظ سے، اس معاملہ میں بائع کی ذمہ داری کا تعین ہونا چاہیے[1]۔

234

جب ہم بہر کے اطرف — یعنے اپنے ملک انگلستان — کا خیال کرتے ہیں، تو ہم کو بالکل مختلف حالت نظر آتی ہے، جس وقت سے قانونی تاریخ شروع ہوتی ہے، انگلستان کی اعلیٰ عدالتوں کو ملک کے تمام حدود میں ابتدائی اختیارات حاصل تھے۔ انگلستان میں، ایسے مقامی اختیارات کا وجود نہ تھا، جس کی بنا پر، توطن و مقام معاہدہ وغیرہ کے مقدمات میں تمیز کرنے کے لئے، قواعد کے وضع کئے جانے کی ضرورت ہو؛ البتہ اس امر میں غور اور تمیز کئے جانے کی گنجایش تھی، کہ کونسے مقدمات، قومی، یا شاہی عدالت میں دائر ہو سکیں گے، اور کن مقدمات کا تعلق محض ممالک غیر کی عدالتوں سے رہے گا؛ مگر بعض مخصوص اصول، ایسے شایع تھے، کہ انھوں نے اس معاملہ پر زیادہ توجہ مبذول ہونے دی۔ قانون غیر موضوعہ یا تعمیمی (Common law) کی رو سے یہ امر لازم تھا کہ جس حکمنامہ سے مقدمہ شروع ہوتا ہے، اس کی تعمیل، مدعی علیہ کی ذات پر، اور ملک کے اندر ہونی چاہیے، اس لئے، اگر مدعی علیہ ملک سے باہر ہوتا تھا تو اس کے توطن یا انگلستان سے

---

[1] دیکھو بوبنیس کی کتاب فصل ۲ صفحہ ۲۵۶ و

متبع ہونے (allegiance) کی وجہ سے اس کے خلاف کسی فیصلہ کے حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ برخلاف اس کے اگر حکمنامہ کی تعمیل ملک کے اندر مدعی علیہ کی ذات پر ہو جاتی تھی تو اس کے خلاف فیصلہ ہو سکتا تھا؛ اگرچہ اس کا مستقل توطن یا اتباع ملک غیر کا ہو۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ جس عارضی تابع کا ایک راہ رو مسافر پر عائد ہونا سمجھا جاتا تھا وہ عدالت مدعی علیہ کے قیام کیلئے کافی متصور ہوتا تھا؛ اس طور سے توطن، جو رومیوں اور قرون وسطیٰ کے یورپ کے مقننین کی نظروں میں اسقدر اہم تھا، وہ انگلستان کے مقننین کے مطلق پیش نظر نہ تھا: ایسی حالتوں میں بھی اسپر توجہ مبذول نہ ہوتی تھی جبکہ قرقی اور حقوق قانونی سے محرومی کے احکام ایسے مدعی علیہم کے متعلق جاری کرنے ہوتے تھے، جن پر ذاتی تعمیل نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے بعد اجرائی سفینہ کا طریقہ ایجاد ہوا اور عدالت چانسری کے حدود قائم ہو گئے؛ اس قید کیساتھ، کہ سفینہ کی تعمیل ملک کے اندر ہی ہونی چاہیے۔ اگرچہ تعمیل میں، یہ اجازت بھی تھی، کہ خواہ سفینہ کی تعمیل، مدعی علیہ کی ذات پر ہو، اور خواہ وہ اس کے مقام سکونت میں، ایسے شخص کے سامنے پیش کیا جائے، جس کا اس واقعہ سے، مدعی علیہ کو، مطلع کرنا فرض ہوا۔۔۔ تاہم موخر الذکر صورت میں، مدعی علیہ کا، ملک کے اندر موجود ہونا، لازم نہ تھا، اور نہ یہ ضروری قرار دیا گیا تھا، کہ یہ مقام سکونت، اس کا مقام توطن بھی ہو: اس لحاظ سے، جو مقدمات عدالت چانسری میں دائر ہوتے تھے، ان میں، ذات پر تعمیل لازم نہ تھی، جو قانونی عدالتوں کی کارروائی میں، اسقدر تکلیف دہ ثابت ہوئی تھی۔ تاہم توطن کا خیال، اسی قدر غیر مانوس اور دور از کار رہا جیساکہ پہلے تھا؛ اور اس سے، ۔۔۔ نہ ایسے اشخاص کے مقابلہ میں کارروائی کرنے کے اختیارات کو محدود کرنے کا کام لیا گیا، جو اتفاقیہ طور سے، انگلستان میں موجود تھے، یا وہاں، کوئی سکونتی مکان رکھتے تھے؛ اور، ۔۔۔ نہ ایسے اشخاص کے مقابلہ میں اختیارات کے قیام کی کارروائی کی گئی، جن کا توطن، انگلستان کا تھا؛ مگر، وہ، نہ وہاں موجود تھے، اور نہ ان کا، وہاں کوئی، سکونتی مکان تھا۔

مگر ساتھ ہی اس کے، یہ بھی لازم نہ تھا کہ جس مقدمہ میں سفینہ کی تعمیل، ملک کے اندر ہو، اس کی تحقیقات، انگلستان ہی میں ہو۔ قانون غیر موضوعہ یا عمیمی میں مقام تحقیقات (Venue) کے متعلق، قواعد موجود تھے: یعنے اس مقام کے

متعلق جہاں سے ایک جوری طلب کی جاسکتی تھی، تاکہ وہ مقدمہ کے ان امور کا، جن کا تعلق واقعات سے ہو، تصفیہ کرے۔ اور اگرچہ ان قواعد کے وضع کئے جانے کا کوئی اور منشا بجز اس کام کی تقسیم کے نہ تھا، جن کے عمل میں لانے کی، اعلیٰ عدالتیں قطعی طور سے مجاز تھیں، مگر ان قواعد سے، عدالتہائے مذکور کے اختیارات پر ایک گونہ اثر ضرور پڑا، اور انکے اختیارات ان مقدمات تک محدود ہو گئے، جن کا مقام تحقیقات متعین ہو سکتا تھا۔ ذاتی مقدموں کی تقسیم، مقامی اور غیر مقامی میں تھی ـــــ مقامی مقدمات وہ تھے، جن کے اسباب کسی دوسرے مقام پر، بجز اس کے جہاں وہ واقع ہوئے، وقوع میں نہیں آسکتے تھے، مثلاً، مداخلت بیجا؛ اس قسم کے مقدمات کی سماعت کا مقام تھا وہ تعلقہ (جسمیں خاص لنڈن بھی شامل تھا، اگرچہ وہ تعلقہ نہ تھا)، جہاں اس کا وقوع ہوا؛ اس لئے مقامی مقدمات میں، ملک میں، مدعی علیہ کی ذات پر حکم نامہ کی تعمیل ہونیکے علاوہ، یہ بھی ضرور تھا کہ مقدمہ کا وقوع، انگلستان ہی میں ہوا ہو۔

غیر مقامی، وہ مقدمات تھے، جن کی نسبت کہا جا سکتا تھا کہ وہ، ہر ایک مقام پر واقع ہو سکتے ہیں، مثلاً، ذاتی نقصان یا خلاف ورزی معاہدہ: ایسے مقدمات کا مقام تحقیقات غیر معین تھا: یعنے مدعی کو اختیار تھا، کہ وہ اپنا دعویٰ کسی تعلقہ میں دائر کرے۔ اس لحاظ سے یہ ممکن تھا کہ حقیقی مقام وقوع، انگلستان سے باہر ہو، یا انگلستان کے اندر، اس تعلقہ کے علاوہ ہو، جہاں مقدمہ دائر کیا گیا ہے۔ اگر حکم نامہ کی تعمیل، انگلستان میں، فریق ثانی کی ذات پر کرادی گئی ہے، تو مزید کسی شرط کے پورا کرنے کی ضرورت باقی نہ رہتی تھی۔ چانسری کے مقدمات میں، جوری کی ضرورت نہ تھی، اور اس لئے حدود سماعت کا تعین بھی نہ تھا؛ اور نہ کوئی دوسری ایسی باضابطہ ضرورت تھی، جس کی تعمیل کیلئے، اس کے اختیارات، ایسے مقدمات میں بھی محدود ہو سکیں، جن کا تعلق اراضی سے ہو: اور یہی وجہ ہے، کہ ایک زمانہ میں، عدالت مذکور، ان اصول کی پابندی پر قادر نہیں ہو سکتی تھی، جو دفعہ ۳، ۱۴ میں مذکور ہیں، یعنے یہ کہ عدالت محض مدعی علیہ کی ذات پر اختیار رکھنے کیوجہ سے اس کی مجاز نہیں قرار دیجا سکتی، کہ وہ، مدعی علیہ کی جائداد یا قبضہ اراضی واقعہ بیرون ملک کے حقوق کی نسبت کوئی فیصلہ صادر کر سکے۔

دیکھو مضمون مندرجہ صفحات ۲۱۸ و ۲۱۹۔

انگلستان کی عدالتیں جن قانونی اصول کو خود بخود کام میں لانے لگیں، ان سے انگلستان کے اختیارات سماعت کے قدیم مروجہ قواعد پر، دو طریقے سے اثر پڑا۔ اول، عدالت چانسری پر، — اس قاعدہ کے اجرا سے جس کا ذکر، اوپر ہو چکا ہے؛ دوسرے قانون غیر موضوعہ پر، منیسفیلڈ کے اس قاعدہ کے قرار دینے سے کہ "انصاف رسانی کے اغراض میں خلل نہ واقع ہونے کے لحاظ سے، اس امر کی ضرورت ہے کہ اس مقامی بناء دعوی کی بابت، جو ملک غیر میں پیدا ہوا ہو، ہر شخص جوابدہی پر مجبور کیا جائے۔"[1] اگرچہ اس قاعدہ پر پوری طور سے کبھی عمل نہ ہو سکا! مگر عدالت چانسری اور قانونی عدالتوں کے اختیارات سماعت میں جن کا تعلق زیادہ تر اندرون ملک کے مدعی علیہم اور معاملات ہی سے تھا؛ جارج دوم کے وقت سے لیکر اس وقت تک، وقتاً فوقتاً قوانین یا احکام مجلس وضع آئین قوانین کے ذریعہ سے، توسیع ہوتی رہی۔ اس تبدیل کی تدریجی ترقی سے بحث کرنا اس موقعہ پر بیکار ہے؛ کیونکہ اس کو خانگی قانون بین الاقوام کی پیدائش، یا اس کے اصول کی تسلیم یا عدم تسلیم سے، کوئی تعلق نہیں ہے۔ جو خیالات اسبارہ میں تھے، وہ ان خیالات سے بہت زیادہ مماثل نہ تھے، جو یورپ کے دوسرے ممالک میں، حدود اختیارات کے قواعد کے، وضع کئے جانے کے باعث ہوئے؛ اور پھر ان سے قانونی قواعد بنائے گئے۔ اور اگر یہ خیالات مختلف بھی تسلیم کر لئے جائیں؛ تاہم یہ مسلم ہے کہ انگلستان میں، حدود اختیارات کے مسائل میں، اسوقت تک ترقی نہیں شروع ہوئی، جب تک کہ خانگی قانون بین الاقوام کے اصول، بڑی حد تک، ملک میں داخل ہو کر شائع نہیں ہوئے۔ انگلستان والوں کے خیالات، حدود اختیارات کے متعلق، عام طور سے، غیر موزوں اور ناقص تھے، اور جو مختصر جز اُن کا غیر موزوں اور ناقص نہ تھا؛ وہ اسقدر دیر میں شائع ہوا کہ اس اصول کی بنا پر "کہ جہاں جور ممکن ہو وہاں حق بھی پیدا ہو سکتا ہے"۔ اس

[1] دیکھو لارڈ منیسفیلڈ کا فیصلہ بمقدمہ موسٹن بنام فیبریگاس (۱۷۷۵) کوپٹ ۱۶۱، نوٹ جو آئندہ صفحہ ۲۵۵ پر شروع ہوتا ہے۔

ملک میں، قانونی قواعد، حدود اختیارات کے قواعد سے، وضع نہیں کیئے جا سکتے تھے۔ حدود اختیارات کے متعلق جن عام تصورات پر ہم نے فصل ہذا میں تبصرہ کیا ہے، اس سے، اُن کی، اُس رفتار کا پتہ چل جائیگا، جو انھوں نے، یورپ کے دوسرے ممالک میں اختیار کی، اور جو قانونی قواعد، اُن سے ماخوذ ہوے، اُن کا منشار اور مفہوم بھی سمجھ میں آنے لگے گا، جو انگلستان میں اختیار کیئے جانے کی جائیں، اکثر اسکے ساتھ لگا ہوا ہے، اگرچہ وہ منشا اور مفہوم، ایسا ہے کہ نہ وہ انگلستان میں پیدا ہوا، اور نہ ہو سکتا تھا۔

237

فصل دہم

انگلستان میں حدود اختیارات (Jurisdiction) اور قوانین ملک سے برائت (Exterriotoreality)

انگلستان کی تفصیلی حدود اختیارات کی تاریخ کا تعلق، انگلستان کے قدیم قانون کی تاریخ سے ہے، اور اس کو اس کتاب کے مضمون سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ اس میں شخصی قانون بین الاقوام کے اصول کے قائم ہونے، اور ان کے قبول کئے جانے، سے کوئی بحث نہیں ہے۔ اور اگر بغور دیکھا جائے تو انگلستان کے موجودہ حدود اختیارات کی بحث کو بھی، ہمارے مضمون سے زیادہ تعلق نہیں ہے، اور اس کی ایک دوسری وجہ ہے۔ اکثر ممالک میں عام طور سے عدالتیں، ایسے مقدمات بھی لے لیتی ہیں، جن میں بلحاظ حالات کے، وہ خود بھی سمجھتی ہیں، کہ اختیارات کی بنیاد، ایسے اصول پر قائم نہیں ہے، کہ ممالک غیر کی عدالتوں کے فیصلہ جات، جو ایسے ہی حالات میں قائم کئے گئے ہوں، بین الاقوامی طور سے قابل تسلیم ہونگے۔ مثلاً، نپولین کے کوڈ کی دفعہ ۱۴ سے، مدعی کیلئے، جو ذاتی عدالت قائم کی گئی ہے (دیکھو صفحہ ۲۳۲) اور جس کی نقل دوسرے ممالک میں کی گئی ہے، جن کا نظام قانون، اس کوڈ پر مبنی ہے، اسکی نسبت خود فرانس میں، یہ نہیں سمجھا جاتا کہ اس کو بین الاقوامی قبولیت کا مرتبہ حاصل ہے، اور اس اصول کی بنا پر، جو دوسرے ممالک میں، فیصلے صادر ہوتے ہیں، ان کو خود فرانس تسلیم نہیں کرتا، پس حدود اختیارات کے معاملے میں اصل سوال، قانون بین الاقوام کا، یہ نہیں ہے، کہ کس قسم کے مقدمات، ایک ملک کی عدالتوں میں دائر ہو سکتے ہیں، بلکہ حقیقی سوال، یہ ہے کہ کن مقدمات

میں، وہ عدالتیں، ممالک غیر کے فیصلہ جات کو تسلیم کرتی ہیں۔ اس بارہ میں انگلستان کا جو عملدرآمد ہے، اس پر علیحدہ فصل میں غور کیا جائے گا۔ سوال مقدم الذکر کو مخصوص مفہوم میں، قومی قانون سے اسیقدر تعلق ہے جتنا اس سوال کو ہے۔ کہ آیا ایک ملک کے قانون میں ممالک غیر کے باشندوں کے لئے، کوئی مخصوص انتظام کیا گیا ہے یا نہیں؟ لہٰذا اسکو ہمارے مضمون سے اتنا تعلق ضرور ہے کہ ہم حدود اختیارات کے ان اہم قواعد کو، جو سپریم کورٹ کے قواعد ۱۸۸۳ء کی بنا پر، جن کی ترمیم وقتاً فوقتاً ہوتی رہی ہے، انگلستان میں رائج ہیں، اس موقعہ پر پیش کرسکتے ہیں۔

دفعہ ۱۸۰۱۔ سپریم کورٹ آف جوڈیکیچر (اعلیٰ محکمہ عدل گستری) کا کوئی ایکٹ یا حکم، اس امر کا مانع نہیں ہے کہ محکمہ مذکور، کسی ایسے مقدمہ کے لینے سے باز رہے، جس میں سفینہ کی تعمیل، مدعی علیہ کی ذات پر، اندرون ملک ہوچکی ہو، اور جو اختیارات قانونی اور نصفتی، اعلیٰ عدالتوں کو حاصل تھے، وہ سب اس کو حاصل رہیں گے۔ علاوہ اس کے، جو قید، مقام تحقیقات کے متعلق تھی، وہ اٹھالی گئی ہے، اور سپریم کورٹ

238

کے قواعد ۱۸۸۳ء کی تنسیخ میں، جو قواعد ۱۹۶۵ء میں جاری ہوئے، ان میں بذریعہ قاعدہ (۳۶)، یہ حکم دیا گیا ہے، کہ سمن یا سفینہ میں، جو ہدایتیں دیجاتی ہیں، ان میں یہ بتادیا جایا کرے گا کہ مقدمہ کی سماعت کہاں ہوگی۔

مگر انگلستان کی عدالتیں، جس ذاتی اختیار سماعت کی، ملک میں تعمیل سمن ہوچکنے کی بنا پر، دعویدار ہیں، اس کے استعمال میں، دفعہ ۲۷۱ کا اصول مانع ہوگا۔ یہ اصول بتدریج عدالت چانسری میں قائم ہوا، اور بالآخر اس کو سپریم کورٹ نے بھی تسلیم کرلیا، جیسا کہ ان نظائر سے ظاہر ہے، جن کو ہم دفعہ مذکور کے تحت درج کرآئے ہیں۔

انگلستان کی عدالتیں، اس اختیار سماعت کو، ان مقدمات میں استعمال نہ کریں گی، جہاں انکا استعمال، فریقین کے حق میں، موجب ناانصافی ہوگا، یا جہاں ان کے سمن یا سفینہ کا بیجا استعمال ہوا ہوگا۔

مثلاً کوئی شخص براہ فریب، اس خفیہ غرض سے حدود ارضی میں لایا جائے، کہ اس پر سمن کی تعمیل کرادی جائے۔ واٹکنس بنام نارتھ امریکن لینڈ اینڈ ٹمبر کمپنی لمیٹیڈ [۱۹۰۴] ۲۰ ٹی۔ ایل۔ آر۔ ۵۳۴۔ جج، ڈیوی، جیمس، اوف ہیرفورڈ، رابرٹسن و